کرامات
وکمالاتِ اولیاء

جلد دوم

مجموعۂ ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب : کرامات وکمالاتِ اولیاء
افادات : حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ
جلد : دوم
صفحات : ۵۱۲
سن اشاعت : ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء
ناشر : ازہرا کیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یوپی۔
جامعہ قاسمیہ دارالعلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر، مرادآباد، یوپی۔
جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | Tel: (+44) 208 911 9797
E: sales@azharacademy.com | W: www.azharacademy.com

عناوین

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّۦنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴾

صَدَقَ اللهُ العَظِيم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَمۡرو بۡنِ العَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا اَنَّ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم قالَ الرَّاحِمُوۡنَ یَرۡحَمُہُمُ الرَّحۡمٰنُ تَبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرۡحَمُوۡا مَنۡ فِی الۡأَرۡضِ یَرۡحَمۡکُمۡ مَنۡ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَۃٍ اِرۡحَمُوۡا تُرۡحَمُوۡا.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡیِ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

وَ قَوۡلِ اللّٰہِ عزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ کَمَا اَوۡحَیۡنَا اِلٰی نُوۡحٍ وَ النَّبِیِّیۡنَ مِنۡ بَعۡدِہٖ

حَدَّثَنَا الحُمَیۡدِیُّ قَالَ حَدَّثنَا سُفیَانُ قَال حَدَّثَنَا یَحیٰ بۡنُ سَعِیۡدِ الۡأَنۡصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بۡنُ اِبۡرَاھِیۡمَ التَّیۡمِیُّ اَنَّہُ سَمِعَ عَلۡقَمَۃَ بۡنَ وَقَّاص اللَّیۡثِی یَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالی عَنۡہُ عَلَی الۡمِنۡبَرِ یَقُوۡل سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ

اِنَّمَا الۡأَعۡمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنۡ کَانَتۡ ھِجۡرَتُہُ اِلَی دُنۡیَا یُصِیۡبُہَا أَوۡ اِلَی امۡرَأَۃٍ یَنۡکِحُھَا فَھِجۡرَتُہُ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیۡہِ

حمد و ذکر اللہ

یہ جو یہاں بحث کی جاتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ** خطبہ اور حمد سے کتاب کو شروع نہیں کیا، ایک جگہ بیان میں میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ اس کا جواب اسی کی چوتھی سطر میں ہے، **سَمِعتُ عُمَرَ بُن الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالی عَنہُ عَلَی الْمِنبَرِ یَقُوْلُ** اور یہاں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے منبر پر اس حدیث کو بیان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منبر پر بیان فرمایا، منبر پر اس حدیثِ پاک کے ارشاد سے پہلے تو خطبہ پہلے ہو ہی چکا، منبر کا کوئی خطبہ کوئی بیان خطبہ کے بغیر کیسے ہوتا ہوگا؟ یہ تو ہوگئی حمد اور ذکر کی بات۔

اب جیسے اختتام پر ہم دعا کرتے ہیں اور دعا کے لئے حاضر ہوتے ہیں کہ ختمِ بخاری شریف پر دعا قبول ہوتی ہے اس کے تجربات بیان کئے گئے ہیں، جب اتنا اہم اور آپ نیک کام شروع کر رہے ہیں، اس میں بھی ان شاء اللہ دعا قبول ہوتی ہوگی، دعا کیا کرنی چاہئے؟

مجھے تو اپنی جہالت کی وجہ سے یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا مانگنا چاہئے اور کس طرح مانگنا چاہئے اور مانگنے والوں جنہوں نے مانگا، ان کو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ انہوں نے کیسے مانگا، کیا مانگا اور کس طرح مانگا؟ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال الٰہی مانگا **فاقبضنی الیک**۔

یَا سارِیَة! یَا سارِیَة! الْجَبَل! الْجَبَل!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ **سَمِعتُ عُمَرَ بُن الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ عَلَی الْمِنبَرِ یَقُوْلُ**، یہی مدینہ منورہ ہے، منبرِ رسول ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہے، جمعہ کا خطبہ ہورہا ہے، اور خطبہ کے بیچ میں بیان کچھ اور ہورہا ہے اور اچانک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اپنے بیان سے ہٹ کر اچانک کچھ اور کلمہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کیا کلمہ اچانک کہتے ہیں جیسے کسی کو پکار کر نداء دی جاتی ہے، آواز دی جاتی ہے، متنبہ کیا جاتا ہے، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **یَا سارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الْجَبَل! الْجَبَل!** یہ سب سننے والے حیران کہ یہ تو جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا، بیچ میں یہ کون آ گئے ساریہ؟ اور کیا آ گیا پہاڑ؟ خطبہ کے بیچ میں تو اِنْصَات کا، چپ چاپ سننے کا حکم ہے۔

نماز کے بعد کسی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! یہ خطبہ کے بیچ میں آپ نے فرمایا **یَا سَارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الْجَبَل! الْجَبَل!** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نہاوند ایک فوج بھیج رکھی ہے، وہاں کا میدان میرے سامنے منکشف ہوا، میں دیکھ رہا تھا کہ دشمن پہاڑ کے پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور جو اس فوج کے ذمہ دار ہیں ساریہ، انہیں اس کا پتہ نہیں، میں نے ان کی مدد کرنے کے لئے ان کو آواز دی۔

دیکھئے مدینہ منورہ اور دوسرے ملک میں نہاوند اور وہاں کا میدان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، اور خطبہ میں جس طرح یہ کام ہو رہا ہے پھر خطبہ ہو رہا ہے **یَا سارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الْجَبَل! الْجَبَل!** فرما کر اپنے کام میں مشغول ہو گئے، جو آگے مضمون چل رہا تھا، تسلسل کے ساتھ پھر اس پر شروع ہو گئے۔

اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ

یہی کام خطبہ کی طرح سے نماز میں بھی ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں **اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ**، کہ نماز میں بھی میں یہ کام کرتا ہوں، **اِنِّی لَاُجَھِّزُ جَیْشِیْ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوۃ**، اور اللہ کی شان کہ جیسے ہی انہوں نے دیکھ لیا اور مدینہ منورہ سے، منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ نے فرمایا **یَا سَارِیَۃ! یَا سارِیَۃ! الْجَبَل!** تو یہ آواز وہاں پہنچ بھی گئی اور حضرت ساریہ نے سنی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں کہ پہاڑ کا خیال رکھو، اس پر وہ دشمن کے حملہ سے بچ گئے اور ان کی حفاظت ہو گئی۔

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

یہی نہاوند ہے اور نہاوند میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہ اس جنگ میں نہیں، کسی اور موقع پر دعا کر رہے ہیں۔ میں نے یہ قصہ بیان کیا، دعا کیا مانگنا چاہیئے، اور کس طرح مانگنا چاہیئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں دعا شروع کی، کہ ساتھیوں نے کہا کہ کچھ دشمن کا پلڑا بھاری معلوم ہوتا ہے، انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی، اور دعا کیا مانگی کہ اے خدا! ہمیں فتح عطا فرما اور فتح بھی ایسی کہ ہم ان پر فتحیاب ہوں اور ان کے گلے اور کندھوں پر ہماری فوج نے رسیاں باندھ رکھی ہوں، ان کو قیدی بنایا ہو اس طرح ان کو ذلیل کیا جا رہا ہو، ایسی فتح ہمیں عطا فرما ثُمَّ اقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ.

جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنگ ہو کر اس دنیا اور دنیا والوں سے اور ظالموں سے تنگ ہو کر دعا مانگی تھی اقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ، کہ اے خدا تو مجھے اپنے یہاں، مجھے تو اپنے پاس اٹھا لے۔ اب ساتھی دعا سن رہے ہیں لیکن دو دعائیں ہیں۔ ایک میں فتح کی دعا مانگی جا رہی ہے اور دوسرے میں اتنے بڑے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی دعا مانگ رہے ہیں نعمان بن مقرن، تو اپنے لئے شہادت مانگ رہے ہیں۔ اب ان کی جدائی کی دعا پر ہم کیسے آمین کہیں؟

اب وہ چپ، ساتھی سب آمین کہنے سے ہچکچا رہے ہیں، کہ ہم کیسے آمین کہیں، حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ آمین نہیں کہہ رہے ہیں، آپ نے زور سے کہا رَحِمَکُمُ اللّٰہ، اٰمِّنُوْا، اللہ تم پر رحم کرے، آمین کیوں نہیں کہہ رہے؟ آمین کہو! اب کہنا پڑا، آرڈر ملا تب جا کر انہوں نے آہستہ سے کہا آمین تو ثُمَّ بَکَوْا، کہتے ہیں روتے ہوئے آمین بھی کہی اور رونے لگے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا ایسی قبول فرمائی کہ زبردست فتح نصیب ہوئی، ظفریاب ہوئے اور انہیں شہادت بھی ملی۔

اسی طرح کا ایک اور قصہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ ایک جگہ حضرت

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یا اللہ! آج تو دشمن کے غلبہ کا اب ہمیں یقین ہو گیا اور کیسے ہم فوج کو بچا پائیں گے؟ وہ حاضر ہوئے اپنے ساتھی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اور ان سے عرض کیا کہ دیکھئے، آپ کا اللہ عزوجل کے حضور بڑا مرتبہ ہے، اللہ تعالی نے آپ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا ہے اور ہم آپ کو اللہ کی قسم دے کر یہ عرض کرتے ہیں کہ آج جو اللہ کے یہاں آپ کی پوچھ ہے، اس کو کام میں لائیے اور اس ذلت والی شکست سے ہم سب کو آپ بچا لیجئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

کیوں؟ یہ آپ نے سنا ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالی نے کچھ لوگوں کو یہ مرتبہ عطا فرما رکھا ہوتا ہے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، کہ جو دعا مانگتے ہیں ان کی دعائیں قبول ومقبول ہوتی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ انہیں میں سے تھے، مستجاب الدعوات، وہ جو دعا مانگتے، وہ اللہ کے یہاں قبول ہوتی۔

ایک دفعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف کوفہ والوں نے شکایت کی تھی **اِنَّـهُ لا يَسُرِى بِالسَّرِيَّة، وَ لا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّة، و لا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ**، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک تحقیقاتی کمشن بھیجا، وفد بھیجا تحقیق کے لئے، کہ وہاں کے گورنر کے خلاف یہ شکایت آئی ہے۔ وہاں والوں کی تین شکایتیں ہیں، کہ دوسروں کو بھیجتے رہتے ہیں، خود نہیں جاتے ہیں فوج میں **اِنَّهُ لا يَسُرِى بِالسَّرِيَّة، وَ لا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّة**، بیت المال کی آمدنی سے صحیح طور پر خرچ نہیں کرتے، **و لا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ** جو مقدمات آتے ہیں ان میں عدل اور انصاف نہیں برتتے۔

کوفہ کی تمام مساجد میں گیا یہ وفد جو مدینہ طیبہ سے پہنچا تھا، تمام مساجد میں گئے اور وہاں اعلان کرتے رہے کہ بھائی تمہارے گورنر حضرت سعد کے خلاف کوئی شکایت ہو تو بتاؤ۔ سب کہنے لگے تعجب سے، ہمیں تو کوئی شکایت نہیں، عشرہ مبشرہ میں سے اتنے عظیم گورنر ہمیں ملے ہیں،

کیا شکایت ہوسکتی ہے ان کے خلاف؟ وہ کہتے ہیں ایک مسجد میں ہم پہنچے، ایک بڈھا کھڑا ہوا اعلان پر کہ کسی کو کوئی شکایت ہے؟ بڈھے نے کھڑے ہو کر کہا ہاں، **یُقَالُ لَهُ اَبُو سَعْد،** اس نے کھڑے ہو کر اپنی یہ تینوں شکایتیں دہرائی کہ ہاں **اِنَّـهُ لا یَسْـرِی بِـالسَّـرِیَّة، وَ لا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّة، و لا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ.**

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسی وقت، جب سنا کہ فلاں نے یہ میرے خلاف الزام لگایا، اب انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ شخص جھوٹا الزام لگا رہا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ میں فوج کے ساتھ نہیں جاتا، تو گویا کہ مجھے زندگی پسند ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں تو اس دنیا میں رہ کر بھی کیا کروں گا، یہ دنیا سے میرا کیا لینا دینا؟ یہ زندگی کی محبت تو اسی کو دے دے اور اسی کو طویل زندگی دے دے، مجھے نہیں چاہئے۔ اور تجھے معلوم ہے الٰہی، کہ مجھے تو دنیا سے کوئی محبت نہیں کہ میں بیت المال سے خورد برد کروں، خیانت کروں، تو یہ دنیا کی محبت تو اسی کو دے دے، اور وہ کہتا ہے **و لا یَعْـدِلُ فِی الْقَضِیَّةِ** جو قاضی اگر انصاف نہ کرے وہ فاسق، الٰہی میرا دامن تو اس سے پاک ہے، اس میں اسی کو مبتلاء کر دے۔

خیر وہ آگے پھر اس کا انجام بڈھے کا کیا ہوا بخاری شریف میں اس کو پڑھیں گے، ان کی دعا کے قبولیت کے نتیجہ میں، تو یہ ہوتے ہیں مستجاب الدعوات۔

اسی طرح دوسرے لائن کے ہوتے ہیں جن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لَـوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ،** کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالی ان کی قسم کو پورا فرما دے اور اس کے برعکس **مَنْ یَتَاَلَّ عَلی اللّٰهِ یُکَذِّبُهُ،** کہ جس کا یہ مرتبہ نہ ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بزرگی جتانے کے لئے کہے کہ ایسا ہوگا، جیسے مرزا کو اللہ تبارک و تعالی نے ہر چیز میں، ہر قدم پر جھوٹا ثابت کیا اس کے دعوؤں پر، اس طرح جو بھی اس طرح کے غلط دعوے کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کو پھر جھوٹے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

اور وہ حضرات جو اس لائن کے ہوں، لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ، کی لائن کے، تو اللہ تبارک وتعالی کو کون کہہ سکتا ہے کہ تجھے تیری ذات کی میں قسم دیتا ہوں کہ تجھے ایسا کرنا ہوگا، کوئی کہہ سکتا ہے اللہ کو؟ اللہ تعالی کے ساتھ کتنا نازان کو، تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے ان کے ساتھیوں نے آکر عرض کیا کہ آپ کو آج اپنے اس مرتبہ کو استعمال کرنا ہوگا۔

انہوں نے بھی اسی وقت ہاتھ اٹھائے دعا شروع کی، اچھا میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو، تو انہوں نے بھی کہا کہ یا اللہ! اس کفر اور شرک کو تو ذلیل فرما اور ان کو اور ہم سب کو فتح نصیب فرما اور ساتھ مجھے بھی شہادت نصیب فرما۔ اللہ تبارک وتعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی، فتح تو ملی اور ساتھ ان کو شہادت بھی ملی۔

حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

احد میں یہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آج مقابلہ ہوگا زبردست، دونوں نے کہا کہ چلو آؤ، آج کے دن کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن جحش نے اپنے ساتھی حضرت سعد سے کہا کہ اچھا آپ پہلے دعا کیجئے۔

حضرت سعد نے دعا کی الٰہی! آج جب یہ مقابلہ شروع ہو، تو جو ان میں سب سے زبردست، طاقتور، بہادر انسان ہو ان کا، کفار میں بہادری اور شجاعت میں سب سے زیادہ مشہور ہو، اس سے میرا مقابلہ ہو، اس کے لئے، اس کو تو میرے مقدر فرما، کہ وہ میرے سامنے آئے، اور میں مقابلہ میں اس کو شکست دوں، اس کو قتل کروں، اس کے ٹکڑے کروں، و آخُذُ سَلْبَہٗ، اور اس کا مالِ غنیمت، مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا فَلَهٗ سَلَبه کے تحت وہ مالِ غنیمت اس کا میں پاؤں، تو حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس پر زور سے کہا آمین۔

اب باری تھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی، انہوں نے دعا شروع کی، انہوں نے کہا کہ الٰہی! آج جب مقابلہ شروع ہو، تو کفار کے کسی آدمی سے میرا مقابلہ ہو اور وہ مجھ پر وار کرے اور ایسے وار کرے کہ میرے جسم کے ٹکڑے الگ الگ کر دے یہاں تک کہ میرے ناک کان اعضاء کاٹے جائیں۔

چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ جہاں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی لاش پڑی ہوئی تھی، ایک دھاگے میں ان کے ناک کان ٹکڑے کر کے ہار بنا کر رکھا ہوا تھا ان کی بوڈی پر، اس کو دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمانے لگے ان کی دعا میری دعا سے اچھی تھی۔ یہ انہوں نے مانگا۔

حضرت شعبی کی دعا

آپ حضرت شعبی کا اسمِ گرامی سنتے ہیں کہ جنہوں نے تدوینِ حدیث سب سے پہلے کی ہے، اول مدون احادیث، ابن شہاب زہری کی طرح شعبی کا نام آتا ہے، تو وہ اپنا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ مہاجرین کا ایک قافلہ جا رہا تھا، تو ریگستان میں سفر ہو رہا ہے۔

وہ قافلہ جا رہا ہے مہاجرین کا اور راستہ میں ایک مہاجر کی سواری تھی حمار، دراز گوش۔ اتنے عظیم اللہ کی منتخب جماعت صحابہ کی اور اس میں سے بھی پھر منتخب، **السَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَان**، تو صحابہ کرام کی جماعت میں بھی سب سے منتخب مہاجرین۔

اس مہاجر کی یہ سواری جس پر وہ سوار تھے، حمار پر، دراز گوش پر، وہ راستہ میں مر گئی۔ اب وہ ٹھہر گئے، سارا قافلہ ٹھہر گیا۔ ساتھیوں نے کہا کہ بھائی گڑھا کھود دو اور اس میں دھکیل دو، یہ تو مر گیا ابھی۔ تو وہ کہنے لگے نہیں، ساتھیوں نے کہا کیا نہیں؟ یہ تو مر گیا ہے، چلو آگے، ہمارے پاس

اور سواریاں ہیں، اس پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا نہیں۔ کہا کہ اس کو دفن کر دیتے ہیں گڑھا کھود کر، کہا نہیں۔ ساتھیوں نے سمجھایا تو وہ کہنے لگے نہیں مجھے یہی چاہئے۔ اب ساتھی بہت سمجھاتے رہے، بالآخر اتنے تنگ ہو گئے، مجبور ہو گئے کہ وہ چل پڑے، چلے گئے، ساتھی کو تنہا ریگستان میں اکیلا اور اس کے سامنے اس کی سواری مری ہوئی پڑی ہے، وہ چلے گئے۔

جب کہیں جا کر ساتھیوں نے منزل کی تو دیکھا کہ کوئی سوار آ رہا ہے۔ ارے! جیسے جیسے سوار نزدیک پہنچا، دیکھتے ہیں کہ ہمارا یہی ساتھی جن کا حمار، دراز گوش مر گیا تھا وہ اسی دراز گوش پر سوار ہو کر آ رہے ہیں، بڑے حیران کہ الٰہی! ہم نے دیکھا تھا کہ سچ مچ وہ مر گیا تھا، ان سے پوچھا کہ کیا ہوا۔

انہوں نے کہا آپ لوگ جب آ گئے، تو اس کے بعد میں نے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے فریاد شروع کی اللہ عزوجل سے، کہ الٰہی! میں تیرے راستہ میں ہوں اور اس میری سواری کو پیدا کرنے والا بھی تو، اور تو چاہے تو اسے دوبارہ زندہ کر دے، تو میری تجھ سے یہ درخواست ہے، فریاد ہے کہ تو اسے زندہ کر دے۔

حضرت عزیر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا معجزہ یہ سابقین انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جو معجزات ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ دیکھئے کہ اللہ عزوجل ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے معجزات کو اس امت کے اولیاء کی کرامتوں کے طور پر ظاہر فرماتے ہیں، کہ جیسے ان کے لئے، حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے دراز گوش کو اللہ تبارک وتعالی نے زندہ فرمایا تھا، تو ان کا یہ دراز گوش بھی پھر زندہ، اور سوار ہو گئے اور ساتھیوں کے پاس پہنچ گئے۔

اب میں سوچ رہا ہوں کہ میں اس مبارک تقریب میں کیا دعا کروں؟ لیکن میں نے عرض کیا کہ اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے مجھے تو مانگنا نہیں آتا، کوئی کہے گا کہ کمر بہت دکھتی ہے، کسی کو سر میں درد ہوتا ہے، کسی کو یاد آئے گا فلاں بیمار ہے، کسی کو فلاں تکلیف، مالی، جانی، اپنے گھر کی، رشتہ داروں کی، کسی کو کیا یاد آئے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مانگنے کا ڈھنگ عطا فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت نصیب فرمائے، یہ آپ نے جو شروع کیا اللہ عز وجل عافیت کے ساتھ اس کو مکمل فرمائے، علومِ نبویہ سے بہرہ ور فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے سچی محبت نصیب فرمائے، عشق نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ہمارا جسم بنایا ہے اور ایک اس کے اندر روح رکھی ہے۔ ان دونوں میں اصل روح ہے، جسم اس روح کے لئے ایک خول اور ایک سواری کی طرح ہے۔

آج ہماری پوری توجہ جسم بنانے کی طرف ہے روح بنانے کی طرف نہیں ہے۔ روح میں اگر ایمان ہے اور اس پر ہم نے محنت کی ہوگی تو موت کے وقت اس روح کو لینے کے لئے فرشتے جنت سے خوشبو لے کر آئیں گے ﴿فَرَوْحٌ وَّرَیْحَان وَجَنَّۃ نَعِیْم﴾ یہ اس روح کا حال ہوگا، فرشتے اس کا احترام کریں گے، اور اگر روح پر محنت نہیں، تو موت کے وقت ہی سے سختی اور عذاب کی صورت شروع ہو جائے گی۔ موت کے وقت نیک وبد، مومن و کافر سب کو حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اس وقت حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کسی عزیز نے خواب میں ان سے پوچھا کہ آپ تو اچانک چلے ہی گئے۔ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے سامنے تو ایک گلاب کا پھول لایا گیا، اس کے ساتھ ہی میں چلا گیا۔ یہ حدیث میں آتا ہے کہ ﴿فَرَوْحٌ وَّرَیْحَان وَجَنَّۃ نَعِیْم﴾ تو ریحان پھول وہاں سے لایا گیا اور اس کے ساتھ، اتنی خوشبو اس میں، ایسی خوبصورتی کہ روح جس طرح بچہ، سویٹ دکھاؤ، اس طرح لپک کر

جھپٹنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس طرح یہ بھی چلے گئے۔

روح و جسم

دوستو! اس روح پر اگر ہم محنت کریں تب پتہ چلے کہ یہ روح کیا چیز ہے، ورنہ ہم تو جو زبان کو چیزیں اچھی لگتی ہیں ہم اس کو وہ چیزیں دینے کی کوشش کرتے ہیں، جو منظر اچھا لگتا ہے وہ آنکھ کو دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، جو کان سننا چاہتے ہیں وہ اس کو سنانا چاہتے ہیں، تو یہ تمام جسم جو مانگتا ہے وہ ہم پورا کر رہے ہیں، مگر ہماری روح بھی کچھ مانگتی ہے، جب یہ پتہ بھی نہ ہو کہ روح ہے کدھر، تو وہ کیا مانگتی ہے اس کا ہمیں کیا پتہ؟

اللہ! اور جنہوں نے دونوں کو الگ الگ سمجھا کہ یہ روح اور یہ جسم، ان کے لئے ہر چیز آسان ہوگئی، ان کی زبان بھی کچھ نہیں مانگتی، ان کی آنکھیں بھی کچھ نہیں مانگتیں، ان کے کان بھی کچھ نہیں مانگتے، کیوں کہ انہوں نے اپنے جسم کو بالکل علیحدہ کرلیا ہے، نہ ان کو کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی ضرورت، نہ آنکھوں کو سونے کی ضرورت، ساری آوازیں سننے سے ان کے کانوں کو وحشت۔ کتنے بزرگوں کے آپ واقعات سنیں گے کہ وہ کھانا ہی نہیں کھاتے۔

چالیس دن میں ایک کھجور

ان لوگوں کے یہاں چلہ ہوتا تھا، تو پورے چلہ میں ایک کھجور، چالیس دن وہ گذارتے، صرف شام کو اپنا روزہ افطار کرنے کے لئے ایک گھونٹ پانی پی لیتے، بس، کھانا پینا کچھ نہیں، چالیس دن میں ایک کھجور۔

ایک بزرگ نے سورت سے سفر کیا، اس زمانہ میں سورت سے کشتیاں جاتی تھیں، سفر کر کے جدّہ پہنچے، تو جدّہ کے ساحل پر اترنے تک ان کو چالیس دن لگے، تو وہ چالیس دن میں صرف ایک کپ کافی انہوں نے پی، نہ کچھ کھایا نہ پیا، تو یہ ان حضرات کی بات ہے جن کے جسم اور روح دونوں قوتوں کو وہ الگ الگ کرلیتے ہیں۔

رمضان المبارک میں حضرت شیخ قدس سرہ کی غذا

حضرتِ شیخ قدس سرہ رمضان المبارک میں کچھ نہیں کھاتے تھے، سارا رمضان المبارک بڑی مشکل سے زبردستی چائے اور اس کے ساتھ ایک انڈے کی زردی حضرت کو پیش کی جاتی تھی، کبھی کھائی اور آدھی پیالی روز ہمیں دے دیتے۔ اور ان کی کسی چیز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا بلکہ اور زیادہ ان کے معمولات بڑھ جاتے ہیں، تو ہم تو جتنا کھاتے ہیں اتنی ہی زیادہ سستی، اتنی ہی زیادہ تھکاوٹ، ان کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ جسم الگ یہ روح الگ ہے۔

انتقال کے وقت جیسا میں نے عرض کیا کہ کافر مؤمن، نیک اور بد سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اوہو! یہ تو جسم اس روح کے لئے ایک خول تھا، جسم ایک سواری تھی۔

شاہ یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت

ایک بزرگ گذرے ہیں، شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ، بھوپال میں۔ حضرت شاہ یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو سب گھر والوں کو اکٹھا کیا، کچھ نصیحتیں فرمائیں، کہ اب میرے جانے کا یہ وقت ہے اور میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں، بڑے صاحبِ کرامات تھے، آپ کو دستِ غیب بھی حاصل تھا، اس کے بھی بڑے واقعات ہیں۔

ان کو نصیحتیں فرمانے کے بعد اچانک فرمانے لگے کہ یہ دیکھو! ذرا تھوڑی دیر کے لئے تم لوگ باہر ہو جاؤ، میرے پاس کچھ اور لوگ آرہے ہیں، سب کو باہر بھیج دیا۔ اس کے بعد پھر ان کو دوبارہ تھوڑی دیر کے بعد اندر بلایا۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ دیکھو! یہ ملک الموت آ گئے اور میری روح نکالنی انہوں نے شروع کر دی، اب یہ میرے ٹخنوں تک میری روح نکال لی، اب یہ میرے گھٹنوں تک نکال لی، اب یہ میرے پیٹ تک نکال لی، اب یہ میرے سینہ تک روح پہنچ گئی، اب میں رخصت ہوتا ہوں ''لاالٰہ الا اللّٰہ'' تو کیسے روح کس کس مرحلہ سے، کس طرح گذرتی

ہے، سارا وہ بیان کرتے رہے۔

یہ جب ہے کہ ہم دنیا میں روح کیا چیز ہے؟ اس کو کس غذا کی ضرورت ہے؟ اس طرف متوجہ ہو، اور جسم ہی کی خدمت میں ہر وقت اگر ہم نے ساری عمر اسی میں صرف کر دی، تو روح تو اتنی ہی مضمحل ہوتی چلی جائے گی، اور جب اس پر زیادہ محنت کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ اسے وہ قوتیں عطا فرماتے ہیں کہ جس کے متعلق آپ سنتے ہیں کہ ایک بزرگ یہاں بھی ہیں، وہاں بھی ہیں، موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس طرح کے واقعات بہت ہیں۔

یہ حضرات جسم کو ایک خول سمجھ لیتے ہیں کہ اس کو نہ کھانے کی ضرورت، نہ پینے کی ضرورت، کسی چیز کا یہ محتاج نہیں، اصل چیز وہ روح ہے، اور اس کو پھر وہ جہاں چاہیں، جیسے چاہیں وہ استعمال کر سکتے ہیں، اور روحانی طور پر پھر ان کا عالم ارواح سے ایسا اتصال ہو جاتا ہے کہ بالکل ہاٹ لائن جس کو کہتے ہیں، اب کوئی کام، کوئی واقعہ، کوئی چیز، گردن جھکائی۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ ترکوں کی حکومت ختم ہو رہی تھی، قتل و غارت ہر جگہ عام تھا، تو کثرت سے لوگ آتے، پوچھتے کہ حضرت میں اب مدینہ منورہ جانا چاہتا ہوں، جاؤں؟ فرماتے کہ اچھا ایک ہفتہ ٹھہر جاؤ اس کے بعد جانا، کسی کو فرماتے کہ اچھا تم جموم کے راستہ سے چلے جاؤ، کسی سے فرماتے کہ اچھا تم سلطانی راستہ سے چلے جاؤ، بیٹھے بیٹھے روح پرواز کر رہی ہے، سب کچھ معلوم ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ حضرت میری طبیعت بہت خراب ہے، اور مجھے امید نہیں کہ میں مدینہ منورہ پہنچ پاؤں گا یا نہیں؟ تو حضرت نے گردن جھکا کر فرمایا کہ نہیں! نہیں ان شاء اللہ تم پہنچ جاؤ گے، تم روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ روانہ ہوئے، مدینہ منورہ ایک منزل باقی رہ گیا، وہاں بیمار ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر انتقال فرمایا۔

ایک شخص حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے، دیکھا کہ روز یہ اس وقت کہیں ٹہلنے کے لئے جاتے ہیں، کہاں جاتے ہیں؟ تو اصرار سے پوچھا، تو حضرت نے فرمایا اچھا! کسی سے کہنا نہیں، پیچھے پیچھے آجاؤ، میرے پیچھے تم چلتے رہو، کہتے ہیں کہ چند قدم چلے آبادی سے باہر چلے ہوں گے، پھر اچانک دیکھا کہ یہ تو مدینہ منورہ آگیا۔

اصحاب حضوری

یہ ساری دنیا بھر کی سیر پلکوں میں، اِس ملک سے اُس ملک تک پہنچ جانا، اور ان کو یہ جو تمام تصرفات حاصل ہوتے ہیں وہ اسی روح کی برکت سے ہے، جتنی روح قوی تر ہو جاتی ہے اور پھر ان کی روح کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہر وقت باریابی کی اجازت ہوتی ہے کہ جب چاہو، تمہیں اجازت ہے۔

اب ہمیں ساری عمر تمنا رہتی ہے کہ کاش کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں ایک مرتبہ زیارت ہو جائے، مگر یہ اصحابِ حضوری جن کو کہتے ہیں ان کی روحانی قوت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیشہ باریابی کی اجازت ہے، آنکھیں بند کیں، وہاں پہنچ گئے۔

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

اکثر لوگوں نے تو یہ قصہ حضرتِ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے، تمام کتابوں میں تقریباً یہی ملتا ہے، مگر میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان کے استاذ شیخ عبدالوہاب کا قصہ ہے، جو گجرات بھروچ کے رہنے والے تھے اور شیخ علی متقی صاحب کنزالعمال کے شاگردوں میں ہیں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ۔

اب ان کا شیخ عبدالوہاب کا، یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ مدینہ منورہ سے واپسی پر ان کا آنے کو جی نہیں چاہتا تھا، کیوں کہ یہ اصحابِ حضوری لوگوں میں سے

تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتے، وہاں سے جواب ملتا، جواب سنتے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں وہاں چلا جاؤں گا ہندوستان، تو میں اس دولت سے محروم ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! وہاں بھی تم جیسے ہی گردن جھکا کر یہاں پہنچنا چاہو گے، تو تمہیں حاضری کی فوراً اجازت مل جائے گی۔

چنانچہ ہندوستان واپسی کا سفر شروع ہو گیا اور ہر منزل پر کوشش تھی کہ اللہ کے کسی نیک بندے سے ملاقات ہو جائے۔ ایک جگہ کنارہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک بزرگ ہیں۔

اب یہ ان بزرگ کے جھونپڑے کی تلاش میں نکلے، اِدھر اُدھر پہنچے، کسی نے بتایا کہ وہاں دُور ان کا جھونپڑا ہے، وہاں گئے، وہاں پہنچ کر اندر گئے تو اس نے ایک شراب کا گلاس پیش کیا، کہ شراب پی لو۔

یہ بہت بڑے عالم، بہت بڑے محدث، انہوں نے کہا یہ تو حرام ہے۔ کہا کہ پی لو، ورنہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سلب ہو جائے گا، تمہارے پاس کچھ رہے گا نہیں۔ اب یہ اس کے اصرار پر شراب نہیں پی رہے ہیں کہ شریعت میں حرام اور ناجائز ہے اور وہ اصرار کرتا ہے۔

پھر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا یہ کوئی دنیادار ڈھونگی آدمی ہے یا واقعی کوئی اللہ والا ہے، اس کے لئے انہوں نے گردن جھکائی، تو صفایا معلوم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی تھی وہ بھی نہیں، جیسا اس نے کہا تھا روحانیت سلب کر لوں گا، بہت پریشان ہوئے۔ ایک دن گذرا، دوسرے دن پھر پہنچے، کہ شاید کوئی ایسی بات ہوگی کہ اسی کے پاس جانے سے مسئلہ حل ہو سکے گا، پھر پہنچے، تو اس نے پھر وہی گلاس پیش کیا، آپ نے کہا یہ تو حرام ہے، میں یہ نہیں پی سکتا، تین دن اسی حالت میں گذر گئے کہ وہ اصرار کرتا رہا شراب کے لئے، آپ انکار کرتے رہے۔

کہتے ہیں چوتھے دن اس طرح کی کیفیت ان پر طاری ہوئی اور جیسے ہی انہوں نے گردن جھکائی دیکھتے ہیں کہ وہ فقیر کا جھونپڑا وہاں ہے اور کچھ فاصلہ پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں جو حاضر ہیں ان سے پوچھتے ہیں کہ بہت دن

ہوگئے شیخ عبدالوہاب آئے کیوں نہیں؟ شیخ عبدالحق کیوں نہیں آئے؟ تین دن گذر گئے۔
انہوں نے جیسے ہی یہ آواز سنی، یہاں سے چلاّ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ فقیر مجھے آنے نہیں دیتا۔ تین دن سے جب میں آنا چاہتا ہوں تو مجھے روکتا ہے، تو انہوں نے اس وقت دیکھا اور سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِخْسَأْ یَا کَلْبُ'' اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر، کہ اے منحوس کتے! تو یہاں سے منہ کالا کر۔
اب یہ مراقبہ سے فارغ ہوئے اور جھونپڑے کی طرف گئے۔ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، ان سے پوچھا کہ بھئی! باہر کیوں بیٹھے ہوں؟ کہا کہ بہت دیر سے ہم بیٹھے ہیں، یہاں ابھی دروازہ کھلا نہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہاں سے تم نے دروازہ سے کسی کو نکلتے ہوئے دیکھا؟ تو کہنے لگے دروازہ سے اور تو کوئی نہیں نکلا ایک کتا یہاں سے نکل کر گیا۔ تو حضرت شیخ فرمانے لگے کہ اچھا! اب دروازہ کھول کر دیکھو! تمہارے شیخ کو حق تعالیٰ شانہ نے کتے کی شکل میں تبدیل کر دیا، کیوں کہ کتا وہاں سے نکل کر چلا گیا تھا۔

روح کی پرواز

یہ روح، ہم تھوڑی سی اس کی طرف توجہ کریں تو اللہ ہمیں بڑے اونچے مدارج اور مراتب سے نوازتے ہیں، اور یہ عالم ہی کوئی اور ہے، مگر ہمیں اس کی ادنیٰ چاشنی معلوم نہیں، اس میں کیا لذت حق تعالیٰ شانہ نے رکھی ہے۔ ہم نے تو یہ جسم جتنا اس کو ہم دیتے چلے جائیں گے، زیادہ اچھا لگا، کوئی کھانا آپ نے کھالیا پیٹ پھول جائے گا اور تکلیف مزید۔ دوستوں کے ساتھ دل لگی میں، باتیں سننے میں بہت لطف آیا، زیادہ دیر جاگیں گے سر میں درد ہو جائے گا، تو یہ جسم تو انتہائی کمزور، اس میں کوئی طاقت نہیں، انتہائی محدود قوت اس کے پاس ہے۔
اس کے برعکس روح، اس کی پرواز انتہائی بلند، روح انتہائی طاقتور، جو غذا اسے چاہئے اگر آپ اس کو دینے لگیں تو اس کی پرواز کے لئے یہ دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ کہتے ہیں کہ ہتھیلی کی طرح یہ

دنیا ہے، اس کی پرواز کے لئے تو عالم ملکوت چاہئے، عالم امر چاہئے، عالم خلق اس کے لئے کافی نہیں ہے، عالم امر، عالمِ بالا اس کے لئے چاہئے۔

روح کی غذا

دوستو! یہ روح کی غذا یہ ہماری نمازیں، روزے، ذکر، تلاوت، تسبیحات اور اہلِ سلسلہ بزرگوں سے جو وابستہ ہیں، ان کے معمولات پر جتنا اس کے اوپر آپ عمل کریں گے دیکھئے! چند روز میں اس روح کی کیا کیفیت بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے مشائخ کا جو اصل سلسلہ تھا اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور دنیا اور دنیا کی زیب وزینت، اس کی لذتیں، اس کی نعمتیں، اس سے وحشت عطا فرمائے، اس کا ناپائدار ہونا اور اس کا حقیر اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بے قیمت ہونا ہمارے دل میں اتار دے، اس کی نفرت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے، اور آخرت کے لئے عمل کرنے کی اور روح کو غذا دینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

دوستو! یہ حاجی شیر محمد صاحب نے جو کچھ آپ کے سامنے کہا، یہ اِس اعتبار سے تو غلط ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان بھائی کے سامنے اُس کی تعریف نہیں کرنی چاہیے۔

ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی موجودگی میں اُن کی تعریف فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وَیحَکَ قَطَعتَ عُنقَ اَخِیکَ" کہ اوفو! تم نے تو اِن کی گردن ماردی۔ یعنی اِس تعریف کی وجہ سے اگر اِن میں کوئی تغیر پیدا ہوا، اِن میں عُجب پیدا ہوا، اِنہوں نے سمجھا کہ میں واقعی اچھا انسان ہوں، تو ساری عمر بھر کی تمام کمائیاں اور نیکیاں سب ختم۔

سب سے پہلا گناہ

ابلیس نے کوئی کم نیکیاں کی ہیں؟ کہتے ہیں کہ آسمانوں پر کوئی ایک بالشت کے برابر ایسی جگہ اس نے نہیں چھوڑی، جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو، جہاں وہ اللہ کی عبادت نہ کر چکا ہو۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب پُتلا بنایا گیا اور ابلیس کو سجدہ کا حکم ہوا، اس

وقت تک حق تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں ہوئی تھی۔

سب سے پہلی نافرمانی، سب سے پہلا گناہ جو سرزد ہوا، وہ ابلیس کی طرف سے ہوا، اور وہ کیا ہے؟

بعضے علماء حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ سے ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ شانہ کی حکم عدولی اور انکار کو قرار دیتے ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ نہیں، اِس انکار کا مبنیٰ اور اُس کی اصل وجہ تکبر اور کبر، بڑائی ہے، کہ ابلیس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا کہ میں تو حضرت آدم سے بڑا ہوں اور بڑے کو حکم دیا جارہا ہے کہ چھوٹے کو سجدہ کرے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ حسد، کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو عزت دی جارہی تھی، اُن کی جو تعظیم ہورہی تھی، تمام صنف ملائکہ کو حکم ہوا کہ اُن کو سجدہ کرو، تو اس پر جو اس نے حسد کیا تو حسد، یہ پہلا گناہ ہے۔

بعضے علماء کہتے ہیں کہ نہیں، یہ حسد یا بڑائی یہ بعد میں پیدا ہوئی، پہلے اُس نے اپنا موازنہ کیا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اور اُن کے مقابلہ میں اُس نے اپنے آپ کو اچھا سمجھا، تو عُجب سب پہلی معصیت ہے۔

تکبر، عُجب وحسد

اب چاہے اِس ابلیس کے راندۂ درگاہ، بارگاہِ ایزدی سے اُس کے نکالے جانے کی وجہ اور اُس کا سبب تکبر رہا ہو، یا حسد رہا ہو، یا عُجب رہا ہو، یا تینوں کا مجموعہ رہا ہو، جیسے آج کل اِس زمانہ میں کوئی کہتا ہے کہ سب سے بڑی بیماری جو عام ہے، کینسر ہے، کوئی کہتا ہے ایڈز ہے، کوئی کہتا ہے کہ ڈپریشن ہے، مختلف اپنے اپنے تجربہ کے اعتبار سے ڈاکٹر بتاتے ہیں۔

اِس طرح یہ اُسی وقت سے لے کر آج تک، دِل کے امراض میں سب سے خطرناک

بیماریاں جوشمار ہوئی ہیں،اُن میں سے یہ حسد ،تکبر اورعُجب ہے، حق تعالیٰ شانہ ہمیں اِن بیماریوں سے محفوظ رکھے،اِن سے بچنے کی توفیق دے۔

رسالہ اسٹرائک

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند میں کوئی شورش برپا کی گئی اورقریب میں سہارنپور، پھراُس کااثر وہاں بھی پہنچا،اُس شورش کااثر وہاں بھی ہوااوراسٹرائک ہوئی اورحضرت جی مولانامحمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ کئی دن کے لئے مستقل تشریف لائے،اُن کے بیانات ہوتے رہے۔لمبی کہانی ہے۔

سازشوں کانتیجہ وہ خلفشار بھی تھا،تواس وقت ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ایک رسالہ تحریرفرمایاتھا''رسالہ اسٹرائک''۔

تصنیف میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کامعمول

حضرت،اتنے بڑے امام،اتنے بڑے محدث،باون (۵۲) سال تک حدیث پاک کادرس دیا۔جوانی سے لےکرانتقال تک،حضرت کی رات دن کی تمام ساعتیں حدیث پاک کی شرح میں گذریں، پچاسوں ہزارصفحات میں پھیلی ہوئی کتابیں حضرت نےتصنیف فرمائیں،ایک ایک کتاب کوئی بیس بیس جلدوں میں،اورایک ایک جلدکوئی چارسو، پانچ سوصفحات کی،ایسی ایک سو سے زائدکتابوں کےحضرت مصنف تھے۔

لیکن حضرت کامعمول دیکھئے،کہ جب کوئی کتاب حضرت تصنیف فرماتے،تواپنے شاگردوں اورساتھیوں کودیاکرتے تھے،مولاناعبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ،مفتی احمدالرحمٰن کامل پوری کے والدمحترم وہاں ہوتے تھے،انہیں دیتے تھے۔مفتی سعیدصاحب،مظاہرالعلوم کےمفتی،ان کودیتے تھے۔جب وہ نہ رہےتوپھراپنے دوسرےشاگردوں کودیتے تھے۔حضرت مفتی محمودحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت کےشاگرد،توان کوحکم فرماتے کہ یہ کتاب

میں نے لکھی ہے، اس کو خوب اچھی طرح سے آپ پڑھ لیں، دیکھ لیں، کہیں کوئی غلطی ہو، اس پر نشاندہی کردیں اس کو قلم زد کردیں، ان کو پورا اختیار ہوتا تھا، تواضع کا یہ عالم تھا۔

وہ رسالہ اسٹرائک حضرت نے تصنیف فرمایا اور حضرت مفتی محمود صاحب کو دیا گیا۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے وہ سارا رسالہ سنا تو ایک جگہ انہوں نے نشان لگوایا۔

قلب کے معاصی

وہ جگہ یہ تھی، کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے دو قسم کے گناہ اس میں گنوائے ہیں، کہ ایک ظاہری جسم سے سرزد ہونے والے گناہ، ہاتھ پیر سے سرزد ہونے والے گناہ، اور ظاہری اعضاء سے سرزد ہونے والے گناہ، جن میں شراب وکباب، شہوت پرستی اور زنا، چوری، ڈکیتی، یہ گناہ سارے حضرت نے گنوائے۔

فرمایا کہ گناہوں کی یہ قسم نفس پرستی کا نتیجہ ہے، اور یہ گناہ سرزد ہوتے ہیں کہ انسان کا نفس دولت کا خواہش مَند ہوتا ہے، تو اس کے لئے غلط ناجائز راستہ بھی انسان نہیں چھوڑتا، پیسہ اکھٹا کرنے یا دولت کی ہَوَس میں، چوری اور ڈکیتی سے دریغ نہیں کرتا۔ شہوت پرستی بھی نفس پرستی کا نتیجہ کہ زنا بھی اسی کے نتیجہ میں سرزد ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ چوری، ڈکیتی، زنا اور یہ تمام ظاہری گناہ ایسے ہیں کہ جب انسان اِن گناہوں کو کرتا ہے، تو اِن گناہوں کے کرنے کے وقت بھی انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِسی لئے چور چوری چھپے، کوئی نہ دیکھے، اس طرح کوشش کرے گا۔

کوئی مسلمان اگر شراب خانہ سے نکل رہا ہے، تو نکلتے ہوئے ذرا اِدھر اُدھر دیکھ کر کے، کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ تو اِن گناہوں کے کرنے کے وقت انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے اور جن کو انسان گناہ سمجھتا ہے، تو اُس کے لئے توبہ کی توفیق بھی میسر ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کسی نہ کسی وقت اُسے توبہ کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔

لیکن حضرت نے فرمایا کہ گناہوں کی جو دوسری قسم ہے، جن کا تعلق اِن ظاہری اعضاء سے نہیں، بلکہ قلب سے ہے، دل سے ہے، اِس میں حضرت نے یہ گناہ گنوائے، حسد، تکبر، عُجب۔ فرمایا کہ یہ گناہ حسد، تکبر، عجب، غیبت، بہتان، یہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ یہ نفس کے تقاضہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ شیطان کے اثر کی وجہ سے ہوتے ہیں اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ یہ تمام کے تمام جو قلب سے سرزد ہوتے ہیں، ان کو اس کا کرنے والا گناہ نہیں سمجھتا۔

گھنٹوں دوسروں کی غیبتیں ہو رہی ہیں، کبھی بھول سے خیال تک بھی اس طرف نہیں جاتا کہ ہم دوسروں کی بُرائی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، یہاں اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں، جس انسان کو نہ کبھی دیکھا ہو، نہ ملے ہوں، اس کی غیبت ہو رہی ہے، اُس پر بہتان لگائے جا رہے ہیں، جس طرح کہ انہوں نے اپنے سامنے آنکھوں سے اس کو کرتے ہوئے دیکھا ہو، اس طرح باتیں ہو رہی ہے۔

اور یہ سارے گناہ ایسے ہیں کہ جب انسان کرتا ہے، اس وقت بھی اس کو اپنے گناہ گار ہونے کا تصور نہیں ہوتا، تو جب اس کو گناہ سمجھا نہیں تو بعد میں اس سے توبہ کی توفیق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو جب اسی طرح اس دنیا سے اللہ تبارک وتعالی کے پاس وہ پہنچے گا، بغیر توبہ کے، تو کیا حال ہوگا؟

حضرت نے دونوں قسم کا موازنہ فرمایا کہ یہ جو ظاہری گناہ ہیں ان کو انسان گناہ سمجھتا ہے، اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِس سے توبہ کی توفیق بھی جلدی نصیب ہوتی ہے، اور یہ باطنی گناہ، قلب سے صادر ہونے والے، اسے انسان نہ گناہ سمجھتا ہے، نہ اُس سے توبہ کرتا ہے، نہ اُسے توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس پر سوالیہ نشان لگا کر بعد میں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! اِس میں ایک جگہ اگر کچھ ترمیم ہو جائے، تو بہتر ہے۔ حضرت نے دوبارہ سنا، فرمایا کہ کیوں؟ کیا اشکال؟ تو حضرت نے فرمایا کہ جو زیادہ تر لوگ ظاہری گناہ میں مبتلا ہیں، وہ اپنے

ان گناہوں کو ہلکا سمجھیں گے اور گناہوں پر زیادہ جری ہو جائیں گے۔ تو حضرت نے فرمایا نہیں، یہ تو واقعہ ہے کہ یہ گناہوں کا اِس طرح تقابل ہے۔

اس لئے کہ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا خود حدیثِ پاک میں تقابل ہے، اب کسی شخص کو بدکاری اور زنا میں مبتلا پایا جائے تو اِسے کتنا گندہ سمجھا جاتا ہے اور آپ روز مسجد میں، اللہ کے گھر میں بیٹھے سنتے رہتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے بھائی کی برائی کر رہا ہے۔ نہ آپ کو تصور کہ یہ زنا سے بھی برا ہے اور یہ بری حرکت اللہ کے گھر میں ہو رہی ہے۔ تو حدیث پاک میں خود تقابل کیا گیا۔ اس وقت حضرت نے اُس میں مناسب ترمیم فرمادی۔

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اِن تمام گناہوں سے محفوظ رکھے، جو قلب سے تعلق رکھتے ہیں، ہم سب کو اِن تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے ۔

گناہ بے لذت

اور خاص طور پر یہ جو آج کل ہمارا معاشرہ بن چکا ہے کہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کا نام ہی رکھا ''گناہِ بےلذت'' انہوں نے غیبت پر کتاب تحریر فرمائی اور اس کو نام دیا ''گناہِ بےلذت'' کہ انسان چوری کرتا ہے اس کو پیسے ملے، مال ہاتھ لگا، کچھ تو لذت پائے گا۔ زنا کیا، شراب پی، کچھ تو لذت پائے گا، لیکن دوسرے کی برائی کرتے ہوئے دل اندر سے کڑھا ہوگا، غصہ آیا ہوگا، اس سے خون کھولا ہوگا، اور اپنا نقصان ہی کیا ہوگا، خود اس کو اس گناہ میں کیا لذت ملی ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِن تمام گناہوں سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور جب ہم اِس دنیا سے خدا کے حضور حاضر ہوں، تو ہمارے تمام اعضاء گناہوں سے پاک ہوں، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے ہاتھوں، پیروں اور آنکھوں، تمام اعضاء اور جوارح کے گناہ معاف کر چکا ہو اور خاص طور پر دل کے جو گناہ سب سے سخت ترین شمار کئے گئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں

کوبھی پاک کرچکا ہو۔

درود شریف پڑھ لیں

اللّٰھم صَلِّ علٰی سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمدوبارک وسلم. ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین، ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا اواخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لاتحمّلنا ما لاطاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین.

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما، یا اللہ ہمارے ظاہری گناہوں کو بھی معاف فرما، باطنی گناہوں کو بھی معاف فرما۔ یا اللہ! ہماری آنکھوں سے ہونے والے گناہ کو بھی معاف فرما، ہاتھ اور پیر سے ہونے والے گناہ کو بھی معاف فرما، یا اللہ! ہماری زبان ہر وقت چلتی رہتی ہے گناہوں میں، یا اللہ اِس کو گناہوں سے بچانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ ہمارے دلوں کو گناہوں سے پاک کردے، ہمارے دلوں کو تیری یاد میں لگا دے، تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت میں اس کو رنگ دے، یا اللہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرما، یا اللہ ہماری نسلوں کی حفاظت فرما، اُن کے دین، ایمان کی حفاظت فرما، ہمارے نوجوانوں کی حفاظت فرما۔

اللھم صلِّ علیٰ سیدنا ونبینا وشفیعنا وحبیبنا وسندنا ومولانا محمد وبارک وسلم سبحان ربک رب العزة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰه رب العالمین .

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِل فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا ونبينا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَ عَلیٰ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّابَعْد!فاعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم.بسم اللّٰه الرحمن الرحيم ﴿يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ. فِىْٓ اَىِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَكَّبَكَ﴾

حضرات علماء کرام! دوستو اور بزرگو!

حضرت قاری صاحب نے ماشاء اللہ کتنی پیاری آواز سے، کتنی عمدہ قرأت سے قرآن شریف سنایا۔ یہ وہ قرآن ہے کہ بڑے بڑے عرب شعراء، لبید جیسے، جس کو اشعر العرب کہتے ہیں، اس سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو اپنا عصا کھڑا کر کے اس نے کہا کہ صاحب العصا! پھر دوسرے اور تیسرے نمبر پر دو اور شعراء کے نام لئے، مگر قرآن کے بعد اس نے اشعار کہنا ترک کر دیا، ہر وقت قرآن ہی قرآن۔

معجزۂ حفظِ قرآن

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں برکت، حلاوت، لذت، انسان جو اس سے چاہے، وہ تمام چیزیں اس میں رکھی ہیں۔اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ہمارے لئے، جو اس قرآن کو حاصل کرنا چاہے، عجمی؛ جو عربی زبان کا ایک کلمہ بھی نہیں جانتے، یہ قرآن کس زبان کا ہے یہ بھی نہیں جانتے، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان عجمی چھوٹے بچوں کے لئے اس کو آسان کردیا۔

بعض جگہ آپ سنتے ہیں کہ کہیں پانچ چھ سالہ بچہ نے قرآن حفظ کرلیا، کہیں سات سالہ بچہ نے قرآن حفظ کرلیا ہے، عام طور پر بچے ہزاروں کی تعداد میں، مکاتیب میں، تین سال میں قرآن حفظ کرلیتے ہیں، دوسال میں حفظ کرلیتے ہیں۔

ہمارے یہاں ایک طالب علم نے اسکول کے ساتھ، گویا پارٹ ٹائم ایک سال میں حفظ کیا، یعنی گویا چھ مہینے میں اس نے قرآن حفظ کیا، تین مہینے میں حفظ کرنے والے بھی ہیں۔

ہمارے احمد آباد میں ایک عالم تھے ان کے متعلق مولانا اسمعیل صاحب لاجپوری نے مجھے بتایا کہ وہ ہمارے ساتھی تھے اورانہوں نے ایک مہینہ میں قرآن حفظ کیا۔

ہمارے یہاں جو بچیوں کا دارالعلوم ہے بریدفورڈ میں وہاں سے تین چار سال سے ایک میگزین نکلتا ہے، مائی سسٹر، اس میں تو انہوں نے ایک مہینہ سے کم میں حفظ کرنے والوں کی بھی فہرست گنوائی ہے۔

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مدنی قدس سرہٗ اور ایک دو اور بزرگوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا، ضرورت پڑی، روز ایک ایک پارہ حفظ، تو ان بچیوں نے اس میں ایک ہفتہ تک کے واقعات لکھے ہیں، کہ ایک ہفتہ میں قرآن حفظ کرلیا۔

بچہ کو نہیں، سمجھدار نوجوان کو آپ اپنی زبان کا کوئی مضمون دیں، کوئی شعر دیں، کوئی نظم لکھ کر

دیں، وہ بیچارہ رٹتا رہے گا، مہینوں تیاری کر کے سنانا شروع کرے گا، بھول جائے گا، ایک آدھ دفعہ سنا دیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ پوچھیں گے وہ بھول جائے گا، مگر قرآن پاک، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے لئے جس سینہ کو قبول کر لیتے ہیں، تو سالہا سال تک حفظ کرنے کے بعد بعضوں نے قرآن نہیں اٹھایا اور کئی سال کے بعد پھر اللہ نے توفیق دی اور پڑھنا شروع کیا، تو پہلے کی طرح پھر تازہ ہو گیا۔

میں جب انگلینڈ آیا ۱۹۶۸ء میں، تو وہاں پرانے ساتھیوں میں سے ایک سے ملاقات ہوئی، تو دیکھا کہ وہاں کے یورپین ماحول کا ان پر اثر ہے، لباس بدل چکا ہے، شکل وصورت بدل چکی ہے، بڑی اچھی آواز سے وہ قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔

ان سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ اتنا عرصہ ہو گیا قرآن کبھی نہیں پڑھا۔ پھر اللہ نے توفیق دی، میرے ساتھ رمضان میں وہ میرے پاس آتے جاتے رہے، اور قرآن پڑھنا شروع کیا، تو کئی برس بعد پہلی دفعہ انہوں نے رمضان میں پڑھنا شروع کیا اور عید سے پہلے پورے قرآن کا دور وہ کر چکے تھے، حالانکہ کئی سال تک قرآن انہوں نے اٹھا کر، کھول کر دیکھا نہیں، پڑھا نہیں، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن ان کے لئے پھر اسی طرح تازہ کر دیا۔

روزانہ ایک ختم قرآن

ساؤتھ افریقہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے آپ کے یہاں ری یونین سے جانے کے بعد جب اعتکاف فرمایا تو وہاں اخیر عشرہ میں دو دو، تین تین ساتھی الگ الگ اپنی نفلوں کی جماعت کرتے تھے۔ ہمارے احناف کے یہاں تہجد کی نماز، نفل نماز باقاعدہ جماعت کے ساتھ، بڑی جماعت سے، دعوت دے کر، اکھٹا کر کے پڑھنا چونکہ مکروہ ہے، اس لئے وہاں اپنے طور پر دو دو تین تین ساتھی کھڑے ہو جاتے۔

دیکھا کہ ایک صاحب ہیں انہوں نے الٓمٓ سے پڑھنا شروع کیا۔ اتنی پیاری آواز، اتنا صحیح

قرآن شریف، تین چار گھنٹے میں انہوں نے پندرہ پارے پڑھ لئے، کہیں نہ اٹکنا، نہ کہیں لقمہ، نہ کہیں غلطی، کچھ نہیں، دوسری رات تراویح کے بعد پھر اسی طرح پندرہ پارے، سولہ سے لے کر **والناس** تک پورا قرآن پڑھ لیا۔

ان سے میں نے پھر پوچھا کہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے، اتنی پیاری آواز دی، اور پورے قرآن میں کہیں آپ اٹکے بھی نہیں، تو آپ قرآن روزانہ کتنا پڑھتے ہیں؟ سحری کھاتے ہوئے میں نے ان سے پوچھا، تو وہ کہنے لگے کہ میں روزانہ ہمیشہ پورا سال ایک قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں، مغرب کی نماز سے پہلے میرا قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے۔

میں نے ان سے پوچھا آپ کام کیا کرتے ہیں؟ ہم لوگوں کے لئے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مساجد، مدارس سے وابستہ کر رکھا ہے، ہمارے وقت کو دین کے لئے، عبادت کے لئے فارغ کر رکھا ہے، ان کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے، جو انہوں نے جواب دیا۔

انہوں نے کہا کہ میں سیمپل کے لئے پھیری کرتا ہوں، ایک جگہ سے فیکٹری والوں سے ان کی بنی ہوئی چیزیں لے کر بازار میں گھومتا ہوں، اور تاجروں کے پاس لے جا کر ان سے آرڈر لیتا ہوں، تو پورا دن اس طرح بازار میں گھومنے کے ساتھ ایک قرآن، ساری عمر روز وہ پڑھتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے خلیفہ ہیں مولانا عبدالرحیم بجنوری، ابھی بھی بقید حیات ہیں، ان کا معمول ہمیشہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا تھا، روزانہ ایک قرآن شریف وہ پڑھ لیتے تھے۔

حافظ مقبول صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ، تبلیغی جماعت کے بانی، آپ کے ایک خلیفہ حافظ مقبول صاحب دہلوی۔ ان کا معمول روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا تھا، اور ان پر اخیر میں ایک حال طاری ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ وہ سہارنپور حضرت کے یہاں آئے، حضرت شیخ نے مولانا منور حسین صاحب کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ دہلی کا قطب ہے۔

ایک دو سال کے بعد پھر وہ آئے، تو اس وقت دیکھا کہ وہ اپنے حال میں نہیں، ہر وقت روتے رہتے ہیں، اضطرابی کیفیت ہے، پریشانی، چین نہیں ہے۔ حضرت نے اُس وقت فرمایا کہ یہ پورے ہندوستان کا قطب ہے۔

اور جب یہ پورے ہندوستان کے قطب تھے، اس وقت ان کا حال یہ تھا کہ جو کوئی ان کے پاس جاتا تو زار وقطار روتے، اور آنے والے سے کہتے، روتے ہوئے کہ میں کافر ہو گیا ہوں، میں ہندو ہو گیا ہوں، یہ تم چاقو لاؤ مجھے قتل کر دو، میرے گلے پر چھری پھیر دو، مجھے ذبح کر دو۔

میں نے جمعہ سے پہلے عرض کیا تھا کہ عبدیت یہ ہے کہ انسان کی نگاہ اس خالق پر رہے، کہ اوہو! وہ معبود کہاں؟ اور اس کی بارگاہ کے لائق جیسے مجھے اس دنیا میں سانس لینا چاہئے، زندگی گذارنی چاہئے، میں کہاں، یہ استحضار ہر وقت رہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کی عبدیت

حضرت شیخ قدس سرہ انگلینڈ تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ جب تشریف لائے گیارہ دن قیام رہا، دوسری مرتبہ تشریف لائے چوبیس دن قیام رہا۔ پہلی مرتبہ تشریف لائے تو اس وقت مشکوۃ کی حضرت نے **بسم اللّٰہ** کرائی تھی، حدیث پاک کی بسم اللہ حضرت نے کرائی تھی۔ دوسری دفعہ تشریف لائے تو اس وقت پہلی جماعت دورۂ حدیث سے فارغ ہو رہی تھی، ان کی بخاری شریف حضرت نے ختم کرائی اور آئندہ سال کی بخاری شریف کی حضرت نے **بسم اللّٰہ** کرائی تھی۔

ہزاروں کا مجمع ہوگا۔ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہو رہا تھا، حضرت مولانا عبدالجبار کا بیان بھی جذباتی ہوتا تھا، روتے بھی تھے، رلاتے بھی تھے، مجمع میں سے

جذبہ میں آ کر کسی نے کہا کہ نعرۂ تکبیر! چونکہ حضرت کے کمرہ میں سپیکر لگا ہوا تھا، حضرت نے فرمایا کہ ارے! تو نے بہت شور کیا، اتنا شور نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یعنی اتنا مجمع اکھٹا ہو گیا اور لوگ آ گئے۔ اس کے بعد فرمایا تو نے بخاری شریف میں یہ حدیث نہیں پڑھی **ان اللّٰہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر؟** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی فاسق اور فاجر سے بھی دین کا کام لے لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو حضرت اس درجہ میں سمجھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ دین کا کام کسی فاسق و فاجر سے بھی لے لیتے ہیں، یہ فرما کر رونے لگے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کی عبدیت

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں ایک دفعہ سبق ہو رہا تھا۔ ایک حدیث آئی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ **"اَنَا خَیْرٌ مِّنْ یُوْنُس ابْنِ مَتّٰی"** کہ میں حضرت یونس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر ہوں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں نہ کہے کہ آپ حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔ تو اس حدیث پر اشکال ظاہر ہے۔

حضرت نے وضاحت فرمائی کہ یہاں ایک اشکال ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین، سید الانبیاء والمرسلین ہو کر فرماتے ہیں کہ یوں نہ کہو کہ میں حضرت یونس سے بہتر ہوں۔ آپ تو افضل ہیں، نصِ قطعی سے ثابت، پھر یہ کیوں فرمایا؟

حضرت گنگوہی قدس سرہ نے پھر ایک جملہ میں اس کا جواب دیا۔ فرمایا کہ بڑے یوں ہی کہا کرتے ہیں۔ جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں ان کے جوابات بھی نہایت مختصر، جامع۔ حضرت نے جواب دیا، فرمایا کہ بڑے یوں ہی کہا کرتے ہیں۔ پھر طلبہ سے پوچھا سمجھے؟ کہنے لگے نہیں سمجھے۔ پھر اور وضاحت سے فرمایا اسی جملہ کو، پھر پوچھا سمجھے؟ کہا نہیں، طلبہ نے کہا نہیں سمجھ میں آیا کہ جواب کیا ہوا۔

حضرت نے فرمایا کہ اچھا! تم یہ بتاؤ کہ میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟
طلبہ کہنے لگے آپ تو ہمارے آقا، مولیٰ، ہمارے پیرومرشد، ہمارے استاذ، ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر سب کچھ ہمارے لئے، اور ہماری نگاہ میں آپ سے بڑا بزرگ کوئی نہیں، آپ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔
حضرت نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس روئے زمین پر مجھ سے بدتر مسلمان کوئی نہیں۔ یہ عبدیت کے متعلق میں نے عرض کیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی فاسق وفاجر سے بھی دین کا کام لے لیتے ہیں، اور قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر مجھ سے بدتر مسلمان کوئی نہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو یوں ہی سمجھتے تھے کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء کرام اور تمام مخلوقات کا سردار بنایا ہے، مگر میں اپنے آپ کو عبد ہی سمجھتا ہوں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی جس طرح ایک غلام زندگی گذارتا ہے۔ ابھی صبح میں نے عرض کیا تھا، فرماتے ہیں کہ " اٰکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْد " آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ہر چیز سے عبدیت ٹپکتی ہے۔

حاتم طائی کی بیٹی

مشہور سخی حاتمِ طائی، حاتِم طائی کی قبر سعودی عرب میں حائل میں ہے۔
جب حائل کے علاقہ میں صحابۂ کرام گئے اور قبیلۂ طی پر حملہ کیا۔ یہ اطلاع حاتمِ طائی کے بیٹے عدی بن حاتم کو پہلے سے مل چکی تھی کہ اس طرف مسلمانوں کے آنے کی تیاری ہے، اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے لئے سواری تیار رکھو، اور راستہ پر تمہاری نگاہ رہے۔ جب تمہیں پتہ چلے

کہ مسلمان اِدھر کا رخ کر رہے ہیں، تو ہم میں مقابلہ کی طاقت تو ہے نہیں، یقیناً وہ اس علاقہ کو فتح کر لیں گے، تو میں اپنی جان بچا کر کہیں بھاگ جاؤں گا، اس لئے کہ وہ کٹر عیسائی تھے۔

ایک دن غلام نے آ کر کہا کہ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو، تو وقت بہت تھوڑا ہے، فوجیں سامنے نظر آتی ہیں۔ عدی ابن حاتم اضطرابی کیفیت میں اپنے خاندان کو، بہن کو بھی بھول گئے، گھوڑے پر سوار ہوئے اور شام کی طرف چل دئے۔

مسلمان پہنچے، علاقہ فتح کیا، وہاں سے جو غلام اور باندیاں قیدی بنا کر مدینہ منورہ لائے گئے، تو ان میں حاتم طائی کی بیٹی، عدی ابن حاتم کی بہن بھی تھی۔ ان قیدیوں میں سے بعضوں کو جن کو مسجد میں رکھا گیا، ان میں عدی ابن حاتم کی بہن کو بھی مسجد میں رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ یہ حاتم طائی کی بیٹی ہے۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں، تو وہ نوجوان خوبصورت لڑکی، عدی ابن حاتم کی بہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھ پر مہربانی فرمائیے، میں عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں، میں اس کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ مجھے رہا کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، کوئی جواب نہیں دیا۔

دوسری نماز اور دوسرے دن پھر جب موقع ملا، پھر اس طرح وہ سامنے آ کر، کھڑے ہو کر اسی طرح عرض کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے ہیں، کوئی جواب نہیں ملتا۔

تیسرے دن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذرے وہ اپنی جگہ پر مایوس بیٹھی رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم جو دو دن سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ بیچاری مایوس ہو کر آج اپنی درخواست پیش نہیں کر رہی ہے، تو انہوں نے پیچھے مڑ کر اشارہ کر کے اس لڑکی سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو سراپا رحمۃ للعالمین ہیں، سراپا شفقت ہی شفقت ہیں،

تم ایک مرتبہ پھر درخواست کرو۔

اس مایوس لڑکی کو ہمت ہوئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر پھر وہی درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شام کی طرف کوئی قافلہ جا رہا ہو، ان کے ساتھ اِن کو بھیج دیا جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اس کو عنایت فرمائی۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام میں سے ایک خادم کو حکم فرمایا کہ اِن کو جہاں یہ کہے مامون محفوظ جگہ پر، جہاں یہ چاہے وہاں چھوڑ کر آؤ۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی شام کی طرف گیا ہے، میں وہاں جانا چاہتی ہوں۔ ان کو وہاں پہنچایا گیا۔

جب یہ وہاں پہنچی، تو اپنے بھائی عدی ابن حاتم سے کہا کہ اگر چہ ہمارا مذہب عیسائی تھا، مگر میں تجھ سے یہ کہتی ہوں کہ ایک مرتبہ تو ضرور وہاں کا سفر کر اور اپنی آنکھوں سے جا کر ان کی زیارت کر۔ کیوں؟ کہ جو منظر میں نے وہاں دیکھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو میں نے قریب سے دیکھا، تو میرا یقین ہے کہ یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔

عدی بن حاتم دربارِ نبوی میں

عدی ابن حاتم مدینہ منورہ پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے، ملاقات ہوئی، تعارف کرایا کہ میں حاتم طائی کا بیٹا عدی ابن حاتم ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی ابن حاتم کا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف تشریف لے جانے لگے۔

راستہ میں ایک بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، وہ اپنی داستان مکرر، سہ کرر، ایک ہی بات کو جس طرح بوڑھوں کے عمرِ طبعی پر پہنچنے پر ان کا حال ہوتا ہے اور ہونا چاہئے، تو بیچاری ایک ہی رٹ بار بار لگائے جا رہی ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے جب تک وہ آگے نہیں چلی گئی، اپنی بات ختم نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات نہایت غور سے سنتے رہے۔

بعد میں عدی ابن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت فیصلہ کیا کہ یہ ایک نشانی تو ہوگئی، اس وقت میں نے اپنے دل میں ٹھان لی، فیصلہ کرلیا کہ یہ دنیا دار یا بادشاہ نہیں ہوسکتے، کہ جس کو ایک راستہ چلتی بڑھیا اس طرح روک لے، اور اپنی کہانی اور داستان سنا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عدی ابن حاتم کو اندر گھر میں لے کر پہنچے، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکیہ ان کے بیٹھنے کے لئے ان کی طرف پھینکا کہ تم اس پر بیٹھو۔ ان کے گلے میں صلیب، کروس لٹک رہا تھا، عیسائی ہونے کی وجہ سے صلیب لٹکا رکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عدی! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس کو توڑ کر پھینک دو؟ ''اَلْقِ الْوَثَنَ عَنْکَ'' اس بت کو اتار کر پھینک دو۔ انہوں نے سوچا کہ یہ دوسری علامت ہوئی، کہ اگر یہ بادشاہ ہوتے اس طرح عامی انسان کو اوپر بٹھا کر خود نیچے نہ بیٹھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول، فعل، کھانے، پینے، لباس، یہ ہماری مستورات بھی سن رہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت ہمیں یہ بتارہی ہے کہ انسان کو زندگی ایسی گذارنی چاہئے جس سے سراپا عبدیت ٹپکتی ہو، اس کی زبان سے ترفّع، بڑائی، تکبر، دوسروں کی تحقیر، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، نمایاں، اچھا سمجھنا، یہ ظاہر نہ ہوتا ہو، کہ اُس کو ٹوک دیا، اِس کو روک دیا، اُس کو ڈانٹ پلادی۔

شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خدام

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ کے لوگوں کو دیکھا، کہ ان کے خدّام، ان کے مریدین پر ایک طرح کی کیفیت دیکھی، طبیعت میں مسکنت ہی مسکنت۔ آپ دور سے دیکھیں گے، سمجھیں گے کہ یہ تو بیچارے بیٹھے رو رہے ہیں، تو شکل وصورت، ہر چیز سے عبدیت ٹپکے، یہ ظاہر ہو کہ اس کے رگ و پے میں کہیں دور دور، آس پاس بھی، تکبر کا کوئی نام ونشان نہیں۔

یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ!

خیر بات بہت دور ہوگئی، میں قرآن پاک کے متعلق آپ حضرات سے عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ہماری ہدایت کے لئے اتارا، اور اس کو کتنا آسان اور لذیذ بنایا۔ ہمارے معزز قاری صاحب نے کتنی عمدہ قرأت فرمائی، وہی آیت میں نے بھی پڑھی ﴿ یَآاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ. اَلَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان! تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کس چیز نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے؟

﴿ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ ﴾ کریم، جس کی طرف سے ہر آن، ہر گھڑی کرم ہی کرم ٹپکتا ہے، اور ہماری طرف سے ہر آن غفلت ہی غفلت، گناہ ہی گناہ، آپ تعجب کریں گے کہ بھئی! اس نے عجیب فتویٰ لگایا کہ ہماری طرف سے گناہ ہی گناہ ہیں!

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہماری نماز بھی گناہ، ہمارا سجدہ بھی گناہ، کیوں؟ کہ ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے، تو اس نماز میں کتنے کتوں، گدھوں اور کتنے خنزیر اور پاخانے اور پیشاب کا خیال آتا ہے۔ یہ دنیا، یہ دنیا کے مال اور اسباب اور پیسے اور وہی دھن، نماز میں وہی دنیا کا تصور رہتا ہے۔

اکبر الکبائر

حضرت رائے پوری قدس سرہ فرماتے تھے کہ اکبر الکبائر، گناہوں میں سب سے بڑا گناہ، اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے غافل ہونا ہے۔ اس وجود کی نعمت کا، صرف وجود کی نعمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے اس وجود کا خیال کرے کہ میں موجود ہوں اور اس کے ساتھ اس موجد اور خالق اور باری اور پیدا کرنے والے کا دھیان رہے۔

مگر ہمیں ہر چیز کا دھیان آتا ہے، آپ صبح اٹھتے ہیں اس وقت سے لے کر اب تک کا حال دیکھیں، ہر چیز کا دھیان آئے گا، اگر دھیان نہیں آئے گا، تو صرف اس خالق مالک کی ذات کا۔

نماز پڑھیں گے اس میں بھی ہمیں شکایت ہوگی کہ اوہو! تصورات خیالات بہت ستاتے ہیں۔ ستائیں گے، ضرور ستائیں گے کیوں کہ ہم نے اس کی مشق نہیں کی، اس کو کبھی سوچا ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی کرنے کا کام ہے، اور یہ نہیں سوچا کہ ہم کسی گناہ میں ہیں۔

ہم اپنے ظاہری حال کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا تو ساری گنہگار، یہ راستوں پر، سڑکوں پر چلنے والے، بازاروں میں گھومنے والے، عیاشی کے اڈوں میں جانے والے، وہ تو سب گنہگار۔ میں تو پانچ وقت کا نمازی، اپنے جو گناہ ہیں، اس کی طرف دھیان ہی نہیں، حالانکہ ان سب کے تو ظاہری گناہ ہیں۔

بیشک، یہ شراب پینا، زنا کرنا، جوا کھیلنا، کسی کا مال کھانا، تمام کبائر ہیں، بڑے گناہ ہیں، مگر وہ جو قسمیں صبح بتائی تھیں کہ سب سے مبغوض ترین انسان جس پر اللہ کا غضب اور غصہ برستا ہے مرتد ہے، اس کے بعد حربی کافر، اس کے بعد عام کافر، اور اس کے بعد پھر میں نے کہا تھا کہ ایمان والوں میں بھی اسی طرح درجات ہیں، کہ وہ گنہگار مسلمان جو شیطانی گناہوں میں مبتلا ہو۔

گناہ کی دو قسمیں

گناہ کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ گناہ جو شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں، دوسری قسم کے وہ گناہ جو نفس کے اثر سے ہوتے ہیں، جو گناہ شیطان کے تقاضہ سے، اس کی تحریض اور اس کے ابھارنے سے ہوتے ہیں، وہ ہیں حسد، تکبر، عجب، خود پسندی، دوسروں کی تحقیر، دوسروں کا استہزاء، کینہ، عداوت، کتنی لمبی فہرست ہے؟

الٹی گنگا

ان تمام گناہوں کا تعلق انسان کے دل سے ہے، اور ہم کتنے غافل، کتنے غافل، اور ہم کتنے دھوکہ باز، کہ اپنی ذات سے دھوکہ؟ اللہ! کہ یہ تمام برائیاں ہمارے دل میں موجود، کہ کس کس کے ساتھ ہماری دشمنی؟ کسی کے ساتھ عداوت، خود اپنے سگے بھائی کو دیکھیں گے، قریبی رشتہ دار

کو، چچا کو، ماموں کو اچھے حال میں نہیں دیکھ سکیں گے۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ عجیب، اُلٹی گنگا، کہ انسان اگر حسد کرے، دیکھے کہ اس کی دکان بہت چل رہی ہے، پڑوس میں کوئی کافر ہو، کوئی یہودی ہو، کوئی گورا ہو، اس پر اس کو حسد ہو تو شاید تاویل ہو سکے، مگر ان سے کبھی حسد نہیں ہوگا کہ اس کی دکان زیادہ کیوں چل رہی ہے؟ اللہ کی شان، اللہ اکبر! شیطان نے ہمیں کتنی اُلٹی راہ پر ڈال رکھا ہے، کہ حسد دل میں ہوگا اپنے سگے بھائی کی دکان پر، اپنے ماموں، اپنے چچا سے ہوگا، اللہ اکبر!۔

اور پھر دھوکہ اپنے ساتھ یہ کہ انسان اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا، نہ عجب کو، نہ ریاء کو، بلکہ سمجھتا ہے میرے اندر کوئی گناہ نہیں، میں پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، میں زکوۃ دیتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، حالانکہ یہ حسد اور اس کے علاوہ یہ جتنے گناہ میں نے گنوائے، جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے، یہ بدترین گناہ ہیں۔کل قیامت کے دن یہ شراب پینے والا، زنا کرنے والا، چوری کرنے والا، ان تمام کی معافی ہو سکے گی جیسے دنیا میں بھی اس نے ہاتھ اٹھائے کہ اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں، تو مجھے معاف کردے، فوراً معاف، اسی وقت معاف ہو جاتا ہے۔

جیسے ہمارے حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔کبھی طلبہ پر ناراض ہو جاتے، تو فرماتے کہ علم کا حصول نہایت مشکل ہے، نہایت مشکل ہے، اور ولایت کا حصول نہایت آسان ہے۔فرماتے کہ اِسی وقت انسان نہیں، مگر توبہ کرے اور دوسرا قدم اس کا جنت میں ہے۔

گناہ اور توبہ

یہ ان ہی گناہوں کے متعلق ہے کہ یہ جو ظاہری گناہ ہیں، جو نفس کے تقاضہ سے ہوتے ہیں، زنا، چوری، شراب، اس قسم کے گناہ، یہ فوراً معاف ہو جاتے ہیں، اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ گناہ کرتے وقت ہر شخص کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں گنہگار ہوں۔اسی لئے آپ نے کسی مسلمان کو

بہت کم دیکھا ہوگا کہ شراب پی کر مسجد میں آجائے، وہ بیچارہ چھپتا پھرتا ہے، اللہ اکبر! اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔

میں نے صبح کہا تھا کہ ان کو، ایسے لوگوں کو حقیر مت سمجھو۔ اس کا ایمان کتنا اونچے درجہ کا ہے کہ وہ اپنے اس گناہ کو گناہ سمجھتا ہے، آپ سے دور رہتا ہے۔ کسی ٹوپی والے کو، کسی داڑھی والے کو دیکھے گا اور اس نے دیکھا کہ میں شراب پیئے ہوئے ہوں، میری بو سے یہ معلوم کرلے گا کہ اس نے شراب پی ہے، یا میری چال سے معلوم کر لے گا، تو بیچارا راستہ بدل لے گا۔ زنا کے اڈے سے کوئی نوجوان نکل رہا ہے، تو پہلے دیکھے گا کہ مجھے کوئی دیکھتا تو نہیں، اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ اس گناہ کو وہ کتنا بڑا گناہ سمجھتا ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں سے بھی فیصلہ ہے کہ جیسے ہی وہ ہاتھ اٹھائے، فوراً توبہ قبول ہوگئی، معاف کر دیا گیا، قصہ ختم ہوگیا۔

لیکن یہ جو گناہ ہیں، غیبت، حسد، تکبر، بڑائی، یہ گناہ ایسے ہیں کہ انسان اس کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، اپنے باپ کے ساتھ، اپنے بھائی کے ساتھ دل میں حسد ہے، ہر وقت کڑھن ہے کہ اس کے پاس یہ کیوں ہے، میرے پاس نہیں ہے۔ مگر اس کو گناہ سمجھا ہی نہیں، ساری عمر گذر رہی ہے، اور یہ گناہ جتنے ہیں سارے کے سارے شیطانی اثر سے ہیں۔

پہلا گناہ

اس لئے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب پیدا کیا گیا اور سجدہ کا حکم ہوا۔ تو علماء کہتے ہیں کہ سب سے پہلا گناہ جو وجود میں آیا، ایک قول یہ ہے کہ یہ حسد ہے۔ شیطان کے دل میں حسد ہوا کہ میں اتنا بڑا عبادت گذار۔

ہماری عبادت کیا؟ ہم کتنی رکعتیں پڑھ لیتے ہیں؟ کتنے سجدے کر لیتے ہیں؟ عمل کچھ بھی نہیں اور اس کے اوپر انسان اپنے آپ کو مزکیٰ مصفیٰ سمجھے، اپنے آپ کو دھوکہ دے، دھوکہ میں رکھے، کیا ہوگا کل قیامت کے دن؟

وہ شیطان جس نے روئے زمین پر، آسمان پر، کہیں کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی کہ جہاں اس نے سجدہ نہ کیا ہو، اتنی عبادت کون کرسکتا ہے؟ اتنا بڑا عبادت گذار ابلیس، تو اس نے سب سے پہلے جو گناہ کیا وہ حسد، جو میں اور آپ، ہر وقت ہم کرتے رہتے ہیں، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کرتے ہیں، اپنے دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں، اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس کی کارنئ آئی، دیکھ نہیں سکتے، دل ہلتا ہے اندر سے کہ او ہو! اللہ! ارے یہ تو ہونا چاہئے تھا کسی اللہ کے دشمن کے ساتھ، اور یہ اپنے بھائی، اپنے رشتہ دار، اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسد کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگاہ میں یہ گناہ سب سے عظیم تر ہے، اور سب سے بڑا اس لئے شمار کیا گیا کہ سب سے پہلی نافرمانی جو وجود میں آئی، وہ یہ حسد ہے۔

یہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا جو جملہ میں نے آپ کو سنایا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں میں سب سے بدترین شخص میں ہوں، روئے زمین پر بسنے والے مسلمانوں میں تو زانی، کبابی، چور ڈاکو، کتنے ہوں گے؟ تو یہ ہے جس کو اپنے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے کہ عجب کا نام ونشان نہ رہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، اس کا ایک جملہ یہاں میرا مقصود ہے جو میں آپ کو سنا رہا ہوں۔ اس میں حضرت نے لکھا کہ الحمدللہ! مادِح اور ذَام کو برابر جانتا ہوں، فرمایا کہ الحمدللہ! مادِح اور ذَام کو برابر جانتا ہوں، کوئی میری تعریف کرے، دوسرا مجھے گالیاں دے، دونوں سے دل کی کیفیت پر کوئی فرق نہیں آتا۔

ہمیں تو یہاں کسی کے سامنے کوئی ایک کلمہ ذرا سا مجال ہے کہ کہہ کر دیکھے، فوراً اندر سے خون کھول جائے گا، آستینیں چڑھا کر انسان مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے گا، وہی اندر سے نفس ہمارا، کوئی ایک چیز برداشت نہیں کر پائے گا، اور حضرت فرماتے ہیں کہ کوئی میری برائی کرے اور دوسرا شخص میری تعریف کرتا ہو، تو دونوں میرے نزدیک برابر ہیں، اس سے میرے دل پر کوئی

فرق نہیں پڑتا۔

پھر دوسرا قول یہ ہے کہ عُجب سب سے بڑا گناہ ہے، اپنے آپ کو اچھا سمجھنا، اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلہ میں پسند کرنا، اس گناہ کا وجود سب سے پہلے ہوا کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنا تقابل کیا اور اپنے کو ان سے بہتر جانا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے جس گناہ کا وجود ہوا وہ تکبر ہے، کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے مقابلہ میں اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا، کہ یہ تو آج پیدا ہوئے، کوئی انہوں نے ایک سجدہ اب تک نہیں مارا، اور میں نے کوئی آسمان اور زمین پر جگہ نہیں چھوڑی، جہاں میں نے اللہ کی عبادت نہ کی ہو، تو میں اس سے بڑا ہوں، پھر بھی مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ میں ان کو سجدہ کروں؟ تو چونکہ ابلیس نے سب سے پہلے تکبر کیا، اس گناہ کا وجود سب سے پہلے ہے۔

یہ حسد، عُجب، تکبر، یہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ ان کی معافی جلدی نہیں ہوتی، بلکہ ان گناہوں کو چونکہ انسان گناہ سمجھتا نہیں، اور یہ گناہ دل میں ہوتے ہیں، دل اندر خراب ہوتا رہتا ہے، اور اس کو گناہ نہ سمجھنے کی وجہ سے انسان توبہ بھی نہیں کرتا۔

باطنی امراض

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک بڑے امیر پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں، مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ ایسا کرو کہ مصلی یہاں سے گذرتے ہیں، تم وہاں پھلوں کا ٹوکرا لے کر بیٹھ جاؤ اور ہر گذرنے والے سے یوں کہو کہ ایک جوتا میرے سر پر مارو، اور اس میں سے پھل اٹھا کر لے جاؤ ایک جوتا مارنے کے بدلہ۔

وہ اتنا بڑا امیر، انہوں نے کہا حضرت! ایسا کیوں؟ تو حضرت نے ناراض ہو کر غصہ میں فرمایا کہ جب تک اندر گند بھرا ہوا ہے، کوئی روحانیت، کوئی فیض، اللہ کی محبت، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، جگہ ہی نہیں کہاں اور کیسے جائے وہ اندر؟ اس کو نکالنے کے لئے یہی تمہارے لئے بڑا

ضروری ہے۔

ایک بہت بڑے عالم ایک بزرگ کے پاس پہنچے، تو فرمایا کہ اچھا! جس طرح یہ اہل دنیا کو دنیا کی وجہ سے بڑائی ہوتی ہے، تو علماء اور اصحابِ علم کبھی کبھی اپنی علمی بڑائی میں مبتلا ہوتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا! بازار میں یہ جو ٹوکرا یہاں بھرا ہوا رکھا ہے اس کو سر پر اٹھا کر لے کر جاؤ، تمہارا یہی مجاہدہ، یہی تمہاری ریاضت۔

اگر وہ نفلیں وہاں پڑھتے رہیں تو اس سے تو اور بڑائی ان کے دل میں پیدا ہوگی، اور اپنے آپ کو نیک اور بزرگ سمجھیں گے۔ ان کی بڑائی نکالنے کے واسطے یہی ضروری تھا کہ اس طرح عامی انسانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرے، تا کہ لوگ انہیں ایک عامی انسان سمجھیں، اور خود یہ بھی عملی طور پر بتا دیں کہ نہیں، عام انسانوں کی طرح میں رہتا ہوں۔

شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہ

حضرت شاہ ابوسعید گنگوہی قدس سرہ اپنے دادا پیر کی وراثت لینے کے لئے، یہ جو سمرقند و بخارا کا علاقہ ہے، وہاں پہنچے اور پیر صاحب سے درخواست کی کہ ہمارے خاندان سے روحانی دولت آپ لے کر یہاں آئے ہیں میں اس کو لینے کے لئے آیا ہوں، میں آپ سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا! یہ جو ہمارے شکاری گھوڑے ہیں اور شکاری کتّے ہیں ان کی نگرانی، ان کی صفائی، ان کو نہلانا دھلانا، چارہ دینا، یہ تمہارے ذمہ ہے، اور تمہارا قیام وہیں اصطبل کے اندر رہے گا۔

کتنے بڑے عالم شاہ ابوسعید اور قیام ان کا گھوڑوں کے اصطبل میں، لید کے بیچ میں، صرف نماز کے لئے آنے کی اجازت، اور وہیں بیٹھ کر اپنا تسبیحات، معمولات، جو کچھ کرنا ہے دور رہ کر وہاں کرتے رہے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت نے چاہا کہ ان کا امتحان لیں، کہ علمی بڑائی ابھی موجود ہے یا نکل گئی

ہے؟ تو لید کی صفائی کرنے والی، اصطبل کو صاف کرنے والی جو بھنگن تھی، اس سے فرمایا کہ آج صفائی کرتے ہوئے جو وہاں کتوں کا، گھوڑوں کا خادم بیٹھتا ہے اس کے پاس سے گذرنا کہ تھوڑی سی لید اس پر بھی گرے، اور پھر اس کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے ہمیں آکر بتانا۔ اس بھنگن نے چونکہ حضرت کا حکم تھا ایسا ہی کیا، تو شاہ ابوسعید غصہ ہو کر کہنے لگے کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' یعنی اپنا وطن ہوتا تو میں تجھے دکھاتا، دو چار تھپڑ مارتا، تیری پٹائی کرتا، اور غصہ میں فرمایا کہ ''نہ ہوا گنگوہ''۔

تکبر کی پہچان

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ روحانی معالج تھے، اس معاملہ میں رئیس الاطباء تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تکبر کی پہچان غصہ ہے، کوئی ذرا سی بات کہہ دے اور بگڑ بیٹھے، حضرت کا جملہ یہ ہوتا، فرماتے کہ ہماری شان میں کوئی گستاخی کر دے اس وقت کیا حال ہوتا ہے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ تکبر ہے یا نہیں۔ اب یہ راستہ چلتے ہوئے کوئی آپ کی ایک ٹوپی پر ہاتھ مار کر ذرا ٹوپی گرا دے۔ اوہو! پسینہ پسینہ ہو جائیں گے، غصہ آجائے گا کہ اس نے میرے ساتھ یہ حرکت کی، اور اگر کوئی تھپڑ مار دے یا لات مار دے تو؟ پتہ نہیں تب تو کیا حال ہو؟ تو اس وقت دل اپنے حال پر رہے، اس پر کوئی فرق نہ آئے دل میں، تب آپ سمجھیں کہ ہاں! اس میں تکبر اور بڑائی نہیں ہے۔

کشتیٔ دل

دل کے اپنے حال پر رہنے پر یاد آیا، کہ ایک بزرگ اپنے بیٹے کو تجارت کے لئے بھیجا کرتے تھے، کہیں دور دراز بیٹے کو سفر پر بھیجا، تجارتی مال لے کر بیٹا جہاز میں روانہ ہوا، کچھ عرصہ کے بعد اطلاع آئی کہ سمندری طوفان میں جہاز بھی غرق ہو گیا، بیٹا بھی شہید ہو گیا اور سارا سامان بھی گیا۔

انہوں نے آنکھیں بند کیں، تھوڑی دیر کے بعد کہا الحمدللہ! لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بیٹے کے

مرنے پر انا للہ کے بجائے کہتے ہیں الحمد للہ۔ اس زمانہ میں تار ٹیلی فون، ڈاک، سفری انتظام مفقود تھے، صرف ایک ہی راستہ سے لوگ سفر کرتے تھے، سمندر سے، جنگلوں میں۔ اس طرح منظّم حکومتیں نہیں تھیں، جو کوئی سفر کرتا، لوگ اسے لوٹ لیتے، یہ سارا پولس اور فوج کا نہایت منظّم نظام پوری دنیا میں موجودہ طریقہ سے نہیں تھا، اس طرح یہ سلسلہ چونکہ تھا نہیں، اس لئے خبریں بھی بہت عرصہ کے بعد آتیں۔

ایک عرصہ کے بعد اطلاع آئی کہ واقعی طوفان بڑا زبردست تھا، جہاز ان کا اس میں پھنس گیا تھا مگر طوفانی لہروں نے ان کے جہاز کو کسی اور کنارہ پر، ساحل پر پہنچا دیا، اور وہاں وہ سامان بھی محفوظ اور ان کی جان بھی بچ گئی اور جہاز بھی محفوظ رہا۔

جب یہ اطلاع آئی تو بزرگ پھر آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر کے بعد فرماتے ہیں الحمد للہ! تو چونکہ خوشی کا موقع تھا، تو پوچھا کہ حضرت کیا بات؟ پہلے مرنے کی اطلاع پر بھی آپ نے فرمایا الحمد للہ! اب بچنے کی اطلاع پر تو الحمد للہ بجا ہے، مگر اُس وقت مرنے پر، جہاز کے غرق ہونے پر، سامان کے جانے پر آپ نے الحمد للہ! فرمایا؟

فرمانے لگے کہ میں نے الحمد للہ! اس وقت نہ تو اس کے مرنے پر کہا اور اب میں نے الحمد للہ! نہ تو بیٹے کے بچنے پر کہا، نہ سامان کے بچنے پر کہا۔ میں نے دونوں دفعہ اپنے دل کو ٹٹولا، جب اطلاع آئی کہ بیٹا مر گیا، ڈوب گیا، سامان چلا گیا، تو میں نے دیکھا کہ میرے دل کی کشتی تو ڈانواں ڈول نہیں ہوئی؟ اس کا تعلق اللہ سے ٹوٹا تو نہیں؟ بیٹے کی محبت، مال کی محبت کی وجہ سے اس تعلق میں کوئی کمی تو نہیں آ گئی؟ میں نے دیکھا کہ وہ اسی طرح قائم ہے، اس پر میں نے کہا الحمد للہ! دوسری دفعہ اطلاع آئی کہ بیٹا بچ گیا، سامان بچ گیا، تو مال کی محبت میں اس کے بچنے پر، بیٹے کی محبت میں، اس کے بچنے پر میرے دل کا حال کہیں خراب تو نہیں ہو گیا؟ اس پر میں نے کہا الحمد للہ!

دل کا حال ہمارا عجیب ہے، کوئی ذرا سی شان میں گستاخی کر دے، اس وقت اگر نہ بدلے، کسی

کا مُکا مار دینا، طمانچہ مار دینا، لات مار کر زمین پر گھسیٹنا، ہماری طبیعت پر اثر نہ کرے، اس وقت آپ سمجھیں کہ ہاں! اب دل میں تکبر کی بیماری نہیں رہی، اسی لئے ان بزرگ نے فرمایا کہ ابھی وہ ٹوکرا لے کر گھومو۔ عالم سے فرمایا کہ اس کو لے کر گھومتے رہو، تو وہاں بھی حکم ہوا حضرت کا اس بھنگن کو، تو اس نے ذرا سی لید گرائی، تو فرمانے لگے شاہ ابوسعید کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' غصہ تھا۔ حضرت کو جب اطلاع پہنچی کہ بھنگن سے یہ فرمایا کہ ''نہ ہوا گنگوہ'' غصہ میں، تو فرمایا کہ ہاں! ابھی خُو بُو تکبر کی باقی ہے، نفس کشی مکمل طور پر ابھی نہیں ہوئی۔

کچھ عرصہ اسی طرح مجاہدہ کروایا، اس کے بعد پھر امتحان لیا، فرمایا کہ اب پہلے سے بھی زیادہ لید ان کے اوپر پھینک دینا، اس نے جب ایسا کیا تو شاہ ابوسعید نے کچھ فرمایا تو نہیں، صرف غصہ کی نگاہ سے دیکھا، چپ رہے، تو بھنگن نے آکر بتایا۔ فرمایا کہ ہاں! ابھی بھی اثر ہے۔

تیسری مرتبہ فرمایا کہ پھر اسی طرح وہاں ذرا سا پیر پھسلا دینا اور سارا ٹوکرا ان کے اوپر پھینک دینا۔ جب اس بھنگن نے سارا ٹوکرا لید کا ان پر گرایا، اتنے بڑے عالم، اتنی بڑی گدّی کے مالک، اتنے بڑے بزرگ کے بیٹے اور پوتے، مگر وہ جلدی سے اٹھے روتے ہوئے کہ اوہو! میں یہاں غلط راستہ میں بیٹھ گیا، میری وجہ سے تو گر گئی، اور اس کی لید ٹوکرے میں ڈالتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ تجھے کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟

جب حضرت کو معلوم ہوا کہ آج تو یوں ہوا، تو حضرت نے ان کو بلایا، گلے سے لگایا، فرمایا کہ تم تو ہماری جان ہو، ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہو، یہ سب تمہارا امتحان تھا اور اب اس امتحان میں تم کامیاب ہوگئے، یہ دولت تمہارے گھر سے جو میں یہاں لے کر آیا تھا اس کے صحیح وارث تم ہو، اپنی طرف سے انہیں خلافت اور اجازت عطا فرمائی۔

غیبت کے بدلہ اعمال صالحہ

یہ نفس کشی، اور دل ان برائیوں سے پاک ہوجائے، ان میں تکبر، حسد، بغض، عداوت، یہ

چیزیں ختم کی جائیں، اسی لئے پہلے بزرگوں کے یہاں عملی طور پر اس کا اہتمام ہوتا تھا کہ عملی طور پر ان کو نکالا جائے، کسی نے دنیوی کام کروا کر نکالا، پھر بزرگوں نے اس کے لئے کچھ ذکر واذکار کے ساتھ اس کو نکالنے کے لئے علاج اور یہ راہ تجویز فرمائی۔

دوستو! یہ جو میں نے گناہ آپ کو گنوائے یہ تمام کے تمام گناہ شیطانی اثر سے ہوتے ہیں، اور یہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کو چونکہ انسان گناہ سمجھتا نہیں، اس لئے توبہ کرتا نہیں، اور اسی طرح اس دنیا سے چلا جاتا ہے، اور ان کو گناہ نہ سمجھنے کی وجہ سے اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں پیشی ہوگی اور وہاں پھر حساب اور کتاب عمل کے ذریعہ ہوگا۔ وہاں دنیا کی طرح سے مال و دولت کے ذریعہ حساب نہیں ہوگا۔ اگر نیکیاں ہوں گی تو دوسرے کو دی جائیں گی، نیکیاں نہیں ہوئی تو اُس کے گناہ اِس کے سر پر ڈالے جائیں گے۔

ہم الٹی نظر سے دیکھتے ہیں کہ یہ بازاروں میں چلنے پھرنے والے، ان کو زیادہ گنہگار سمجھتے ہیں، اور خود اِن گناہوں کو گویا گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ خود میرا حال میں اپنے اندر دیکھتا ہوں کہ میرے اندر کہیں کوئی حسد، تکبر، بہت ٹٹولتا ہوں نظر ہی نہیں آتا، کتنا بڑا دھوکہ؟ ابلیس نے ہمیں کتنے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، کہ انسان اپنے آپ میں، یہ تمام برائیاں دل میں اندر پیوست ہونے کے باوجود، اِن گناہوں کے ذریعہ دل کے سیاہ ہوجانے کے باوجود، دور دور خود کو اِس کا کوئی پتہ ہی نہیں کہ یہ گناہ بھی میرے اندر ہے۔

اس کے برعکس دوسرے قسم کے گناہ مال کی لالچ، کبھی کسی کو ضرورت ہوتی ہے جس کی وجہ سے کوئی چوری کرتا ہے اور کبھی مال کی محبت کی وجہ سے چوری کرتا ہے، شرابی کو شراب پینے میں لذت آتی ہے اس کے لئے وہ شراب پیتا ہے، زنا کاری کرنے والے کو اُس میں لذت آتی ہے اِس لئے یہ گناہ کرتا ہے، تو یہ تمام گناہ وہ نفس کی لائن کے ہیں، نفس اس کا تقاضا کرتا ہے، مگر ان گناہوں کے کرتے وقت بھی، کرنے کے بعد بھی، انسان اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، اِس لئے توبہ کی توفیق جلدی ہوتی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جیسے ہی اُس نے توبہ کی، کہ فوراً اللہ کی

طرف سے معافی ہو جاتی ہے، چونکہ گناہ کرتے وقت اُس نے گناہ کو گناہ سمجھا۔

اخفاءِ معاصی

ہاں! اِن گناہوں میں بھی ایک شرط ہے۔ حدیث میں آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کوئی شخص گناہ کرے اور کسی کو اطلاع نہ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ اُس پر ستاری فرمائے، اُس پر پردہ ڈالے، کہ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے، مگر دوسرے دن اس کو ظاہر کردے، اپنے کسی دوست کو کہہ دے، کہ آج میں نے ایسا کیا، ایسا کیا، تو اِس گناہ کی بھی پھر معافی نہیں ہوتی، کہ اللہ نے ستاری فرمائی اور اِس نے اُس کو دوسرے کے سامنے کھول دیا، اپنی خود پردہ دری کی، تو اب اس کی پردہ دری وہاں ہوگی۔ لیکن اگر اس پر اپنے آپ کو گنہگار سمجھا، اِس کو چھپایا، اِس کو چھپائے رکھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ جب بھی وہ توبہ کرے گا اِس کو معاف کردیں گے۔

فَعَدَلَکَ کی جامعیت

یہ میں نے آیت جو پڑھی تھی ﴿یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ﴾ تو ﴿اَلَّذِیْ خَلَقَکَ﴾ کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ﴿فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ﴾ تمہیں بنایا ﴿فَعَدَلَکَ﴾

اللہ اکبر! اللہ اکبر! ﴿فَعَدَلَکَ﴾ اِس ایک کلمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم کی ہزاروں نعمتیں جتائی ہیں کہ ہمارا کان کسی وقت اگر حساس ہو جائے، زیادہ آواز آنے لگے، کتنی انسان تکلیف محسوس کرتا ہے۔ ہمارے منہ میں کبھی حسّ دانتوں میں زیادہ ہو جاتی ہے، انسان کوئی چیز منہ میں نہیں رکھ سکتا، کبھی انسان کی حسّ جسم میں بڑھ جاتی ہے، تو یہ تمام توازن، تعادل اور برابری کے ساتھ، جتنا انسان کو ہونا چاہئے اتنی بینائی، اتنی سننے کی طاقت، اتنی قوتِ حسّ، اور تمام اعضاء کی برابری، ایک ہاتھ چھوٹا ہوتا، ایک لمبا ہوتا۔ کسی معذور کو آپ دیکھتے ہیں، ایک پیر چھوٹا ہوتا ہے ایک بڑا ہوتا ہے، دونوں آنکھیں، اُن میں برابری، ایک آنکھ کسی کی، دونوں آنکھیں ہوں،

دونوں سے نظر آ رہا ہو، مگر ایک آنکھ چھوٹی ایک بڑی ہو تو کیسی صورت بن جاتی ہے۔ دونوں کان آنکھیں سب اگر برابر ہوں تو انسان خوبصورت نظر آتا ہے، ایک کان چھوٹا ایک کان بڑا ہو، رنگ کی برابری، ایک کان سفید ہو گیا ہو، ایک کان کالا ہو، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ﴿فَعَدَلَکَ﴾ فرمایا، اِس جملہ میں ہزاروں لاکھوں نعمتیں جو اُس کو عطا فرمائی ہیں، اُس کے جسم میں، ساری گنوائی ہیں۔

تبارک اللہ احسن الخالقین

کتنی بڑی نعمت، اللہ! کہ صرف ایک آپ چہرہ کو دیکھ لیں، ساری دنیا کے اِس وقت جتنے انسان موجود ہیں اُن کو کھڑا کیا جائے، کوئی دو ایسے آپ کو نہیں ملیں گے کہ جو مکمل طور پر اُن کا چہرہ ایک جیسا ہو۔ اسی لئے تو عام طور پر جو بچے جڑواں پیدا ہوتے ہیں، اُن کی شکلیں زیادہ ملتی جلتی ہیں، مگر اُن کو بھی اُن کے گھر والے، آس پاس کے رہنے والے وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ اور ہے، یہ اور ہے۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی صنّاعی، خالقی پر قربان جایئے کہ بہت بڑی جگہ میں تو اُس میں امتیاز پیدا کیا جا سکتا ہے، مگر اتنی چھوٹی جگہ میں صرف تین چیزیں منہ، ناک اور آنکھ اور گال، اتنی جگہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح اپنی حکمت سے ہر انسان کو الگ الگ بنایا ہے، کروڑوں انسانوں کو کھڑا کر دیں، دو ایک جیسے نہیں۔

تلاوتِ قرآن

خیر اب اِن کو ترجمہ بھی کرنا ہے، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے، اور جیسے میں نے آپ سے عرض کیا سب سے پہلے کہ قرآن پاک بہت بڑی نعمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، اب آپ سنیں تو کتنی لذت پاتے ہیں، یہ بیچارے گانا سننے والے، اِنہیں کیا پتہ کہ اِس قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیا حلاوت، کیا لذت رکھی ہے؟

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں رہتے تھے، باہر نکلتے نہیں تھے، جب سب مصلی چلے گئے تو اندر سے دروازہ بند مسجد کا، کوئی باہر سے آ نہیں سکتا تھا، پھر تہجد کے وقت پھر کھول دیتے، اب فجر کے وقت جو آنا چاہے آسکتا ہے۔

ایک صاحب کو طلب ہوئی کہ حضرت ساری رات مسجد میں کیا کرتے ہوں گے؟ تو وہاں مسجد کی چٹائیاں نماز کے وقت بچھائی جاتی ہیں اور گرد وغبار چونکہ بہت اڑتا ہے اُس سے بچانے کے لئے نماز ہوئی کہ پھر اُس کو لپیٹ کر کھڑا کر دیا جاتا ہے، تو جہاں چٹائیاں کھڑی کی گئی تھیں اُس کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ تمام مصلی جب چلے گئے، تو حضرت نے اپنی نفلوں سے فارغ ہو کر اچھی طرح غور سے دیکھا کہ کوئی رہا تو نہیں؟ دیکھا کہ کوئی مسجد میں ہے نہیں، چلے، دروازہ بند کیا، پھر آکر نماز شروع کی، تہجد میں قدرے جہر سے قرأت کرنا افضل ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ میں بیٹھا بیٹھا سنتا رہا کہ حضرت نے الٓمٓ سے شروع کیا اور صبح صادق سے پہلے پہلے والناس تک قرآن ختم کیا۔

اب یہ ساؤتھ افریقہ کا رہنے والا ایک شخص، سیمپل پھیرنے والا، تجارت کرنے والا، بازاروں میں گھومنے والا، ساری عمر سے ایک قرآن شریف روزانہ، یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ روز ایک قرآن شریف رات کو روزانہ پڑھتے، اُن کو کتنی لذت آتی ہوگی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس کی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس کا کوئی حصہ ہمیں بھی عطا فرمائے، کتنی بڑی نعمت، دولت سے ہم محروم ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ لذت آتی ہے غیبت کرنے میں، کسی کی برائی کرنے میں، جیسے کسی کی کوئی برائی سنی، تو دل کو چین اور سکون نہیں ہوگا، جب تک اُس کی برائی دوسرے کے کان میں نہ ڈالیں، کہ تم نے یہ سنا کہ اُس نے کیا کیا؟

اللہ اکبر! اب شیطان نے ہمارے دل کو کس طرح اپنے رنگ سے رنگ دیا ہے کہ سب سے بدترین گناہ، جس کی معافی نہیں ہوتی، انسان گناہ سمجھتا نہیں، اس میں ہمیں سب سے زیادہ لذت

آئے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآن سے مانوس ہونے کی توفیق عطا فرمائے، قرآن کی لذت ہماری زبان اور دل اور جسم کو عطا فرمائے، قرآنی علوم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قرآنی علوم سے ہمیں نوازے، ہماری نسلوں کو، ہماری اولاد کو، ہمارے خاندان کو نوازے، تمام مسلمان کو قرآن پاک کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین.

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

أمَّابَعْد! فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

دوستو! ابھی ہمارے قاری صاحب نے یہ آیتیں پڑھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، رات اور دن کے آنے جانے میں، عقل والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

عربی زبان ایسی وسیع زبان ہے کہ اُس کے کتنے ایسے الفاظ ہیں کہ اُس کا مفہوم آپ بیان تو

کر سکتے ہیں ،اُس کا ترجمہ نہیں کر سکتے ۔ ''لُب'' کا ترجمہ جہاں کہیں ''اُولُو الالباب'' آتا ہے ''عقل والے'' ترجمہ کرنا پڑتا ہے، حالانکہ عقل اور چیز ہے ''لُب'' اس عقل کا جوہر، اس کی spirit، اس کا خلاصہ، اس کا نچوڑ ہے۔ تو ''لُبّ'' عقل سے بہت بدرجہا بڑھی ہوئی چیز ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ جو ''اُولُو الالباب'' ہیں، ''لُب'' والے جنہیں عقل کا بھی ''لُبِ لُباب'' حاصل ہے اُن کے لئے بڑی نشانیاں ہیں، وہ کون؟

ذکرلسانی اور مراقبہ

﴿الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا﴾ جواللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتے ہیں قیام کی حالت میں، کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، پہلو پر لیٹے ہوئے، کہ انسان اِنہیں تین حالتوں میں ہوتا ہے، اُس کی کوئی چوتھی حالت ہوتی ہی نہیں، یا تو کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا، یا لیٹا ہوگا۔ رکوع کی حالت، یہ قیام میں شمار ہے، تو انسان عام طور پر اِنہیں تین حالتوں میں ہوتا ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہے۔ کوئی لمحہ، کوئی آن اُس سے خالی نہ رہے، نہ کھڑے، نہ بیٹھے، نہ لیٹے ﴿وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ ذکر کرتے کرتے، اللہ اللہ کرتے کرتے، جب زبان تھک جائے، انسان ہے آخر، گلا خشک ہو جائے گا، تو کہتے ہیں اُس کے بعد پھر گردن جھکا لیں، مُراقبہ، فکر، کس چیز میں؟ اُس کے پھر اقسام ﴿فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں کو، زمین کو کیسے پیدا کیا ہے؟

مراقبۂ نعمت ومراقبۂ معیت

صُوفیاء کبھی مراقبۂ نعمت کرواتے ہیں کہ انسان اپنے جسم سے شروع کرے کہ اوہو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو مجھے ایک ایک نعمت دی، اُس میں کتنی نعمتیں اُس کے اندر رکھی ہوئی ہیں۔

اب آج کل ایک ایک عضو کے الگ الگ جو اسپشلسٹ شروع ہوئے ہیں، پھر اُس ایک عضو

میں بھی صرف منہ ایک عضو نہیں، ہر چیز کے الگ، دانت کے الگ، زبان کے الگ، حلق کے الگ، ناک کے الگ، کان کے الگ، اور اُس کی پھر تفاصیل بتاتے ہیں کہ ایک ایک عضو کتنے اجزاء سے مرکب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں مثلاً آنکھ دی، اُس میں کیسا ایک سمندر رکھا ہوا ہے جو جاری رہتا ہے ہر وقت، جہاں کہیں کوئی ضرورت پڑی اور پانی شروع ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں یہ پلکیں دیں، ہاتھ پیر ہلاتے ہوئے ہم تھک جاتے ہیں، کوئی شخص گنے تسبیح لے کر کہ دن میں کتنی دفعہ پلک جھپکتا ہے؟ تو گِن نہیں سکتا، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا طاقتور بنایا ہے، اِس میں اِتنی قوت رکھی ہے کہ وہ تھکتی ہی نہیں، کبھی کسی کی آنکھ پلک جھپکتے جھپکتے تھک جاتی ہے؟ نہیں۔

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے زبان عطا فرمائی، اسی طرح ایک ایک عضو کے متعلق سوچیں، غور کریں، تو مراقبۂ نعمت صوفیاء کرواتے ہیں، اور کبھی مراقبۂ معیت ﴿ اِنَّ اللّٰـهَ مَعَنـا ﴾ کا مراقبہ، کبھی ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ کہ اللہ تعالیٰ تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ یہ صوفیاء کے اَشغال جتنے ہیں، اُس کی اصل یہ آیت ہے، ذکر بھی ہے، پاس انفاس بھی ہے۔

پاس انفاس

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ سانس سے جو ذکر کیا جاتا ہے، وہ ایک خاص مقصد کے لئے صوفیاء نے ایجاد کیا، کہ انسان جب مرنے لگتا ہے تو آخری وقت میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ چاہے کتنا انسان طاقتور ہو، اُس کی طاقتیں سب ختم، ہاتھ پیر نہیں ہلا سکتا، اُس وقت پھر بولنے کی طاقت بھی ختم ہو جاتی ہے، زبان نہیں ہلا سکتا، مگر شعور باقی رہتا ہے، سمجھ سکتا ہے، تو یہ سانس ایسی چیز ہے کہ جو آخری دم تک جاری رہے گی، جب تک شعور ہے، تو ہر سانس کے ساتھ اَللّٰهُ اَللّٰهُ جاری رہے۔

ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا کہ بالکل بیّن صاف واضح حضرت کا اخیری دم تک جاری رہا۔اس طرح یہ حضرت کی کیفیت ہوتی تھی، اللّٰہُ کی اورآخری سانس تک۔یاکریم شروع میں فرماتے رہےاور جب یہ بھی آواز بند ہوگئی،تو اُس کے بعد یہ پاس انفاس اخیر تک جاری رہا۔

اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب نوراللہ مرقدہ کے متعلق بھی یہی تحریرفرمایا کہ اخیر وقت تک پاس انفاس جاری تھا۔نہ معلوم کتنے بزرگوں کے متعلق یہ حالت اور یہ کیفیت بیان کی گئی ہے۔

یہ تمام چیزیں صوفیاء نے اِسی سے اخذ کی ہیں، اِسی آیت سے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی اوراُس کا ترجمہ کیا۔ اِس میں عبادت کی تمام اقسام بھی آ گئیں، اُس کے طُرُق بھی جو اُنھوں نے لیئے وہ بھی اِس میں آ گئے، زبان سے،جسم سے ادا ہونے والی عبادتیں، ذکراورفکر اورسانس سے ادا ہونے والی عبادتیں،مگر اِن عبادتوں کے کرنے والے الگ الگ قسموں کے ہوتے ہیں۔

تین قسم کے عابد

ہمارے اساتذہ میں جامعہ حسینیہ میں حضرت مولانا سیدظہورالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اُن کی زندگی قلندرانہ تھی، بزرگی کی باتیں وہ کرتے نہیں تھے،سالہا سال رہنے والوں نے اِن سے بہت کم بزرگانہ انداز کی باتیں سنی ہوں گی۔اردو کے، فارسی کے،عربی کے بڑے قادرالکلام شاعر،اُن کا تخلص ’’فَنَا‘‘ تھا۔

جیسی اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت ہےاُس کے خاص بندوں کے ساتھ، اخیر وقت تک ہم نے اُن کو دیکھا،آخری ایام اُن کے بڑے تنگی کے گزرے، بالکل آخری ایام تک کا یہ حال تھا کہ اُن کے پاس چائے تک کے پیسے نہیں ہوتے تھے،چائے پینے تک کے،لیکن اللہ اکبر! اُن کا چہرہ

آپ دیکھیں، ایسا نورانی، ایسا ہشاش، بشاش کہ بادشاہ کی طرح چلتے تھے، چال بھی ایسی تھی، چہرہ بھی ایسا تھا، کوئی قسم کھا کر بھی کہے کہ ان کے یہاں اِس طرح کی تنگی ہوگی، تو کوئی مانے گا نہیں اُس چہرے کو دیکھ کر جو نور اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا، جو خوبصورتی انہیں عطا کی گئی تھی۔

خیر وہ قلندرانہ شان رکھتے تھے، ہم نے بھی کوئی باتیں اُن سے ایسی نہیں سُنیں مگر، پتہ نہیں بہت خاص تعلق تھا مجھ سے، تو ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اللہ تبارک وتعالی کی عبادت کرنے والے بندے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جنہیں ''کُتّے'' کہا جاتا ہے۔ اللہ! تعجب ہوگا کہ اللہ کی عبادت کرنے والے انسان، مسلمان، اور اُنہیں یہ لقب دیا انھوں نے، ''کُتّے'' اور دوسرے وہ تاجر اور تیسرے اللہ کے دوست۔

فرمایا کہ جو اللہ کی عبادت اِس لئے کرے تاکہ اُس سے دنیا حاصل ہو۔ بہت دوست آتے ہیں، کہ دکان نہیں چل رہی، تنگی ہے، روزی میں برکت کے لئے کوئی چیز پڑھنے کو دے دیجئے، کوئی وظیفہ بتا دیجئے۔ تو فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں، دنیوی وسعت کے لئے اور دنیا طلب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، وہ کُتّے ہیں کہ کتا بھی اپنے کھلانے پلانے والے کے ساتھ انس کا اظہار کرتا ہے۔

اور جو آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لئے عبادت کرتے ہیں وہ تاجر ہیں۔ قرآن نے اُن کو تاجر کہا ﴿ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ ﴾ تو حق تعالیٰ شانہ سے وہ سودا کر رہے ہیں کہ ہمیں جنت مل جائے، جنت مانگتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں تاکہ جنت ملے، وہاں کی نعمتیں ملے، حور و غلمان وہاں مل جائیں۔ یہ تاجر کچھ دے کر کچھ لینا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا کہ تیسری قسم کے وہ جو اللہ کے دوست ہیں، وہ ہیں جن کا مقصود نہ دنیا، جن کا مقصود نہ آخرت کی نعمتیں۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

نہ دنیا دوست می دارم نہ عقبیٰ را خریدارم
مُرا چیزے نمی باید بجز دیدار یااللہ

وہ فرماتے ہیں کہ نہ مجھے دنیا پسند، نہ میں آخرت کا خریدار کہ وہاں کی نعمتیں مجھے چاہئے، جنت چاہئے، مُرا چیزے نمی باید بجز دیدار یااللہ! اے اللہ! مجھے کچھ نہیں چاہئے تیرے دیدار کے سوا۔

ز شَرِّ نفسِ امارہ نگاہم دار یااللہ
ہوائے حرص نفسانی زِمن بردار یااللہ

تو حضرت نے بھی فرمایا کہ جو آخرت کے حصول کے لئے اور وہاں کی نعمتوں کے لئے عبادت کرے وہ تاجر، اور جو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے خاطر، اُس کی وجہ سے، اُس کی ذات کو مدِّ نظر رکھ کر عبادت کرے، وہ ہیں اللہ کے دوست اور یہ دوستی بڑی اچھی چیز ہے۔

بیویاں تین قسم کی

جیسے عباد تین قسم کے ہیں، اسی طرح بیویاں تین قسم کی ہوتی ہیں۔ایک حاکم، بہت سی جگہوں پر بہت سے گھروں میں بیویاں حاکم ہوتی ہیں، مرد بیچارے دبے دبے سے رہتے ہیں، جیسا آرڈر اُدھر سے ہوتا ہے اُسی طرح اُنہیں کرنا پڑتا ہے۔

دوسری قسم محکوم کہ بیوی کو بالکل محکوم بنا کر رکھے، باندی کی طرح غلام بنا کر رکھے۔

اور تیسری قسم دوست کہ کبھی دوستی میں اُس نے اپنی بات منوالی اور کبھی دوستی میں آپ نے اپنی بات منوالی۔

ایک بزرگ نے نصیحت کی کہ دیکھو! بیوی کو نہ اپنا حاکم بنانا نہ محکوم بنانا، بلکہ اُس کو دوست بنالینا۔اگر تم محبت کی اور عافیت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو، بیوی کو دوست بنانے والا طریقہ اختیار کریں گے، اِس میں زندگی بھر تمہیں عافیت رہے گی۔

اِسی طرح یہ بزرگوں میں جو دوست کی قسم ہے وہ بڑی نرالی قسم ہے۔ اُن کے واقعات آپ پڑھیں گے، تو ہر جگہ نرالے ملیں گے۔ کیا دنیا میں، کیا مرتے وقت، کیا قبر میں، کیا حشر میں۔

بلا حساب جنت میں

ابھی قاری صاحب نے نعت پڑھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سیدھی بلا روک ٹوک کے جنت میں پہنچ جائے گی۔ اب یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں ہے، کوئی مولوی یہ سوچ کر کہ قبر سے اُٹھنے کے بعد حشر کی سختیاں، تنگیاں، پریشانیاں، پھر اُس کے بعد حساب اور کتاب، پتہ نہیں کب شفاعتِ کبریٰ کے بعد شروع ہو، اس حساب اور کتاب کے بعد پھر آگے مرحلہ پل صراط کے عبور کا، تو یہ سب مراحل عبور کئے بغیر ویسے ہی یہ جماعت پہنچ جائے گی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت ذکر کی ہے، فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کی ایک جماعت ایسی ہوگی کہ قبر سے سیدھی اُٹھ کر بھاگی ہوئی چلی جائے گی جنت کی طرف، وہاں پہنچ کر دیکھے گی اُس کے دروازے بند، محافظ فرشتے وہاں کھڑے ہوئے، وہ پوچھیں گے کہ تم کیسے آ گئے؟ وہ کہیں گے ہم جنت میں جائیں گے، فرشتے کہیں گے کیا تم نے اپنا حساب کتاب چُکا دیا؟ تمہارے اعمال کا وزن ہو گیا؟ تمہیں نامۂ اعمال مل گیا؟ کہا حساب تو اُن کا ہو جن کے پاس کچھ ہوگا، ہمارے پاس دنیا میں کچھ تھا ہی نہیں، ہمارا حساب لینے اور دینے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔

ادھر فرشتوں کے ساتھ اِن کی گفتگو سُن کر حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو حکم فرمائیں گے کہ یہ سچ کہتے ہیں، اِن کے حساب کتاب کے لئے کچھ بھی نہیں، اِن کے لئے جنت کے دروازے کھول دو، تو یہ قسم بڑی نرالی دوستانہ، دوستوں والی۔

اے موسیٰ تم حائل ہو گئے

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنگل میں تشریف لے گئے۔ ایک چرواہا مست ہے

وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! تو میرے پاس آ جا! یا اللہ! کاش کہ تو میرے پاس آ جائے، اگر تو میرے پاس آ جائے، تو دیکھ میں تیرے بال سنواروں! تیرے بالوں میں کنگھی کروں، اُس میں خوشبو لگاؤں، تجھے اچھے اچھے کپڑے پہناؤں، تجھ سے میں پیار کروں۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس کی گفتگو سُن کر جلال آ گیا، اس کو ٹوکا کہ نالائق! اللہ کی شان میں بدتمیزی کرتا ہے۔ اللہ کو تو کنگھی کرے گا؟ اللہ کو اِس طرح خطاب کر سکتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اوپر سے خطاب ہوا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے، کہ ارے موسیٰ! تم نے اِس کی مناجات روک دی، میرے عاشق کو جو لذّت آ رہی تھی، اُس میں تم حائل ہو گئے۔ تو یہ دوستوں والی قسم ہر جگہ ہر زمانہ میں رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ سُنایا، وہ جو مشہور ہے کہ اُنہوں نے مرتے وقت وصیت کی۔ میں نے ہمارے صوفی اقبال صاحب سے سُنا، وہ رو کر کہہ رہے تھے، میں نے اُن کو اپنے کانوں سے سنا، کہنے لگے کہ میں مر جاؤں، تو ایسا کرنا کسی قصائی کو بُلا کر اچھی طرح چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنا دینا اور یہاں مدینہ منورہ میں بلیاں ہیں، اُن کے سامنے ایک ایک بوٹی ڈال دینا، روتے ہوئے وہ کہہ رہے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں بھی ہیں

کھاویں مجھ کو مدینہ کے مرغ و مار

انہوں نے بھی رو کر یہ کہا۔

ایک شخص کی وصیت

بنی اسرائیل کے اُس شخص نے اپنے لئے اپنے بیٹوں کو مستقل یہ وصیت کی کہ اگر میں مر جاؤں، تو مجھے تم دفن مت کرنا، بلکہ مجھے جلا دینا اور جلا کر اُس کی راکھ بھی ایک جگہ مت پھینکنا، تھوڑی تھوڑی سمندروں میں کہیں بکھیر دینا۔ کیوں؟ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے اعضاء کو

جمع کرلیں گےتو مجھے بڑی سزادیں گے۔

وہ تو ایک حال میں تھے،جس میں اُنہوں نے یہ کہا اور کرنے والوں نے واقعی ایسا ہی کیا،اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اُن تمام ذرّات کو اکٹھا کرکے، زندہ کرکے جب پیش کیا گیا، پوچھا کہ تم نے یہ وصیت کیوں کی؟ عرض کیا آپ سے بہت ڈرلگا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہی ان کا انداز پسند آ گیا۔فرمایا چھوڑ دو،قبر میں فرشتوں کے ساتھ بھی نہ معلوم کتنے واقعات ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خودسیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی آتا ہے۔اب ایک دستور ہے روایت میں آتا ہے کہ کیسی ان کی شکل وصورت ڈراؤنی ہوگی؟ کیا حال ان کا ہوگا؟ کہ انسان کے اوسان خطا ہوجائیں،مگر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب وہ پہنچے، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب فرشتہ نے پوچھا **مـــن ربُّـک**؟ تو آپ نے اُن سے پوچھا کہ من ربُّک؟ تیرا رب کون ہے؟ تب وہ فرشتے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہیں کہ یہ تو ہم ہی سے پوچھتے ہیں، بھاگو یہاں سے۔

ایک لطیفہ

طلبہ کو میں قصہ سنایا کرتا ہوں کہ ہمارے مظاہر العلوم کے استاذ تھے حضرت مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ،نحو،منطق وغیرہ میں اُنہیں زیادہ مہارت تھی ۔تو جب اُن کا انتقال ہوگیا تو طلبہ بڑے شریر ہوتے ہیں،وہ آپس میں گفتگو کرنے لگے۔

ایک کہتا ہے کہ دیکھو! حضرت مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ابھی فرشتے پہنچے ہوں گے اورفرشتہ نے پوچھا ہوگا ’’**مـــن ربُّـک**؟‘‘ تو اُنہوں نے کہا ہوگا ’’**مـــن ربُّـک**‘‘ فرشتہ نے پوچھا ہوگا ’’**مادینُک**؟‘‘ تو اُنہوں نے کہا ہوگا ’’**مادینُک**‘‘ پھر آگے تشریح کی، کہ فرشتہ پھر اعتراض کرے گا کہ یہ کیا بدتمیزی؟ میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے سوال دہراتے ہو؟

وہ طالب علم کہتا ہے حضرت مولانا ثابت علی صاحب کہیں گے کہ تمہارا ''من'' استفہامیہ اور میرا ''من'' موصولہ اور تمہارا ''ما'' استفہامیہ اور میرا ''ما'' موصولہ، ''من'' سوال کے لئے بھی آتا ہے، کہ تمہارا رب کون؟ اور ''من'' موصولہ بھی آتا ہے تو ''من ربک '' کے معنی تمہارا رب کون؟ اور دوسرا معنی **من ربک** کے یہ ہیں کہ، جو تمہارا رب ہے اور ''**مادینک**'' تمہارا دین کیا؟ یہ ترجمہ بھی اور موصولہ ہو تو جو تمہارا دین ہے۔

خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی مجدّدی قدس سرہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اُنہوں نے مرتے وقت وصیت فرمائی کہ ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا اور اُنہوں نے جو وصیت کی تھی، میں چاہتا ہوں کہ اپنے لئے بھی وہی وصیت کروں۔

اُنہوں نے یوں کہا تھا کہ ہمارے جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھنا اور ذکر کرنا تو اس کلمہ اور ذکر کی بھی اہانت ہے۔ اپنی تواضع کی وجہ سے فرمایا، کہ اس کلمہ کی بھی توہین ہوگی۔ اس کا گویا ادعاء اور دعویٰ ہے، حالانکہ ایمان کا حال مالک ہی کو معلوم، اس لئے انہوں نے کہا کہ اس کے بجائے میرے جنازہ کے ساتھ یہ شعر پڑھا جائے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیأً للہ از جمالِ روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بردست بر بازوئے تو

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ قدس سرہ کو ایک مرتبہ خط لکھا ہندوستان سے کہ حضرت! میری طرف سے کوئی مطاف میں یہ شعر پڑھ دے۔

جس کے متعلق خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کے ساتھ یہ شعر پڑھا جائے کہ اے اللہ! میں مفلس بن کر تیرے کوچہ میں آیا ہوں، اللہ کے واسطے تیرے جمال کا کچھ حصہ، کوئی ذرّہ دکھا دو اور پھر فرمایا کہ دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما، کہ یہ زنبیل ہے میرا، میں فقیر ہوں، مانگنے والا حاضر ہے، اُس میں کچھ ڈال دو، اور ڈالنے کے لئے آپ کا ہاتھ جو نظر آئے گا، اُس پر ہزاروں آفریں۔

ایسے وقت میں جب انسان کے اوسان ٹھکانے نہیں رہتے، تو یہ محبت کی باتیں کرنے والے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے جن کو دوستی کا تعلق ہوتا ہے کہ ساری عمران کی اِسی دوستی میں گذری، مستی میں، تو اُن کے اوسان ٹھیک رہتے ہیں۔ دنیا میں بھی، جب حالات خراب ہوں، فتنے آئیں، تب بھی وہ متأثر نہیں ہوتے، خود اپنی جان پر بھی کتنے واقعات گزر جائیں، انہیں اس کا نہ کوئی احساس ہوتا ہے، نہ اس سے وہ متاثر ہوتے ہیں، ان کی تو ادھر لو لگی ہوئی ہوتی ہے۔

سرمدِ دہلوی

ایک بزرگ دہلی میں گزرے ہیں شیخ سرمد۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے ''لاَ الٰہَ ،لاَ الٰہَ، لاَ الٰہَ ،لاَ الٰہَ، لاَ الٰہَ ،لاَ الٰہَ''، ابھی کھانے پر بات ہو رہی تھی کہ میں طلبہ کو سبق میں کہا کرتا ہوں کہ دیکھو! اللہ کے واسطے تم مولوی مت بننا۔ کہ دنیا میں جتنی مصیبتیں آئی ہیں، مولوی کی وجہ سے، کبھی مولوی مت بننا۔

مولویوں نے اُن بیچارہ کو، شیخ سرمد رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ لیا، فتوی لگا دیا کہ کہتے ہو ''لاَ الٰـہَ''، کوئی معبود ہے ہی نہیں، یہ دہریہ، ملحد انسان ہے، پکڑ کر کہا کہ تم پڑھو، ''اِلَّا اللّٰـہ'' ساتھ یعنی ''لاَ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ'' پڑھو، مگر سرمد کہنے لگے ''لاَ الٰـہَ'' ''لاَ الٰہَ'' اب قید کیا گیا، اصرار کیا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو، مگر وہ یہی پڑھتے رہے ''لاَ الٰہَ'' ''لاَ الٰہَ'' نوبت یہاں تک پہنچی کہ مولویوں نے کہا ان کو قتل کر دو، یہ مرتد ہے۔ یہ ہوتے ہیں مولوی۔

کہتے ہیں کہ جیسے ہی جلاد نے تلوار اُٹھائی، اُنہوں نے کہا کہ ''لَا اِلٰـہَ'' وار گردن پر پڑا اور سر نیچے گرا، اُس نے کہا کہ ''اِلَّا اللّٰہ'' سر الگ ہو کر بول پڑا ''اِلَّا اللّٰہ''۔

میں ابھی ''نفی'' سے نہیں نکلا

اب ساری عمر وہ کہتے رہے کہ میں ابھی ''نفی'' سے نکلا ہی نہیں، میرے دل میں ہزاروں بُت موجود ہیں، میرے بچوں کا بُت دل میں ہے، دوستوں کا بُت دل میں ہے، مال اور دنیا کے روپئے اور خزانوں کا بُت اور اُن کی محبت کا بُت میرے دل میں ہے، تو ابھی ''نفی'' میں ہوں، وہ نکلے، تو پھر آگے میں پڑھوں ''اِلَّا اللّٰـہ''۔ تو موت تک اِسی حال میں رہے ''نفی'' ''نفی'' میں، جیسے ہی موت پر یہ حال ختم ہوا، سر جدا ہو کر کہتا ہے ''اِلَّا اللّٰہ'' تب اُنہوں نے کلمہ پورا کیا۔

شیخ منصور حلاّج

وہاں میں نے ان سے کہا تھا کہ مولوی مت بننا۔ یہ منصور حلاج کو ''اَنَا الْحق'' کہنے کہ وجہ سے قتل کرنے والے، قتل کا فتویٰ دینے والے، یہ بھی مولوی تھے۔ یہ ان کے حال کو سمجھ نہیں پائے بیچارے، اور ان کے حال کو سمجھنا ہے بھی مشکل۔ جب سمجھ میں نہیں آتا تو کسی کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانے اور اُس کا یہ بندہ جانے۔ یہ تمام جو مست رہتے ہیں حق تعالیٰ شانہ کی دوستی میں، یہ اصل حق تعالیٰ شانہ کے چاہنے والے، اُس کی عبادت کرنے والے، اُس کی ذات ہی کے طلب گار ہوتے ہیں۔

اصمعی قبرستان میں

ایک شاعر کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ قبرستان گیا تو وہاں میں نے دیکھا۔ آپ کبھی دیکھتے ہیں کہ بچے کہیں دیوار پر کچھ لکھ دیتے ہیں، کبھی کسی کا نام لکھ دیا، کبھی کیا لکھ دیا، تو کہتے ہیں کہ میں قبرستان پہنچا تو وہاں دیکھا کہ ایک لوح، تختی قبر پر تھی تو وہاں کسی نے شعر لکھا

اَلا اَیُّھَا الْعُشَّاقُ بِاللّٰہِ خَبِّرُوْا
اِذَا حَلَّ العِشْقُ بِالْفَتٰی فَکَیْفَ یَصْنَعُ

کہ اے عاشقو! یہ تو بتاؤ کہ کوئی نوجوان عشق ومحبت میں گرفتار ہوجائے ، مبتلا ہوجائے، تو وہ کیا کرے؟ تو میں نے جب یہ شعر پڑھا تو میں نے اُس کے نیچے جواب لکھ دیا، وہ پوچھ رہا تھا کہ جو اِس بلائے محبت میں گرفتار ہوجائے وہ نوجوان کیا کرے؟ تو میں نے اُس کا جواب نیچے لکھ دیا

یُدَارِیْ ھَوَاہُ ثُمَّ یَکْتُمُ سِرَّہُ
وَیَخْضَعُ فِیْ کُلِّ الْاُمُوْرِ وَ یَخْشَعُ

میں نے اُس سے کہا کہ اپنی اس محبت کو چھپائے، آہ اور واویلا نہ کرے، اور تمام امور میں خشوع اور خضوع اختیار کرے اور مدارات کا برتاؤ کرے۔

کہتے ہیں کہ کیسے وہ یہ کام کرسکتا ہے؟ جب کہ غلبۂ محبت کی وجہ سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے، ہر آن اس کو قینچی سے کوئی کتر رہا ہو، اس کے دل پر تو یہ حال گزر رہا ہے اور تم کہتے ہو چپ رہو، زبان بند کرو، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

کَیْفَ یُدَارِیْ وَ الْھَوٰی قَاتِلُ الْفَتٰی
وَفِیْ کُلِّ حِیْنٍ قَلْبُہٗ یَتَقَطَّعُ

کہتے ہیں میں نے اس کے نیچے پھر اس کا جواب لکھا، کہ اس نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کے نیچے میں نے جواب لکھا

اِذَا لَمْ یَجِدْ صَبرًا لِکِتْمَانِ سِرِّہ
فَلَیْسَ لَہٗ شَیْئٌ سِوَی الْمَوْتِ یَنْفَعُ

جب وہ اپنی اس بھید کو چھپا نہیں سکتا، اُس پر صبر نہیں کرسکتا، زبان اور اعضاء کو خاموش اور ساکن اور ساکت نہیں رکھ سکتا، تو اُس کا علاج صرف اور صرف موت ہے

فَـلَيْــــسَ لَــــهُ شَيــئٌ سِـوَى الْـمَــوْتِ يَـنْـفَـعُ

کہ اس کا اختتام بھی، اس بلائے محبت کا، موت پر ہوگا۔ اللہ! کہتے ہیں اب تو مجھے چسکہ پڑ گیا، میں اس کے نیچے جواب لکھ کر آیا گھر پر، میں نے رات کو سوچا کہ کب صبح ہوتی ہے اور کب میں جاتا ہوں، کہ میں جا کر دیکھوں تو صحیح یہ اس پر آگے کیا لکھتا ہے۔

کہتے ہیں میں دوسرے دن پھر قبرستان پہنچا، تو میں نے دیکھا کہ اللہ! وہاں ایک لاش نوجوان کی پڑی ہوئی ہے۔ اللہ! نوجوان مردہ وہاں پڑا ہوا ہے، اس کی لاش پڑی ہوئی ہے اور اُس نے مرنے سے پہلے وہاں جواب لکھا

سَــمِــعْــنَــا وَاَطَــعْــنَــا ثُــمَّ مِـتْـنَــا

فَبَـلِّـغُـوْا سَلَامِیْ اِلٰی مَنْ کَانَ لِلْوَصْلِ یَمْنَعُ

هَــنِـیْــئًــا لِاَرْبَــابِ الـنَّــعِـیْـمِ نَـعِـیْـمُـهُـمْ

وَلِـلْـعَــاشِـقِ الْـمِـسْـکِـیْـنِ مَـا یَـتَـجَـرَّعُ

کہ بھئی، تم نے کہا کہ سوائے موت کے اُس کا کوئی علاج نہیں، اس دنیا سے چلے جانا، یہ راستہ ہے محبت میں کامیابی کا، تو وہ بھی اختیار کرتے ہیں، اس لئے جو وصال سے منع کرتے ہیں، انہیں میرا سلام پہنچا دو۔ مر گیا، وہ پڑھ کر ہی مر گیا اور آگے وہ کہتا ہے

هَــنِـیْــئًــا لِاَرْبَــابِ الـنَّــعِـیْـمِ نَـعِـیْـمُـهُـمْ

کہ یہ جتنے نعمتوں والے ہیں اُن کے لئے اُن کی نعمتیں مبارک ہوں

عاشق مسکین کے لئے تو بس، گھونٹ گھونٹ وہ اپنے زہر کا پیالہ جو ہر آن پی رہا ہے، وہ اُس کے لئے آبِ کوثر ہے۔

دوستو! یہ محبت کے غلبہ کے ساتھ جو عبادت کی جائے وہ دراصل حق تعالیٰ شانہ کی ذات تک پہنچانے والی، اُس کے دوستوں میں شامل کرنے والی اور عبادتوں میں سب سے زیادہ اونچی عبادت ہے۔

ہمارے تمام اکابرین اِسی لائن پر تھے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق حضرت شیخ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اخیری رات میں تہجد کے بعد حق تعالیٰ شانہ کی شان میں پنجابی کے دوہے پڑھا کرتے تھے اور زار وقطار گریہ وزاری کیا کرتے، رویا کرتے تھے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا حال ہم نے خود دیکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اُن کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ ابھی چونکہ صبح سفر ہے اور یہاں سے بہت دور ابھی سینٹ پال تک جانا ہے اِس لئے اِسی پر ختم کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے دوستوں میں شامل فرمائے، دنیا اور اُس کی محبت سے اور اُس کی زیب وزینت سے اور اُس میں دل لگانے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اما بعد:

دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، اس مدرسہ کو، مدرسہ کے مدرسین، منتظمین، معاونین سب کو قبول فرمائے۔

گذشتہ کل حضرت امام ربانی کے متعلق عرض کیا تھا کہ حضرت کے لاکھوں مریدین ہیں، ہزاروں خلفاء ہیں اور حکومت حضرت کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعہ میں بند کرتی ہے، وہاں سے حضرت تحریر فرماتے ہیں، سب کو تسلی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رضا بالقضا نہ چھوٹے، جس طرح میں یہاں آنے کے بعد، سارا وقت ارشاد و ہدایت کے بعد، نماز سے باہر، تلاوتِ قرآن میں اور لمبی نفلوں میں قراءت کے ساتھ، اور کلمۂ طیبہ کے ورد کے اہتمام میں مشغول ہوں، تو یہی تم سب کا معمول ہونا چاہیئے۔

امام الطائفہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اور کلمہ طیبہ کے ورد کی آگے پھر تفصیل فرمائی جو میں نے عرض کی تھی، کہ حضرت نے فرمایا کہ ہر چیز کی نفی۔ تم تو میری رہائی کے لئے دعا کرتے ہو، میری رہائی کے متعلق تم نے کوششیں بھی کیں،

مگر وہ کارگر نہیں ہوئیں، لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس کی دعا بھی نہ کرو، اور لا الہ جب کہو، تو اس کی بھی نفی کرو کہ اے الٰہی! ہمارا کوئی مقصود نہیں، ہم رہائی بھی نہیں چاہتے ہیں۔

اور پھر استدلال کے طور پر ایک مکتوب میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، امام الطائفہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اپنے مقصود، اپنی حاجت کے سوال کے ہم مأمور ہیں، دعا تو کرنی چاہئے، لیکن صرف دعا کا امر پورا کرنے کے لئے، دل سے تمنا یہ ہو کہ یا الٰہی! میری تمنا اور آرزو نہیں ہے، میں تو وہی چاہتا ہوں جو تو چاہتا ہے۔

ابن عربی کا کیا مقام ہوگا کہ الفِ ثانی کا مجدد اُن کے کلام سے استدلال کرتا ہے، اور آج کل سلفی اور آزاد منش لوگ ابن عربی اور رومی پر کیا کیا طعنے اور فتوے لگاتے ہیں۔ اور یہاں تو ابن عربی کا اتباع کہ ابن عربی یہ فرماتے ہیں، اس لئے تم ایسا کرو۔

مجھے خیر المدارس ملتان کے ایک بڑے استاذ کا واقعہ یاد آیا، وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پی ایچ ڈی کر رہے تھے، ان کا موضوع تھا المودودی وتفسیرہ۔ ابوالاعلی مودودی کی تفسیر پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی تھی، اور کس طرح انہوں نے جگہ جگہ نصوص کو ٹھکرایا، مسلّم روایات کو ٹھکرایا، مسلّمہ تفاسیر کو ٹھکرایا اور کس طرح توریت سے استدلال، بائبل سے کیا؛ کہ توریت میں یہ لکھا ہے، اور انجیل میں یہ لکھا ہے، یہ رسالہ گویا ایک طرح سے ان کی تردید میں تھا، تاکہ عربوں کے سامنے مودودی کا اصل چہرہ آجائے۔

جب اس پی ایچ ڈی کا مدینہ یونیورسٹی میں مناقشہ ہو رہا تھا، تو ایک مناقش تھے، انہوں نے اس رسالہ پر ایک جگہ سرخ نشان لگایا تھا، اور مناقش جب سوالات ملتانی مولانا سے کر رہے تھے، تو وہ پوچھنے لگے کہ آپ نے اس جگہ یہ لکھا ہے کہ اس روایت کو فلاں کتاب میں مودودی صاحب نے تسلیم کیا ہے اور صحیح مانا ہے اور اس کو بطورِ حجت کے وہاں ذکر کیا ہے، تو ان کی سمجھ میں اشکال نہیں آیا۔

انہوں نے عرض کیا کہ جی، انہوں نے فلاں کتاب میں فلاں صفحہ پر یہی لکھا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں اس کتاب میں لکھا؟ اور یہ کلمات کیوں لکھے؟ پھر بھی وہ نہیں سمجھے، تو انہوں نے اور پھر وضاحت کی اپنے کلام کی اور کہا، کہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی حدیث کو قابلِ حجت ماننے یا رد کرنے کے لئے مودودی کا حوالہ دیا جاسکتا ہے؟ وہ کون ہوتا ہے جس کے نقل کا حوالہ دیا جائے۔

مجدد الف ثانی اور ابن عربی

یہ ابن عربی کا مقام کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق فرمارہے ہیں کہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ اپنی تمنا اور آرزو کو فنا کر دیا جائے، لا الٰہ الا اللہ کہ الٰہی! ہم دعا تو مانگتے ہیں، لیکن یہ ہماری آرزو اور تمنا اور چاہت وہی ہے جو تو چاہتا ہے۔

وہاں سے تین چیزوں کے متعلق امام ربانی نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تلاوت بالنظر، اور لمبی نفلوں میں بالحفظ اور ذکر اللہ، لا الٰہ الا اللہ کا ذکر۔

ان ہی تینوں چیزوں کی آپ کی اس مسجد کو اب ضرورت ہے۔ یہاں تبلیغ بھی ہوگی، تعلیم بھی ہوگی، تدریس بھی ہوگی، تلقین بھی ہوگی، تلقین اور ارشاد سب کچھ ہوگا، مگر ہر ایک کے کرنے کی جو چیز ہے وہ یہ تین چیزیں ہیں: قرآن پاک کو ناظرہ بھی پڑھیں، لمبی نفلوں میں حفظ بھی پڑھیں، ہر وقت چلتے پھرتے کلمہ کا ورد زبان پر رہے۔

تلاوت بالنظر

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اُعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ**، کہ اپنی آنکھوں کو، نگاہوں کو بھی عبادت کا حصہ دے دیا کرو۔ جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں تو ہمارے تمام اعضاء مصروفِ عبادت ہوتے ہیں، تو بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کی عبادت کیا متعین فرمائی۔ فرمایا **اَلنَّظَرُ اِلَی الْمُصْحَفِ**، کہ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھو۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم نے سالہا سال دیکھا، ساری عمر کا حضرت کا معمول تھا کہ روز حضرت ایک پارہ بالنظر پڑھتے تھے، اور ویسے تو تین دن سے پہلے، ڈھائی دن میں، دو دن میں حضرت کا قرآن ختم ہوتا رہتا تھا۔ ساری عمر کا یہ معمول اور رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن سے زیادہ، کبھی پینتیس پارے، کبھی چھتیس پارے، کبھی چالیس پارے حضرت پڑھ لیتے تھے، لیکن رمضان اور غیرِ رمضان میں یہ معمول کبھی حذف نہیں ہوتا تھا، کسی مصروفیت کی وجہ سے بھی نہیں ہوتا تھا کہ رمضان میں جیسے ہی ظہر بعد ذکر بالجہر کی مجلس ہوتی، حضرت فرماتے کہ لاؤ، قرآن شریف لاؤ۔ قرآن شریف رکھ دیا جاتا، اس میں حضرت نے جگہ جگہ حواشی تحریر فرمائے ہیں، بڑے قیمتی حواشی ہیں، دیکھ کر تدبر کے ساتھ تلاوت فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی طرف نظر کرنا، یہ آنکھ کی عبادت کا حصہ ہے اور اس میں تذکر اور غور وفکر بھی عبادت ہے۔

کعبۃ اللہ

ابوداؤد کی روایت میں ہے جس میں تین عبادتیں آنکھ کی گنوائی گئی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کعبۃ اللہ پر ٹکٹکی باندھ کر اس کو دیکھتے رہنا، یہ بھی عبادت ہے، اور اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کعبہ پر انوارات اترتے ہیں، تو تین قسمیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک قسم دیکھنے والوں کی ہے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹکٹکی باندھ کر کعبۃ اللہ کو دیکھا کرتے اور آنسوؤں کی لڑی گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ وہ فرماتے تے کہ جو رحمتیں اترتی ہیں ان کو میں اترتا ہوا دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

والدین کا مقام

آگے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے کعبۃ اللہ کو دیکھنا عبادت

ہے، ارشاد فرمایا کہ والدین کے چہرہ پر نظر کرنا، اِن کے (حضرت مولانا اسمٰعیل واڈی والا کی طرف اشارہ کر کے) علماءِ حقانی کے چہرہ کو دیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔

ہمارے یہاں دارالعلوم میں پہلے بہت سی چیزیں ہوا کرتی تھیں، ایک ایک کر کے وہ ساری رخصت ہوگئیں۔

جب چھٹیاں ہوتی تھیں تو اس وقت میں طلبہ کو ایک فارم دیا کرتا تھا کہ فارم پر گھر سے اپنے والدین یا کسی بڑے سے دستخط کروا کر لے کر آئیں چھٹیوں کے بعد اور اپنے اساتذہ سے یا مسجد کے امام سے دستخط کروا کر لائیں۔

اس میں جو ہدایت ہوتی تھی، تو ان سے کہا کرتا تھا کہ جیسے ہی آپ گھر پہنچو، تو پہنچنے کے ساتھ ابا جان سے مصافحہ کر کے ابا جان کے ہاتھ کو بوسہ کرو۔ میں مذاق میں کہا کرتا تھا کہ یہ نہ سوچنا کہ یہ میرا باپ تو سگریٹ پیتا ہے اور بیڑی پیتا ہے، اور ابا کے ہاتھوں سے بدبو آتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ والدین کے چہرہ کو دیکھنا، یہ بھی عبادت ہے۔

اور تیسری عبادت بیان فرمائی، ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنا یہ بھی عبادت ہے۔

زم زم کا پانی

بیہقی میں ان تین کے ساتھ دو عبادتوں کا اور اضافہ کیا گیا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین چیزیں گنوائیں اور ارشاد فرمایا کہ زم زم کے پانی کو دیکھنا یہ بھی عبادت، یہ آنکھ کی عبادت ہے۔

عالمِ ربانی

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں گنوائی کہ عالمِ ربانی کے چہرہ کو دیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔

اور کیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس کو معمول بناتے ہیں، امام ربانی کا جیل میں معمول ہے، ہزاروں آپ کے مریدین کے نام، وہاں سے تسلی کے لئے حضرت نے جو خطوط تحریر فرمائے، ان

میں وہاں کی کیفیات بیان فرمائیں کہ تم باہر سے نہیں سمجھ سکتے کہ کیا اللہ تبارک وتعالی نے مجھ سے یہاں کام لیا۔ ہزاروں مسلمان ہوئے اور ہزاروں فساق اور فجار، شرابی، کبابی آپ کی صحبت کی برکت سے اللہ کے ولی بنے۔ امام ربانی وہاں سے ان کو تسلی دیتے ہیں۔

دوستو! یہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عبادتیں گنوائیں، ان میں سے یہ آنکھ کی خاص عبادتیں ہیں۔ تو امام ربانی اتنے سارے مشغول، وہاں جیل میں، لیکن پھر بھی ان کا قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کا معمول نہیں چھوٹا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان میں گیارہ بجنے سے پہلے فرماتے 'قرآن شریف لاؤ بھئی'۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روز کی گھنٹوں کی عبادت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق آپ کے گھر والوں سے خدام پوچھتے ہیں کہ حضرت ہمارے ساتھ ہوتے ہیں تو ہمیں معلوم کہ حضرت کے معمولات کیا ہیں، لیکن اندر کے کچھ معمولات آپ بتاسکیں گے؟

یہی سوال اماں جان، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی کیا گیا تھا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے ہیں، تو آپ کے کیا معمولات؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فِـيْ مِهْـنَةِ اَهْـلِـهِ ، کتنی بڑی عبادت۔ اپنی مردانگی کے ظہور، اظہار کے لئے، اس کو اپنانے سے ہمیں شرم آڑے آتی ہے۔

گھر کا کام، اس میں گھر والوں کا ہاتھ بٹانا بڑی عبادت ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روز کی، گھنٹوں کی عبادت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهِ، جو گھر کے کام کاج ہمارے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے معمولات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق خدام گھر والوں سے پوچھتے ہیں، کہ آپ کے

معمولات گھر میں کیا ہوتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما گھر میں ہوتے ہیں، تو دو طرح کی عبادت میں آپ مصروف رہتے ہیں، ایک نوافل، لمبی نوافل جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ان ہی سے یہ تمام حضرات لیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما مستقل وضو فرماتے ہیں، اور لمبی نماز پڑھی، پھر اس کے بعد وضو فرمایا، پھر اس کے بعد، اور جب نمازوں کے اوقات نہیں ہوتے، فرماتے ہیں کہ آپ کا زیادہ تر وقت گزرتا ہے قِــــرَاءَ ۃُ الْقُرْآنِ بِالنَّظَرِ دیکھ کر قرآن پاک کی تلاوت۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے ساری عمر کا، ان کا اپنا جو شغل بنایا کہاں سے؟

وہ روز دیکھتے تھے ابا جان کو، کہ ابا جان حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ گھر میں آئے، معمول تھا کہ قرآن پاک کھول لیا اور رو رہے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ مستقل روتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے زیادہ رونے والا ہمارے اکابر میں دیکھا حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو، کہ تہجد کے وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے، تو اشعار پڑھتے جارہے ہیں اور صرف رونا نہیں بلکہ چلّا کر رو رہے ہیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ جس طرح مکتب میں بچہ پِٹ رہا ہو، یہ الفاظ ہیں حضرت کے۔ فرماتے ہیں کہ یہی میرے والد صاحب نوراللہ مرقدہ کا حال تہجد کی دعا میں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ قرآن پاک کھولے ہوئے ہیں اور رو رہے ہیں، اللہ تبارک و تعالی اس طرح قرآن پاک کے ساتھ محبت ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

دوستو! میں نے یہ مکتوب میں سے یہ تین باتیں اسی لئے عرض کی کہ اس مسجد میں کرنے کے کام اب یہ ہی ہیں۔ آج کل مساجد میں بہت سے کام شروع ہو گئے ہیں، ان کی کوئی ضرورت

نہیں، مسجد کے کرنے کے اصل کام یہ ہیں۔

فضائل ختم قرآن

اور ہمارے بچوں نے جو ابھی قرآن پاک حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالی ان کو قبول اور مقبول فرمائے، ان کے خاندانوں کو قبول فرمائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مؤمن کلامِ پاک ختم کرتا ہے، فرشتہ متعین ہے کہ جو سب سے پہلے آکر اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیتا ہے، نورانی، روحانی مخلوق کا بوسہ اسے ملتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک ختم کیا جاتا ہے، تو آج اس وقت انہوں نے قرآن پاک ختم کیا، چھ بجے، تو کل چھ بجے تک، اللہ تبارک وتعالی کی روحانی مخلوق فرشتے ان کے لئے دعاءِ رحمت کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب قرآن پاک ختم ہوتا ہے، ابھی حضرت دعا فرمائیں گے، تو یہ دعا مسجد کی افتتاح کی بھی دعا ہے اور مقبول اور مستجاب دعا ہے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی قرآن پاک حفظ یا ناظرہ پڑھ کر ختم کرتا ہے، تو اس کے ختم پر اللہ تبارک وتعالی کے یہاں سے ایک دعا اس کے لئے متعین ہے کہ یہ ایک دعا اس کی قبول ہوگی۔

دعا کیجئے اس وقت جتنے روئے زمین پر مسلمان بستے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان تمام مسلمانوں کی دنیوی، اخروی تمام پریشانیاں ختم فرمائے۔ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ختمِ قرآن کے وقت ایک دعا متعین طور پر قبول ہوتی ہے، اور ایک درخت اس کے لئے جنت میں لگا دیا جاتا ہے اور اس درخت کی پھر وسعت بڑی تفصیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس درخت کی شاخیں کیسی ہوں گی، اس کے پتے

کیسے ہوں گے، ایک ایک پتے کی وسعت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جو دنیوی زندگی ہے، اس کو سامنے رکھ کر انسان سوچ سکتا ہے، فرمایا کہ صرف ایک پتہ کی وسعت اتنی ہوگی کہ تیز گھوڑے پر بیٹھ کر ساری عمر کوئی انسان دوڑتا رہے، اس کی عمر ختم ہو جائے گی وہ ختم نہیں ہوگا۔

شجرۂ طوبیٰ

اور آگے جنت کے درختوں کا کیا پوچھنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل میں جو روایات خاص طور پر بیان کی گئیں، ان میں ارشاد فرمایا گیا کہ جو نام بار بار آپ سنتے ہیں شجرۂ طوبیٰ، تو طوبیٰ وہ درخت ہے کہ اس کی جڑ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اعلیٰ الفردوس میں ہے اور اس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہوں گی، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس درخت کا سایہ نصیب فرمائے، حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب دعا فرمائیں گے۔

درود شریف پڑھ لیں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ . رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا لَا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا، ربنا و لا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حمَلْتَه عَلی الَّذِیْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا و لا تُحَمِّلنَا مَا لا طَاقَةَ لَنَا بِه وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْت مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلی الْقَوْمِ الْکافِرِیْنَ، رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمَةً، اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّاب. رَبَّنَا فاغْفِرْ لَنا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّآتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلیٰ رُسُلِکَ وَ لا تُخزِنَا یَوْمَ الْقِیَامة وَ لا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامة اِنَّکَ لا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد، رَبَّنَا فاغْفِرْ لَنا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّآتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُوْفٌ رَحِیْمٌ، اَللّٰهُمَّ

اِنَّـا نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَ مَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَل، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِی يُبَلِّغُنَا اِلیٰ حُبِّک، اَللّٰھُمَّ لا سَهْلَ الا مَا جَعَلْتَهُ سَهْلا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلا اِذَا شِئْتَ، لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْم، لا اِلٰه اِلا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ العَظِيْم، الْحَمْدُ للّٰهِ رَبِّ الْعَالمين، نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِک وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَ السَّلامَةَ مِنْ كُلِّ اِثم، وَ الْعِصمَةَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ لا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلا غَفَرْتَهُ وَ لا هَمًّا الا فَرَّجْتَهُ وَ لا كَرْبًا الا نَفَّسْتَهُ وَ لا ضُرًّا الا كَشَفْتَهُ وَ لا دَيْنًا الا قَضَيْتَهُ ، وَ لا مَرَضًا الا شَفَيْتَهُ وَ لا حَاجَةً هِیَ لَکَ رِضًا الا قَضَيْتَها يا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةِ مُحمَّدٍ صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم،

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے اعضاء اور جوارح کے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے دل اور دماغ کے گناہوں کو بھی معاف فرما، الٰہی! الٰہی! ہم ہر طرح کے گناہوں میں مبتلاء ہیں، یا اللہ! گناہوں کی یہ عادت ہم سے چھڑا دے، یا اللہ! گناہوں سے نفرت نصیب فرما۔ شیطانی کاموں سے نفرت دے، شیطان سے الفت اور دوستی کے بجائے اس سے نفرت نصیب فرما، یا اللہ! شیطان نے اور نفس نے ہمیں تجھ سے بہت دور کر دیا، الٰہی ہم تیرا قرب چاہتے ہیں، الٰہی تیرا قرب نصیب فرما، تیری محبت نصیب فرما، تیری الفت نصیب فرما، تیرے سامنے جھکنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں نماز باجماعت کا عادی بنا، یا اللہ! اس مسجد کو آباد فرما، مسجد بنانے والوں کے گھروں کو آباد فرما، ان کی دنیا و آخرت کو آباد کر دے، یا اللہ! جنہوں نے جس طرح اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے سب کو قبول فرما، ان کی نسلوں کو قبول فرما، قیامت تک

کے لئے قبول فرما، اس مدرسہ کو قبول فرما، مدرسہ کے طلبہ اساتذہ کو قبول فرما، یا اللہ! ان سب کی نسلوں کو قبول فرما، قیامت تک کے لئے اس جگہ پر، اس ملک میں، تیرے دین کی بہاریں اسی طرح چلتی رہیں، یا اللہ! اس کا فیصلہ فرما، یا اللہ! ہر طرح کے زوال سے حفاظت فرما، جہاں کہیں قیامتیں ٹوٹ رہی ہیں، ان پر رحم فرما، مسلم غیر مسلم جو بھی جس طرح کی پریشانی میں مبتلا ہوں، یا اللہ! ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، یا اللہ! جو ظلمًا ماخوذ ہیں ان کو رہائی نصیب فرما، یا اللہ جو بیمار ہیں انہیں شفا دے، جو مقروض ہیں انہیں خلاصی نصیب فرما، جس طرح کی پریشانیوں میں جو مبتلا ہیں ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت نصیب فرما، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہمارے دل اور دماغ کو ہر وقت خالی رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرما، یا اللہ! قرآن پاک سے محبت دے، قرآن پاک کی تلاوت کی ہر وقت توفیق عطا فرما، چلتے پھرتے ہمارے لئے قرآن پاک کی تلاوت آسان فرما، جس طرح ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، وہ ہمیں بھی نصیب فرما، وہ ذوق ہمیں بھی نصیب فرما، وہ قوت ہمیں بھی نصیب فرما، وہ ہمت ہمیں بھی نصیب فرما، یا اللہ! جس طرح وہ روز ایک ایک ختم کرتے تھے یا اللہ! ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

حکم پہنچا تھا کہ بخاری کی بسم اللہ کرنے کے لئے آنا ہے، تو ہم لوگ کل لیسٹر تھے تو سوچا کہ واپسی میں پانچ منٹ بسم اللہ کرا کر جائیں۔ کھانے کا وقت تھا تو میں نے فون کیا کہ چار فقیروں کے لئے اگر کچھ کھانا بچ گیا ہو تو رکھ لیں۔

'فقراء' کا خطاب

یہ کوئی تواضعاً نہیں بلکہ بہت بڑا لقب ہے، ٹائٹل ہے؛ ابھی کرسمس (christmas) کے موقع پر اخبار میں آیا کہ بہت سے درجنوں ایشینوں کو ہماری ملکہ نے خطابات سے نوازا، تو ہم لوگوں کے لئے، طلبہ اور طالبات کے لئے قرآن نے **لِلۡفُقَرَاءِ الَّذِيۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ**، طلبہ کے لئے فقراء کا خطاب دیا گیا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب گمانوی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے پنجاب پاکستان میں حضرت رائپوری قدس سرہ کے خلفاء میں حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی تھے۔ ان کا تکیہ کلام تھا۔ جس کسی کو بلانا ہوتا، تو اس کو جیسے ہمارے یہاں گورا، تو اس طرح وہ فقیرا کہہ کر بلاتے۔ فقیرا پانی لے آ، فقیرا وضو کے لئے پانی رکھ دے۔

ان کے یہاں اس کا استعمال اتنا غالب ہوگیا کہ بھٹو کے دور میں ایک مرتبہ پاکستان کے الیکشن ہورہے تھے، تو الیکشن میں ہماری پاکستان کی جمعیتِ علماء کافی سیٹوں پر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کررہی تھی اور جمعیت کی اکثر سیٹوں پر جو نامور مشہور مشائخ تھے، ان کا نام دیا گیا تھا۔ وہ پیپلز پارٹی کے مقابل میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس میں خانقاہ کے لوگ بھی، مدارس کے لوگ بھی تھے۔ اس میں سیاسی تو کم تھے، سب اسی طرح علمی اور اصلاحی، روحانی لائن کے حضرات تھے ،جن کو یہ الیکشن اور اس کے ہنگاموں اور اس کے طریقہ تعارف سے کوئی واسطہ بھی نہیں، تعلق بھی نہیں، بلکہ جو چیزیں ضروری ہیں الیکشن کے لئے، اس کو جیتنے کے لئے، وہ ان کے یہاں ناجائز اور حرام، وہ اپنے لئے جائز بھی نہیں سمجھتے تھے، جیسے کہ اسٹیج کی خواہش، بیان اور مقرر بننے کے خواہش، اس میں دعوے، اپنے فضائل بیان کرنا وغیرہ۔

حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی کا نام بھی اس میں دیا گیا۔ مدرسہ کے کچھ فاصلہ پر شہر تھا، تو وہاں جمعیت والوں نے جس طرح اور پاکستان میں ہر جگہ جلسہ کئے، تو اس وقت وہاں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے علاقہ میں، خاص ان کو کامیاب کرانے کے لئے جو جلسہ رکھا گیا، تو وہ تو اپنا مدرسہ چھوڑ کر کے کہیں جاتے ہی نہیں تھے۔

حضرت سے عرض کیا گیا کہ حضرت وہاں آپ کا جانا ضروری ہے، اس علاقہ کے لوگ وہاں جمع ہوں گے، مگر انکار فرماتے رہے۔ فرمایا نہیں، میں نہیں آؤں گا۔ جب بہت اصرار کیا، تو فرمایا کہ اچھا، پھر مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ جیپ وغیرہ کو واپس بھیج دیا، گاڑیاں واپس بھیج دیں۔ فرمایا کہ میرا جی چاہا تو میں اپنے آپ آجاؤں گا۔

اب کیا ہوا کہ ادھر جلسہ شروع ہوا، تو تھوڑی دیر کے بعد حضرت وہاں پہنچے، تو لوگ بہت خوش ہوئے۔ جلسہ سے فارغ ہونے کے بعد پتہ چلا کہ حضرت اپنے مدرسہ سے اس شہر میں جو چند میل کی مسافت پر تھا، اپنے گدھے پر سوار ہوکر جو حضرت سواری کے لئے استعمال فرماتے تھے، تو اس پر سوار ہوکر گئے اور جہاں، جس کسی کے یہاں عام طور پر اس کو باندھتے ہوں گے وہاں اس کو

باندھ دیا۔

جلسہ گاہ سے نکل کر سب نے اصرار فرمایا کہ حضرت جیپ میں تشریف رکھیں، تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ جو میزبان تھے ان کے گھر گئے، وہاں وہ سواری بندھی ہوئی تھی، گدھا بندھا ہوا تھا، تو وہاں چائے ناشتہ کے بعد سب نے اصرار فرمایا کہ آپ کار میں تشریف لے جائیں۔

مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے بہت اصرار کیا کہ حضرت جی! میرے ساتھ آپ کو جیپ میں جانا ہوگا۔ تو حضرت کیا فرماتے ہیں کہ اچھا منظور ہے مگر ایک شرط۔ کہا منظور ہے، آپ کی کیا شرط؟ فرمایا کہ شرط یہ ہے، وہ گدھے کے متعلق فرمانے لگے کہ یہ فقیرا بھی اسی جیپ میں جائے گا، تو حضرت نے شرط فرمائی تو مشکل سے اس کو سب نے جیپ میں سوار کرایا۔ اب وہ جیپ کی سواری اس کے مقدر میں تھی۔

پہلے تو جب وہ مدرسہ پہنچے تو اس کی لید سے اور پیشاب سے ساری جیپ خراب ہوگئی، تو وہاں پہنچنے کے بعد حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب فقیروں کو بلاؤ۔ سب مدرسہ کے طلبہ کو بلایا، خود جیپ میں بیٹھے رہے تماشا دکھانے کے لئے کہ یہ فقیرا بھی، گدھا بھی جیپ میں وہاں سے سوار ہو کر آیا۔ اس کے بعد وہ جیپ خالی کی گئی۔

اس کے بعد طلبہ سے حضرت نے فرمایا فقیرو! ایک بات سنو! کہ اس کی جیپ کوئی صاف نہ کرے، یہ فقیرا یعنی مولانا سیف الرحمٰن خود اپنے ہاتھ سے اس کو صاف کرے گا۔ تو یہ ان کے یہاں خاص اس کا استعمال تھا، جو قرآن نے طلبہ کے لئے فقیرا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا استعمال فرمایا تو وہ ہر طالبِ علم کو، بلکہ پھر بعد میں تو ہر شخص کو، یہاں تک کہ وہ اپنی سواری اور گدھے کو بھی فقیرا فرمایا کرتے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ چار فقیروں کے لئے کچھ کھانا بچا ہوا ہو، تو وہاں رکھوا دیں۔ اور یہ قرآن پاک نے جو لفظ استعمال فرمایا، یہ ایک بہت بڑی تعلیم ہے جس سے ہم کوسوں دور ہیں۔

تعلیم اس میں یہ ہے کہ جس طرح یہ جو فقیر ہوتا ہے، اس کے پاس نہ مکان، نہ جائداد، نہ

پیسہ، تو یہ حال طلبہ کا ہونا چاہئے۔

اس کے برعکس ہمیں جس طرح عام دنیاداروں کو پیسوں سے محبت، ہمیں بھی اتنی محبت۔ جس طرح کسی یونیورسٹی، کالج میں پڑھنے والی بچی کو اچھے اچھے لباس اور زینت اور اس کے تمام سامان کی خواہش، تو کسی جامعہ اور دینی ادارہ میں پڑھنے والی طالبہ بھی اسی راہ پر۔

عام دنیادار جس طرح سوچتا ہے کہ میرا مکان ہو، جائداد ہو، بینک بیلنس ہو، اسی طرح علماء اور مولویوں اور معلمین وہ بھی اسی روِش پر چلتے ہیں، حالانکہ قرآن نے ان کو خطاب کیا دیا، **لِلْفُقَرَاءِ**، ان کی زندگی کیسی ہونی چاہئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہ مکان دیکھیں گے، نہ جائداد، نہ کپڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس لنگی اور قمیص، لنگی اور چادر، بس جو پہنا ہوا ہے وہی ہے، کوئی دوسرا ہے نہیں۔

بستر ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک چادر، لکڑی کے تخت پر صرف چادر بچھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تھے۔

اس چادر کو ایک مرتبہ کسی ام المؤمنین نے ڈبل کر دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ارشاد فرمایا کہ اوہو! کس نے اس کو ڈبل کر دیا؟ آج اس کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی۔

ہم ایک رات بھی کسی لکڑی کے تخت پر اس طرح ایک چادر بچھا کر ایک رات نہیں گزار سکتے، نیند آ ہی نہیں سکتی۔ ہماری عادت ہوگئی کہ جب تک نرم و نازک، عمدہ سے عمدہ، اگر پہلے کسی زمانہ میں پچاس پاؤنڈ کا تو اب سو پاؤنڈ کا، اب تین سو اور پانچسو پاؤنڈ کا عمدہ سے عمدہ بیڈ نہ ہو وہاں تک نیند نہیں آتی۔

حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے ایک ساتھی تھے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا میں نے پہلے بھی کسی سبق میں یہاں قصہ بیان کیا تھا۔ عید کا دن تھا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے معتکف کے بالکل ساتھ میرا بستر تھا، اس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے، عید کی نماز میں تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ میں نے غسل کیا، کپڑے پہنے۔

میں عطر لگا رہا تھا تو میں نے ان کو پیش کیا لیکن جب دیکھا کہ انہوں نے ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے، تو میں نے کہا کہ اوہو! آپ نے ابھی غسل نہیں فرمایا، کپڑے نہیں بدلے۔

بس اتنا کہنا تھا کہ انہوں نے رونا شروع کیا، پھر زاروقطار رونا شروع کیا، پھر ہچکی بندھ گئی۔ میں نے افسوس کیا اپنے اوپر کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ! یہ عید کی صبح کو میں نے خواہ مخواہ ان بیچارے کو چھیڑ دیا۔ صرف ایک جملہ انہوں نے کہا کہ ہماری کیا عید؟ اور جن کا باطن خراب ہو، باطن ویران ہو، ان کو ظاہری تعمیر اور ظاہری زینت سے کیا فائدہ؟ یہ فرما کر پورا دن وہ اسی جگہ بیٹھ کر روتے ہی رہے۔

ان کو ہم نے خود دیکھا کہ دہلی سے ڈیڑھ ہزار کلومٹر پر ہمارا سورت ہے، تو گاؤں تشریف لائے، تعلق تھا ان کو تو تشریف لائے تھے نانی نرولی۔ وہ بڑی لے سے قصیدہ پڑھتے تھے:

بَيْتُ الْحَبِيْبِ ذَاتُ الجَمَالِ

نَانِی نَرَوُلِی فِیُ کُلِّ حَالٍ

وہ وہاں پہنچے حج پر جاتے ہوئے اور ان کے پاس سامان جو تھا، نہ تھیلا، نہ بیگ، نہ کوئی بستر، صرف پہنے ہوئے کپڑے اور پان کے سامان کا تھیلا اور ایک لنگی بس۔

اب لنگی کس کے لئے کہ آئندہ جب جمعہ جہاں کہیں آئے گا، دو چار جمعے کے بعد جب ان کو کپڑے بدلنے ہوں گے، تو وہ لنگی پہن کر تھوڑی دیر کے لئے، اگر کسی مدرسہ میں ہوئے تو کسی

طالبِ علم کو کپڑے دے دیئے، بھائی ذرا اس کو دھو دے اور سکھانے کے لئے رکھ دیا، گھنٹہ بھر میں سوکھ گئے، اتنے میں غسل سے فارغ ہوئے اور وہی کپڑے دوبارہ پہن لئے۔ اور سونے کے لئے اللہ کی زمین، نہ بستر کی ضرورت ان کو، نہ تکیہ کی، نہ کپڑوں کی، بس پاسپورٹ اور ٹکٹ اور وہ ان کا پان اور لنگی۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

ہمارے اکابر نور اللہ مرقدہ کا یہی مزاج تھا اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، جن کے دفن کے بعد عرصہ تک ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی رہی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے لوگ مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ تو ساری عمر انہوں نے کرایہ کے مکان میں گزاری۔ لوگ اصرار فرماتے، فرماتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میرے نامۂ اعمال میں ایک اینٹ بھی لکھی جائے۔

کچا گھر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مکان کا نام ہی آپ بیتی میں اور سب اکابر کے یہاں ''کچا گھر'' تھا، اور واقعی وہ کچا ہی تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ رائے پور تشریف لے گئے تھے، تو مولانا نصیر الدین صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری کو لکھا کہ حضرت ایک ہفتہ کے لئے تشریف لائے ہیں، آپ ایک ہفتہ مزید ان کو وہاں ٹھہرا دیں، میں نے جو کچا گھر ہے اس میں گرنے کا اندیشہ تھا، دیوار کہیں گر جائے اس کا خدشہ تھا، اس لئے میں نے وہاں کام شروع کرایا ہے۔

دو ہفتے کے بعد جب حضرت واپس پہنچے، تو دیکھا کہ اوہو! صرف انہوں نے چھت ٹھیک کی تھی اور ایک دیوار ایک طرف کی پکی بنائی تھی، تو حضرت نے فرمایا مزدور بلاؤ اور اس کو تڑوانا شروع کیا۔ وہ جو دروازہ کے اوپر چھت جیسا بناتے ہیں بارش سے روکنے کے لئے وہ اور پلاسٹر

کا حصہ، حضرت کی پکی دیوار بن چکی تھی، اب اس کو کیسے توڑے، تو حضرت نے غصہ میں تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔ یہ جو مکان سے نفرت، عمارت اور بلڈنگ بنانے سے نفرت تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں صحابۂ کرام کے ساتھ گزر رہے تھے، دیکھا کہ کسی صحابی نے مکان بنایا، اس کے اوپر قبہ نما عمارت اونچی بنالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے بنایا؟ تو صحابی، مکان کے مالک کا نام دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا ناراضگی کا اس پر اظہار فرمایا، ان کی اس تعمیر کو پسند نہیں فرمایا۔ بعد میں صحابۂ کرام نے انہیں بتایا تو انہوں نے فوراً وہ عمارت گرادی۔ اور یہ بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اس کو جتائیں کہ یا رسول اللہ! آپ نے اس کو پسند نہیں فرمایا تھا، میں نے اس کو گرادیا۔

یہ سب حالات اس میں مطلوب ہیں، لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا کہ ان طلبہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ اُس وقت علم کی دولت نصیب فرماتے ہیں جب وہ ان فانی تمام دولتوں سے بے نیاز ہوجائیں۔ اپنا وتیرہ بنالیں کہ نہ ہمیں پیسہ چاہیئے، نہ جائداد چاہیئے، نہ مکان چاہیئے، نہ دنیا داروں کی زیب وزینت اور ان کی مطلوبہ چیزیں جن کے پیچھے عمر بھر وہ لگے رہتے ہیں، اس سے ہمیں نہ کوئی سروکار، تب جاکر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں علم کی دولت نصیب فرماتے ہیں۔ اس لئے قرآن نے ان کے لئے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا، تو اگر یہ اوصاف فقر کے ہم میں پیدا ہوجائیں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خوب نوازتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کتنا؟ دیکھئے اب یہی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے باطن کا یہ حال ہوگیا تھا کہ ہر چیز مکشوف ہوجاتی تھی، ان کا کشف بے پناہ، بڑا مشہور تھا۔ ان کے ایک صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور وہ تو وہاں پاکستان لاہور میں تھے، دوسرے ایک صاحبزادہ مکہ معظّمہ میں مولانا حبیب اللہ صاحب، جنہوں نے وہاں مکہ مکرمہ قیام کے لئے سوا لاکھ طواف کی منت مانی تھی۔

وہاں قیام ہو گیا تو سوا لاکھ طواف کی نذر پوری کی۔

میں ان کی خدمت میں پہنچا، حضرت نے مجھے انار دے کر بھیجا کہ مولوی حبیب اللہ کو انار دے آ، تو حرم شریف کے تہہ خانوں کے حجروں میں وہ وہاں رہتے تھے۔ جن کے ساتھ میں گیا انہوں نے بتایا کہ یہ ہماری لیبارٹری ہے کہ جس چیز میں ہمیں شبہ ہوتا ہے ان کی خدمت میں لاکر پیش کر دیتے ہیں، یہ آنکھیں بند کر کے بتا دیتے ہیں کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے، یہ جائز اور ناجائز ہے۔

یہ ان کے والد حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، ان کے متعلق حضرت کے خادم کو جو ہمیشہ کے حاضر باش تھے، ان کو ان کا حال معلوم تھا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے باغ کے آم لے کر آئے اور حضرت کی خدمت میں پیش کئے، تو حضرت نے عذر فرما دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے حاجت نہیں، آپ لے جائیں، تو فوراً، انہوں نے کوئی حیلہ بہانہ نہیں کیا اور اصرار بھی نہیں کیا اور فوراً قبول کر لیا اور فرمایا کہ میں اس کو واپس لے جاتا ہوں، لیکن مجھے تعجب ہے کہ یہ میرے باغ کے آم ہیں، اور وہ باغ مجھے جائز طور پر ورثہ میں ملا ہے اس کے یہ آم ہیں، اور حضرت اس کو قبول نہیں فرما رہے ہیں، ضرور کوئی بات ہوگی، لیکن میری سمجھ سے باہر ہے۔ اس میں کیا کوئی ایسی چیز پیش آئی کہ جس کی وجہ سے حضرت کو اس میں شبہ ہو گیا؟

حضرت نے فرمایا بس ایسی بات پوچھتے نہیں چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ حضرت بتانا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اچھا، آپ نے پچھلے مہینہ فلاں تاریخ سے لے کر فلاں تاریخ تک اپنے باغ میں نہر کا پانی بک کروایا، آپ جا کر نہر والوں سے معلوم کر لیں کہ جتنے گھنٹے آپ نے پانی بک کروایا تھا اتنے گھنٹے کے آپ نے پیسے ادا کئے اور وہ پانی اتنے گھنٹے سے زائد کتنے گھنٹے تک چلتا رہا؟ تو جس پانی کے آپ نے حکومت کو، نہر کے پیسے ادا نہیں کئے، اس پانی سے یہ آم پکے ہیں۔ اس لئے حضرت نے اس کو واپس فرما دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا باطن کتنا روشن، کتنا منور فرما دیا تھا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر کہیں

چلے جاتے، تو اپنے ساتھ اپنی روٹی لے کر جاتے تھے، کسی گورنر کے یہاں، امیر کے یہاں کا کھانا حضرت نہیں کھاتے تھے، اسی وجہ سے کہ اس میں حضرت کو کیا چیز نظر آتی، کس میں کیا نظر آتی، تو یہ اسی فقر کا نتیجہ ہے۔

میں نے تو پانچ منٹ کے لئے کہا تھا کہ میں بسم اللہ کرادوں، خواہ مخواہ بکواس میں یہ لمبا ہو گیا، اللہ معاف کرے، کہ انسان جو چیز اپنے اندر پیدا نہ کر سکے، تو وہ اس کے کہنے، دوسروں کو نصیحت کرنے کا بھی مجاز نہیں۔

حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ

اچھا میں بخاری کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ پڑھ دیتا ہوں کہ جو پہلی مرتبہ پڑھ رہی ہیں، تو ان کا تسلسل، حدیث کا تسلسل بالأ ولیۃ باقی رہے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ ہم نے سب سے پہلے یہ حدیث سنی۔

اور یہ حدیث مسلسل بالأ ولیۃ وہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث نقل فرمائیں، تو ان میں سے سب سے پہلے انہوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی، وہ یہ حدیث ہے۔

ان کے شاگرد نے جب حدیث پڑھنا شروع کیا تو انہوں نے یہ حدیث سب سے پہلے سنی، یہاں تک کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے ہم نے صحیح بخاری پڑھی تو حضرت نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھنے سے پہلے یہ حدیث مسلسل بالأ ولیۃ پہلے پڑھی اور اس کے بعد پھر بخاری شریف کی حدیث حضرت نے پڑھی۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہ بن عَمرو بْنِ العَاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ تبارَکَ وَ تعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَۃٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم زمین والوں پر رحم کرو، يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. آسمان والا تم پر رحم کرے گا، اور ایک روایت میں کہ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا کہ رحم کرو گے تو تم پر رحم ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْیٰ بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصارِيُّ قَالَ اَخبَرَنِي مُحَمَّد بْنُ اِبراهيم التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصِ اللَّيْثِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخطَّاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ اِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

درود شریف پڑھ کر دعا کریں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ. رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اور اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما،

ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما،ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالی مجھے بھی توفیق عطا فرمائے، یہ معمولات کا پرچہ مولانا اسماعیل صاحب اندر دارالعلوم سے منگوا کر پہنچا دیں گے۔

ایک ضروری بات میں کہنے والا تھا مگر سبق میں میں کہنا بھول گیا۔ وہ یہ کہ میں نے شروع سے، جب سے ہمارے اساتذہ یہاں پڑھانے کے لئے آتے تھے، اس وقت سے میں نے ایک چیز سوچی تھی اور اسی وجہ سے میں ہر سال یہاں کہتا رہا اندر والیوں سے، کہ وہاں جس طرح اور کتابوں کے پڑھانے کا انتظام کیا گیا اسی طرح سب کتابوں کا مکمل انتظام اندر ہی سے ہونا چاہیئے، مگر بخاری شریف کا نام بڑا ہونے کی وجہ سے تیار نہ ہوتی، ورنہ اس میں اور باقی حدیث کی کتابوں میں کیا فرق؟

پھر یہ تیار نہ ہوتی اور اس کی وجہ سے پھر سبق ہوتا تھا، تو پھر اس سال پھر میں نے سوچا کہ بڑا ضروری ہے اور میرے اصرار کی وجہ یہ تھی کہ اگر اساتذہ سے مائک پر پڑھنا ہے، تو مائک پر اساتذہ سے پڑھنا اور ٹیپ سن لینا دونوں برابر ہے، اور ٹیپ سن کر پڑھ لیں اور ٹیپ تو بہت ساروں کی آج کل یہاں مل جاتی ہیں، شیخ یونس صاحب کی درسِ بخاری کی کیسیٹ بھی دارالعلوم میں ہوں گی، اور بھی حضرات کی ملتی ہوں گی۔ تو جس طرح طبیعت وہاں نہیں چاہتی کہ ٹیپ پر سن لے تو یہی مائک پر پڑھنے کا حال ہے۔

اور یہ اس لئے کہ یہ جو کچھ ہم پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں یہ ایک نقل ہے، اور نقل کس چیز کی ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے سامنے یہ احادیث بیان فرماتے تھے، انہوں نے سن کر تابعین کو، انہوں نے تبع تابعین کو، پھر جس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے ہم نے صحیح بخاری پڑھی تو اس طرح تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ بالمشافہ استاذ سے حدیث

طلبہ سنتے ہیں، اور یہ تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اس طرح مائک پر پڑھنے سے، یا ٹیپ سے سننے سے، اوراس کا پتہ کب چلتا ہے کہ جب دونوں میں فرق دیکھیں۔

کیوں؟ کہ جس طرح آمنے سامنے بیٹھ کر، چاہے پڑھنے والا جیسا بھی ہو، پڑھانے والا استاذ، پڑھانے والی معلّمہ جیسی بھی ہو، لیکن وہ کلام، الفاظ اوراحادیث تو وہی ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے، اس لئے ان الفاظ میں وہی تأثیر ہوتی ہے۔

اگر ہم پورے آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھیں، تو جو لطف اور جو روحانیت اور انوارات صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی ہے اور پڑھنے والے محدثین سے ان کے تلامذہ نے حاصل کی ہے وہ ہی کم استعداد والے کسی استاذ سے بھی ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ کلمہ تو وہی ہے، صرف تشریح کا فرق ہوگا، زیادہ سے زیادہ کوئی بڑا محدث ہوگا تو ذرا اونچا بیان کردے گا، میرے جیسا کوئی جاہل ہوگا تو وہ اپنی ہانکے گا، لیکن جو نفسِ الفاظ ہیں روایت حدیث کے، وہ تو وہی ہیں سب کے یہاں، ڈیڑھ ہزار سال سے اس میں کوئی فرق نہیں۔ تو جو اصل انوارات اور روحانیت منتقل ہوتی ہے وہ اس سلسلہ سے، استاذ سامنے ہیں، اس سے وہ نورانیت اور روحانیت منتقل ہوتی ہے۔

چونکہ یہ ایک بڑا اخلاء تھا، بڑا نقصان تھا، اس لئے میں اصرار کررہا تھا کہ بالمشافہ پڑھانے کا انتظام کرنا چاہئے جس طرح اور کتابوں میں کیا گیا ہے، اس میں اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے اس سال میں نے اساتذہ کو بھیجنا موقوف کردیا۔

جو اصل روحانیت ملتی ہے کہ استاذ سامنے ہو اور حدیث کے الفاظ پڑھے جارہے ہو اور پڑھنے والا طالب عالم، پڑھنے والی طالبہ اور سب سننے والے یہ سوچیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں انما الاعمال بالنیات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، اس کا تصور کرتے ہوئے ہم پڑھیں۔ اس وقت سے لے کر آج تک تواتر کے ساتھ چلا آرہا ہے۔۔۔ بیان نامکمل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ،اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

کہئے **لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ،** نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ ایمان لائیں ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے سید الکونین صلی اللہ علیہ

وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالی مجھے بھی توفیق عطا فرمائے آپ کو بھی۔ بیعت کے بعد جو معمولات کا پرچہ ہے وہ دفتر سے آپ کو دے دیں گی۔ ابھی تو صرف اور صرف کتابوں پر محنت کرنی ہے اور جتنا وقت ہو سارا کا سارا اسی علم پر، اور بالخصوص یہ سال تو بڑا مبارک ہے آپ کا، علم حدیث کی شغل میں گزرے، اللہ کرے کہ ساری عمر اللہ تعالی اسی شغل میں گزارنے کی توفیق دے۔

سلسلۃ الذہب

یہ جو بیعت ہے، یہ بڑا مبارک سلسلہ اور سلسلۃ الذہب ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے اس فتنہ کے دور میں جن ہستیوں سے ہمیں وابستہ فرمایا، جن سے ہمارا تعارف ہوا، جن تک ہم پہنچ سکے، جنہیں دیکھا یا جنہیں دیکھا نہیں، ان کی کتابیں اور ان کے حالات پڑھے، وہ ایک اعجوبہ تھے اس جہان کے لئے، ان کی زندگیاں دیکھیں۔

ابھی بیعت کے الفاظ میں عام طور پر کہلوایا جاتا ہے کہ، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب بیعت لیتے تھے تو آخری جملہ ہوتا تھا کہ کہئے بیعت کی ہم نے زکریا کے ہاتھوں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے۔ عام طور پر سلسلہ میں اسی طرح پر کہلوایا جاتا ہے، مگر میں اس طرح بھی بیعت کرتا ہوں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے اجازت کی وجہ سے کہ 69 میں رمضان المبارک میں حضرت کے ساتھ ہم اعتکاف میں تھے، تو ستائیسویں شب کو حضرت نے مجھے معتکف کے اندر بلوایا۔

تین دن پہلے ہمارے ساتھی مولانا اسماعیل بدات صاحب نے ایک خواب دیکھا اور تین دن دن کے بعد اس کی تعبیر پوری ہوئی کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے رات کو ڈھائی بجے ہم دونوں کو طلب فرمایا۔ میں ریاض الجنۃ میں تھا، تو مجھے پہنچتے ہوئے دیر لگی۔

میں جب پہنچا تو حضرت نے مولانا اسماعیل بدات صاحب کو بیعت کی اجازت دی، کلمات

سن کران پر حال طاری ہوگیا اور جس طرح کوئی بے ہوش ہوجاتا ہے اس طرح روتے روتے وہ باقاعدہ بے ہوش ہوگئے اوران کو نہ کچھ پتہ ان، وہاں سے اٹھا کر کے لائے باہر، تو حضرت نے پھر مجھے بلایا، مجھے بھی اجازت دی۔

حافظ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح وہاں مدرسہ صولتیہ میں شیخ الحدیث ہیں مولانا سیف الرحمٰن صاحب۔ حضرت مولانا عبد اللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے حافظِ حدیث ،ان کا لقب ہی تھا حافظِ حدیث، کہ یہ حرم کے جتنے موجودہ ائمہ ہیں وہ رجب سے متلاشی رہتے تھے۔صولتیہ والوں میں سے کوئی ملتا تھا تو پوچھتے تھے کہ وہ حافظِ حدیث کب آئیں گے؟

کیوں کہ وہ شروع ہوجاتے تھے، جب طلبہ علماء مصافحہ کرتے تو پوچھتے تھے کیا نام؟ کہاں سے؟ کیا کرتے ہو؟ کوئی اگر غلطی سے کہتا کہ میں ترمذی پڑھاتا ہوں، فرماتے تھے کہ اچھا ترمذی کی پہلی حدیث سند کے ساتھ سنایئے۔ ساری عمر پڑھائی مگر کس کو یاد ہوگی سند کے ساتھ؟ اور پھر وہ جب پڑھنا شروع کرتے تھے، وہ تو بیچارا چپ رہتا، اور حضرت پڑھنا شروع کرتے تو صفحے کے صفحے پڑھ جاتے تھے۔ کبھی کسی اور جگہ سے پڑھنا شروع کیا کسی کتاب سے، وہاں کے ائمہ حیران ہوتے تھے، کہتے کہ واقعی یہ تو حافظِ حدیث ہیں۔

مدینہ طیبہ کی حافظۂ حدیث

وہاں پاکستان میں اسی طرح علماء کا مجمع تھا، حضرت نے پوچھا اور بے چارے وہ چپ، پھر حضرت پڑھ رہے ہیں۔

خود حضرت سے پوچھا گیا، کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ آپ کی طرح اس قدر کسی کو حدیث حفظ ہوں گی اس زمانہ میں؟ یہ بہت پرانا قصہ ہے، حضرت کی خود عمر ایک سو آٹھ برس ہوئی، تو حضرت فرمانے لگے کہ یہاں تو بظاہر کوئی نہیں، البتہ مدینہ طیبہ میں ایک خاتون ہیں اور وہ کون

تھیں؟ حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی۔
ساری دنیا سے بڑے بڑے محدثین علماء جب عمرے کے لئے، حج کے لئے جاتے، تو بطورِ خاص ان کی خدمت میں اجازتِ حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے، شاہ عبدالغنی صاحب کی سند ان کے ذریعہ حاصل کرتے۔ تو فرمایا کہ ہاں وہ ایک ہیں۔ وہ بھی بڑی حافظۂ حدیث تھیں۔ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب حضرت درخواستی کے نواسہ داماد ہیں، ان کی نواسی حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب کے عقد میں ہیں اور حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔

سلسلۂ قادریہ

رات مجھے وہاں رمضان المبارک میں وہ ہی وقت رات کو ایک دو بجے کا، مجھے حرم شریف میں ملے، کہنے لگے تراویح کے بعد حضرت درخواستی تمہیں یاد فرما رہے تھے۔ پھر اگلے دن میں تراویح کے بعد پہنچا۔ حضرت سے جا کر میں نے سلام کیا، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف، کل آپ نے یاد فرمایا تھا۔
فرمانے لگے کہ کل جب ہم صلوۃ وسلام کے لئے روضہ شریف پر حاضر ہوئے، وہاں سے ہمیں حکم ہوا کہ ہم آپ کو ہمارے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اجازت دیں۔ پھر اس کے بعد حضرت نے بیعت کی اجازت دی اور اس کے بعد معمولات قادریہ سلسلہ کے بتائے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا تھا اور یہ ایک عجیب وغریب روحانی سلسلہ ہے۔

سلسلۂ راشدیہ

اور میں اس اجازت سے پہلے ایک دفعہ حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کراچی میں تھا۔ ہم کتاب لکھ رہے تھے حضرت شیخ اور خلفاء، میری عادت ہے کہ رات کوئی خواب دیکھا تو صبح اٹھتے ہی طلبہ یا دفتر والوں کو میں بتا دیتا ہوں کہ آج یہ دیکھا۔

مولانا یوسف لدھیانوی صاحب سے میں نے کہا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہا جارہا ہے کہ راشدیہ سلسلہ کے یہ بزرگ آپ کو یاد فرمارہے ہیں۔تو حضرت سے میں نے پوچھا کہ یہ کون؟

میں نے تو نہ کہیں نام پڑھا، نہ کہیں ذہن میں کوئی کتاب، پیر راشدی فرمایا، پیر راشدی تمہیں یاد فرمارہے ہیں، کہ تمہارا حصہ وہاں مقدر ہے۔ یہ جملہ بھی فرمایا۔تو میں نے مولانا سے کہا تو کہنے لگے کہ اوہو! یہ تو بہت مبارک ہے، لیکن وہاں تک جانا آپ کے لئے مشکل ہے، آپ تو بہت نازک آدمی ہیں اور وہاں کا سفر بڑا دشوار ہے، کچا راستہ ہے اور کچے راستہ پر بھی کچھ حصہ تو شاید ایسا ہوگا کہ جہاں کار (car) بھی نہیں چل سکتی، یہاں سے، کراچی سے وہاں پہنچنے کے لئے پانچ چھ گھنٹے کا سفر ہے، آپ اس کے متحمل نہیں ہیں۔ خیر میں نے بھی اصرار نہیں کیا، میں نے سوچا کہ آج یہ خواب دیکھا ہے تو پھر کبھی زندگی میں ان شاء اللہ۔ ابھی کیا ضروری ہے۔

چونکہ یہ حضرات تو جفاکش تھے، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت کے دو سفر مثال کے طور پر اس میں دئے گئے ہیں، کہ ایک جگہ حضرت تشریف لے جارہے تھے تو وہاں پچاس کلومیٹر کا پیدل حضرت نے سفر فرمایا، پچاس کلومیٹر، اور ایک جگہ اس سے بھی زیادہ ہے غالباً ستر کلومیٹر۔

یہ اب کتنا مرتب ہے روحانیت کا عالم، کہ وہاں مجھ سے کہا گیا تھا کہ تمہارا حصہ یہاں ہے اور یہاں اور اچانک رمضان میں حضرت درخواستی کو وہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہو رہا ہے۔

جنتی زندگی

کل وہاں بخاری شریف میں کتاب الغسل چل رہا تھا، تو میں نے طلبہ سے کہا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ اٹھارہ بیس سال کا جو زمانہ گزرا، ایک ایک لمحہ وہ جنت جیسی ساعتیں ہوتی

تھیں، جنتی زندگی۔

میں نے ان سے کہا کہ ہر مجلس ایک سے ایک بڑھ کر ہوتی تھی، کیا ذکر کی مجلس، کیا توجہ کی مجلس، کیا حضرت کی درس کی مجلس، کیا حضرت کی مزاح کی مجلس، کیا عشاء کے بعد۔ بخاری شریف میں کہیں پہنچے، تو فرمایا یہاں ایک قصہ ہے، لیکن ابھی تو وقت ضائع ہوگا، مجھ سے فرماتے کہ عشاء کے بعد یاد دلانا مجلس میں، تو وہاں سنائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا **کَانَ خُلُقُهُ الْقُرآن**، اللہ اکبر! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میری زوجۂ مطہرہ جس عمر کی ہے، نو برس کی، تو اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ برتاؤ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصے بیان فرما رہے ہیں، ان سے قصے سن رہے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بھی اللہ تبارک وتعالی نے باوجودیکہ مواقع ان کے لئے اس کے بالکل ناپید تھے کہ جہاں سے یہ علم اور حکمت کی چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں، مگر روایت میں ہے کہ انہیں ہزاروں اشعار یاد تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائش فرماتے، فرماتے عائشہ اشعار سناؤ!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں کہ یا رسول اللہ! کونسے سناؤں؟ اس میں اقسام ہیں جو مفاخرت کے طور پر ایک قبائل دوسرے قبائل کے خلاف جو اشعار کہتے ہیں وہ سناؤں؟ یا ان کی قبائل کی آپس میں جنگیں ہوتی تھیں ان جنگوں کے متعلق جو اشعار ہیں وہ سناؤں؟ یا مراثی مرنے پر جو مرثئے کہے جاتے ہیں وہ سناؤں؟ یا افراد کے متعلق جو مدحیہ قصائد کہے جاتے ہیں وہ سناؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر فرماتے کہ اچھا فلاں قسم کے سناؤ۔ تو وہ اشعار پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا عرض کرتی تھیں۔

حدیث ام زرع

اسی طرح یہ جو گیارہ عورتیں والا قصہ ہے کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں اور انہوں نے تَعَاقَدْنَ کہ آپس میں عقد کیا کہ ہم اپنے شوہروں کے متعلق کوئی چیز چھپائیں گی نہیں اور صاف صاف ہر چیز بیان کریں گی۔ قَالَتِ الاُولی، قَالَتِ الثَّانِیة، قَالَتِ الثَّالِثَة، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سنا رہی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں۔

یہ نہیں فرما رہے ہیں کہ یہ کیا بکواس اور کیا یہ عورتیں کہہ رہی ہیں، عمر کا لحاظ فرما رہے ہیں کہ انہیں ایسی چیزوں کی ضرورت ہے۔ کھلونے سے بھی وہ کھیل رہی ہیں، تو گھوڑے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا، گھوڑے کے تو پر نہیں ہوتے۔ تو ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ دے رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آگے نکل گئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری مرتبہ آگے نکل گئے، ارشاد فرمایا یہ پہلے کا بدلہ ہو گیا۔

خرافہ کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ خرافہ کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری داستان اس کی بیان فرمائی۔ مولانا اسماعیل میرٹھی نے اپنی کتاب میں پورا قصہ لکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرافہ ایک آدمی کا نام اور وہ بیچارہ کہیں جنگل میں گیا تو جناتوں نے اس کو اٹھا لیا، جنات اس کو پکڑ کر لے گئے۔ تو دو جنات پکڑ کر لے گئے، اب اس کو پکڑے ہوئے ایک کہتا ہے کہ کیا کریں اس کو؟ اس کو ہم لے آئے ہیں، رو رہا ہے اس کو چھوڑ دو۔ دوسرا کہتا ہے کہ نہیں نہیں۔

اتنے میں کوئی آدمی پہنچا، دور سے اس نے دیکھا کہ جنگل میں کوئی تین آدمی کھڑے ہوئے

ہیں، وہ جنات بھی انسانی شکل میں ہوں گے،تو وہ پہنچا قریب اور کہنے لگا کہ کیا کر رہے ہیں یہاں اس جنگل میں؟ کہنے لگے کہ بھئی تم اپنا کام کرو،تو پھر کہنے لگے کہ نہیں یہ میری ایک داستان ہے، میں آپ کو سناتا ہوں اگر تمہیں وہ میری داستان اچھی لگے،تو مجھے بھی اپنی جماعت میں شامل کر دو۔

یہ کہہ کر اس نے کہا کہ ایک گھوڑے پر وہ سوار تھا اور دوسرے گھوڑے پر دوسرا ایک آدمی سوار تھا،تو جس پر وہ سوار تھا وہ فیمیل (female) تھی گھوڑی تھی، اور دوسرا آدمی جس پر سوار تھا وہ گھوڑا تھا۔تو وہ کہنے لگا کہ میری ایک سوتیلی ماں تھی اور ایک قصہ کی بنا پر اس کو میرے متعلق رنجش ہوگئی بہت زیادہ اور اس کا کسی کے ساتھ ناجائز تعلق تھا۔ مجھے پتہ لگا تو اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی۔ وہ کسی کے پاس گئی اور جادو اُس کھانے کی چیز پر کر کے لائی اور مجھے اس نے کھلانا چاہا۔تو پھر میں نے کھانے کے بجائے زبردستی باندھ کر کے ان دونوں کو وہ چیز کھلا دی۔

وہ آدمی کہتا ہے کہ جیسے ہی میں نے وہ چیز کھلا دی،تو تعجب کی بات یہ کہ وہ کھاتے ہی وہ تھی پہلے وہ انسان اور عورت اور اب کھا کر کے وہ بن گئی گھوڑی۔ اور یہ کہہ کر اس نے ایک چابک مارا اس گھوڑی کو اور اس سے پوچھا کہ کیوں یہ جو میں کہہ رہا ہوں صحیح ہے؟ تو اس گھوڑی نے سر ہلایا یس (yes) میں کہ ہاں۔ پھر اسی طرح کہتے ہیں کہ وہ اس کا جو آشنا تھا اس کو میں نے بقیہ حصہ کھلایا تو وہ بن گیا گھوڑا اس کو کھاتے ہی،تو دوسرا چابک وہ دوسرا آدمی جس پر سوار تھا اس کو مارا اس گھوڑے کو اور اس سے پوچھا کہ کیوں، یہ جو میں نے قصہ سنایا صحیح ہے؟ تو اس گھوڑے نے سر ہلایا کہ ہاں یہ صحیح ہے۔

وہ دونوں جنات تھے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں یہ اس شخص کی داستان تو بڑی عجیب ہے،اس کو بھی ہمیں شامل کر لینا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ یہ ایک آدمی ہے، ہم دونوں جن ہیں اور ہم اس کو پکڑ لائے،ہم سوچ رہے ہیں کہ ہم اس کا کیا کریں؟

اتنے میں ایک اور آدمی دور سے دیکھ رہا ہے کہ کوئی چار پانچ آدمی کھڑے ہوئے ہیں تو وہ

آدمی بھا گا ہوا آیا بھائی تم کیا کر رہے ہو یہاں؟ تو کہنے لگے بھائی تم جاؤ، کام کرو اپنا، ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔ کہنے لگے نہیں میرے پاس ایک بڑی عجیب داستان ہے تم پہلے اس کو سنو۔ تو اس نے سنانی شروع کی۔

اس نے کہا کہ میرا یہ قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں گھر والوں سے ناراض ہوگیا، میں گھر سے بھاگ نکلا۔ سوچا کہ کہیں بھاگ کر چلا جاؤں، تو وہاں ریگستان، پانی کا کہیں نام ونشان نہیں۔ کہنے لگا کہ مجھے پیاس لگی زبردست اور میں پانی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں۔ اتنے میں ایک تالاب پر پہنچا تو میں نے غنیمت جانا کہ او ہو تالاب پر آ گیا۔

میں لپکا، جلدی سے میں نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا، پانی دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر کے جیسے ہی پینا چاہا، تو خوفناک آواز شروع ہوگئ 'خبردار جو پانی پیا!' کہتا ہے کہ وہ ایسی خوفناک تھی وہ پانی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا، لیکن مجھے پیاس تھی بہت زیادہ، تھوڑی دیر کے بعد پھر میں نے پانی پینے کی کوشش کی، تو پھر وہ آواز آرہی ہے، لیکن وہ پیاس اس قدر تھی کہ میں نے سوچا کہ اب میں اس خوفناک آواز سے ڈر کر پانی پینا چھوڑ دوں تو میں مرجاؤں گا، اور یہ آواز آرہی ہے کہ خبردار! جو پانی پیا تو! یہ بھی دھمکی ہے۔ تو یقینی موت سے یہ موہوم موت کو اختیار کرنا بہتر ہے، یہ تو صرف دھمکی ہے۔

کہتے ہیں میں نے پانی پی لیا، جیسے ہی میں نے پانی پیا، تو کہتے ہیں کہ عجیب بات یہ کہ جیسے ہی پانی میں نے پیا، تو میں تو تھا مرد پانی پینے سے پہلے۔ جیسے پانی پیا، تو میں اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ میں تو عورت بن گیا۔ اب مجھے بڑی شرم آئی کہ میں کہاں جاؤں؟ تو میں دور دراز ایک علاقہ میں نکل گیا، وہاں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے میری وہاں ایک مرد سے شادی کرادی۔ وہاں تین بچے ہوئے پھر وہاں کسی وجہ سے میں نہیں رہ سکی، تو وہاں سے بھاگ کر سوچا کہ مشکل زندگی، یہاں ان کے ساتھ کیسے میں زندگی گزاروں، بہت مشکل ہے تو مجھے وطن واپس لوٹنا تھا۔

میں نے سوچا کہ اپنے قبیلہ میں واپس چلی جاؤں، تو اس ارادہ سے وہاں نکلی تو راستہ وہی تھا،

وہی تالاب راستہ میں آیا، پانی پینے کے لئے میں اتری، تو پھر وہ آواز شروع ہوئی پہلے کی طرح سے۔ میں نے ایک دو مرتبہ تو پانی پھینک دیا، پھر میں نے وہ پانی پی لیا۔ جیسے ہی میں نے پانی پیا تو عجیب یہ کہ میں پہلے عورت تھی پانی پینے سے پہلے اور اب میں بن گئی پھر مرد۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں اب اپنے قبیلہ میں واپس جا سکتا ہوں۔ قبیلہ میں پہنچا تو وہاں میری شادی ہوئی اور مجھے تین بچے ہوئے۔

اب میرا قصہ کتنا عجیب ہے کہ میں تین بچوں کی ماں بھی اور میں تین بچوں کا باپ بھی۔ وہ جنات دونوں کہنے لگے، واقعی تمہاری داستان تو بڑی عجیب ہے۔ اچھا پھر تمہیں بھی ہماری جماعت میں شامل کر لیتے ہیں۔ ایسی داستانیں بچوں کے دل بہلانے کے لئے ہوتی ہیں، تو وہاں عرب میں یہ داستان چلتی تھی۔

خرافہ کون ہے، اس کے متعلق تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **کَانَ رَجُلاً صالِحًا اَسَرَتْهُ الْجِنُّ** کہ جنات اس کو اٹھا کر پکڑ کر لے گئے تھے، خرافہ نے جو وہاں کے حالات جناتوں کے ملک کے اور جناتوں کے ساتھ کے دیکھے، اس کو آکر جو لوگوں کے سامنے بیان کیا، اس کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ خرافات بکتا ہے یہ تو خرافات کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان فرمائیں۔

جو ان کے یہاں عرب روایات کے متعلق، قبائلی روایات کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشعار یاد تھے، قصے یاد تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ سے سنتے تھے، جب وہ بیان فرماتی تھیں۔ تو یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر کا لحاظ فرماتے ہوئے کس طرح گزارہ فرما رہے ہیں۔

جنت والا لطف

میں یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق کہہ رہا تھا کہ کتاب الغسل آیا تو اس میں حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات کے ساتھ میں نے ان کو بتایا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہر لمحہ ایک جنت والا لطف میسر تھا ہمیں اور جس طرح جیسے وہاں آتا ہے **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ**، اس طرح ہمیں حضرت کی موجودگی میں کسی چیز کا نہ خوف، نہ ڈر، نہ غم، نہ فکر، نہ سوچ، کچھ بھی نہیں، ہر وقت مگن اور مست حضرت کے ساتھ، تو میں نے ان سے کہا کہ کچھ مجلسیں ہماری ایسی ہوتی تھیں کہ جس میں بہت لطف آتا تھا۔

ہم منتظر رہتے تھے کہ جمعہ کب آئے اور حضرت کو ہم غسل کرائیں، یہ جو حضرت کو ہم غسل کراتے تھے، یہ مجلس بڑی زبردست ہوتی تھی بہت شاندار، کہ ایک چبوترہ نہ چیر (chair)، نہ کوئی کرسی، وہاں تو تکلف کا نام ونشان نہیں تھا، وہ چبوترہ حضرت کا تھا، اسی چبوترے پر حضرت کو ہم بٹھا دیتے تھے، اور ایک آدمی حضرت کے رائٹ (right) میں، ایک لیفٹ (left) میں، ایک حضرت کے سر پر اور ایک پیر پر، چار آدمی متعین اور وہ پانچواں آدمی پانی ڈالے گا، جس کو رایٹ والے، لیفت والے کو پانی کی ضرورت ہوئی کہ ادھر ڈالو تو وہاں ڈالے گا، سر پر تو ادھر ڈالے گا، پیر پر تو ادھر ڈالے گا۔

میں نے طلبہ سے کہا کہ وہ حضرت کا جسم ایسا تھا جیسے کہ ہمارے ابھی بیبی (baby) کا ایک سال کی بیبی، تو اس کا جیسا جسم بالکل نرم نازک اور ملائم، جس طرح ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کریم (cream) لگی ہوئی ہے، بوڈی (body) پر پانی سرک جاتا ہے، تو ایسی چمڑی اور ایسا جسم حضرت کا (ninety years) کی عمر تک ایسا ہی تھا، اور ہم کھیلتے رہتے تھے جب نہلاتے تھے۔ حضرت فرماتے ارے تم تو کھیل میں لگے ہیں، اب جلدی کرو جلدی، وقت کم ہے۔

اسی طرح حضرت کو ہم وہاں مدینہ طیبہ میں، وہاں کی آب وہوا تھوڑی خشک ہے مدینہ طیبہ کی، انگوروں کے لئے اور وہاں کے کھجوروں کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور ہم حضرت کے تلوے پر مکھن لگایا کرتے تھے نیند کی کمی کی وجہ سے، ہاتھ پھیر رہے ہیں، مکھن لگا رہے ہیں، لگا رہے ہیں،

حضرت تو لیٹے ہوئے ہیں، تو ہاتھ پھیرتے پھیرتے کبھی ہونٹ بھی پہنچ جاتا۔

دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ

حضرت ہمیں اتنے اچھے لگتے تھے جیسے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد حضرت امام مسلم کو اتنے اچھے لگے کہ جس طرح عام مصافحہ کرتے ہیں تو ہاتھ چومتے ہیں، سر چومتے ہیں، تو ہاتھ بھی چومے ہوں گے اور سر انہوں نے پہلے چوما، اس کے بعد امام مسلم کہنے لگے دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ، کہ اے مسلمانوں کے امام! آپ اس کی اجازت دو گے کہ ذرا آپ کے پیر چوم لے۔

ہماری والدہ صاحبہ کے ساتھ یہی ہماری لڑائی رہتی تھی۔ جاتے ہی ماں سے مصافحہ کر کے ہاتھ چوم رہے ہیں، ماتھا چوم رہے ہیں، پیر چوم رہا ہوں، تو ماں تو بیچاری کچھ کر نہیں پاتی تھیں، صرف شکوہ کرتی تھی کہ (بو تھیگیو، بس، لاؤ تر وہاتھ لاؤ، منے بی بجو دیوادے)

اسی طرح امام مسلم درخواست کرتے ہیں اپنے استاذ کو دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ،

اسی طرح امام ابو داؤد سبق پڑھا رہے ہیں، تو شاگرد کو اتنے اچھے لگے، تو فرمایا کہ حضرت ایک چیز کی اجازت چاہتا ہوں کہ یہ جس زبانِ مبارک سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اتنا ہم نے سنا، اتنا سنا، تو مجھے اجازت دیں گے آپ کہ میں چوم لوں؟ تو حضرت امام ابو داؤد نے انہیں اس کی اجازت دی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں مولانا فیض الحسن کشمیری دار العلوم دیوبند کے حدیث کے استاذ تھے، دورہ کے استاذ تھے۔ یہ قصہ چھپا ہوا ہے حضرت شیخ اور خلفاء میں جہاں اس میں انہوں نے اپنے حالات اس میں لکھے ہیں، تو اس میں انہوں نے لکھا کہ فلاں حاضری پر میں نے یہ یہ سوالات کئے اور یہ یہ گفتگو کی جو میں یہاں قلم بند کر رہا ہوں۔ حضرت سے میں نے درخواست کی کہ حضرت، مجھے اگر آپ زبان چومنے کی اجازت دیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اس درجہ

کی محبت۔

میں نے طلبہ سے کہا کہ نہلاتے ہوئے بھی ہم کھیلتے تھے، اسی طرح وہ مکھن پیروں پر مل رہے ہیں، حضرت فرمارہے تھے، بس جلدی کرو، ختم کرو یہ سلسلہ۔

اللہ تبارک وتعالی نے کیا ان حضرات کو مقام عطا فرمایا تھا، تو حضرت درخواستی کے حالات بیان کرتے ہوئے میں اپنی ڈگر سے اِدھر اُدھر ہوگیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کتنا پیار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیار کی کتنی قدر۔

الحدیث المسلسل بالأ ولیۃ اور ختمِ مسلسلات

اچھا ابھی یہ وقت ختم ہورہا ہے، پانچ منٹ ہیں، ابھی یہ میں پہلی حدیث پڑھ دوں، سبق چھوڑ دیتے ہیں۔ پہلے میں حدیثِ مسلسل بالأ ولیۃ پڑھ دیتا ہوں تا کہ جو پہلی دفعہ مجھ سے حدیث سن رہی ہیں، ان کا تسلسل بالأ ولیۃ باقی رہے۔

یہ متمنی رہتے تھے ہندوستان بھر کے علماء کہ کب تاریخ متعین ہوتی ہے ختمِ مسلسلات کی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں تاریخ متعین ہوکر جب اعلان ہوتا تھا، تو ہندوستان بھر سے بڑے بڑے علماء، محدثین اس میں شرکت کے لئے آتے تھے، مسلسلات، جو پہلے اجازت لے چکے وہ بھی اور نئے بھی، تو ہر سال یہ شعبان میں ختمِ مسلسلات۔ کسی دن فجر کی نماز کے بعد چائے کے بعد سے مجلس شروع ہوتی اور دوپہر کھانے تک میں کتاب ختم ہوجاتی۔

اس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسلسلات میں وہ حدیثیں جمع کی ہیں جس میں تسلسل ہے۔ مدنیین کا کسی سند میں تسلسل، کسی میں مکیین کا تسلسل ہے، کسی میں قراءۃ صف میں مُتِمُّ نُوْرِهِ، مُتِمٌّ نُوْرَهُ اور مُتِمُّ نُوْرِهِ کی قراءۃ کی وجہ سے اس کا تسلسل، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک جن کا نام صرف محمد ہے ان کا تسلسل کہ سند میں سارے ہی محمد، ایک سند میں سارے ہی احمد، ان کا تسلسل، ایک سند میں سب قراء، ایک سند میں سب

فقہاء، صحابۂ کرام سے کراب تک فقیہ سارے کے سارے ان کا تسلسل۔

یہ جو میں سناؤں گا یہ الحدیث المسلسل بالأولیۃ ہے کہ سب سے پہلے شاگرد نے اپنے استاذ سے، صحابی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث سب سے پہلے سنی۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو ہزاروں احادیث میں نے سنیں تو سب سے پہلی حدیث جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی وہ الحدیث المسلسل بالأولیۃ ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں انقطاع بھی بیان کیا جاتا ہے، مگر شاہ صاحب کے نزدیک انقطاع نہیں، مسلسل ہوگی۔ یہ حدیث الرحمۃ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تبارَکَ وَ تَعَالَى، اِرْحَمُوْا مَنْ فِى الْأَرْضِ يَرْحَمكُمْ مَنْ فِى السَّمَاءِ. وَفِى رِوَايَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

اللہ تبارک وتعالی رحم کو عام فرمائے، دنیا بھر میں ہر جگہ انسانیت پریشان، سب سے زیادہ اسلامی ملکوں میں انسانیت پریشان اور انسانیت کی توہین تذلیل جس درجہ تک کر سکتے ہیں اس میں دریغ نہیں کیا جاتا ہے اِنَّــا لِـلّٰهِ اللہ تبارک وتعالی رحمتِ خاصہ نازل فرمائے کہ تمام مظالم دور ہوں، اب میں پہلی حدیث پڑھتا ہوں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

بَابُ كَيفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْکَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَ النَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَان قَال حَدَّثَنَا يَحْيٰ بْنُ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ اَخبَرَنِى مُحَمَّد بْنُ اِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّيْثِى يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْمِنبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ اِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

وہاں میں نے پریسٹن میں بسم اللہ کرائی، تو وہاں میں نے بتایا تھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث حدیثِ نیت بیان فرمائی، تو حدیثِ نیت لائے مگر یہ حمیدی کی سند سے لائے کہ یہ استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ پسند ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **حَدَّثَنَا الحُمَيْدِيُّ** یہاں بیان فرمایا۔ حمیدی تو وہ ہیں کہ سب سے زیادہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر نقد وتنقید یہ کیا کرتے تھے، اتنا بڑا ایک امام گزرا ہے، تو ان کے متعلق حمیدی اپنی زبان کیوں کھولتے تھے؟

لیکن کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ہے، ایسا ہوا ہے، اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسا امام، قریشی امام، سید امام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے امام شافعی، تو ان کے متعلق عجلی زبان کھولتے تھے، تو ہم نہیں کہتے، یہ خود آج کل کے سلفیوں کے سب سے بڑے امام ابن تیمیہ ان کے شاگرد ابن قیم۔ ابن قیم لکھتے ہیں، اور کہاں لکھتے ہیں ابن قیم؟

ابن قیم نے ابوداؤد کی وجہ تألیف بیان فرمائی کہ امام ابوداؤد نے ابوداؤد کیوں لکھی؟ تو فرماتے ہیں اس لئے لکھی کہ انہوں نے یہ دیکھا کہ ان ائمہ سے لوگوں کو دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، تو مثال کے طور پر یہی کہا کہ جیسے حمیدی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے خلاف کلمات کہتے تھے، عجلی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف کہتے تھے، تو یہ سن کر، یہ پڑھ کر امام ابوداؤد کو یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان ائمہ کے جو دلائل ہیں وہ ایک جگہ میں کتاب میں جمع کروں۔ تو امام ابوداؤد نے اپنی کتاب لکھی ائمہ اربعہ کی نصرت کے خاطر، ائمہ اربعہ کی نصرت کی نیت سے انہوں نے ابوداؤد تألیف فرمائی۔ اللہ پاک اس کو قبول فرمائے، درود شریف پڑھ لیں پھر دعا کر لیتے ہیں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ.

اَلْحمدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، پڑھنے پڑھانے والوں میں برکت عطا فرمائے، امتِ مسلمہ اور اسلام کی طرف سے انہیں بے حد جزائے خیر دے۔

یہ ننھی ننھی چھوٹی سی جانیں قرآنِ پاک کی محبت حق تعالی شانہ کس طرح ان کے دل میں ڈالتے ہیں کہ ان کے لئے اس میں لگ جانا اور لگے رہنا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا، یہ بظاہر عقل میں تو نہیں آتا۔ اتنی ضخیم کتاب، ایک چھوٹی سی جان محنت کر کے، اس کے ایک کلمہ کا معنی وہ نہیں جانتی، اس کی زبان اپنی اردو ہے، پنجابی ہے، پشتو ہے مگر یہ عربی زبان کا قرآن اس کی تھوڑی سی توجہ اور محنت پر حق تعالی شانہ ٹیپ کی طرح سے اس کے سینے میں اتارتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ تو صرف اور صرف قرآن کریم کا معجزہ ہے، ہر زمانہ میں، ہر وقت اس کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا حفظ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کا جب وصال ہوا، تو جمعیۃ کی طرف سے ایک شیخ الاسلام نمبر شائع کیا گیا تھا۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کے متعلق ایک واقعہ تحریر تھا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ حجاز کے سفر پر ہیں۔

اس زمانہ میں ہمارے یہاں ہند و پاک سے شعبان میں بحری جہاز چلا کرتے تھے، تو شعبان کے اخیر میں جہاز چلا، جہاز میں چاند نظر آیا، یکم رمضان متعین ہوئی۔ جب پہلی تراویح کے لئے اعلان کیا گیا کہ جو حفاظ مسافروں میں ہوں وہ سامنے آئے۔ مسافرین میں کوئی حافظ نہیں تھا جو تراویح پڑھا سکے، تو لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ روز روزے کے ساتھ دن میں ایک پارہ یاد فرماتے اور رات کو سناتے۔ لکھا ہے کہ حضرت نے ایک ماہ میں قرآنِ کریم حفظ کیا۔

مولانا محمد یوسف سامرودی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے محمد بھائی کلیکٹر سامرود اور سامرود میں ایک علمی خاندان رہا ہے، ان سے وہ واقف ہیں۔ اس خاندان کے ایک فرد تھے حضرت مولانا محمد یوسف سامرودی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ مسلکاً اہلِ حدیث تھے اور میری پیدائش سے بھی پانچ برس قبل ان کا انتقال ہوا ہے۔

ان کے حالات میں ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا، تو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے تعزیتی مضمون کسی رسالہ میں لکھا تھا، جس میں ان کے علمی کمالات کا ذکر کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کو ایسا حافظہ عطا فرمایا تھا جس سے متقدمین اور سلف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے واقعات سن کر لوگ افسانہ سمجھتے ہوں گے، تو حضرت نے لکھا ہے کہ بطورِ دلیل اور حجت کے اللہ تبارک وتعالی نے انہیں، مولانا محمد سامرودی کو اس زمانہ میں پیدا کیا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ان کا بھی حافظہ ایسا کہ جو چیز ایک دفعہ دیکھ لی دماغ میں محفوظ ہوگئی اور اسی بنا پر حق تعالیٰ شانہ نے علمی طور پر انہیں بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔ لکھ رہے ہیں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ، کوئی چھوٹا موٹا آدمی نہیں، وہ لکھتے ہیں کہ کئی ایک علوم میں وہ امام تھے اور پھر وہ علوم گنوائے کہ لغت میں، ادب میں۔

اب ہندوستان میں رہنے والا انسان، ہندوستان میں پیدا ہوا، سامرود میں ان کی ولادت اور ابتدائی تعلیم سورت میں پائی، پھر دہلی منتقل ہوئے وہاں تکمیل کی، پھر لکھنؤ گئے، حیدرآباد گئے، کہیں عرب کا سفر نہیں تعلیم کے دوران، مگر لکھا ہے کہ عربی زبان پر اتنا عبور تھا کہ لغت اور ادب کے وہ امام تھے، اور ان کی کتابیں سب عربی انہوں نے گنوائی ہیں، بڑی عظیم الشان کتابیں۔

پھر آگے لکھا ہے کہ وہ تاریخ میں اور انساب میں بھی امام تھے، اور فنِ حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ فنِ حدیث میں جو اسماءِ رجال کا فن ہے جس میں رجالِ حدیث کی توثیق اور تجریح کی جاتی ہے تو اس کے وہ امام تھے، حالانکہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں اور حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کے عظیم خلفاء میں سے ہیں، مگر وہ ایک حقیقت تھی کہ اگرچہ وہ مسلکاً اہلِ حدیث تھے، مگر انہوں نے ان کی بڑی تاریخ لکھی ہے۔

اسی ذیل میں انہوں نے لکھا کہ ان کے حافظہ کا عالم یہ تھا کہ جب بڑی عمر میں انہوں نے سوچا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر طرح کے کمالات عطا فرمائے اور ہر طرح کے علوم سے مجھے نوازا ہے مگر ایک حفظ کی دولت، اس سے میں محروم ہوں۔ تو لکھا ہے ان کے حالات میں کہ انہوں نے حفظ کے لئے کوشش شروع کی، تو بڑی عمر میں صرف تین ماہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت انہیں عطا فرمائی، تین ماہ میں وہ حافظ ہوگئے۔

اگرچہ یہ جو خاندان رہا، ان کا مولانا محمد سامرودی کا، وہ اپنے طور پر بڑے خلیق اور ائمہ اربعہ کا احترام تعظیم ان کے دل میں، مگر ان کے پیچھے والوں میں، بعد والوں میں ایسے حضرات نہیں تھے۔ مجھے یاد ہے کہ شب براءت گزرتی اور گجراتی میں اور اردو میں لیفلٹ (leaflet) شروع

ہو جاتے سامرود سے، اور چیلنج ہوا کرتا تھا حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ایسے حضرات کے نام کہ آؤ مناظرہ کرلو، کہ تراویح آٹھ رکعت ہے یا بیس رکعت ہے۔ ان کا مزاج جدا تھا۔ ہمارے بزرگ بھی ان چیزوں کو صرف (ignore) کرتے تھے۔

دو ہاتھ سے مصافحہ

میں عربی کی ابتدائی درجات میں تھا راندیر میں، وہاں مغرب سے لے کر عشاء تک مطالعہ کا وقت ہوا کرتا تھا۔ ابھی بھی وہی ٹائم ٹیبل (timetable) ہے، طلبہ میں شور شروع ہوا، کہ کوئی غیر مقلد آ گیا، کوئی سلفی آ گیا۔

وہاں جہاں مین گیٹ (main gate) تھا وہاں داخل ہوتے ہی طلبہ نے دیکھا کہ کوئی نو وارد مہمان ہے، انہوں نے السلام علیکم، دو ہاتھ سے ویلکم (welcome) کیا، اور استقبال کے لئے ہاتھ بڑھایا، آنے والا مہمان جھڑک کر کہتا ہے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ بدعت ہے۔ طلبہ جو میزبان ہیں، مقیم ہیں، وہ تو ان کا ویلکم کر رہے تھے، استقبال، اچھی طرح انہیں بلا رہے تھے، مگر انہوں نے یہاں ابھی جوتے نکالے نہیں اور مناظرہ شروع کر دیا۔ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ بدعت ہے۔

اب طلبہ اور وہ بھی اپنے مرکز میں، انہوں نے شور مچایا کہ غیر مقلد آ گیا، غیر مقلد آ گیا۔ جو منتہی طلبہ مشکوۃ اور دورہ کے تھے، انہوں نے سوچا کہ بیچارے، ہم میزبان ہیں، یہ ایک نو وارد مہمان ہیں، غریب کہیں پھنس گیا ہے۔ انہوں نے ان کو بچانے کے خاطر اچھی طرح سلام مصافحہ کر کے ان کو الگ لے جا کر پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ خیر تو ہے؟ آپ تو نئی جگہ، آپ شاید پہلی دفعہ یہاں تشریف لائے ہوں گے۔ پتہ چلا کہ وہ لکھنؤ سے سامرود کچھ کتابیں پڑھنے کے لئے چند ماہ کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

یہ جن کا میں نے قصہ سنایا حضرت مولانا محمد سامرودی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خاندان میں جو

افراد ہوں گے ان کی وجہ سے، حضرت مولانا محمد سامرودی کی وجہ سے اس خاندان کا ساری دنیا میں ایک نام تھا، وہاں سامرود چند ہفتہ رہ کر کے پھر ان کو شوق ہوا چیلنج کا، جامعہ حسینیہ راندیر پہنچ گئے چیلنج کرنے کے لئے ،اب جو دورہ کے طلبہ تھے ان کے ساتھ بحث شروع ہوئی۔

اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ

ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب وہ دورہ میں تھے، انہوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک تو صرف حدیث حجت ہے اور صرف آپ حدیث پر عمل کرتے ہیں، نہ ائمہ کو مانتے ہیں، نہ ائمہ کے فتاوی کو مانتے ہیں، ہم آپ کے سامنے حدیث کو پیش کرتے ہیں، **اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ** کہ پانی ہر حال میں پاک رہتا ہے، **لا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ**، کوئی چیز اس کو ناپاک کر ہی نہیں سکتی، اور انہوں نے کہا کہ یہ بہت عام حدیث بھی ہم نے آپ کو سنادی اور آگے ایک اور حدیث جس میں تھوڑی سی قید ہے وہ بھی سنا دیتے ہیں **مَا لَمْ یَتَغَیَّر طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ اَوْ رِیْحُهُ**، کہ جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے، تو یہ حدیث تو آپ نے پڑھی ہوگی۔

کہنے لگے جی ہاں۔ کہا اچھا۔ کسی طالبِ علم کو کہتے ہیں اچھا بھائی ان کے نزدیک پانی ہر حال میں پاک رہتا ہے، جب تک اس کا رنگ بو مزہ نہ بدلے وہاں تک پانی پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ پھر کہلوایا کہ بالکل ایسا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسا ہی ہے۔ کہا کہ ایک گلاس پانی کا لے آؤ، ایک قطرہ پیشاب کا اس میں ڈال دو، یہ پی لیں گے ابھی، کیوں؟ ان کے نزدیک تو پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی، ایک قطرہ پیشاب تو کیا ناپاک کرے گا پانی کو؟ اور رنگ بو مزہ نہ بدلے وہاں تک پانی ناپاک نہیں ہوتا، تو ایک قطرہ سے تو نہ رنگ بدلا ہے پانی کا، نہ مزہ بدلا ہے نہ بو بدلی ہے۔

اس طرح طلبہ ان کے ساتھ الجھتے رہے۔ پھر ان کو اچھی طرح ٹھہرایا، کھلایا، پلایا، رات کو رکھا، پھر دن کو حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سبق میں لے کر گئے۔

حضرت تو بڑے حلیم تھے۔

اس کے بعد جب ترمذی کا گھنٹہ ہوا تو حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سواتی تھے۔کئی ایک کتابیں ہم نے ان سے پڑھیں، منطق، فلسفہ ادب سارا انہی سے پڑھا میں نے، بہت بڑے امام تھے، وہ ان تمام علوم کے بڑے ماہر، اور طالبِ علمی کے زمانہ میں یہ منطق اور فلسفہ کے اتنے ماہر ہو چکے تھے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ بندہ نے طالبِ علمی کے زمانہ میں صدرا، شمس بازغۃ، اور فلاں فلاں کتابوں پر حواشی لکھیں اور پیشاور سے لے کر پنجاب تک کے علماء پر رد کیا، اور آج تک ان اعتراضات کا کوئی عالم جواب نہیں دے سکا، بہت بڑے ماہر تھے۔

ان کے درس میں جب طلبہ لے گئے، تو حضرت نے نہایت جوش میں زبردست ایک بیان شروع فرمایا۔ ابن جوزی نے اگر امام ابوحنیفہ پر یہ یہ اعتراضات کئے جس طرح کہ آج کل وہ ابو اسامہ کے اعتراضات مشہور ہیں، فرمایا کہ خود انہی کے خاندان میں سے، انہی کی اولاد اور نسل میں سے سبط ابن جوزی نے یہ قرض چکا دیا ہے اور انہوں نے فلاں جگہ یہ لکھا۔

اللہ تبارک وتعالی ان جھگڑوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے، ہمیں اہلِ سنت والجماعۃ کے مسلک پر قائم رکھے، ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے اور یہ تمام ہمارے مدارس یہ اسلام اور حق کی حفاظت کے قلعے ہیں، ان کے ذریعہ اسلام کی حفاظت ہوتی ہے اور انہی کے ذریعہ حق کی حفاظت ہوتی ہے۔

ایک ماہ میں حفظ

جس طرح یہ مولانا محمد سامرودی انہوں نے بڑی عمر میں تین ماہ میں حفظ مکمل کرلیا، اسی طرح ایک اور مولانا محمد پانڈور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک ماہ میں حفظ کیا، حضرت مولانا اسماعیل واڈی والا بلیکبرن دام ظلہم نے بتایا کہ وہ ہمارے ساتھی تھے۔انہوں نے صرف ایک ماہ میں قرآنِ کریم حفظ ختم کیا۔اب یہ انسانی قدرت اور طاقت کے باہر کی چیز ہے، ایک ماہ میں قرآنِ کریم جیسی

ضخیم کتاب کو حفظ کر لینا، اور وہ بھی بڑی عمر میں مولانا محمد سامرودی نے حفظ کیا، بڑی عمر میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے روز ایک ایک پارہ تراویح میں سنا کر حفظ ختم کیا۔

معجزۂ حفظ قرآن

حفظ صرف قرآنِ کریم کا معجزہ ہے اور یہ جتنا آپ پڑھتے چلے جائیں گے، اترتا چلا جائے گا۔ اس کے پڑھنے کا، تلاوت کا ہمیں حکم دیا گیا۔ اصل قرآنِ کریم کی تلاوت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، کہ سب سے پہلا کلمہ اِقْرَأْ، اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، کائنات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی امی نہیں۔ امیِ محض، قرآنِ کریم نے النبی الامی کا خطاب دیا، مگر جیسے ہی فرشتہ لے کر آتا ہے، اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، فرشتہ پڑھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں حق تعالیٰ شانہ اس کو محفوظ فرما دیتے ہیں اور آپ کی زبان سے اس کو جاری فرما دیتے ہیں، جیسے یہ معجزہ کہ ایک امی کی زبان سے اتنا فصیح اور بلیغ کلام کا ادا ہونا، اسی طرح یہ تمام، روز روئے زمین پر کہیں نہ کہیں کوئی حافظ ہوتا رہے گا اور یہ معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کا ظاہر ہوتا رہے گا۔

فصیح و بلیغ قرآن!

اور کیسا فصیح اور بلیغ اور کیسا منظّم قرآن کہ جو اس کی آیات ہیں، کلمات ہیں، چونکہ حق تعالیٰ شانہ کا کلام ہے اور بطورِ اعجاز کے، چیلنج کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا، اس لئے ہر چیز میں چیلنج۔

پہلے تو فرمایا کہ اس جیسی کوئی کتاب لے آؤ۔ پھر فرمایا کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ، کوئی چھوٹی سی سورت اس جیسی بنا لو۔ پھر اخیر میں چیلنج کہ اس جیسی کتاب نہیں لا سکتے، سورت نہیں لا سکتے تو اس جیسی کوئی ایک آیت لے آؤ۔ ایک آیت بھی نہیں لا سکے۔

اور بطورِ اعجاز کے جو کتاب دی گئی کتنی معجز! کتنی معجز! اور کتنی مرتب، منظّم کہ اس میں ایک طرف

جہاں نعمتیں آخرت کی ذکر کی گئی ہیں، اس میں آخرت کی نعمتوں کا ذکر ہے، وعدہ کی آیات ہیں، تو وہ بھی وعدہ کی آیات بھی کتنی؟ ایک ہزار اور وعدہ کی آیات کے مقابلہ میں وعید ہے جس میں جہنم سے ڈرایا گیا، آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا وہ آیات بھی کتنی؟ ایک ہزار۔

جتنے قرآنِ کریم نے ہمیں حکم دئے کہ یوں کرو، یوں نہ کرو، تو جو اوامر ہیں وہ بھی ایک ہزار اور جو نواہی ہیں کہ یوں مت کرو وہ بھی ایک ہزار۔

اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قصے اس میں ذکر کئے گئے اور پچھلی قوموں کے اس میں ذکر کئے گئے، تو جو قصص ہیں وہ بھی ایک ہزار، جو خبریں ہیں وہ بھی ایک ہزار۔ کتنا مرتب قرآن!

کتنا مرتب قرآن! اور ہم سے کہا گیا کہ یہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں، یہ حرام ہیں، تو لکھا ہے کہ جیسے حلت کی آیات ہیں کہ یہ چیزیں حلال ہیں وہ دوسو پچاس، اور اس کے مقابل جو تحریم کی آیات ہیں کہ یہ چیزیں حرام ہیں وہ بھی دوسو پچاس۔ اسی لئے تو حق تعالی شانہ نے پہلے دن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے چیلنج کروایا کفارِ مکہ کو اور قرآنِ کریم کا ایک ایک کلمہ سچا، اس کی ایک ایک خبر سچی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس قرآن کریم کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالی ہمیں اس پر عمل کی توفیق دے۔

نور و ہدایت کی آمد

کافی عرصہ سے آنے جانے کا سلسلہ کم کر رکھا تھا، یہ تو ہمارے مولانا احمد علی صاحب کی محبت ہے، آپ حضرات کی شفقت ہے کہ مجھے آنا پڑا، ورنہ یہاں میں مولانا عبد الواحد صاحب کے یہاں شاید آخری مرتبہ دو سال ہو گئے ہوں گے اس وقت آیا تھا۔

میں نے آخری بیان وہاں دار العلوم میں عید کی نماز سے پہلے کیا تھا، وہاں میں نے سورہ والضحی پڑھی تھی اور میں نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ آج **اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ** یہ تکبیر کا دن ہے، آج تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ

تکبیر پھر میں نے ان کو بتایا کہ سورۂ والضحی کے ختم پر آپ نے قراء سے سنا ہوگا قراءۃ پڑھتے ہوئے تو وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ، ختم کر کے تکبیر شروع کرتے ہیں اللّٰہُ اَکۡبَرُ، اللّٰہُ اَکۡبَرُ، لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکۡبَرُ وہاں عرض کیا تھا کہ دیکھئے، یہ سورۂ والضحی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو دنیا میں، کائنات میں جو روشنی پھیلی، تو اس ضحیٰ اور اس روشنی اور اس نور کی خبر پر یہ تکبیر پڑھی جاتی ہے، کہ کائنات تاریک تھی، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے نور سے جگمگا گئی اور پھر وہاں میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ یہ خوشی کے موقع پر نعرہ بلند کیا جاتا ہے اللہ اکبر!

نعرۂ تکبیر

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مقابلہ کے موقع پر بھی تلقین فرمائی نعرہ کی، کہ جنگِ احد میں پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور بعد میں عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی سی جماعت، ان کے ساتھیوں کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے جو فتح ہو چکی تھی وہ شکست میں تبدیل ہو گئی۔ تو کفار اپنی فتح پر خوشی مناتے ہوئے جا رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں اُعۡلُ ھُبُل، کہ آج ہمارا بت ہبل، یہ بلند رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ نعرہ سنا تو صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ یہ نعرہ لگا رہے ہیں، تم نعرہ کا جواب نعرہ سے کیوں نہیں دیتے ہیں؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم کیا نعرہ لگائیں؟ وہ نعرہ لگا رہے تھے کہ اُعۡلُ ھُبُل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعرہ بھی لامیّہ، جس طرح قصیدۂ لامیہ، رائیہ، کہ جس کے اخیر میں جو حرف ہوتا ہے اس کی طرف وہ قصیدہ، وہ شعر منسوب کیا جاتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جس طرح اُعۡلُ ھُبُل کہہ رہے ہیں، تم کہو اللّٰہُ اَعۡلٰی وَ اَجَلُّ. اسی وزن اور قافیہ پر ان کو جواب دو، وہاں جنگِ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نعرہ دیا تھا۔

ولادت پر تکبیر

اس سے پہلے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں، قیام فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مہاجرین کی ایک بڑی جماعت ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی، کئی ایک حضرات اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہیں، مگر کئی ماہ گزر گئے کہ کسی کے یہاں اولاد نہیں ہورہی ہے، کچھ اندر اندر مسلمان بھی پریشان ہوں گے۔ جب پریشانی کا دشمنوں کو علم ہوا، یہودیوں کی طرف سے مشہور کیا گیا کہ ان مہاجرین کے یہاں اولاد نہیں ہوسکتی کیوں کہ ہم نے ان پر جادو کردیا ہے۔

روایات میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو سارا مدینہ اَللّٰـــهُ اَکْبَـــرُ، نعرۂ تکبیر سے گونج گیا، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دشمنوں کا منہ کالا کیا اور مہاجرین میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اور لکھا ہے کہ جیسے مہاجرین میں سے سب پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہے، اسی طرح انصار میں سب سے پہلی ولادت حضرت سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے، وہ بھی بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں لایا گیا، تحنیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی تھا عبداللہ، یہ فرمایا کہ ان کے نام پر ان کا نام عبداللہ رکھا جائے۔ نام رکھا گیا، اس کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے بہت نوازا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، ساری زندگی ان کی کارناموں سے بھری ہوئی اور ڈیل ڈول حق تعالیٰ شانہ نے ایسا عطا فرمایا تھا کہ۔۔۔

فرزدق اور نوار

اس زمانہ کے شعراء میں مشہور شاعر تھے فرزدق۔فرزدق کے حالات میں لکھا ہے کہ فرزدق کی بیوی تھی نوار۔اب کیسے فرزدق کے نکاح میں آئی یہ قصہ لکھا ہے کہ نوار کے رشتہ داروں میں کوئی قریبی رشتہ دار نہیں تھا، نہ چچا، نہ والد، نہ والد تھے، نہ بڑے بھائی تھے، نہ ماموں تھے، رشتہ داروں میں سب سے قریبی رشتہ دار تھے، تو چچازاد بھائی تھے اور یہ چچازاد بھائی خود فرزدق تھے۔

انہوں نے فرزدق کو بلایا کہ بھائی، تمہیں معلوم ہے میرا کوئی ولی اور وارث نہیں ہے اور میری نکاح کی عمر ہو چکی ہے۔فرزدق نے کہا کہ اچھا اس کا اختیار آپ مجھے دینا چاہتی ہو کہ میں آپ کا کہیں نکاح کرادوں؟ نوار نے کہا ہاں میرا یہی منشا ہے اسی لئے میں نے آپ کو تکلیف دی۔ فرزدق نے کہا کہ اچھا میں دو گواہ لے کر آتا ہوں۔گواہ لے کر پہنچے فرزدق اور نوار سے کہا کہ ان کے سامنے اپنے کلمات دہرا دیجئے کہ آپ نے مجھے وکیل بنایا کہ آپ جہاں چاہیں میرا نکاح کرادیں۔

یہاں سے فرزدق اٹھے، اپنے گواہوں کو لے کر کہ چلو جامع مسجد۔ نماز کے بعد کھڑے ہو گئے۔اعلان کیا کہ بھائی یہ گواہ ہیں، ان کے سامنے میری چچازاد بہن نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں جہاں چاہوں ان کا نکاح کرادوں۔گواہوں سے پوچھا کہ یہ میں کہہ رہا ہوں صحیح ہے؟ انہوں نے تصدیق کی کہ ہاں ہمارے سامنے اختیار دیا ہے۔اب اگلا جملہ فرزدق نے کہا کہ آپ نے سن لیا کہ یہ گواہ ہیں اور نوار نے مجھے اس کا اختیار دیا ہے اور میں اسی کے نتیجہ میں نوار کا میرے اپنے ساتھ میں نکاح کرا رہا ہوں۔

جب نوار کو پھر بعد میں معلوم ہوا تو بڑی خفا ہوئی لیکن تیر نکل چکا تھا زبان سے، وہ اختیار دے چکی تھی، تو جھگڑے آپس میں رہتے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہمیں مکہ مکرمہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر المؤمنین ہیں، ان کی خدمت میں جانا چاہئے۔اس وقت حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا

اور مکہ مکرمہ پر عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حکومت تھی اور شام پر بنوامیہ کا راج تھا، تو یہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں میاں بیوی پہنچے۔

جب وہاں پہنچے، تو نوار حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں، اندر پردہ میں چلی گئی ان کی اہلیہ کے پاس اور فرزدق باہر مردوں میں رہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے اپنی داستان سنائی۔ مستورات کے ذریعہ ان کی بیوی نے، نوار نے اپنی داستان سنائی، تو داستان سن کر فیصلہ آسان تھا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تفریق کا فیصلہ فرمایا، کہ بھئی، ان دونوں میں تفریق کرتے ہیں کیوں کہ جب نوار نے تمہیں اختیار دیا تھا، تو اس کا منشاء یہ نہیں تھا کہ وہ تمہارے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ وہ تو تم سے مدد لینا چاہتی تھی کسی اور اچھی جگہ پر نکاح کے سلسلہ میں۔ آپ نے اس اختیار کو ان کے منشا کے خلاف غلط استعمال کیا۔ یہ فیصلہ فرزدق کو پسند نہیں آیا، انہوں نے چونکہ اپنی بیوی سے بہت محبت تھی، تو انہوں نے ایک بیہودہ قسم کا شعر کہا:

لَیْسَ الشَّفِیْعُ الَّذِیْ یَاْتِیْکَ مُتَّزِرًا مِثْلَ الشَّفِیْعِ الَّذِیْ یَاْتِیْکَ عُرْیَانًا

کہ میرا سفارشی تو مردوں میں سے کوئی ہوگا جو کپڑے پہن کر تمہارے سامنے آتا ہے اور میری بیوی کا سفارشی اندر ہے جو یَاْتِیْکَ عُرْیَانًا.

اب یہ بیہودہ شعر جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرزدق کی زبان سے سنا، لکھا ہے کہ نماز سے نکلتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو گلے سے پکڑ لیا۔

اس قصہ کے راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فرزدق کو کوئی بچا نہیں سکتا تھا، یہ تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شفقت تھی کہ ان کو رحم آیا اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ورنہ اتنا بڑا مجمع مل کر بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پنجہ سے اس کو چھڑا نہیں سکتا تھا۔

لعابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت

کیوں کہ عام آدمیوں کی جو جتنی موٹی ران ہوتی ہے اتنی موٹی یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی یہ کلائی تھی۔ اس وقت بھی صحابہ کرام اور تابعین کا جو مجمع تھا اس مجمع میں ان کی جتنی موٹی رانیں ہوتی تھیں اتنی موٹی کلائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی، اس پنجہ سے کون چھڑا سکتا تھا؟

یہی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جسامت کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحنیک کی برکت ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں لیا اور تحنیک فرمائی۔

اس قوت کو انہوں نے کیسے استعمال فرمایا جو حق تعالی شانہ نے معجزانہ طور پر عطا فرمائی تھی، اللہ تعالی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے، ہمیں تو دو فرض، تین فرض چار فرض پڑھنا مشکل ہوتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے یہاں جو ٹائم ٹیبل تقسیم تھا، وہ اس طرح تقسیم تھا کہ آج رات پوری رات قیام میں گزاریں گے، پوری رات، کھڑے ہوئے عشاء کے بعد سے پڑھنا شروع کرتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، پوری رات قیام میں، اور کل والی رات جب آتی فرماتے کہ آج ساری رات سجدہ میں رہنا ہے، پوری رات سجدہ میں گذارتے۔

یہ سجدہ میں پڑے رہنے والے، قیام کرنے والے یہ واقعات تو آپ نے بہت سنے ہوں گے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ رمضان مبارک میں ایک رمضان حضرت نے ایسا گزارا کہ دن میں ایک ختم، رات میں ایک ختم۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے زمانہ میں اپنے ہم عصروں کے یہاں کتنا مقام و مرتبہ تھا۔ اس وقت بھی یہ جو شیبی خاندان ہے انہی کے پاس بیت اللہ کی چابی رہتی تھی اور وہ

جب کبھی مناسب سمجھتے، اس وقت کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولتے، مگر جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے جاتے تو فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے لئے کھول دیا کرتے تھے تاکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کعبہ میں کھڑے ہوکر ایک رات میں اپنے قرآن کا جو معمول ہے وہ پورا کرسکیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان حضرات نے کعبہ میں قرآنِ پاک ختم کیا ہے، تو بارہا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کعبہ شریف میں قرآن کریم ختم کیا۔

یہ قیام میں ساری رات گزرتی حضرت عبداللہ بن زبیر کی، مگر تیسری قسم کہ قیام انسان کرسکتا ہے، سجدہ میں ساری رات پڑا رہ سکتا ہے مگر یہ تیسری قسم جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں آپ ڈھونڈھیں گے، تو آپ کو مشکل سے کوئی دوسری نظیر آپ کو مل سکے گی کہ حق تعالیٰ شانہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو کس قدر طاقت اور توانائی عطا فرمائی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تحنیک کے نتیجہ میں کہ آپ تیسری رات کو یہ اعلان فرماتے، گھر والوں سے فرماتے کہ آج کی میری رات یہ رکوع کی رات ہے، ساری رات رکوع میں گذار دیتے۔

رکوع میں ساری رات؟ کوئی رہ سکتا ہے اور جس طرح میں نے بتایا کہ آپ کتابیں تلاش کریں گے، حالات تلاش کریں گے، تو آپ کو رکوع والی نظیر نہیں ملے گی، اور یہ ایک رات نہیں گزاری۔ ان کا معمول تھا، ہر آنے والی تیسری رات رکوع کی ہوا کرتی تھی۔ ہم میں سے کوئی ایک رات بھی رکوع میں رہنے کی ہمت کرسکتا ہے؟

اور یہی طاقت اور توانائی اور ہمت اور قوت تھی کہ، جیسے ابھی تو مصر کے حالات خراب ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں اسلام کی حفاظت فرمائے، مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، اس ملک میں، مصر میں جو عقیدہ کے تحفظ کے خاطر محنتیں، کوششیں، مجاہدے کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔ اس لئے کہ یہ مصر، یہ مکہ اور مدینہ کا سپاہی ہے، یہ سعودی عرب سامنے والے کنارہ پر ہے، اس کے سامنے والے کنارہ پر مصر ہے، اور دوسرے اسلامی ملک تو بہت دور ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ وہاں والوں کے اسلام اور اہلِ حق کی اور مسلمانوں کی

حفاظت فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ ہمت عطا فرمائی تھی کہ جیسے مصر سارا کا سارا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کھاتہ میں، تو اسی طرح یہ سارا افریقہ یہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کھاتہ میں ہے۔ یہ تمام الجزائر، تونس، لیبیا اور مورتانیا اور یہ سارے ممالک جو فتح کئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اور کیسے فتح کئے کہ جس طرح میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے جو چیف ہوتے ہیں وہ تو کہیں اپنے محل میں کہیں آرام سے سوئے رہتے ہیں، ملیٹری (military) لڑتی رہتی ہے، مگر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ہاتھوں سے بادشاہ جرجیر کو قتل کیا تھا۔

اب کتنے دور تک، کہاں تک پہنچ کر اپنی میلٹری کو سب کو چھوڑ کر کہاں تک وہ پہنچے، انہوں نے طاقت اور توانائی کو حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑے ہونے میں استعمال کیا، جھکنے میں استعمال کیا، اس کے سامنے ماتھا ساری ساری رات ٹیکنے میں استعمال کیا، اس طاقت اور توانائی کو سارا افریقہ کو فتح کرنے میں انہوں نے استعمال کیا۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ بنو امیہ نے جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو ان سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں شہید کیا گیا تھا۔

یہ ایک تکبیر تو احد میں بلند ہوئی تھی اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ، اور میں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جب ولادت ہوئی ہے مدینہ طیبہ میں، تو افواہ پھیلا رکھی تھی کہ ان کے یہاں اولاد نہیں ہوسکتی، انہیں جادو کر رکھا ہے، تو جیسے ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، تو سارا مدینہ تکبیر سے گونج اٹھا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ان کی ولادت پر۔

جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بنو امیہ نے چڑھائی کی ہے اور انہوں نے گولے

پھینکے ہیں منجنیق سے کعبہ کی ایک طرف کی دیوار انہوں نے ڈھادی ، یہاں تک کہ جو حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلو ۃ والسلام کے لئے جنت سے دنبہ بھیجا گیا تھا، اسماعیل علیہ الصلو ۃ و السلام کے قربانی کے بدلہ میں، اس کے جو سینگ تھے وہ کعبۃ اللہ کے اندر لٹکے ہوئے تھے۔ دیوار گری اور کعبہ شریف کا وہ حصہ جلا ہے، تو اسی میں وہ برکت والے دو سینگ وہ بھی اسی میں جلے ہیں اسی جھگڑے کے نتیجہ میں۔

جب بنو امیہ کو اور آگے کامیابی ملی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو انہوں نے شہید کیا کہ ایک منجنیق کا گولا اور پتھر ان کے سر پر آ کر لگا اور وہ شہید ہوئے، تو ادھر بنو امیہ کی فوج نے خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کی، لیکن ادھر جو صحابہ کرام اور تابعین تھے انہوں نے ان سے کہا ظالمو! تمہیں نہیں معلوم کہ تم کس شخص کی موت پر خوشی منا رہے ہو اور نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہو، ان کی ولادت پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابہ کرام نے اور تمام اہلِ مدینہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔

یہ دنیا بدلتی رہتی ہے، حالات، واقعات ہوتے رہتے ہیں، کسی کے جانے پر، کسی کے مرنے پر کسی کو خوشی ہوتی ہے اور کوئی رنج اور افسوس کرتا ہے۔ اب یہی جو مصر کے حالات ہیں تو اس پر رونا چاہئے، دعائیں کرنی چاہئے کہ اللہ تبارک و تعالی اسلامی ملکوں میں سیاسی، اقتصادی، انتظامی، فوجی، ہر لحاظ سے استحکام پیدا فرمائے، کہ جس طرح یہ جو حالات بنتے جا رہے ہیں تمام ایک کے بعد ایک ایک اسلامی ملک کے، اللہ تبارک و تعالی اس افراتفری سے ان ملکوں کی حفاظت فرمائے۔

یہ قرآنِ کریم کے متعلق میں نے عرض کیا کہ اللہ تبارک و تعالی نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، اس کا ایک ایک کلمہ سچا، اس کی ایک ایک خبر سچی اور کیسے سچی؟

فریابی کون؟

ایک محدث ہیں ابو سِنان۔ ان کی خدمت میں ایک دوسرے محدث محمد بن یوسف الفریابی پہنچتے ہیں تو جیسے ہی فریابی ابو سنان کے یہاں پہنچے، تو تھوڑی دیر کے بعد ابو سنان فرمانے لگے کہ چلو بھائی آج ہمیں ہمارے پڑوسی کے یہاں تعزیت کے لئے جانا ہے، ان کے بھائی فوت ہوگئے، ان کا انتقال ہوگیا، تو ان کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں۔ دونوں بزرگ پڑوسی کے یہاں پہنچے۔

یہ فریابی کون ہیں؟ ان کا مقام کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ ایک کتاب ہے مصنَّفِ عبدالرزاق، حدیث کی ایک بڑی کتاب ہے، کوئی پچیس، تیس جلدوں میں ہے۔ ایک طالبِ علم محدِّث عبدالرزاق کے یہاں ان کی کتاب ان کی مصنَّف سننے کے لئے پہنچے، پڑے رہے، پڑے رہے اور انہوں نے صبر کیا ایک دن، دو دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ، پھر طویل عرصہ گزر گیا، میں تو ان سے یہ کتاب سننے کے لئے آیا ہوں۔

جس طرح حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح بخاری تألیف فرمائی، برس ہا برس پڑھاتے بھی رہے، تو اسی طرح ان سے یہ کتاب سننے کے لئے طالبِ علم پہنچے۔ ان کا بیان ہے کہ انہوں نے کتاب پڑھانی شروع نہیں کی تو میں بہت پریشان رہا کرتا تھا۔

ایک دفعہ اسی پریشانی میں سویا کہ میں اتنے دور سے سفر کر کے یہاں پہنچا ہوں اور ابھی یہ درس شروع نہیں ہوتا اب میں کیا کروں؟ رات کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ آپ بہت مغموم، محزون، پریشان، کیا بات ہے؟

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اتنے دن ہوگئے، پڑا ہوا ہوں اور یہ کتاب ہمیں نہیں پڑھا رہے ہیں، میں حدیث سننے کے لئے آیا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِذْھَبْ

اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَ اسْمَعْ مِنَ الْقَعْنَبِیْ کِتَابَ الْمُوطَا، کیا مقام ہوگا موطا کا کہ سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس ہدایت فرمارہے ہیں کہ تم جاؤ، **اِذْھَبْ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ وَ اسْمَعْ مِنَ الْقَعْنَبِیْ کِتَابَ الْمُوطَا،** اور فرمارہے ہیں کہ **وَاذْھَبْ اِلَی الشَّام وَ اسْمَعْ مِنَ مُحَمَّد بِنْ یُوْسُف الْفِرْیَابِی کِتَابَ الثَّوْرِی،** کہ سفیان ثوری کی کتاب ان سے جاکر پڑھو۔

سفیانِ ثوری کے آپ حالات پڑھیں گے تو حیران ہوں گے۔ ہم تو اپنے دنیوی دھندوں سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔ ایک لمحہ کے لئے ہمارا دماغ نہ آخرت کو سوچتا ہے، نہ اللہ کو سوچتا ہے، نہ اس کے رسول کو سوچتا ہے، نہ مرنے کے بعد جہاں جانا ہے، اسے سوچتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی جو چند سیکنڈ اور لمحے، چند لمحے کی زندگی، یہ فانی دنیا، فانی زندگی اسی میں ہم الجھ کر رہ گئے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں آتا اُس عالم کا، کتنا لمبا عالم، دائمی، جہاں موت ہی نہیں انسان کو، سفیانِ ثوری کے حالات آپ پڑھیں گے تو حیران ہوں گے۔

سفیانِ ثوری کے متعلق سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا **وَاذْھَبْ اِلَی الشَّام وَ اسْمَعْ کِتَابَ الثَّوْرِی، مِنَ الْفِرْیَابِی ،** پھر سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَاذْھَبْ اِلَی الْبَصْرۃ وَ اسْمَعْ کِتَابَ حمَّاد مِنْ ابْنِ النُّعْمَان .**

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہنمائی فرمائی کہ **اذْھَبْ اِلَی المدینۃ، اذْھَبْ اِلَی الشَّام، اذْھَبْ اِلَی الْبَصْرۃ** حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا جوانی کا زمانہ ہے اور حضرت نے اپنی موطا کی شرح لکھنی شروع فرمائی اور حضرت فرماتے ہیں کہ چند مہینے میں ایک جلد مکمل ہوگئی۔ یعنی عربی کی جلدیں آپ اس کی دیکھیں تو تقریباً چار یا پانچ جلدیں بنی ہیں، اس کی چند ماہ میں حضرت نے تکمیل فرمالی، چار پانچ عربی ٹائپ پر جو چھپی ہو، اس کے برابر شرح حضرت نے لکھ دی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ وہاں مدینہ منورہ میں میرا قیام تھا۔ میں نے سوچا کہ اوہو، یہاں کے برکات سے میری کتاب اتنی جلدی جلدی میں لکھ پایا، اب یہیں پڑے رہنا ہے۔ حضرت نے

واپسی کا ارادہ، ہندوستان واپسی کا ارادہ دل سے نکال دیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اسی دوران میں ایک مرتبہ اقدامِ عالیہ میں بیٹھا ہوں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ **اِذْهَبْ اِلَی الْهِنْد** اس قصہ میں ان کو حکم ہوا کہ **اذْهَبْ اِلَی الْمَدِيْنَة، اذْهَبْ اِلَی الشَّام، اذْهَبْ اِلَی الْبَصْرة.**

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **اِذْهَبْ اِلَی الْهِنْد** کہ ابھی تو ہندوستان چلے جاؤ، **اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ** کہ جب آپ کا وقت آئے گا، آخری وقت آئے گا تو پھر ہم آپ کو یہاں بلالیں گے۔

کیسے بلایا کہ جس زمانہ میں حضرت کا سیونٹی (70) میں اقامہ بنا ہے، اس وقت اقامہ کا تصور بھی نہیں، اقامہ بھی نہیں مل سکتا تھا اور چند سال نہیں گزرے کہ کوئی ترتیب نہیں، کوئی تحریر نہیں اور جس طرح سفارشیں ہوتی ہیں اور حکومت تک پہنچنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں، بغیر کسی سفارش کے سعودی حکومت نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو وہاں کی نیشنیلٹی (nationality) اور تابعیہ دے دیا، اس کا ظہور تھا، **اِذْهَبْ اِلَی الْهِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ.**

اسی لئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے دوسرے سفر میں اور بیمار ہوئے اور ہسپتال حضرت کو رکھا گیا، ہسپتال تین دن رہے، جب ہسپتال سے دار العلوم واپس پہنچے، تو ہم نے ساری داستان سنائی کہ حضرت کے بارے میں ہم اتنے متفکر ہو چکے تھے کہ ہم نے حضرت کو زندہ یا حضرت کا جنازہ مدینہ طیبہ لے جانے کے لئے چھوٹا ہوائی جہاز کرایہ پر بک کروا دیا تھا۔ اس پر حضرت مسکرائے اور حضرت نے فرمایا کہ تمہیں وہ وعدہ یاد نہیں ہے؟

کتنا حضرت کو یقین اور کتنا اعتماد حضرت کو اس وعدہ پر کہ فوراً برجستہ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں وہ وعدہ یاد نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا کہ **اِذْهَبْ اِلَی الْهِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ**؟ اس لئے پھر اس کے بعد حضرت نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ میرے بارے میں فکر نہ کرو، میں مرتا ورتا نہیں ہوں، میرے ساتھ تو مدینہ منورہ کا وعدہ ہے۔

جب یہاں سے واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے ،اس کے بعد حضرت چند ماہ وہاں رہے۔ شوال میں یہاں سے تشریف لے گئے ، وہاں مکہ مکرمہ پہنچے ،حضرت نے حج فرمایا،اور حج کے بعد پھر جب حضرت یہاں اتنے زیادہ بیمار تھے،تو وہاں تو اور طبیعت گرگئی ،مگراسی میں حضرت فرمانے لگے کہ چلو بھئی ہندوستان جانا ہے۔

اب سب متفکر کہ کیسے جائیں گے، کیسے آئیں گے،کسی کی رائے نہ تھی ، نہ خدام میں ، نہ مشائخ میں ،مگر حضرت تشریف لے گئے اور وہاں بھی جب حضرت تشریف لے گئے ،تو وہاں والوں سب نے ہی کہنا شروع کیا کہ حضرت کا ضعف تو دن بدن بڑھتا چلا جارہا ہے اور خدانہ خواستہ کوئی بات ہوگئی ،انتقال ہوگیا تو؟

جب کبھی کوئی عرض کرتا کہ حضرت اب مدینہ شریف کا سفر فرمالیجئے تو فرماتے کہ سفر کے لئے ہم نے آنے سے پہلے وہاں سے نظام بنایا تھا کہ اتنے مہینے یہاں ٹھہرنا ہے اور جب زیادہ کوئی زور دیتا،تو حضرت فرماتے کہ اس کا فکر نہ کرو، میں مرتا ورتا نہیں ہوں میرے ساتھ تو وہاں کا وعدہ ہے، **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْد اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ** اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ہمیں بھی منظورِ نظر بنائے۔

مدینہ منورہ سے محبت

اللہ تبارک وتعالی نے کس طرح ان حضرات کونوازا،کس طرح ان حضرات کونوازا اور یہ کیسے نوازا کہ ہر وقت ،جس طرح حضرت نے وہاں ارادہ فرمالیا تھا کہ اب یہیں پڑے رہنا ہے، یہاں سے واپس نہیں جانا ہے، اسی طرح حضرت کو وہاں کی نیشنیلٹی مل گئی اور حضرت وہاں مقیم تھے مدینہ طیبہ میں، ایک دفعہ عشاء کی نماز کے بعد جب حرم شریف سے باہر نکلے، ٹریفیک (traffic) وغیرہ کی وجہ سے کبھی کار اپنی جگہ پر پہنچ نہیں پاتی۔ جہاں حضرت کو لے کر خدام وہیل چیر کے ساتھ انتظار کرتے تھے، وہاں حضرت کو لے کر پہنچے تو دیکھا کہ ابھی کار

نہیں پہنچی۔

حضرت کا انداز کل میں نے بتایا تھا طلبہ کو کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں، دونوں طرف خدام نے پکڑا ہوا ہے، اب حضرت نے ہاتھ جھٹکنے شروع فرمائے، ہاتھ چھوڑ دو۔ خدام نے فرمایا کہ یہ تو نیچے ریت ہے، راستہ ہے، کنکر ہے، پتھر ہے، پھر حضرت نے صاف فرما دیا کہ مجھے بٹھا دو۔ خدام کہنے لگے ذرا مصلی لے آؤ، ذرا کپڑا لے آؤ، بچھا دو۔ ارے بٹھا دو! حضرت نے ہاتھ جھٹک دیئے اور نیچے بیٹھ گئے اور کیا جملہ فرمایا کہ میں تو یہاں کا کتا ہوں، اور کتوں کو دیکھتے نہیں ہم ، کیسے بیٹھتے ہیں یہاں، ان کو کوئی بچھانے کے لئے گدا اور بستر چاہیئے؟ میں تو یہاں کا کتا ہوں۔ مدینہ پاک کی سرزمین سے حق تعالی شانہ ہمیں بھی اس طرح کی محبت، اس طرح کا احترام اور عقیدت عطا فرمائے۔

اب دعا کر لیتے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان حفاظ کو قبول فرمائے، پڑھنے والوں کو قبول فرمائے، پڑھانے والوں کو قبول فرمائے اور حق تعالی شانہ اس مدرسہ کو اس کی تمام شاخوں کو قبول فرمائے۔

وہ جو میں قصہ بتا رہا تھا کہ ابو سِنان اور فِریابی دونوں پڑوسی کے یہاں تعزیت کے لئے گئے۔ میں نے اس پر سنانا شروع کیا تھا کہ قرآنِ کریم کی ایک ایک خبر سچی۔

جب وہاں پہنچے تو ان کے بھائی کو دیکھا کہ وہ زاروقطار روئے جارہے ہیں۔ ابو سنان نے ان سے کہا کہ مرنا تو ہر ایک کو ہے۔ یعنی آپ تو جب سے ان کا انتقال ہوا ہے ایک پل آپ کو چین نہیں ہے۔ ہر وقت آپ چیختے چلاّتے ہیں۔ یہ تو تعزیت کے آداب کے بھی خلاف ہے۔

انہوں نے اپنا ہاتھ نکالا۔ جس طرح جل کر کوئی لکڑی بالکل کوئلہ بن جاتی ہے، اس طرح دیکھا کہ ان کا ہاتھ بالکل کالا، پوچھا کہ یہ کیا؟ کہنے لگے کہ میں صرف میرے بھائی پر نہیں رو رہا ہوں، میں تو اپنے اوپر رو رہا ہوں کہ جب بھائی کو دفن کر کے سب لوگ واپس آ گئے، تو میں بیٹھ کر وہاں روتا رہا۔ میرے سوا جب کوئی وہاں موجود نہیں تھا، تو میں نے قبر میں سے آواز سنی کہ میرا بھائی چلاّ رہا ہے، چیخ رہا ہے کہ مجھے بچاؤ، بچاؤ!

میں نے سوچا کہیں یہ زندہ ہوگا اور ہم نے اس کو زندہ ہی دفن کر دیا ہوگا، اس لئے میں نے جلدی جلدی قبر سے مٹی ہٹانی شروع کی۔ جب میں نے مٹی ہٹائی اور ذرا سا سوراخ ہوا، دیکھا کہ دہکتی ہوئی آگ ہے اور اس میں سے جو مٹی ہٹاتے ہوئے میرے ہاتھ پر جو لپٹیں آئیں، تو اس سے میرا ہاتھ اتنا جل کر گر گیا اور یہ کالا ہاتھ اتنا باقی رہ گیا۔

اللہ تبارک وتعالی وہاں کی وعیدوں پر اور آخرت کے عذاب پر بھی ہمیں عقیدہ اور یقین عطا فرمائے، اور ایک ایک خبر، وعدے بھی سچے، وعیدیں بھی سچی، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حق تعالی شانہ کے فرمان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّد وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن کتنا مرتب ومنتظم ہے

لفظ شہر (مہینہ)	۱۲ مرتبہ	لفظ یوم (دن)	۳۶۵ مرتبہ
ذکر صبر	۷۵ مرتبہ	ذکر شکر	۷۵ مرتبہ
ذکر ملائکہ	۸۸ مرتبہ	ذکر شیاطین	۸۸ مرتبہ
ذکر دنیا	۱۱۵ مرتبہ	ذکر آخرت	۱۱۵ مرتبہ
ذکر موت	۱۴۳ مرتبہ	ذکر حیات	۱۴۳ مرتبہ
آیات وعدہ	۱۰۰۰	آیات وعید	۱۰۰۰
آیات اوامر	۱۰۰۰	آیات نواہی	۱۰۰۰
آیات امثال	۱۰۰۰	آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰	آیات تحریم	۲۵۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

اما بعد:

دوستو! ابھی دسترخوان پر ہمارے ایک دوست نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ مختصر مدت کے لئے آئے ہیں، تین چار دن کے لئے، اور اس میں یہاں سے وہاں کا سفر، ناشتہ کہیں، دوپہر کا کھانا کہیں، شام کا کھانا کہیں، اور پھر روز بیان، تو آپ تھک نہیں جاتے؟ اس پر میں نے ان کو ایک قصہ سنایا۔

میں نے ان سے کہا کہ اس سے بھی زیادہ مشقت اٹھانے والے ہوتے ہیں اس کام کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے، مگر ایک چیز انسان میں ایسی رکھی گئی ہے کہ جس کی بنا پر اُس کے لئے یہ کیا، اس سے بڑے بڑے کام، بڑی بڑی مشقتیں، بڑے بڑے مجاہدے، ریاضتیں، سب

آسان ہو جاتی ہیں۔

خواہش نفس

قصہ پھر میں نے ان کو سنایا کہ ایک شخص کا کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح ہمارے یہاں ایک مخصوص مدت کے لئے شریعت نے روزے مقرر کئے، مگر اس میں ایک مخصوص وقت میں کھانا نہیں ہوتا، باقی وقت میں رات بھر، جو چاہو کھاؤ پیو، جتنا چاہو، کھاؤ پیو، تو بہت سارے مذاہب میں ریاضت اور مجاہدوں کے طریقے انسانوں کے بنائے ہوئے، بڑے عجیب وغریب ہیں، اور سارے مجاہدے وہ کر لیتے ہیں، انسان ان کو سن کر، دیکھ کر محو حیرت ہوتا ہے، بظاہر عام انسانوں کی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

ایک بڑا عابد اور مجاہدہ کرنے والا شخص تھا، بڑا عابد مشہور تھا، بڑا امرتاض، ریاضت کرنے والا۔ تو اس کی شہرت تھی کہ ایک ہی چھوٹے سے کمرے میں، چھوٹے سے حجرہ میں بند، اور اُس حجرہ میں نیچے سے، اوپر سے، چاروں طرف سے جانے کا اور کوئی راستہ نہیں، نہ نکلنے کا کوئی راستہ۔ وہ شخص نہ اپنے حجرہ سے باہر آتا تھا، نہ حجرہ میں کوئی جاتا تھا۔ سارا سال اُس تنگ حجرہ میں وہ شخص گزارتا تھا۔ سال بھر میں صرف ایک دن اس نے مخصوص کر رکھا تھا، ایک وقت مخصوص کر رکھا تھا، خاص اسی وقت میں، اسی دن، وہ دروازہ کھولتا اور باہر آتا۔

جب اس نے اس کی ابتدا کی ہوگی تو اس کے جاننے والے، ماننے والے، چاہنے والے کم رہے ہوں، لیکن بڑھتے، بڑھتے، بڑھتے، یہ تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، شہرت ہوگئی چاروں طرف اور ہر طرف سے لوگ اس دن کے منتظر رہتے کہ کب وہ دن آئے اور ہم اس کی زیارت کریں اور اس کو جا کر دیکھیں، لاکھوں کی تعداد میں لوگ آ کر وہاں جمع ہو جاتے تھے، تو ہر سال ایک یہ تماشہ ہوتا تھا۔

اس ملک کے بادشاہ نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ میں سوچتا ہوں اس شخص کے متعلق کہ یہ

کہاں سے کھاتا ہوگا؟ کہاں سے پیتا ہوگا؟ زندہ کیسے رہتا ہوگا؟ اور یہ بظاہر انسانی قدرت سے باہر ہے اور میں دیکھتا ہوں، ہم نے ہر طرح معلومات بھی کی تو اور کوئی راستہ نہیں اس کے پاس دانہ پانی، کھانا جانے کا، تو یہ شخص زندہ کیسے رہتا ہے؟ وزراء، درباری سوچنے لگے، ایک وزیر نے، جو بڑا زیرک اور عقل مند تھا، اس نے کہا کہ میں سوچ کر آپ کو بتا سکتا ہوں۔

چند روز کے بعد اس نے بادشاہ سلامت سے کہا کہ میں اس راز کو تھوڑا سا معلوم کرنے کے قریب پہنچا ہوں، شاید میں اس میں غلط بھی ہوں، میرا دعویٰ اس وقت تو میں نہیں کر سکتا کہ بالکل میں نے صحیح سوچا ہے، لیکن میری درخواست پر اگر بادشاہ سلامت عمل کریں تو شاید یہ مسئلہ حل ہو کہ راز کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ضرور فرمایئے۔

اس نے کہا کہ جو دن اور وقت متعین ہے، اس دن آپ دور تک فوج کا پہرہ، پولیس کا پہرہ بٹھا دیں، کہ کوئی شخص اس کے قریب جا نہ سکے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو بہت آسان ہے، کہا کہ پھر؟ کہا اور کچھ نہیں، بس آپ اس کا انتظام فرمالیں، یہ حکم دے دیں۔

بہت دور تک، جہاں تک دروازہ کھول کر اور اس کے حجرہ سے باہر نکل کر اس کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی، وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی کہ کون کہاں ہے، اتنے دور سے انسانوں کو روک دیا گیا۔ وہ ساری مخلوق آتی تھی، لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے تھے، تو لوگوں کو بھی بڑا تعجب ہوا، ان کو ٹھہرایا گیا کہ کوئی بات نہیں، جلدی نہیں، آپ لوگ یہیں ٹھہریں، انتظام ہوتا ہے۔

اب وہ جو دن اس نے اپنے لئے خاص کیا تھا، دن طلوع ہوا، سورج چڑھ رہا ہے، اور وہ خاص گھڑی، جتنے بجے اس کا دروازہ کھلتا تھا وہ آئی اور اس عابد نے، مرتاض شخص نے اپنا دروازہ کھولا، دروازہ کھول کر اِدھر دیکھا، اُدھر دیکھا، دھڑم سے نیچے گرا، مر گیا۔

وزیر فرطِ مسرت میں چلّا اٹھا اور بادشاہ سے کہا کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ بھائی کیا مسئلہ حل ہو گیا؟ وہ تو دروازہ کھلا اور مر گیا۔ کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ سال بھر یہ شخص نہ کھاتا تھا، نہ پیتا تھا، اور پھر بھی زندہ رہتا تھا۔ یہ نام اور نمود کی خواہش نے اس کو زندہ رکھا تھا، کہ لاکھوں کی

تعداد میں مخلوق مجھ کو دیکھنے کے لئے آئے گی، پچھلے سال اتنے تھے، اب تو اتنے ہو گئے، اب اتنے ہو گئے۔تو یہ خواہش، دکھاوے کی اور ایک نام حاصل کرنے کی صرف اس نے اس کو زندہ رکھا ہوا تھا۔

روز نہیں آپ سنتے کہ کتنے کتنے خطرناک کھیل کھیلے جاتے ہیں، کیا کھیل اور کیا خطرناک جگہوں کو پار کرنا، بہت سارے کھیل اتنے خطرناک ہیں کہ کھیلنے والے مرجاتے ہیں، لہولہان ہوجاتے ہیں، تو یہ صرف ایک خواہش ہوتی ہے، نام کمانے کی اور نام اور نمود کی اور ریاء کی، کہ جس کی وجہ سے یہ سارے کے سارے کام کر گزرتے ہیں۔

وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ یہ شخص سال بھر اسی ریاء و نمود کے خاطر، نام کمانے کے خاطر اس کے لئے بھوکا رہنا، پیاسا رہنا آسان ہو گیا تھا، اس کے نفس کی یہ خواہش تھی جس پر وہ زندہ رہتا تھا۔ جب اس نے دروازہ کھولا کہ اوہو! مجھے دیکھنے کے لئے کوئی نہیں آیا، تو مقصد میں ناکام ہوا، گرا اور مر گیا۔ اللہ تبارک وتعالی ریاکاری سے ہماری حفاظت فرمائے، نام اور نمود سے حفاظت فرمائے۔

تین آدمی

جیسے اس زیرک وزیر نے اس راز کو معلوم کیا تو سید الرسل، آقاءِ نامدار، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم بیماری سے ہمیں پہلے ہی سے متنبہ فرمایا، اَوَّلُ مَنْ تُسَعِّرَ بِهِمْ نَارُ جَهَنَّمُ، تین آدمیوں کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیثِ پاک میں ذکر فرمایا، کہ تمام گناہ ایک طرف، بڑے بڑے گناہگار، بڑے بڑے پاپی، چور، ڈاکو، زانی، ظالم سب ایک طرف، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جہنم میں جن کو دھکیلا جائے گا تو وہ تین شخص ہوں گے۔

حق تعالی شانہ عالم سے پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں علم دیا تھا تو تم نے اس کا کیا حق ادا کیا؟ تو

وہ کہے گا کہ الٰہی ! میں نے علم پڑھا بھی ، آگے پڑھایا بھی ، اور میں عمر بھر یہی کام کرتا رہا ، اور دوسرے بہت سارے دھندے اور کام میرے لئے تھے ، دنیا ، مخلوق کرتی بھی تھی ، لیکن میں نے صرف اسی راستہ کو اختیار کیا ، اور میں نے خود جو علم پڑھا تھا ، آگے میں اسی کو پڑھاتا رہا۔

اللہ تبارک وتعالی جو علیم بذات الصدور ہے ، دلوں کے حال کو جاننے والا ہے ، وہ کہے گا کہ جھوٹ کہتے ہو ، یہ سب اس لئے کیا تاکہ تمہیں دنیا میں بڑا عالم کہا جائے۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ دھکیل دو جہنم میں۔

صاحبِ مال کو لایا جائے گا ، اللہ تعالی پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں مال جیسی ایک عظیم نعمت دی تھی ، تم نے اُس نعمت میں کیا کیا ؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی ! میں نے مال کمایا اور اکٹھا کیا اور میں نے نیکی کا کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جس میں میں نے مال خرچ نہ کیا ہو ، مسجدیں بنوائی ہوں گی ، مدرسے بنوائے ہوں گے ، کتنی انسانوں کے لئے خیر اور راحت کے راستوں میں اپنے مال کو اس نے خرچ کیا ہوگا ، وہ گنوائے گا کہ میں نے مال کے ذریعہ خیرات کے کام کئے۔

اللہ تعالی اس کو بھی فرمائیں گے کہ جھوٹ کہتا ہے ، یہ سب اس لئے کیا تاکہ دنیا میں تمہارا نام ہو ، لوگ تمہیں سخی کہیں ، کہ فلاں صاحب نے یہ مدرسہ بنوایا ، فلاں نے یہ مسجد بنوائی ، اس کے متعلق بھی حکم ہوگا ، پھینک دو اسے جہنم میں۔

سب سے بڑی قربانی جو انسان کرسکتا ہے وہ جان ہے ، کہتے ہیں اللہ کے راستہ میں جو قتل کیا گیا ہوگا اس کو لایا جائے گا۔ حق تعالی شانہ اس سے پوچھیں گے کہ ہم نے تمہیں زندگی دی تھی ، جسم دیا تھا ، صحت وقوت دی تھی ، تو تم نے کیا کیا ؟ تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی ! میں نے تیرے راستہ میں اپنی جان کٹوادی۔

اللہ تعالی فرمائیں گے کہ جھوٹ کہتے ہو ، یہ اس لئے کٹوائی تھی تاکہ تمہیں بڑا بہادر کہا جائے ، شہیدوں میں تمہارا نام لکھا جاسکے ، مشہور ہو کہ تم نے جان دی ہے اللہ کے راستہ میں ، تو جاؤ ، جن کے خاطر تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ان سے اس کا ثواب مانگو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انسانیت کے طبیب ہیں، ایک ایک مرض، انسانی مرض سے آپ واقف تھے اور اس کا علاج پہلے سے ہمیں بتایا اور بیماریاں بتائیں تاکہ ان بیماریوں سے انسان محفوظ رہے، ریاکاری سے محفوظ رہے، نام اور نمود سے محفوظ رہے۔

ہم اس دنیوی زندگی میں، اگر کوئی عقل مند، اپنے آپ کو عقل مند سمجھنے والا یہ سوچے کہ ہم انسانوں کو دھوکا دے سکتے ہیں تو ایک وقتی چیز ہے، بیچارے بھولے بھالے مسجد میں سمجھیں گے کہ جبہ ہے، عمامہ ہے، داڑھی ہے، تو وہ دھوکا کھا سکتے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالی جس نے تمہیں پیدا کیا، اس خالق سے اپنے آپ کو انسان کہاں چھپا سکتا ہے؟

وہ تو جیسے ہی آنکھ بند ہوگی اور دیکھئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءِ خلق سے لے کر ابدالآباد تک کی تمام چیزیں ہمیں بتادیں، تو اسی طرح انسان، اسی راستہ پر انسانیت چل رہی ہے۔ تو جب وقت موعود آئے گا، آخری وقت آئے گا اور آنکھیں بند ہوئیں کہ فوراً وہاں کا جیسا عالم آشکارا ہوا، کہ سارے کے سارے بھید کھل جائیں گے، اپنے آپ کو احساس ہوگا کہ اوہو! یہ میں نے کیا کیا؟ میں تو دنیا میں سمجھتا تھا کہ انسانوں کو دھوکا دے سکتا ہوں، یہاں تو خالق اور مالک کی طرف سے پورا پورا، ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس، ایک ایک اشارہ کے ضبط کرنے کا پورا نظام اور انتظام موجود تھا، اور وہیں سے ملک الموت جیسے ہی آئیں گے، وہاں سے سلسلہ بدل جائے گا، اور پھر آگے قبر میں رکھے جائیں گے۔

اللہ والی خاتون

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے یہاں پنجاب میں ایک عورت کا آخری وقت ہوا، سکرات کا وقت تھا تو وہ خاتون اللہ والی ہوگی، نیک ہوگی، تو وہ ہنستے ہوئے اس جہان سے رخصت ہورہی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے لئے بھی موت کو آسان کر

دے، تو وہ ہنستے ہوئے پوچھتی ہے عیادت کرنے والوں کو کہ ایک عجیب بات ہے کہ جو بھی اس جہان سے جاتے ہیں وہ اس جہان کی ہمیں کوئی خبر نہیں سناتے؟ یعنی اس کو اس کا تو یقین تھا کہ جیسا قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا اسی طرح ہوتا ہے، مگر جانے والے ہمیں خبر کیوں نہیں دیتے، تازہ بتازہ خبر؟ اب لوگ اس کا کیا جواب دیں؟

خود ہی وہ کہنے لگی کہ اچھا، جب میں مر جاؤں، تو جس دن میرا انتقال ہو، جس وقت انتقال ہو، اس وقت سے لے کر پورے تین دن کے بعد تم میری قبر پر آجانا، میں تمہیں بتاؤں گی کہ وہ عالم کیسا ہے اور وہاں کیا ہوتا ہے۔ تو لوگ بڑے متعجب ہوئے اور اس کا انتقال ہو گیا اپنے وقت پر، تو لوگوں نے نوٹ کر لیا کہ دو دن کے بعد تیسرے دن اتنے بجے اس کی قبر پر قبرستان میں پہنچنا ہے تو سارا گاؤں اکھٹا ہو گیا۔

جس وقت اس کی جان نکلی تھی عین اس وقت قبر سے آواز آئی، اسی عورت کی آواز۔ اس نے کہا کہ یہ عالم تو بڑا انرالا عالم ہے، یہاں تو چوروں کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے، جو سا ہو بنتے ہیں ان کو پکڑا جاتا ہے۔

چوروں کو تو اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ انہیں اس کا حساس ہے کہ ہم غلط کام کرتے ہیں، انہیں اس کا اقرار ہے کہ ہم غلط کرتے ہیں اسی لئے تو چھپ کر کرتے ہیں۔ جو شرابی ہوگا، شراب پی کر آرہا ہے، دیکھا کہ مہذب اور نیک لوگوں کا مجمع ہے تو میری بدبو کہیں ان کو پہنچ نہ جائے، تو اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بے چارہ دور سے گزرے گا، وہ سمجھتا ہے کہ مجھے گندے کام کی عادت ہے۔ مگر جو نیکوں کا لباس پہن کر کے، اس کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہے، تو یہ کب چھوٹیں گے؟ تو یہ قبر کی منزل بڑی کٹھن ہے، بڑی کٹھن، وہیں سے سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اس پر ایک لطیفہ بھی یاد آیا کہ ہمارے یہاں سہارنپور مظاہر العلوم میں، حضرت مولانا

ثابت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ پرانے بزرگوں میں سے تھے، تو یہ جو ہمارے سٹیوڈنٹ ہوتے ہیں، چاہے یونیورسٹی کے ہوں، کالج کے ہوں، مدرسہ کے ہوں، ہم عمر ہوتے ہیں، تو ان میں ہر طرح کی دل لگی، ہر طرح کی باتیں چلتی رہتی ہیں، تو اس میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے، یہ نہیں سوچتے کہ ہم حدود کو پھلانگ رہے ہیں۔

ادھر تو اتنے بڑے اپنے مدرسہ کے نامی گرامی استاذ کا انتقال ہوا کہ جن کا منطق، فلسفہ، نحو، صرف، عربی زبان، اس میں ڈنکا بج رہا تھا ہر جگہ، سب کو افسوس کہ اتنا بڑا انسان چلا گیا، مگر شام کو دفن کر کے آئے اور مطالعہ ہو رہا ہے تو اس میں ایک طالب علم پوچھتا ہے کہ ہم تو دفن کر کے آگئے۔ کسی نے افسوس ظاہر کیا، تو دوسرے شرارتی نے کہا کہ ہاں ہم آگئے، ابھی منکر نکیر ان کے پاس آئے ہوں گے، تو تیسرا کہتا ہے کہ ہاں منکر نکیر آئے ہوں گے اور انہوں نے سوال کیا ہوگا، **مَن ربُّکَ مَا دینکَ** تو چوتھا بولا کہ میں بتاؤں کہ کیا جواب دیا ہوگا؟ کہا کیا جواب دیا ہوگا؟ جواب؟ تو اتنے بڑے ادارے کے استاذ، اتنے بڑے عالم تو وہ کہتا ہے پاس ہو گئے ہوں گے، تو وہ کہتا ہے کہ نہیں جواب کیا دیا ہوگا، میں بتاتا ہوں۔

وہ کہتا ہے کہ جب فرشتوں نے پوچھا ہوگا کہ **من ربُّکَ** تو انہوں نے جواب میں کہا ہوگا **من ربُّکَ**، فرشتوں نے پوچھا ہوگا **مَا دینُکَ** تو انہوں نے کہا ہوگا **مَا دینُکَ**، تو فرشتوں نے پھر ڈانٹا ہوگا، یہ کیا بدتمیزی؟! صحیح جواب دو! تو انہوں نے کہا ہوگا جواب دے تو دیا، کہا کیا جواب دیا؟ کہا کہ تمہارا **مَن** استفہامیہ، میرا **مَن** موصولہ، تمہارا **مَا** استفہامیہ، میرا **مَا** موصولہ۔

یہ **مَن** سوال کے لئے بھی آتا ہے، کہ **من ربُّکَ**، کہ تمہارا رب کون ہے تو انہوں نے کہا **مَن ربُّکَ** جو تمہارا رب ہے، **مَا دینُکَ** تمہارا دین کیا ہے، تو یہ **مَا** استفہامیہ ہوا اور موصولہ میں اس کا ترجمہ ہوگا **مَا دینُکَ** یعنی جو تمہارا دین ہے وہ میرا دین ہے۔

طلبہ نے تو دل لگی اس قصہ سے کر لی، لیکن سچ مچ **وَیُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کے ساتھ براہِ راست، ڈائریکٹ جن کا مضبوط شدید

تعلق ہوتا ہے، تو اس کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی ۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

لکھا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو جب انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ حضرت! آپ پر کیا گزری، سب، مسئلہ ٹھیک رہا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں، میرے پاس منکر نکیر سوال کے لئے آئے، پوچھا کہ مَن رَبُّکَ تو میں نے اس کے جواب میں ان سے کہا کہ بھائی یہ دیکھو، اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں لیکن اگر وہ نا کہہ دے کہ نہیں وہ میرا بندہ نہیں ہے تو؟

کتنی زبردست تثبیت، کتنی ثابت قدمی اور اس منزل میں جس میں، ملینوں ملینوں انسان ڈگمگا جاتے ہیں، اور ایک خوف اور ڈر، اسی لئے تو اس منزل سے ڈرایا گیا، مگر یہ ساری عمر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایسی لو لگی ہوئی تھی کہ وہاں بھی اسی ذات عالی کا خیال ۔ فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے تم پوچھتے ہو کہ مَنْ رَبُّکَ؟ اگر اس کے جواب میں میں تم لوگوں سے کہوں کہ ہاں، وہ میرا رب ہے اور میں اس کا بندہ ہوں، یہ تو میری طرف سے ہوا، لیکن اگر وہ مجھ سے کہہ دے کہ نہیں تو میرا بندہ نہیں تو؟ اس لئے ذرا جاؤ، پہلے پوچھ کر آؤ کہ وہ بھی مجھے اپنا بندہ مانتا ہے؟

لکھا ہے کہ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ چلو، یہ تو محبت کے نشہ میں چور ہیں، اس پر تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کا نشہ اس قدر اس کے دماغ میں ہے کہ ہمیں بھیج رہا ہے کہ تم جا کر پہلے اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر آؤ کہ میں تو اسے اپنا رب مانتا ہوں، لیکن مجھے وہ اپنا عبد اور بندہ مانتا ہے یا نہیں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت جنید بغدادی خواب میں کسی کے پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ کوئی پوچھتا ہے کہ

حضرت کیا گزری؟ کہا کہ میرے پاس بھی منکر نکیر آئے تھے اور انہوں نے پوچھا کہ مَــــــنْ رَبُّکَ؟ تمہارا رب کون؟ تو حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو جواب دیا کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک اس سے پہلے عہد الست۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے جب پیدا فرمایا، تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک آخری پیدا ہونے والا جو انسان ہے ان سب کو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی صلب میں، پیٹھ میں رکھ دیا گیا، سٹور وہ تھا آدم علیہ السلام کی پیٹھ۔ اسی کے مطابق انسان پیدا ہوتے رہتے ہیں، اسی لئے قرآن پاک میں بھی بَیْنَ الصُّلُبِ وَ التَّرَائِب.

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا، تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت رخصتی کی سنتوں میں سے ہے کہ باپ کو ایسا کرنا چاہیئے، پانی پیالہ میں منگوایا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ذرا ادھر منہ کرو، اور ان کی پیٹھ پر پانی چھینکتے ہوئے دعا دی اِنِّیْ اُعِیْذُھا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر یہاں، گلے کے نیچے وہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی چھینک کر دعا دی ان کو بھی، اُعِیْذُھا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم.

یہ اسی لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صلب میں جو اولاد ہیں، ان کے تحفظ کے لئے دعا پڑھی جا رہی ہے، تو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو جب حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرمایا، تو ان کی صلب میں سے قیامت تک جتنے انسان اس دنیا میں آنے والے تھے ان سب کو آپ کی پیٹھ میں سے، صلب میں سے نکال کر کے اکھٹا فرمایا، ایک عہد لینے کے لئے، قسم لینے کے لئے، جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔

اور حدیث پاک میں اس میدان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہاں پر اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا اِئْتَلَفَ، وَ مَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اِخْتَلَفَ، کہ وہاں عالم ارواح میں جب سب ارواح کو اکھٹا کیا گیا تھا عہد الست لینے کے لئے، تو جو، جس

کے پاس تھا، دنیا میں بھی اگر اس کا ساتھ ہوگیا، تو انسان ان سے انسیت محسوس کرتا ہے اور وہاں جو دوری رہی، جتنے دور تھا تو کہتے ہیں اتنی دوری دنیا میں آنے کے بعد بھی رہتی ہے۔

اس عہد الست میں جب سب ارواح کو حق تعالیٰ شانہ نے آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا، تو ان سے ایک سوال کیا، سب سے پوچھا، اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ، کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب نے جواب دیا بَلٰی کیوں نہیں؟ ہمیں تو یاد نہیں، ہم نے بھی سب نے بھی جواب دیا ہوگا، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہدِ الست یاد ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے ان منکر نکیر کو اس عہد الست کا حوالہ دیا اور کہا کہ تم بڑے عجیب ہو، ابھی پوچھتے ہو مجھ سے کہ مَنْ رَبُّکَ یہ سوال مجھ سے خود میرے اور تمہارے آقا اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہاں ازل میں کیا تھا اور میں وہاں اس کا جواب دے چکا ہوں بَلٰی! اب آقا کے غلام آکر پھر مجھ سے یہ سوال کرتے ہیں، کہ مَنْ رَبُّکَ؟

یہ جو حالات اور واقعات آپ کو سنائے جا رہے ہیں، سچے اور صحیح ہیں اور مستند سیرت وسوانح کی کتابوں میں مذکور ہیں جس میں ان اللہ والوں کی سیرت، ان کے حالات، ان کی سوانح عمریہ مذکور ہیں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ

آخری حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ عرض کر کے میں ختم کروں گا، کہ جب ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا کہ حضرت آپ پر کیا گزری؟ تو ان اللہ والوں کا کیا ٹھکانہ ہوگا کہ جنہوں نے اس دنیوی زندگی میں ایک ایک لمحہ کی حفاظت کی، اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کے لئے مختص کیا، اس میں لگے رہے، ایک ہی طرف لو لگائے رکھی، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی کی طرف، تو وہاں یہ ساری منزلیں ان کے لئے آسان ہو جائیں گی، قبر کی منزل، وہاں سے اٹھنے کی منزل، پل صراط اور اس کے بعد حساب اور کتاب، اللہ تبارک وتعالیٰ ساری منازل ہمارے لئے بھی آسان

فرمائے۔

ان سے خواب میں پوچھا گیا حضرت شبلی سے کہ حضرت، کیا گزری؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہاں میرے پاس بھی منکر نکیر آئے اور انہوں نے مجھ سے سوال کیا، تو میں نے جواب میں ان سے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں، حالانکہ ان کا نام ہی منکر اور نکیر، کہتے ہیں جن کو پہلی دفعہ انسان دیکھے گا، پہلے کبھی نہ دیکھا ہو اور شکل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بالکل ڈراؤنی شکل، مگر حضرت شبلی ان سے فرماتے ہیں کہ جس طرح کسی ملنے والے سے کوئی کہتا ہے کہ ہاں، میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے، تو حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو دیکھا ہے، تو وہ کہنے لگے کہاں دیکھا؟

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ تمہیں یاد ہے کہ ہمارے جدِّ امجد حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام کو حق تعالی شانہ نے جب پیدا فرمایا تو تمام ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا تھا؟ کہا ہاں حکم ہوا تھا، تو شبلی کہتے ہیں کہ تمام ملائکہ میں سجدہ کرنے والوں میں تم بھی شامل تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ، ہم بھی شامل تھے، تو انہوں نے کہا کہ میں اس وقت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی صلب میں تھا، اس میں سے میں تمہیں دیکھ رہا تھا۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی ایسا بنائے کہ جس کی وجہ سے ہم ان ساری منازل کو اس طرح ہنستے ہنستے پار کرسکیں، اللہ تبارک وتعالی وہاں کی رسوائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

دوستو! یہ شبلی اور جنید بغدادی اور بڑے بڑے اولیاء اللہ، وہ تو اپنے اپنے زمانہ میں ہوگئے، لیکن ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ تھے، تو ہر وقت ایسے ایسے واقعات کا مشاہدہ کرتے تھے کہ ہم سوچا کرتے تھے کہ حضرت اس زمانہ میں ہیں، حضرت کو تو کہیں پہلی صدی میں ہونا چاہئے تھا۔ ہر چیز الگ، ایسے عظیم عظیم واقعات، ملک الموت سے، فرشتوں سے گفتگو کے حضرت

کے واقعات ہیں۔

حضرت نے ملک الموت کو بیداری میں، جاگتے میں دو مرتبہ دیکھا، خواب میں تو تین مرتبہ۔ حضرت کا انتقال پیر کے دن ہوا، تین دن پہلے فجر کی نماز کی اذان سے پہلے، پانی ہمارے حکیم عبدالقدوس صاحب کے ہاتھ میں لوٹا تھا، اور میں نے تسلا لیا ہوا تھا وضو کرانے کے لئے، تو ٹاول حضرت کے لئے میں نے کندھے پر ڈالا اور تسلا پکڑے ہوئے میں کھڑا ہو گیا، تو حضرت نے نگاہ فرمائی، پوچھا کون؟ میں نے کہا یوسف، فرمایا حکیم صاحب سے کون؟ کہا عبدالقدوس۔

پھر حضرت فرمانے لگے کہ پیارے، آج پھر ملک الموت آ گئے تھے۔ ''پھر'' اس لئے کہ اس سے پہلے کے واقعات ہمیں معلوم تھے، تو میں نے عرض کیا کہ حضرت نے کوئی خواب دیکھا؟ تو فرمانے لگے کہ نہیں، عشاء کے بعد جب میں لیٹا ہوں تو میں بیدار تھا اور بیداری ہی میں ملک الموت آ گئے اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔

یہ جتنے ہم واقعات پڑھتے ہیں اولیاء اللہ کے، ان کی کرامات کے، اور کیا کسی کی ہزاروں میل دور کی اطلاع، کبھی کسی واقعہ کی خبر، ایسے روز واقعات پیش آتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے دل کے سیاہ پردوں کو زائل فرمائے، ہمارے دلوں میں نور ڈال دے، ہمیں سراپا نور بنا دے کہ ہم نے تو اپنے دلوں کو سیاہ کر رکھا ہے، اس سیاہی کی وجہ سے ہمارے دل ان تمام چیزوں سے غفلت میں ہیں، ہزار اس کو ہم بیدار کرنے کی کوشش کریں مگر وہ **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ**، کہ وہ کرتوت کی وجہ سے وہ دل بالکل زنگ آلود، سیاہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمارے دلوں کو پاک اور صاف فرمائے، ہمیں نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے، جن کاموں سے دل زنگ پکڑتا ہے، دل کالا ہوتا ہے ان کاموں سے، ان سیاہ کاریوں سے، ان گناہوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَاوَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ . رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُن وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا،

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! گناہوں کی عادتیں ہم سے چھڑا دے، یا اللہ نفس اور شیطان کی غلامی سے ہمیں نجات دے، یا اللہ! نفس اور شیطان کی غلامی میں ہم چھوٹے اور بڑے کیا کیا گناہ کر رہے ہیں، ہم اپنی عاقبت، آخرت تباہ کر رہے ہیں، یا اللہ! ہمیں اس سے بچالے، یا اللہ! ہمیں تیرا نیک بندہ بننے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! ہمیں تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر چلا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل ہمارے لئے آسان فرما، نماز پڑھنا ہمارے لئے آسان بنادے، یا اللہ! ہمیں تلاوت کا شوق نصیب فرما، خشوع اور خضوع کے ساتھ ہمیں نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مادی دنیا اور فانی انسانوں سے تعلق میں تیری ذات عالی کا تعلق غالب فرما، یا اللہ! ہم نے اپنے آپ کو ان مادی چیزوں میں کھو دیا ہے، یا اللہ! ہمیں صحیح راستہ پر لے آ، ہمیں تیرے راستہ پر لے آ، تجھے پہچاننے کی توفیق عطا فرما، تیرے رسول کو پہچاننے کی توفیق عطا فرما، الٰہی تیری معرفت نصیب فرما، تیری معرفت کے حصول کے لئے ہمیں مجاہدے کرنے کی توفیق عطا فرما، ہمارے لئے ذکر آسان بنادے، یا اللہ! درود شریف پڑھنا آسان بنادے، یا اللہ! اتنے گناہوں کے بعد بھی ہم سے استغفار نہیں ہوتا، یا اللہ! ہماری زبانوں کو استغفار میں مشغول رکھ، ہماری دلوں کی سیاہی کو دھو دے، یا اللہ! ہمارے دل بالکل کالے ہو چکے ہیں، یا اللہ! اسی بنا پر ہمارے ہر وقت کے تصورات نیکی کے نہیں، گناہوں کے ہیں، یا اللہ! ہمیں اس سے بچالے، یا اللہ! ہماری عاقبت کی تباہی کو ہم اپنی نظروں سے سامنے دیکھ رہے ہیں، یا اللہ! اس تباہی سے ہمیں بچالے، یا اللہ! انسانیت پر رحم فرما، یا اللہ! انسانیت پر رحم فرما، جہاں کہیں انسان پریشان ہیں ان کی پریشانیوں کا خاتمہ فرما، دنیا میں امن و امان قائم

فرما، جہاں کہیں عذاب نازل ہو رہے ہیں ان عذابوں کو ختم فرما،

و صلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و آله و صحبه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم. اما بعد:

اعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: فِی جَنَّاتٍ یَتَسَائَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْن مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرقَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْن.

مرشدِ عالم حضرت پیر غلام حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ

یہ آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں، جن حضرات کا حافظہ ساتھ دے گا، انہیں یاد ہوگا کہ روانگی کے آخری بیان میں مرشد عالم حضرت پیر غلام حبیب صاحب نور اللہ مرقدہ آپ کی پرانی مسجد میں ان آیات پر بیان فرما رہے تھے۔

اور جیسا حضرت کا بیان کا انداز تھا، عصر کے بعد سے بیان ہو رہا تھا، مغرب کا وقت ہوگیا، ایک منٹ، دو منٹ، پانچ منٹ، سات منٹ، اذان کا وقت ہو رہا تھا اور حضرت کا بیان جاری۔ حضرت بعض دوستوں کی بے چینی کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ ابھی مغرب میں بہت وقت ہے، سنو! میں تمہیں عصر کے بعد سے سنا رہا ہوں اور تمہیں سننا پڑے گا! اور فرمایا کہ میں ہر سال، پہلے سے زیادہ جوان ہو کر آتا ہوں اور اسی جوش کی، جلال کی، حضرت کی برکات ہیں کہ آپ اس جگہ پر تشریف فرما ہیں، اوپر سے وہ دیکھ رہے ہوں گے اوڈلی والوں، کہ آج عید ہے۔

قیامت آجائے گی، قیامت!

مگر جیسے جوش میں اور جلال میں، یہاں مسندِ درس اور مسندِ ارشاد پر وہ بیان فرماتے تھے، تو جلال ہر جگہ ہی تھا۔ افریقہ کا بیابان جنگل ہے، جہاں انسان یا ربِّ سلِّم، سلِّم پڑھ کر گاڑی ڈرائیو کرتا ہے کہ خدانخواستہ یہاں کوئی تکلیف ہوئی اور گاڑی رکی، تو کچھ بھی ہوسکتا ہے، جان بھی خطرہ میں ہوسکتی ہے۔

ایسے جنگل بیابان میں، مولانا قاری ابراہیم سارودی ڈرایور ہیں، تو ایک جگہ چیک پوینٹ (checkpoint) آتا ہے، جگہ جگہ زامبیا میں کسی وقت چیک پوینٹ ہوتے تھے، گاڑی رکی، افریقی پہرہ دار گن لئے ہوئے، تانے ہوئے، ڈرایور سے پوچھتا ہے کہ آپ کا لائسنس پاسپورٹ نکالو، انہوں نے اپنا لائسنس نکالا۔ کہا کہ ان کا؟ حضرت کا پاسپورٹ بتایا، حضرت کے گھر والے بھی ساتھ تھے، پہرہ دار نے کہا کہ ان کا؟ حضرت کے گھر والوں کا، تو ان کا پاسپورٹ بھی بتایا، تو وہ فوٹو دیکھتا ہے۔

اب خالہ جان پردے میں ہیں، حضرت کے گھر والوں کے متعلق وہ افریقی زامبین سیکیورٹی والا کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ نقاب اٹھائیں۔ پاسپورٹ میں جو فوٹو ہے، تو دیکھنا ہے۔ تو پہلے مولوی ابراہیم سارودی نے سمجھانے کی کوشش کی، وہ سمجھ نہیں رہا ہے۔ حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت، یہ کہتا ہے کہ نقاب اٹھا کر اس کو دیکھنا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے کہہ دو قیامت آجائے گی، قیامت!

جنگل بیابان میں ہیں، اور وہ گن بالکل سر پر تانے ہوئے کھڑا ہے، اور مرشدِ عالم کیا فرماتے ہیں اس کے جواب میں اس کو، کہ اس سے کہہ دو کہ قیامت آجائے گی، قیامت!

یہ میں نے عرض کیا کہ حضرت کا درس دیدنی ہوتا تھا، کہ کیسا جلال، کیسا بیان حضرت کا، تو یہ رگ و پے میں سرایت کیا ہوا ہوتا ہے، انسان ایکٹنگ نہیں کرسکتا، جنگل بیابان میں بھی حضرت

نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ قیامت آجائے گی۔

حضرت مدنی حرم میں

میں نے بارہا جلسوں میں قصہ بھی سنایا، کہ مدینہ شریف کے کوئی درجن بھر ملاقات کے حضرت کے واقعات ہیں۔ میں نے ایک دفعہ ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے سارے قصے لکھ کر دئے تھے، بڑے دلچسپ ہیں۔ ایک دفعہ حرم شریف کے پہلے اور دوسرے صحن کے درمیان میں جو برآمدہ ہے، وہاں میں نے دیکھا کہ حضرت اپنے لشکر کے ساتھ، لشکر ہی کہیں گے، حضرت کے پیچھے پیچھے، سب ہی پگڑی والے چل رہے ہیں اور حضرت تشریف لا رہے ہیں۔

میں پہنچا، سلام کیا، کہا حضرت خیریت تو ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ مجھے لے گئے تھے مطوع اور ہمیشہ لے جاتے ہیں۔ حضرت کی خاص جگہ تھی، دو صحن کے بیچ میں برآمدہ پر، وہاں سے گنبدِ خضراء صاف نظر آتا ہے، حضرت وہاں مراقب ہوتے تھے، وہ حضرت کی جگہ تھی۔ اب وہاں کے سلفیوں کو چڑ، تو آکر حضرت کو پریشان کرتے، زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے تھے، وہ کہیں گے کہ چلو پولیس کے دفتر میں، حضرت کو وہاں لے گئے، حضرت نے فرمایا کہ مجھے وہاں لے گئے تھے اور وہاں سے میں آرہا ہوں، اور فرماتے کہ ہمیشہ لے جاتے ہیں۔

حضرت کو یہ پتہ ہے کہ یہ ابھی کوئی آئے گا اور لے جائے گا اور اتنے مجمع کے ساتھ اٹھنا ہوگا مگر وہ ہی جلال، میں نے عرض کیا کہ روحانی طور پر وراثت میں جو چیز ملی ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے، تو ان کے متعلق سلفیوں کو کیا اندازہ کہ ہم انہیں مرعوب کر سکتے ہیں، پولیس کا نام لے کر، پولیس افسر کے پاس لے جا کر کے، پولیس کے دفتر میں لے جا کر کے مرعوب کر دیں گے:

ایں خیال است محال است وجنوں

حضرت فرماتے ہیں کہ ہمیشہ لے جاتے ہیں اور پھر بھی حضرت کی نشست گاہ وہی، وہیں

بیٹھتے تھے، جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں حضرت نے یہ انداز پایا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر بادشاہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیۃ من آیات اللّٰہ کے طور پر پیدا فرمایا تھا، اور کس چیز کے لئے؟ ایک لمبی کہانی ہے علماءِ سوء اور سرکاری مولویوں کی، جنہوں نے اکبر کو مجبور کر کے اسلام کی شکل ایسی بنادی اکبر کے دربار کی، اور اسے یہ باور کرادیا کہ اب تو یہ اسلام کو ہزار سال گزر گئے، بہت پرانا ہو گیا یہ اسلام، ایک نئے دین کی اب ضرورت ہے، اسلام کا زمانہ ایک ہزار سال پر ختم ہے۔

انہوں نے اکبر سے نئے دین کی ایجاد کروائی، جو ایک مجموعہ تھا آتش پرستوں کا، عیسائیوں کا، ہندوؤں کا، شیعے، سب کو ملا کر کے ایک مشکّل تیار کیا دینِ اکبری۔ تو ادھر اس نے نعرہ لگایا، علماءِ سوء نے اور اکبر نے، کہ ایک ہزار سال ہو گئے، اسلام کی مدت ختم، نئے دین کی اب ضرورت پیش آئی ہے، نیا دین تم تیار کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے دفعیہ کے لئے اور علاج کے طور پر امام ربانی کو پیدا فرمایا۔

مجدد الف ثانی، الفِ ثانی کے مجدد، وہ کہتے تھے کہ ہزار سال گزر گئے اسلام ختم، مگر مجدد الف ثانی آ گیا، کہ جو کچھ علماءِ سوء نے پیدا کی ہیں، یہ رسوم اور بدعات، ان تمام کا ازالہ ایک ہستی کرے گی، وہ شیخ احمد سرہندی۔

جب آپ کی اصلاحات شروع ہوئیں، تو یہ حکومتیں کب برداشت کر سکتی ہیں، حضرت امام ربانی کو پہلے فہمائش کی گئی، جب اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو دھمکی دی گئی، پھر گرفتاری عمل میں آئی، اور گرفتار کر کے شاہی دربار میں لے جا رہے ہیں، اور جو حضرت کے چاہنے والے تھے، وہ حضرت کو مشورہ دیتے ہیں کہ حضرت بادشاہ تو قتل پر تلا ہوا ہے اور اس نے فیصلہ کر رکھا ہے، اس

لئے آپ سے ہماری درخواست ہے کہ تھوڑا سا، ذرا نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ پوچھا کیا نرمی؟ فرمایا کہ بادشاہ کو جو سجدہ کیا جاتا ہے؛ سجدۂ تحیہ، سلام کے طور پر سجدہ ہے، اگر اس کی اجازت نہ بھی ہو، تو جان بچانے کے لئے تو کیا جا سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا! عزیمت کو چھوڑ کر مجھ سے رخصت پر عمل کروانا چاہتے ہو؟ یہ جہانگیر کے دربار کے دروازہ پر گفتگو ہو رہی ہے، اور حضرت سے پھر انہوں نے کہا کہ اچھا، حضرت! اگر یہ نہیں، تو کم از کم ذرا جھک کر سلام فرما لیں، لیکن حضرت اس کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے۔

اور جب وہاں جہانگیر کے پاس حضرت کو لے جایا گیا، وہاں علماءِ سوء جہانگیر سے کہتے ہیں کہ دیکھو، ہم آپ سے کہتے تھے کہ یہ شخص باغی ہے، آپ کے حکومت کے مدِّ مقابل اس نے حکومت قائم کر رکھی ہے، اور آپ کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے، اس نے تمام شہروں میں اپنے خلفاء کے نام سے آدمی تیار کر رکھے ہیں، اور آپ کی حکومت کو ان سے سخت ترین خطرہ ہے، چنانچہ آپ کو لے جا کر کے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

اب جہانگیر کو کس قدر نفرت تھی، اس کا پتہ اس عبارت سے چلتا ہے جو خود اس نے اپنی ڈائری (diary) میں لکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک شخص احمد نامی، سرہند کا رہنے والا، اس نے ہماری حکومت کو نقصان پہنچانے کے لئے جو جو آدمی اس کے لئے زیادہ کار آمد تھے، ان کو خلیفہ کا ٹائٹل دے کر کے، مختلف جگہوں پر اس نے ان کو بھیج کر تیاری کر رکھی تھی۔ ہمیں پتہ چلا، ہم نے اس کو قید خانہ میں بند کر دیا تا کہ اسے ادب سکھائیں اور تا کہ دماغ درست ہو؛ یہ اس کے، جہانگیر کے الفاظ ہیں۔

جہانگیر کے لئے بشارت

کبھی میں کوئی مضمون شروع کرتا ہوں، پھر اس کا اختتام بھول جایا کرتا ہوں، بعض دفعہ ساتھی پوچھتے ہیں کہ وہ جو آپ نے سنایا تھا، اس لئے میں اس کا اختتام پہلے بتا دوں کہ کہاں تو اس قدر

نفرت تھی جہانگیر کو، جو اس نے اپنی ڈائری میں الفاظ لکھے، اور کہاں جہانگیر اپنے مرنے کے وقت، اپنے وزراء، امراء اور اپنے گھر والوں کے سامنے رو رہا ہے اور ایک چٹھی اپنے دل پر رکھتا ہے، پھر اس کو چومتا ہے، پھر ہٹاتا ہے، پھر روتا ہے، اور وہ جہانگیر کہتا ہے کہ میں تو بہت گناہ گار انسان، مگر حق تعالیٰ شانہ مجھ سے اگر کل قیامت میں پوچھیں گے کہ تم کیا لے کر آئے؟ تو میں کہوں گا کہ یہ پروانہ۔

اور یہ پروانہ وہ تھا کہ جہانگیر کہتا ہے کہ جب میں نے اس قدر مظالم کرنے کے بعد، جیل میں رکھنے کے بعد، پھر کئی سال اپنے ساتھ حراست میں رکھنے کے بعد جب معاملہ مجھ پر کھلا، اور میں نے ان سے معافی مانگی شیخ احمد سرہندی سے، اور معافی مانگنے پر انہوں نے مجھے یہ لکھ کر دیا۔ اتنے بڑے ظالم بادشاہ جس نے اس قدر توہین کی، حضرت کو گرفتار کیا، جیل میں ڈالا اور اتنی قیامتوں سے گزارا کہ حضرت کا کتنا عظیم روحانی اور نسلی خاندان حضرت کا، دونوں کو تتر بتر کر کے رکھ دیا حکومت نے، خاص طور پر ذکر آتا ہے خانقاہ کا، حویلی کا، باغ کا، اور حضرت کے گھر والے کہاں، بیٹے کہاں، پوتے کہاں اور حضرت کہاں جیل میں۔

ان سب مظالم پر جب اس نے معافی مانگی، جہانگیر نے، تو حضرت نے ان سے، جہانگیر سے کیا فرمایا؟ وہ روحانی طور پر وراثت میں ملا تھا امام ربانی کو، وہ جملہ حضرت نے فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے میرے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا، تو جہانگیر میں تجھے ساتھ لئے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ وراثت میں ملا تھا امام ربانی کو یہ جملہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دیا گیا اور سکرات کا عالم ہے، اس جہان سے جا رہے ہیں، تو چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے ہیں کہ بھائی جان، اللہ کے واسطے آپ ہمیں بتا دیں کہ کس

نے آپ کو یہ زہر دیا؟ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ نام معلوم کر کے تم کیا کرو گے؟ مجھے تو اس سے پہلے بھی چھ دفعہ دیا جا چکا، لیکن میں نے نہیں بتایا، بس اس دفعہ اللہ کی طرف سے اجل کا فیصلہ ہے، جو مجھے منظور ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ نام بتائیں کہ کس نے آپ کو زہر دیا؟ فرمایا کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ اگر کل قیامت میں، حق تعالی شانہ نے میرے لئے جنت کا فیصلہ فرمایا، تو جس نے مجھ زہر دیا ہے، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں پکڑ کر جنت میں ساتھ لے کر جاؤں گا۔

امام ربانی نے جہانگیر کو یہ لکھ کر دیا تھا، جہانگیر یہ پڑھتا جا رہا ہے سکرات کے عالم میں اور رو رہا ہے کہ یہ پروانہ میرے ساتھ ہے۔ تو دوستو! حضرت پیر غلام حبیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی، میں نے عرض کیا کہ انہوں نے وہاں جنگل میں، سر پر گن لے کر وہ سیکیورٹی والا کھڑا ہوا ہے اور فرماتے ہیں کہ قیامت آ جائے گی، قیامت!

علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

لیکن یہ نشے ہوتے ہیں حکومتوں کے، اور نشہ میں اتنے بدمست ہوتے ہیں کہ انہیں کسی طرح کا کوئی خیال، نہ انسانیت کا گزرتا ہے، نہ عقل و دانش انہیں صحیح راستہ بتاتی ہے، بس نشہ میں مدہوش ہوتے ہیں۔

وہاں علامہ سرخسی کا میں نے قصہ سنایا تھا کہ صرف انہوں نے حکومت کو اتنا مشورہ دیا تھا کہ یہ جو رعایا پر ٹیکس ہے، یہ بہت زیادہ ہے، اتنا ٹیکس نہیں ہونا چاہئے، اسی پر یہ ہنگامہ برپا کر رہے ہیں اور ان کو ڈال دو جیل میں، کنویں میں اتار دیا گیا، پوری فتاوی سرخسی کی عظیم کتاب، وہاں اس جیل خانہ کے کنویں سے آپ نے لکھوائی تھی۔

امام ربانی

یہ دنیا میں حالات اور واقعات ہوتے رہتے ہیں، مگر جس طرح ہزار سال پر اکبر نے سوچا اور

علماءِ سوء نے اُسے مشورہ دیا کہ یہ اسلام کی مدت تو اب ختم ہوگئی، اللہ تبارک وتعالی نے مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا، اور انہیں کے ذریعہ پھر جہانگیر کی بھی اصلاح ہوئی، اسی کے نتیجہ میں عالمگیر آئے، مگر امام ربانی کے واقعہ کے دوسو، تین سو سال کے بعد پھر وہی قیامت آجاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات میں لکھا ہے جس طرح کہ یہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں ہیں، لاکھوں مریدین سب پریشان، تو حضرت نے سب کو منع فرمایا اور فرمایا کہ تلاوتِ کلام پاک اور کلمہ طیبہ کا ورد رکھیں، اور کلمہ طیبہ کا ورد حضرت نے بتایا کہ اس میں ہر چیز کی نفی کریں، اور نفی، ہم تو کہتے کہ **لا معبود الا اللّٰہ، لا مسجود الا اللّٰہ، لا مقصود الا اللّٰہ،**

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''لا الٰہ'' میں اس کی بھی نفی کرو کہ میری رہائی تم چاہتے ہو۔ رہائی کے لئے لوگ تو دعا کرتے تھے کہ حضرت رہا ہو کر جیل سے باہر آجائیں، حضرت فرماتے کہ لا الٰہ میں اس کی بھی نفی کرو۔ کیوں؟ کہ میرا رب مجھے وہاں جیل میں رکھنا چاہتا ہے، جہاں وہ مجھے رکھنا چاہتا ہے، اس کے خلاف کی تمہیں خواہش اور تمنا کیوں ہوتی ہے؟ جیسی مالک الملک کی خواہش، اور اس کا ارادہ، اس کا حکم، میں اس کے لئے تیار ہوں۔

حضرت نے پچاسوں مکاتیب میں اس کی نفی فرمادی، کہ لا الٰہ میں اس کی خاص طور پر نفی کرو اور حضرت نے فرمایا کہ تم وہ حویلی اور باغ اور خانقاہ اور بالخصوص کتابوں کے متعلق افسوس کرتے ہو۔ ادھر حضرت کو گرفتار کر کے جیل میں لانے کا جہانگیر نے آرڈر دیا اور ساتھ آرڈر یہ بھی دیا کہ ان کی تمام املاک لوٹ لی جائیں، کتنی عظیم دولت، ساری عمر کی کمائی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ علوم ہیں، اس کے متعلق سب افسوس کر رہے تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ وہ کتابیں اور حویلی اور کسی پر افسوس کی ضرورت نہیں، وہ سب مالک کے امر کے تحت سب کچھ ہوا ہے، کسی چیز پر افسوس نہ کرو۔

اللہ تبارک وتعالی نے پھر وہ دن دکھائے کہ وہی جہانگیر اپنے بیٹے خرّم کو پیش کرتا ہے کہ

حضرت اس کو بیعت فرمالیں، اور پھر خاندان کے افراد، مغل شہنشاہ کے خاندان کے افراد، ایک کے بعد ایک بیعت ہوتے ہیں اور پھر وہ دین، جو ایک ہزار سال کی وجہ سے چھوڑنے کے قابل ہو گیا تھا، اس کو گلے لگانے والے پیدا ہوئے، سب سے بڑی کتاب عالمگیر کی، فتاویٰ عالمگیری وہ تیار کی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے عرض کیا کہ یہ آزمائشیں تو آتی رہتی ہیں۔ ادھر دو سو تین سو سال کے بعد پھر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ہے۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا وصال ہو رہا تھا، تو حضرت متفکر تھے، کہ میری چھوٹی چھوٹی اولاد ہے اور میں اس جہان سے جا رہا ہوں۔

ایک دن صبح اٹھے اور فرمانے لگے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آج خواب میں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں چھوٹی چھوٹی اولاد کا فکر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی یا رسول اللہ! میں اس جہان سے اب جاؤں گا، پیچھے چھوٹی چھوٹی اولاد، جن کی تربیت، تعلیم کرنے والا کوئی نہیں ہو گا، تو اس کا مجھے فکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسی تیری ایسی میری۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ میں ان کی تربیت کرتا اور انہیں تعلیم دیتا، اس کے بدلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ جیسی یہ اولاد تیری، ویسی میری۔ اسی بشارت کے نتیجہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے علوم میں، معارف میں، اور روحانیت میں کہاں سے کہاں پہنچایا۔

اور ان میں سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تو جس طرح

امام ربانی کو گرفتار کیا گیا، انہیں گرفتار کر کے دہلی سے جانور کی طرح سے، گھر والوں کے ساتھ ہنکایا جاتا ہے۔لکھا ہے تاریخ میں کہ دہلی کے قلعہ سے لے کر شاہراہ تک پیدل آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو ہانک دیا گیا (یہی کلمہ ہانک دیا گیا لکھا گیا ہے)، لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ اسی طرح شاہ ولی اللہ زندہ اور ان کے علوم زندہ، اللہ تبارک وتعالی ہمارے ان اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، مسلمان جہاں کہیں پریشان حال ہیں ان کی پریشانیاں ہمیشہ کے لئے ختم فرمائے۔

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لا رَیْبَ فِیْہِ. ھُدًی لِلْمُتَّقِیْن.

دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی منکر، خلافِ شرع بات تم دیکھو، تو اگر اللہ نے حکومت دی ہے، تمہیں حاکم بنایا ہے، تو تمہیں ہاتھ سے روکنا چاہئے۔ اور اگر یہ بات نہیں، تو پھر زبان سے منع کرنا چاہئے، اور اگر حالات ایسے ہوں کہ آپ زبان سے بھی نہ روک سکیں، تو پھر آخری درجہ ہے کہ اُسے دل سے برا سمجھنا چاہئے۔

یہ ہم دینی تقریبات میں اپنے ہی دوستوں کی دعوت پر، اُن کے حکم پر اُن کے یہاں جاتے ہیں، تو یہ ایک عجیب مصیبت ہے، ہر جگہ ان کو یہ کہنا پڑتا ہے، کہ سٹیج stage پر سب کے سامنے کسی کو بٹھا کر کے اس کے متعلق تعریفی جملے کہے جاتے ہیں، یہ ناجائز ہے۔

اس لئے کہ میرا اندرون، میرا حال، میرا اعمال نامہ، اس کی سیاہی سفیدی آپ کو کیا معلوم؟ وہ تو علام الغیوب، اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے یہ غیروں سے جو طریقے ہم نے اپنائے، اُن میں سے یہ چیز ہماری مساجد میں، دینی تقریبات میں، علماء کی مجالس میں، یہ اس حد تک پہنچ گئی کہ گویا ایک لازم ملزوم اور فرض کے درجہ میں ہوگئی، اس کے بغیر تقریب شروع نہیں ہوتی۔ حالانکہ کسی کے سامنے اسی کی تعریف کئے جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **وَیْحکَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیکَ۔**

ختمِ قرآن اور دعا

آج اس تقریب میں ہم شریک ہیں، ایک بچہ نے قرآن پاک حفظ ختم کیا ہے، اس کے آخری سبق اور ختمِ قرآن کی دعا میں شرکت کے لئے ہم حاضر ہوئے ہیں۔ یہ بڑا اقبولیت کا موقع ہے۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم حدیث پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ختمِ قرآن کے موقع پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اور اس مبارک موقع پر جس چیز کے لئے ہمیں دعا کرنی ہے وہ بھی قرآن ہی ہے۔ اس بچہ کو، اس کے والدین کو، اس کے اساتذہ کو، اس مدرسہ اور مسجد کے منتظمین کو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔ اس مدرسہ کو اور ترقیات سے نوازے، ہم سب کے لئے قرآنِ پاک کو نجات کا ذریعہ بنائے۔

خود ہمیں اس وقت اس مبارک موقعہ پر بھی، اور اپنی انفرادی اجتماعی دعاؤں میں بھی قرآن کے لئے خاص طور پر دعا کرنی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمتیں دو ہیں۔ ایک: اللہ کا کلام اور دوسرے: حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان دونوں چیزوں کے لئے ہمیں اس وقت فکر کی، دعا کی ضرورت ہے کہ جو ایک مسلم کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ہوسکتی ہے جو چیزیں، اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کے لئے نہ اور کوئی مال ودنیا کوئی حیثیت رکھتی ہے، نہ اپنی جان اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ

دونوں نعمتیں، قرآن بھی اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی، دونوں کی حق جل مجدہ ہمیں قدردانی عطا فرمائے۔

تعلیم قرآن

جن مکاتب میں اور مساجد میں چھوٹے چھوٹے بچے قرآنِ پاک ناظرہ پڑھتے ہیں، حفظ کرتے ہیں یہ ایک سنت ہے، دینی ضرورت ہے۔ سیاسی تحریکات کی طرح سے، نہ کوئی تحریک چلاتا ہے، نہ اس کے لئے لوگوں کو جوش دلانے کی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، نہ اس کے لئے لاکھوں ملینوں کا سرمایہ اکھٹا کیا جاتا ہے۔ یہ تو انسان جہاں کہیں ہوتا ہے اسے کھانے پینے کی حاجت اور ضرورت جس طرح وہ اپنی پورا کرتا ہے، اس طرح ایک مسلمان، جہاں کہیں بھی بسے گا، رہے گا اس کی ایک فطری ضرورت ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے۔

میں نے وہاں باٹلی کے جلسہ میں بتایا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سات یا اس کے قریب جو مساجد تھیں مدینہ طیبہ میں، تو ہر مسجد کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ اُس میں قرآن پاک کی تعلیم کا مدرسہ تھا۔ جہاں مسجد ہوگی وہاں بچے پڑھیں گے، اور ہم میں سے ہر ایک کی عمریں گذر گئیں، اس سلسلہ کو اپنے یہاں، ہندوستان پاکستان میں پایا اور وہاں سے ہجرت کر کے مسلمان جہاں کہیں بھی گئے، وہاں ہم نے دیکھا کہ یہ سلسلہ ہر جگہ جاری ہے، اچھے پیمانہ پر، کہیں جس طرح غرباء اپنے طریق پر چلاتے ہیں اُس طرح۔ لیکن یہ سلسلہ جاری ضرور رہا۔

لیکن وقفہ وقفہ کے بعد قرآن کے خلاف اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش آجاتی ہے۔ اسی طرح اب ان مدارس کے خلاف ایک منظّم سازش کی جارہی ہے، اور ایک الزام تیار کیا جارہا ہے، کہ ان مدارس میں بچوں کو ظلم اور زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کہیں کسی مدرسہ میں غلطی سے ذہنی مریض کو مدرس بنا کر بٹھا دیا ہو تو الگ بات ہے۔

بچوں کو اسلامی تعلیم از حد ضروری ہے کہ اب یہ قیامت نزدیک ہے اور حضورِ پاک صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں، اُن نشانیوں میں اولاد کا باغی، طاغی ہونا، سرکش، نافرمان ہونا ہے۔

ابھی وہاں بولٹن (Bolton) زکریا مسجد میں، جمعہ پڑھایا تو میں نے وہاں اس مضمون پر بیان کیا تھا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسی نگاہ عطا فرمائی تھی جو مسجدِ نبوی اوراس کے باہراور مدینہ طیبہ اوراس کے باہراور قیصر وکسریٰ کے محلات اور سال کے بعد کیا ہوگا، اور دس سال کے بعد کیا ہوگا اور میرے اس دنیا سے جانے کے بعد کیا ہوگا اور قیامت سے پہلے کیا کیا چیزیں پیش آئیں گی، جزئیات، چھوٹے چھوٹے واقعات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادئے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کی اولاد کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ والدین کے لئے تو ہوں گی نافرمان وَ بَرَّ صَدِیْقَہٗ، اور اپنے دوستوں کی فرمانبردار۔ والدین کے متعلق دل میں شکوک وشبہات ہوں گے ان کی خیر خواہی کے بارے میں، ان کی محبت کے بارے میں، اور دوستوں کے بارے میں اعتماد ہوگا۔

میں نے وہاں بتایا کہ پچاس سال پہلے تو ایک تبرک کے طور پر لوگ اس کو پڑھتے تھے۔ اب جو والدین ان مراحل سے گزر رہے ہیں، اُن کا ایمان اور پختہ ہوتا ہے کہ ہمارے دونوں جہان کے سردار نے کیسی عظیم پیشینگوئی فرمائی کہ جو ایک ایک گھر میں پیش آنے والا قصہ ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

حفظِ قرآنِ پاک

یہ قرآن بڑی بابرکت کتاب ہے، اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا عظیم معجزہ ہے۔ ہمیشہ آپ سنتے رہتے ہیں کہ کسی بھی بچہ کو اپنی زبان میں، انگریزی میں، یا اردو میں، اُس کی مادری زبان میں، چھوٹی سی کوئی آپ کتاب دے دے کہ اس کو قرآن کی طرح سے، جس طرح بچہ حفظ

کرتا ہے وہ حفظ کر کے دکھادو۔اس کے لئے انتہائی مشکل ہوگا، کربھی لے گا چند دن میں بھول جائے گا۔لیکن قرآنِ پاک جتنا جلدی حفظ کیا جائے گا اتنا دیر تک محفوظ رہے گا۔

بچپن سے لے کر جوانی تک کا حفظِ قرآن، اس وقت میں جو قرآن پاک حفظ کیا جاتا ہے، وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ وہ حافظ کتنا ہی غلط راستہ پر چلا جائے مگر اللہ تبارک تعالیٰ کسی وقت بھی اسے توفیق دے، پھر قرآن کھول کر اس کو یاد کرنا، پڑھنا شروع کرے، تو جس طرح دو چار مہینے کوشش کرے گا، گویا کہ اتنے سالوں تک قرآن پاک کے ساتھ مسلسل لگاؤ اس کا تھا، اس طرح وہ پڑھنا شروع کر دے گا۔

میں جب یہاں آیا تو ایک وہاں ہندوستان کے عربی مدرسہ کے مدرس سے ملاقات ہوئی۔ کہاں تو وہاں وہ کسی عربی مدرسہ کے مدرس تھے، اور یہاں کی اس وقت کے ماحول میں غلط ماحول میں پھنس گئے، داڑھی بھی صاف اور غلط ماحول اور غلط دوستی، سولہ سال تک۔

جب ملاقت ہوئی تو انہوں نے خود روتے ہوئے اپنا حال بیان کیا کہ سولہ سال ہو گئے، نہ میں نے تراویح پڑھائی ہے نہ دور سنایا ہے، نہ قرآن۔ میں نے کہا کوئی نہیں، آج ہی سے شروع کر دیں۔ وہ ہفتہ، عشرہ کے بعد میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرا ایک دور ختم ہو گیا۔ سولہ سال تک نہیں سنایا تھا، نہیں پڑھا تھا، مگر قرآن پھر بھی تازہ رہا۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوانی کا حفظ رگ وپے میں بس جاتا ہے۔ اور جو بڑھاپے میں حفظ کیا جائے تو فرمایا کہ فَلَـهُ اَجُرَان ۔تو اس کو یاد کرنے میں بھی تھوڑی سی دشواری پیش آئے گی، یاد رہنے میں بھی تھوڑی دشواری پیش آئے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عام حفظ کرنے والوں کی بہ نسبت اسے دہرا اجر ملے گا۔تو یہ جتنا جلدی حفظ کیا جائے، نہ اس کی زبان، نہ اس کے ایک کلمہ کا معنیٰ سمجھتا ہے وہ بچہ، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسان فرما دیتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ

الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ سمندری، بحری جہاز سے ان کا سفر شروع ہوا، جہاز میں چاند دیکھا گیا، تو تین سو سے زائد مسافر تھے۔ تو عشاء کے بعد جب تراویح شروع کی، تو کوئی حافظ نہیں پورے جہاز میں۔ تو پہلے دن تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے حضرت فرماتے ہیں کہ تراویح پڑھائی۔ پھر مجھے بڑی شرم آئی کہ اتنے سارے مسافر، اتنا مبارک حج کا سفر، اور اس میں تراویح اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھی جا رہی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ روز ایک پارہ یاد فرماتے، وہ پارہ تراویح میں سناتے، اور اس طرح ایک مہینہ میں قرآن پاک حفظ ختم کیا۔

مولانا اسماعیل صاحب واڈی والا بلیکبرن، اُن کے ساتھی، مولانا محمد پانڈور جو احمد آباد کے شاہی کتب خانہ کے نگراں رہے۔ انہوں نے بھی ایک مہینہ میں قرآن پاک کا حفظ ختم کیا۔ اب یہ کتنا ہی کوئی ذہین شخص ہو، لیکن اتنی عظیم کتاب کیسے یاد ہو سکتی ہے ایک مہینہ میں، اگر یہ معجزہ نہ ہوتا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں۔ گئے تو تھے ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے، دیکھا کہ حضرت امامِ اعظم وہاں درس دے رہے ہیں، پڑھا رہے ہیں، تو پہنچ گئے مجلس میں اور پوچھا کہ حضرت! اگر کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ کر سویا، تو اس کی چودہ پندرہ سال کی عمر اگر وہ اور عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے، صبح اسے پتہ چلے کہ میں آج سے بالغ ہو گیا، تو عشاء کی نماز جو اس نے پڑھی تھی وہ کافی ہے یا دہرانے کی ضرورت ہے؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ ہاں نماز اسے عشاء کی دوبارہ پڑھنی ہوگی، بس حضرت امام اعظم سے مناسبت ہو گئی۔

پھر ایک مرتبہ حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ حضرت! میں آپ کے شاگردوں میں شامل ہونا

چاہتا ہوں۔تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں شرط تھی کہ اُسی طالبِ علم کو اپنے حلقہ میں قبول فرماتے تھے جو حافظ ہو۔حضرت نے پوچھا کہ قرآنِ پاک آپ نے حفظ کیا ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ نہیں، قرآن کا میں حافظ نہیں ہوں۔فرمایا کہ اچھا ابھی تو ہم آپ کو نہیں لے سکتے جب یہ شرط پوری ہو جائے گی، آپ قرآن پاک حفظ ختم کرلیں گے اس کے بعد ہم آپ کو لے سکتے ہیں۔

ایک ہفتہ نہیں گزرا، سات دن ہوئے اور پھر حاضر ہوگئے، عرض کیا کہ وہ شرط پوری ہوگئی، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں پورا قرآن تم نے حفظ کرلیا؟ حضرت امام محمد نے فرمایا ہاں! لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم نے اُن کا باقاعدہ امتحان لیا، جگہ جگہ سے، جس طرح حافظ کا امتحان لیا جاتا ہے۔اُن سے پڑھوایا، دیکھا کہ باقاعدہ یہ حافظ ہے، تب جاکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے حلقہ میں قبول فرمایا۔صرف سات دن میں حافظ قرآن ہوگئے۔

نوے دن میں حفظ

اس سے پہلے میں نے بتایا تھا کہ ہمارے یہاں ایک طالبِ علم نے فارغ ہونے کے بعد یونیورسٹی شروع کرنے سے پہلے نوے دن میں قرآن حفظ ختم کیا تھا۔وہ اتفاق سے میرے پاس آئے کہ میں بسم اللہ کرنا چاہتا ہوں۔تو میں نے اُن سے کہا کہ بسم اللہ نہیں، میں چند روز تک آپ کا روز سن سکتا ہوں بشرطیکہ آپ پاؤ پارہ سنائیں۔ جب وہ اچھی طرح لائن پر لگ گئے، کئی روز تک وہ پاؤ پارہ، پاؤ پارہ سناتے رہے، کئی پارے ہوگئے، تب میں نے کسی اور استاذ کے پاس اُن کو بھیجا، اس طرح انہوں نے نوّے دن میں قرآن حفظ ختم کیا تھا۔

پیدائشی حافظہ

انسانی قدرت سے باہر ہے، انسان کی طاقت سے باہر ہے۔اور آگے سنئے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے پاکستان کے شیخ

الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی صاحب۔

ان کا بیان ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں راندیر میں تھا، ایک بچی میرے پاس لائی گئی جو اپنے والدین کے ساتھ رنگون سے آئی تھی، اُس بچی کی عمر صرف چار سال، اور جو والدین لے کر آئے اُنہوں نے بتایا کہ یہ بچی پیدائشی حافظہ ہے۔

لطیفہ مجھے یاد آیا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد صاحب نے جب بولنا سیکھا اور دودھ چھڑایا گیا، اس وقت وہ پاؤ پارہ کے حافظ تھے۔ بعضوں نے حضرت کو خط لکھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں کہ خود اس بچی کو میرے پاس لایا گیا، چار سالہ بچی، کہ یہ پیدائشی حافظہ ہے۔ اور آپ پورے قرآن میں سے جہاں کہیں سے چاہیں اس سے پڑھوا سکتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچی سے کئی جگہوں سے پڑھوایا، تو اس نے جید حافظ کی طرح سے، اچھی طرح پڑھ کر سنایا۔ مگر ساتھ میں نے اُس کے والدین اور دوست جو وہاں موجود تھے مجلس میں ایک بات اور کہی۔

میں نے اُن سے کہا کہ یہ بچی زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گی، اللہ کی طرف سے ایک معجزہ کے طور پر تھی۔ کبھی کبھی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ ہم جس عقیدہ پر ہیں، یہ مذہب سچ ہے، ہمارا عقیدہ درست ہے۔

عظیم الشان معجزہ

یہ قرآن پاک ایک معجزہ ہے اور کیسا عظیم الشان معجزہ۔ کہ ہم لوگ تو عجمی ہیں۔ ہمارے اچھے سے اچھے علماء جنہوں نے سالہا سال عربی پڑھی ہو، پڑھائی ہو، مگر جو اُس زمانہ میں فصاحت اور بلاغت کا ایک عام دور چل رہا تھا مکہ مکرمہ میں۔ اور ہر وقت شعر شاعری اور قصائد اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ اور چیلنج۔ وہ قرآنِ پاک کو صحیح طور پر، اس کی ایک ایک آیت کو، اور

ایک ایک کلمہ کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ کلمہ اس جگہ کس طرح لایا گیا ہے۔

اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں علم طب زوروں پر تھا تو اُس لائن کا آپ کو معجزہ انتہائی آخری درجہ کا ملے گا جس سے، وہ اطباء عاجز تھے، کہ مردہ کو زندہ نہیں کر سکتے تھے، وہ معجزہ آپ کو دیا گیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا زور تھا، جادوگروں کا غلبہ تھا، تو اس کی توڑ کا معجزہ دیا گیا جس سے وہ عاجز ہو گئے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ فصاحت اور بلاغت جو زوروں پر تھی، اور وہ اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا کہا کرتے تھے، عجمی کہتے تھے، اُن کے لئے قرآن پاک کا ایک چیلنج تھا۔ اور مفسرین لکھتے ہیں کہ اسی لئے، جیسے اُن کے یہاں دیوان ہوتا تھا، ایک شاعر، اُس کی عمر بھر کی شاعری میں سے جو منتخب کلام ہوتا تھا، اس کو جمع کرتے تھے، کہ یہ فلاں شاعر کا دیوان ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ شانہ کی اس کتاب کو فرقان اور قرآن نام دیا گیا۔

جیسے کہ اُس میں الگ الگ قصیدے ہوتے تھے، اس میں سورتیں رکھی گئیں۔

جیسے اُن کے یہاں بیت اشعار ہوا کرتے تھے، ایسے اُس میں آیات رکھی گئیں۔ اُن اشعار اور ابیات کے اخیر میں قافیہ بندی ہوتی تھی، قرآن پاک میں اس کو فاصلہ کہا گیا۔

آپ دیکھیں گے کہ وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا، وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا، اخیر میں الف آرہا ہے، سورۃ الرحمٰن میں، ہر آیت کے اخیر میں نون ساکن ہے۔ اور اُن کو چیلنج کیا گیا کہ تم اس کے جیسی ایک کوئی آیت بنا کر لے آؤ۔ پہلے تو پورے قرآن کا چیلنج، اس کے بعد ایک سورت کا چیلنج، اس کے بعد ایک آیت کا چیلنج، مگر وہ نہیں بنا سکتے تھے۔

قرآن کی حلاوت

اُن کے بڑے بڑے زبان داں جب اِنَّآ اَعْطَيْنَا جیسی ایک سورت سن لیتے تھے۔ تو اُن کو اپنا

آبائی مذہب اتنا پسند تھا، اس پر اتنے فداء تھے، کہ کہیں میں اپنے مذہب کو خیر باد کہہ دوں گا یہ قرآن اور کلام سن کر، تو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے کہ اس میں اس قدر حلاوت اور لذت ہے کہ جو بیان سے باہر ہے، کوئی شاعر ایسا کلام نہیں بنا سکتا۔

نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح انتظام فرمایا ۔۔۔کہ ریگستان بیابان صحراء سے گزر رہے ہیں، ایک ماں حضرت آمنہ، اور ایک خادمہ ساتھ ہیں، اور وہیں وہ ماں بھی اللہ کو پیاری ہو جاتی ہے۔ تو جن حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہوئی ہے، نہ کوئی تعلیم دینے والا، نہ کوئی مدرس، نہ کوئی معلم۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یتیم ایسی کتاب لایا کہ جس نے سابقہ تمام مذاہب کی کتابوں کو دھوڈالا، ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا۔

اور قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ۔ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعویٰ کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معلم سے پڑھا نہیں۔ نہ کس سے ادب سیکھا، آپ کا کوئی اُستاذ نہیں۔ براہِ راست اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ اور سچ مچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی، نہ لکھنا جانتے تھے، نہ پڑھنا جانتے تھے۔ اور اُمی اسے کہا جاتا ہے کہ جسے جو کچھ ملا ہو، ماں سے ملا ہو۔

اب یہ بہت بڑا چیلنج تھا عرب کے لئے، آپ کی ساری زندگی اُن کے سامنے تھی، کہ ایک یتیم اور اُمی اور ان کی تعلیم اور تربیت کا کوئی انتظام نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہوا تو وہ دنگ رہ گئے، کہ اِن کی ساری زندگی ہمارے سامنے ہے، اور یہ ایسا فصیح و بلیغ کلام ایک امی ہو کر؟

اسی لئے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے چاند کے متعلق جو کلمات ارشاد

فرمائے، کہ مہینہ کب شروع ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی مہینہ تیس کا ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ گنتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے نہیں تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ہمارے نانا جان گجراتی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، قرآن شریف پابندی سے تلاوت کا معمول تھا اور ہماری نانی بالکل ان پڑھ تھیں۔ ہماری نانی جان کلمہ بھی صحیح تلفظ کے ساتھ پورا نہیں پڑھ سکتی تھیں، وہی دیسی زبان میں پڑھتی تھیں۔ تو ہم بچپن میں لطف لینے کے لئے کہتے کہ نانی کلمہ سناؤ، تو وہ پڑھنا شروع کرتی پھر ہم اُن کی تصحیح کی کوشش کرتے۔ تو ہنستے کہتی کہ بیٹا میں تو اسی طرح پڑھ سکتی ہوں۔

اور ہمارے نانا نے قرآن شریف پڑھا تھا مگر حساب کتاب، لکھنا پڑھنا گجراتی زبان میں یا اور کسی زبان میں یہ نہیں جانتے تھے، صرف دستخط کر سکتے تھے۔ تو جہاں کہیں دستخط کرنا ہوتا تو وہ قلم لے کر فرماتے چل بیٹا بتاؤ کس جگہ؟ تو وہ لکھتے، تو ہم محمد لکھتے ہوئے اُن سے کہتے کہ دیکھو ابا آپ نے یہ تو ذرا اس طرح لکھا۔ تو وہ کہتے بیٹا، میں تو اسی طرح لکھ سکتا ہوں، میں تو ان پڑھ ہوں۔

اسی لئے جو ہمارے یہاں نانا جان کی کافی زمینیں تھیں، تو رُوئی کی کاشت بہت بڑی ہے، کبھی وہاں ایک بیل گاڑی میں جتنی رُوئی آجاتی تھی، اس کو گجراتی میں بھاڑ کہتے ہیں۔ جب اس کا گزر ہوتا تھا، کوئی چالیس کیلو کے قریب کا ایک ایک بتہ تولا جاتا، کوئی چالیس مرتبہ اس کو تول کر کے بیل گاڑی میں ڈالا جاتا تھا، تو اس کو جو گننا ہے، جب اس کو تولتے تھے تو تولنے والے بولتے رہتے تھے، جو حساب جانتے تھے، کہ ایک، دو، تین۔

لیکن نانا جان وہ دو تین اور چار اور پانچ کا فرق نہیں سمجھ سکتے تھے۔ تو وہ اپنے پاس رُوئی تھوڑی سی لے کر بیٹھتے تھے، اور ایک ٹیبل کے اوپر جب ایک مرتبہ تول کر کے بیل گاڑی میں ڈال دیا تو ایک رُوئی کا ٹکڑا اُٹھا کر یہاں رکھا۔ پھر اس کے بعد جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو فرماتے چلو بھائی یہ گنو کہ کتنے ہوگئے؟ کیوں کہ گنتی نہیں جانتے تھے۔

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی گنتی نہیں جانتے تھے، اللہ اکبر! اسی لئے جب چاند کے متعلق ارشاد فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اَلشَّھرُ ھٰکَذَا ھٰکَذا ھٰکَذا اَوْ ھٰکَذا ،فرمایا کہ جو مہینہ ہوتا ہے وہ اتنے دن کا ہوتا ہے تین دفعہ، تو یہ دس دس کو دہرایا تو یہ تیس ہو گیا اور ایک مرتبہ انگوٹھا بند فرمالیا۔ کہ یا تو پھر انتیس کا ہوگا۔ گنتی نہیں جانتے تھے النَّبِیّ الْاُمِّیُ۔

صلحِ حدیبیہ

اَلشَّھُر پر مجھے یاد آیا کہ کتنا بڑا چیلنج، قیامت تک کے آنے والے انسانوں کے لئے، آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کرسکا کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے تعلیم لی تھی۔ اور کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی گنتی یا کوئی لکھنا جانتے تھے۔

اسی لئے جب مکہ مکرمہ میں صلحِ حدیبیہ کے موقع پر معاہدہ کفار سے ہو رہا تھا، معاہدہ لکھا گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتب تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا کہ لکھو، مِنْ مُحَمَّد رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلیٰ رُؤَسَاءِ قُرَیْش ۔کہ یہ جو معاہدہ ہے، اللہ کے رسول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے سرداروں کے مابین ہو رہا ہے۔ وہ مانع ہوئے، انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ آپ نے محمد رسول اللہ کیوں لکھا؟ یہی تو ہمارا آپ کے ساتھ جھگڑا ہے۔ اگر ہم یہ مان لیتے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، تو جھگڑا ہی کیا تھا۔ اس لئے آپ یہ رسول اللہ نہ لکھیں۔

فرمایا کیا لکھیں؟ کہا کہ یہ لکھیں مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اچھا مجھے بتاؤ کہاں ہے؟ کیوں کہ آپ امی تھے۔ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم جو گنتی نہیں جانتے تھے، لکھنا نہیں جانتے تھے، اور انگلیوں کے اشارہ سے کہ پانچ کتنے ہوتے ہیں، تو انگلیوں کے اشارہ سے۔ عرب میں بہت زمانہ تک یہ حال رہا۔

ایک قصہ مقامات میں آتا ہے۔ کہ ایک آدمی جا رہا تھا، رابٹ لے کر، خرگوش لے کر۔ پوچھا کہ یہ کتنے میں لیا؟ تو وہ بیچارہ کتنے میں لیا، گنتی تو جانتا نہیں، بول نہیں سکتا، تو اُس نے خرگوش

ایک ہاتھ ایسے کیا پھر سوچا کہ کیسے بتاؤں؟ تو اس نے خرگوش نیچے رکھا، دونوں ہاتھ ایسے کیئے اور زبان نکالی کہ گیارہ درہم میں خریدا ہے۔ پھر زبان اندر لی اور ہاتھ نمازی کی طرح اوپر اٹھار کھے تھے، وہ نیچے کیئے اور خرگوش کو دیکھا تو وہ غائب۔

قرآن کریم: ایک چیلنج

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مہینہ بتایا کہ **اَلشَّھرُ ھٰکَذَا ھٰکَذَا ھٰکَذَااَوْ ھٰکَذَا،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امیت پر ہم سب قربان۔ کہ جس طرح حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ وہ کتاب لائے کہ جس نے تمام کتب خانہ کی کتابوں کو دھوڈالا، سب کو منسوخ کر دیا۔ سب کے لئے چیلنج، تمام دنیا بھر کی کتابوں کے لئے چیلنج۔

آپ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور **اَلْبُرھَانُ فِیْ عُلُوْمِ الْقُرْاٰن** پڑھیں، **اَلْقَوْلُ الْوَجِیْزِ** پڑھیں، علامہ سیوطی کی **اَلْاِتْقَان** پڑھیں، تو ہماری عقلیں دنگ رہ جائیں گی، کہ اللہ اکبر! ایک نبی اُمی کہ جو گنتی جانتے نہیں کہ کیا ہے، انتیس اور تیس نہیں بول سکتے اور وہ جو ہزاروں آیات کی کتاب ہمیں دے کر گئے۔ اس میں کیا کیا خزانے رکھ رکھے ہیں، مثلاً یہ میں نے بتایا کہ **اَلشَّھرُ ھٰکَذَا** ، شہر کے معنی مہینہ۔ اب یہ شہر کا لفظ قرآن پاک میں آیا، **شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰن** کہ رمضان کا مہینہ، شہر رمضان کا وہ مہینہ کہ جس میں یہ قرآن اُترا۔ تو پورے قرآن میں لفظِ شہر بارہ مرتبہ آیا ہے۔ اور سال میں مہینے کتنے ہوتے ہیں؟ بارہ۔

اور یہ چھبیس ہزار مرتبہ میں الگ الگ طور پر وحی نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جبرئیل امین چھبیس ہزار مرتبہ آئے اور تیئیس برس میں اگر اس کو منقسم کیا جائے، تو ایک دن میں اگر روز آئے ہوں، اگر چہ بہت سے ہفتے اور بعض مہینے ایسے گذرتے تھے کہ حضرت جبرئیل امین وحی لے کر نہیں آتے تھے، مگر اس کو تقسیم کیا جائے، تو روزانہ دن میں تین مرتبہ اُن کا نزول ہوسکتا ہے۔

اب تیئیس سال میں جو قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اُترا اُس میں کیسا زبردست ایک نظام ہے اور

انتظام ہے اور کیسی ترتیب ہے کہ شہر کا لفظ پورے قرآن میں کتنی جگہ آیا؟ بارہ جگہ آیا ہے، اور مہینے بھی پورے سال میں بارہ ہیں۔

قرآن پاک میں ایام کا ذکر ہے، **اَيَّاماً مَعْدُوْدَاتٍ، وَاِنَّ يَوْماً عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْن** ۔**وَاِنَّ يَوْماً**، یوم کے معنی دن، تو یوم اور ایام کا ذکر قرآن پاک میں تین سو پینسٹھ جگہ آیا ہے، یہ اس وقت کوئی کتاب لکھنا شروع کرے، وہ بھی ایسی مرتب کتاب لکھ سکتے ہیں؟ اتنی بڑی کتاب کہ جس میں ایسی چیزوں کی رعایت رکھی گئی ہو۔

قرآنِ پاک میں پچھتر seventy five جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں صبر کا ذکر ہے، مصائب کا ذکر ہے۔ **وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ.**

جو اس وقت حالات چل رہے ہیں، اور مصائب آ رہے ہیں، تو ہم دوستوں کو تلقین کرتے ہیں کہ یہ دنیوی زندگی ہے کل کو ختم ہو جائے گی۔ مگر یہ مصیبتیں جو اس وقت درپیش ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی جو دوسری نعمتیں ہم پر ہیں، اس ایک مصیبت کی وجہ سے ہمیں ان کو بھول نہیں جانا چاہئے۔ ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے فریاد میں حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

اس وقت جو اللہ نے ہمیں زندگی دی ہے، صحت دی ہے، مصیبت تو اپنی جگہ ہے لیکن زندگی بھی ہے، صحت بھی ہے، مکان بھی ہے، مال بھی ہے، اولاد بھی ہیں، گاڑی بھی ہے، کھانا پینا سب کچھ مل رہا ہے، تمام نعمتیں موجود ہیں، ایک مصیبت اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اس شکل میں جو تم کو ستایا جا رہا ہے۔ تو ہم ان کو سمجھاتے ہیں دیکھو کہ یہ ایک مصیبت کی وجہ سے یہ ساری نعمتیں اس کو تم کیوں بھول گئے؟

اللہ تعالیٰ سے فریاد اور استغاثہ میں، اور شکایت میں ان سب نعمتوں کو مت بھول جاؤ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے ایک ہی مصیبت دی اور ساری نعمتیں موجود ہیں تو

اس مصیبت میں بھی انسان کو کیا ادا کرنا چاہئے؟ شکر ادا کرنا چاہئے۔اور قرآن پاک میں مصائب پر صبر کا ذکر 75 پچھتر جگہ پر آیا ہے اور شکر کا ذکر پچھتر جگہ آیا ہے۔

اب ایسے موقع پر جب انسان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہو، چھوٹی یا بڑی، اس وقت ہم کیوں ڈانواں ڈول ہو جاتے ہیں؟ جیسے آج یہ ختم کی تقریب بڑا مبارک دن ہے تو بہت سے دوست احباب جن کو اس خاندان سے، اس مسجد سے، مدرسہ سے تعلق ہو گا، ہم سے تعلق ہو گا، تو فرشتہ کی طرف سے دل میں ڈالا گیا ہو گا کہ یہ مبارک جلسہ ہے، جانا چاہئے، اس میں گدگدی اٹھتی ہے، خیال آتا ہے کہ ہاں جانا چاہئے۔

مگر پھر شیطان کی طرف سے وسوسہ آتا ہے کہ ذرا فلاں کوئی کام ہے، اور آج کل نوجوانوں کے لئے جو یہ ان کی ورلڈ کپ کے دن چل رہے ہیں، تو وہ شیطان دل میں ڈالتا ہے۔تو ادھر سے فرشتہ دل میں ڈالے گا، ہر کام کے لئے جو آپ کے لئے خیر کا پہلو ہے، وہ ایک بہت آہستہ آواز جو آپ کو دل میں نظر آتی ہے وہ فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔اور جو ایک دم حملہ کرتی ہوئی اور زور کے ساتھ، دھماکے کے ساتھ آواز معلوم ہوتی ہے، کسی شخص کو اس کا نفس کسی گناہ میں مبتلا کرنے والا ہو، تو اُس وقت جو جوش آتا ہے، جو چیز اُبھارتی ہے اس کو، وہ ایک شیطانی اثر ہے۔شیطان کی طرف سے جو انجکشن injection ملتا ہے اس کا اثر ہے۔

قرآنِ پاک میں ملائکہ کا بھی اللہ نے ذکر کیا، اور شیاطین کا بھی ذکر کیا اور میں نے کہا کہ ہر نیکی کے کام کے وقت، اور ہر برائی کے ارادہ کے وقت، آپ نیک کام کا ارادہ کریں تو بھی، فرشتہ نیک کام کا ارادہ دل میں ڈالے گا، اُدھر سے شیطان رخنہ ڈالے گا دل میں۔ برائی کی طرف انسان جانا چاہے گا، فرشتہ دل میں ڈالے گا نہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔کوئی برے سے برا نوجوان ہو گا کتنا ہی پاپی، کتنا ہی گنہگار مگر اُس کے دل میں بھی وہ فرشتہ خیال ڈالے گا کہ نہیں بری بات ہے۔اور شیطان بھی اثر ڈالے گا۔

اٹھاسی (88) جگہ قرآن پاک میں ایسی ہیں کہ جہاں ملائکہ کا ذکر ہے اور اس کے مقابلہ میں

اٹھاسی (88) جگہیں ایسی ہیں کہ جس میں شیاطین کا ذکر ہے۔ یہ نبیِ اُمی کس تدقیق سے اس کو جمع کر سکتے تھے؟ کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اٹھاسی، آٹھ اور آٹھ کی جمع سمجھتے بھی نہیں تھے، کہ اس جگہ ملائکہ کا ذکر آیا ہے اٹھاسی مرتبہ اور شیاطین کا اٹھاسی مرتبہ۔

دنیا و عقبیٰ

اور آگے چلئے۔ ہم اس وقت تھوڑے سے دینی کام کے لئے، دینی مقصد سے یہاں کہ ہماری آخرت کا بھلا ہو جائے، اس کے لئے ہم حاضر ہوئے، تو میں نے منع کیا کہ بھئی، دیکھئے اول ہم لوگ عمل تو کرتے نہیں ہیں اور اس طرح کسی کی موجودگی میں اس کی تعریف کر دی جائے، تو ساری عمر بھر کی کی نیکیاں، کمائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ہم آخرت کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

اور بہت سارے دوست، جو اپنی دوسری مصروفیات کی وجہ سے، رزقِ حلال کی مصروفیات کی وجہ سے، کوئی دکان کی وجہ سے، فیکٹری کی وجہ، ملازمت کی وجہ سے، اور کسی کام کی وجہ سے، جو جائز کام، اس کی وجہ سے نہیں آ سکا، تو اس کو بھی دنیا نہیں کہیں گے۔

جو دکان چلاتا ہے، فیکٹری چلاتا ہے، ملازمت کرتا ہے اس کو آج کل جہالت کی وجہ سے دنیا دراری کہا گیا ہے، یہ غلط ہے۔ یہ تو رزقِ حلال کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے، خود اپنے لئے کمانا بھی فرض، اپنی اولاد کے لئے بھی کمانا فرض ہے۔

آپ مال و دولت اکھٹا بھی کر سکتے ہیں، اس کا حق ادا کریں، زکوٰۃ دیں، یہ دنیا داری نہیں ہے۔ دنیا داری کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑ کر کے آپ دنیا کی طرف جائیں، یہ ہے دنیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے آپ دنیا کمائیں، مال کمائیں، دکان چلائیں، فیکٹری چلائیں تو یہ دنیا نہیں۔ یہ دین ہے، یہ آخرت کی کمائی ہے۔

تو قرآن پاک میں جگہ جگہ، **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِب وَ لَھْو**، دنیا کا ذکر ہے، اور **وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرًا**، آخرت کا جگہ جگہ ذکر ہے، ایک سو پندرہ جگہ دنیا کا ذکر آیا، ایک سو پندرہ

جگہ آخرت کا ذکر آیا ہے۔ کتنا بڑا چیلنج رہتی دنیا تک کے لئے، کہ نبی اُمی اوران کے قرآن میں کس درجہ کا تدقیق کے ساتھ حساب رکھا گیا۔

کتنا زبردست تناسب، کہ ۷۵ جگہ ان دونوں چیزوں کا ذکر مصیبت کا ذکر، شکر کا ذکر۔ اٹھاسی جگہ ملائکہ کا ذکر، اٹھاسی جگہ شیاطین کا ذکر، ایک سو پندرہ جگہ دنیا کا ذکر ہے ایک سو پندرہ جگہ آخرت کا ذکر ہے۔

اب جگہ جگہ قرآن پاک میں انسان کو موت یاد دلائی گئی، **کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت**، اور ابھی میں نے، **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا**، تو موت بھی حیات بھی، دونوں کا ذکر کیا گیا، مگر قرآن پاک میں موت کا ذکر ایک سو تینتالیس جگہ، اور حیات کا ذکر بھی ایک سو تینتالیس جگہ۔ کتنا تناسب۔

کتنے زبردست حساب کے ساتھ، کہ کمپیوٹر بھی آج کل کا وہ خطا کر جائے گا، کہ کچھ اس میں آپ ڈالیں، انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو جگہ جگہ اپنی طرف بلانے کے لئے وعدے کئے۔ جنت کا وعدہ آخرت کی نعمتوں کا وعدہ، **جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار** ۔اوران کو دھمکانے کے لئے، روکنے کے لئے عذاب کا ذکر، تو ایک ہزار جگہ وعدہ بھی ہے نعمتوں کا، اور ایک ہزار جگہ عذاب کا بھی ذکر ہے، وعید کا ذکر ہے۔

اب میں جلدی جلدی ختم کرتا ہوں۔ اسی طرح ایک ہزار جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اوامر فرمائے، حکم دئے، آرڈر order، کہ یوں کرو۔ **اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا**، اعلموا امر ہے کہ تم سمجھ لو جان لو۔ اور **فَکُلُوْا وَ اشْرَبُوْا** کھاؤ پیو، یہ امر ہے۔ آرڈر order، دیا، اللہ کی طرف سے، اور اس کا مقابل ہے، نہی۔

جو بہت بڑے علماء ہوتے ہیں اُن کے یہاں تو ذرا زبان کھول نہیں سکتے ہیں۔ ان کی پرواز کتنی اونچی ہوتی ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت سے حضرات نے دیکھا ہوگا، کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا جج بھی اتنا ذہین نہیں ہوگا کہ ان کے سامنے زبان سے ایک

کلمہ نکلا اوراسی پر شروع ہو گئے۔

ہمارے ایک استاذ تھے حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جن سے ہم نے گلستاں بوستاں، فارسی پڑھی، وہ نَہی پر ٹوکتے تھے، کہ عام طور پر اس کو بولا جاتا ہے اَمر نَہیٖ۔تو ہمارے ایک ساتھی تھے، مولانا یعقوب کاوی تھے ، اُن کا انتقال ہوگیا، وہاں ہندوستان میں۔ ہمارے ساتھیوں میں سے تھے۔توان کو

بخت وتخت وامرونہی وگیرودار

ایں ہما ہیچ است چوں می بگزرد

وہ پڑھتے تھے امراورنَہیُ ، ہاء کے نیچے زیر دے کراوراس سے وزن ٹوٹ جاتا تھا۔ ناراض ہوتے تھے، کیوں کہ بہت بڑے شاعر تھے۔ساکن اورحرکت دو کالحاظ ہوتا ہے اس میں۔ایک ہی چیز۔

حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ امام تھے شعراء کے،فرماتے تھے کہ شعر کے لئے سب سے ضروری چیز ایک تو ہے وزن،حرکت اورسکون، کہ پہلے بیت میں جس جس جگہ پر حرکت ہے،تو دوسری میں اسی جگہ حرکت، پہلے میں جہاں سکون ہے وہاں دوسرے میں اسی جگہ سکون ہونا چاہئے۔یہ وزن ہے ، پھرآگے اُن کے یہاں بہت سارے اوزان ہیں مفاعلن مفاعیل مفاعلات۔

اوردوسرا فرماتے تھے کہ شعر کے ارکان میں سے جو دوسرا رکن ہے وہ یہ کہ جس زبان میں بھی وہ شعر ہو،وہ فصیح ترین زبان ہو،معیاری زبان ہو۔

اورتیسرا رکن عظم شعر کا یہ ہے کہ ہرایک مصرع میں کم سے کم ایک تشبیہ لازماً ہونی چاہئے۔ یہ شعراء کے ذوق کی چیزیں ہیں۔

وہ ہمارے استاذ چونکہ بہت بڑے شاعر تھے،اورشاعر گر تھے، بڑے بڑے شعراء اُن کے پاس اپنے کلام کی تصحیح کے لئے آیا کرتے تھے۔تو بہت ناراض ہوئے،فرمایا کہ تم نے نہیِ کیوں

پڑھا؟ فرمایا کہ نہْی ھاء ساکن ہے تو وہ ہمارے ساتھی بہت دیر میں سمجھ پائے۔

ایک ہزار جگہ امر ہیں اور ایک ہزار جگہ نواہی کا ذکر ہے۔ تو ایک ہزار جگہ اوامر اور ایک ہزار جگہ نواہی۔ دوستو! اور آگے بیان کرتے، مگر وقت ختم ہو رہا ہے، واپس جانا بھی ہے، بچے سے آخری سورتیں سن لیتے ہیں۔ اور دعا دیتے ہیں اللہ تبارک وتعالی اس بچہ کو قبول فرمائے، اور اس مسجد کو، مسجد والوں کو، انتظامیہ کو، اساتذہ کو سب کو قبول فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْد لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ ، رَبَّنَااٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذابَ النَّارِ رَبَّنَا لا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لا تُحَمِّلْنَا مَا لا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ،رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحمةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءوْفٌ رَحِيْمٌ، رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا،

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری سیئات سے درگذر فرما! یا اللہ! ہمیں قرآن پاک سے محبت دے، یا اللہ! قرآن پاک حفظ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے بچوں کو حافظ بنانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! مسلمانوں پر مصیبت کے یہ سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے ختم فرما۔ امن چین نصیب فرما۔ بھائی چارہ، مودت، محبت نصیب فرما۔ ایک دوسروں کے ساتھ الفت اور محبت دے، یا اللہ جن دلوں میں بغض اور نفاق بھرا ہوا ہے، یا اللہ اس حقد اور بغض کو ختم فرما۔ یا اللہ بھائی چارہ کو عام فرما، یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما، ہماری مساجد کی حفاظت فرما، مکاتب کی حفاظت فرما۔ پڑھنے پڑھانے والوں کی حفاظت فرما۔ ہمارے ان پڑھنے والے بچوں کی

حفاظت فرما۔ یا اللہ! والدین کو شوق عطا فرما کہ اپنے بچوں کو حافظ اور عالم بنائے، یا اللہ بچوں کو پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ! والدین کو اولاد پر شفیق بنا، یا اللہ! اولاد کو والدین کا اطاعت شعار بنا۔ یا اللہ ہمارے گھروں میں آپس کی گھریلو زندگی کو بہتر فرما، یا اللہ آپس کی نفرتوں کو ختم فرما۔ آپس کے جھگڑوں کو ختم فرما، گھروں میں محبت نصیب فرما۔ سکون چین نصیب فرما، یا اللہ اسلام اور مسلمانوں کا ہر جگہ بول بالا فرما، یا اللہ! اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ للّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

معلومات قرآن

لفظ شہر (مہینہ)	۱۲ مرتبہ	لفظ یوم (دن)	۳۶۵ مرتبہ
ذکر صبر	۷۵ مرتبہ	ذکر شکر	۷۵ مرتبہ
ذکر ملائکہ	۸۸ مرتبہ	ذکر شیاطین	۸۸ مرتبہ
ذکر دنیا	۱۱۵ مرتبہ	ذکر آخرت	۱۱۵ مرتبہ
ذکر موت	۱۴۳ مرتبہ	ذکر حیات	۱۴۳ مرتبہ
آیات وعدہ	۱۰۰۰	آیات وعید	۱۰۰۰
آیات اوامر	۱۰۰۰	آیات نواہی	۱۰۰۰
آیات امثال	۱۰۰۰	آیات قصص	۱۰۰۰
آیات تحلیل	۲۵۰	آیات تحریم	۲۵۰

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے یہاں کئی تقریبیں جمع ہوگئیں، گذشتہ کل مولانا محمود چاندیہ صاحب کی پی ایچ ڈی پران کا یہاں دارالعلوم میں دستار بندی کا جلسہ ہوا، اللہ تبارک وتعالی اس کوان کے لئے باعثِ برکت فرمائے، عالم کے مسلمانوں کے لئے اس کورحمتوں کا ذریعہ بنائے، ہماری نوجوان نسل کو زیادہ سے زیادہ تعلیم کی طرف توجہ دینے کی توفیق عطافرمائے۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ

خاص طور پرانہوں نے جس شخصیت کےاوپر پی ایچ ڈی کی،تو ان کا تعارف جوانہوں نے کرایا کہ شیخ علی متقی کون ہیں۔ان کےایک شاگردحاضرہوتے ہیں جوشیخ علی متقی کواپنا خواب سنانا چاہتے ہیں،تو قبل اس کےخودشیخ علی متقی نے اپنا خواب سنایا کہ آج میں نے یہ خواب دیکھا۔
شیخ علی متقی کوسرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، پوچھایارسول اللہ! ہمارے اِس زمانہ میں، روئے زمین پر،سوال دیکھئے کہ ہمارے اِس زمانہ میں روئے زمین پرسب سے زیادہ افضل انسان کون ہیں؟ تو سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم۔اوراسی رات میں ان کے خادم کوسرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی،توانہوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ!

سب سے افضل اس زمانہ میں کون؟ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے شیخ۔

یہ ابھی ایک ہی وقت میں متعدد بار، کہ ادھر شیخ نے بھی وہی خواب دیکھا، وہی سوال، وہی جواب، اور ان کے خادم نے بھی وہی خواب دیکھا، وہی سوال، وہی جواب۔ یہ جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ عالی میں ان کی قدر ومنزلت کا یہ خواب مظہر ہوتا ہے، تو اسی طرح مزید تصدیق کے لئے ایسا کیا جاتا ہے کہ کبھی ایک یا اس سے زیادہ آدمی دیکھ لیتے ہیں تا کہ پورے طور پر اس کا یقین ہو جائے اور کوئی ابہام نہ رہے۔

حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

میں نے غالباً پچھلے سال خواب سنایا تھا کہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، لکھنؤ میں اپنے استاذ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درس کے لئے، پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے، تو خواب عرض کیا کہ آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ترکیسر جا کر موسی جی مہتر سے بیعت ہو جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کس طرح پہنچے، تو اس کی پورے طور پر نشاندہی فرمائی کہ لکھنؤ سے سفر کر کے بمبئی پہنچو، وہاں سے کیم اترو، کیم سے پیادہ پا ترکیسر کا راستہ ہے، پیدل وہاں پہنچ کر معلوم کرو کہ جامع مسجد کہاں ہے، تو جامع مسجد کے محلّہ میں ان کا یہ مکان ہے اور یہ ان کی شکل و صورت ہے۔

استاذ محترم مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خواب سنا، تو ارشاد فرمایا کہ تأمل کی کیا بات، جب کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر واضح حکم موجود ہے اتنی تفصیل کے ساتھ، وضاحت کے ساتھ؟

چنانچہ سفر کیا، بمبئی، کیمپ اترے، وہاں سے پیادہ پاتر کیسر پہنچے، وہاں پہنچ کر جامع مسجد کا محلّہ معلوم کیا اور حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے سامنے جب پہنچے، تو دیکھا کہ حضرت موسی جی بیلوں کو چارہ ڈال رہے ہیں۔

انہوں نے پہنچ کر جب سلام کیا، السلام علیکم، تو حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ ان کی طرف متوجہ ہوئے، دیکھا اور فرمایا کہ وعلیکم السلام، خواب دیکھ کر تشریف لے آئے؟ دیکھئے، جس طرح انہوں نے دیکھا تھا، تو یا تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کو کشف ہو گیا ہوگا، یا اسی طرح کا خواب انہوں نے بھی دیکھا ہوگا۔ ان کا قصہ بھی بتایا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا تھا۔ حکومت وقت کے محتسب تھے قاضی سنامی، انہیں اس پر اشکال تھا کہ یہ سماع کیوں منعقد کرتے ہیں، بار بار انہیں ٹوکا اور ٹوکنے کے باوجود بھی جب حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سماع ہوتا رہا، تو ایک دن خود حاضر ہوئے اور خود گفتگو کی۔ تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا دیں تو؟ تو انہوں نے کہا بہت اچھا۔

چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ہوئی، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ معذور ہیں، ان کو ان کے حال پر رہنے دو۔ تو قاضی سنامی نے عرض کیا کہ حضرت! ہم تو آپ کی ظاہری شریعت کے مکلّف ہیں، تو اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

مراقبہ کے بعد نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کیوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی آپ نے خود ارشاد سن لیا؟ تو کہنے لگے کہ آپ نے میرا جواب بھی سن لیا کہ میں نے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم تو یا رسول اللہ! آپ کی ظاہری شریعت کے

مکلّف ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر بھی حجت ہے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک اور فعل مبارک حجت ہے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب نے ایک مرتبہ بہت اچھا جملہ ارشاد فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اتفاق پر ایمان نہیں رکھتا، یعنی لوگ یوں کہتے ہیں کبھی کہ اتفاقاً ایسا ہوگیا کہ میں وہاں کھڑا ہوگیا ورنہ ایسا ہوجاتا، اتفاقاً یوں ہوگیا، تو یہ جملہ غلط، گویا یہ جملہ اتفاقیہ کہنا، یہ تقدیر سے ایمان کو ہٹاتا ہے، تو یہ اتفاقاً ایسا نہیں ہوجاتا کہ دونوں خواب دیکھ لیتے ہیں، بلکہ ایسا باقاعدہ ترتیب سے اور انتظامی طور پر ایسا ہوتا ہے۔

سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ رقدہ کے متعلق اس زمانہ کے ایک بزرگ تھے انبالہ کے، سائیں توکل شاہ صاحب، تو انہیں کشف بہت ہوتا تھا۔

علماء، طلبہ کبھی ان کے پاس تحریر لے کر جاتے، تو بالکل امی تھے، پڑھے ہوئے نہیں تھے، مگر جیسے ہی قرآن پاک کی آیت کا کوئی ٹکڑا ایک کاغذ کے اوپر لکھ کر ان کے سامنے کیا، تو اس کی طرف ایک نظر فرما کر ارشاد فرماتے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔

کوئی حدیث کا ٹکڑا کاغذ کے اوپر لکھ کر سامنے کیا تو فرماتے کہ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

کسی اور کا کوئی قول لکھ کر کاغذ کے اوپر دکھایا گیا، تو اس تحریر کو دیکھ کر فرمادیتے کہ یہ نہ اللہ کا کلام ہے، نہ اس کے رسول کا کلام ہے۔

کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ تو پڑھے ہوئے نہیں ہیں، تو آپ کو یہ کیسے پتہ چل جاتا ہے

کہ یہ خدا کا کلام ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے؟

انہوں نے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی کلمات، بابرکت کلمات کا ایک خاص نور ہے، اور یہ اللہ کے کلام سے ایک الگ روشنی اور نورانیت رکھتے ہیں، تو مجھے، نور کے رنگ کو دیکھ کر، اس کی نورانیت کو دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور جب میں ان دونوں میں سے کسی قسم کی نورانیت اس میں نہیں دیکھتا، تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ اور کسی کا کلام ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

وہ مجذوب تھے، تو انہوں نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں میاں مولوی رشید احمد کو دربارِ رسالت میں مسندِ افتاء پر فائز دیکھتا ہوں، کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں، افتاء کا کام ان کو سونپا گیا ہے اور مفتی بن کر فتوے دے رہے ہیں۔ تو یہ تو ان کا اپنا خواب ہوگا یا بیداری میں مکاشفہ ہوگا۔

ادھر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک منبر کے اوپر بٹھایا اور منبر پر بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مسائل معلوم کرنا شروع فرمائے امتحان کے لئے۔ جس طرح طلبہ سے امتحان لیا جاتا ہے، تو مجلس میں بٹھا کر، منبر کے اوپر بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل پوچھنے شروع فرمائے۔ ایک مسئلہ، دوسرا، تیسرا، سو سوالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمائے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو (۱۰۰) سوالات فرما کر، جب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے اس کا صحیح جواب دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو افتاء کی سند دی گئی۔

یہ یہاں گنگوہ میں سند پا رہے ہیں، اور سائیں توکل شاہ صاحب ایک امی ہیں، مجذوب ہیں،

وہ انبالہ کے گلی کوچوں میں رہتے ہیں، مگر دونوں ایک ہی طرح کے، ان کا کشف، وہ بھی وہی کہتا ہے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دیکھا، وہ بھی وہی، تو یہ توافق اور اتفاقیہ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تبارک وتعالی باقاعدہ اس کا انتظام فرماتے ہیں، اور یہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین میں سے ہوتے ہیں، ان کے ساتھ یہ خصوصی طور پر اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔

اسی لئے طلبہ کو بھی جب انہوں نے اعتکاف چالیس دن کا چلہ شروع کیا، اور اعتکاف کیا، تو اس دوران میں میں نے ان سے یہی عرض کیا کہ دیکھئے، ہمیں ہمارے اکابرین کے حالات کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالی نے ان کو کس قدر نوازا تھا۔ یہی کتابیں، یہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اور کلام اور وہ اس کے شغف کے نتیجہ میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے تھے، ان کے دلوں کو صفاء قلب کس قدر نصیب ہوتا تھا۔

جلاء قلب کا ایک اور واقعہ

ایک فقیہ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ مجلسِ درس میں درس دے رہے ہیں، اللہ کے ایک نیک بندہ کا ان پر گزر ہوا، تو دیکھا کہ وہ حدیث بیان کر رہے ہیں، بیان کرتے ہوئے انہوں نے جب ایک حدیث پڑھی تو انہوں نے ان کو ٹوکا۔ مولانا صاحب سے، جو مدرس اور فقیہ ہے انہوں نے ان سے کہا کہ حضرت! یہ حدیث نہیں ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو اس کا کیا پتہ؟

انہوں نے اشارہ کیا، اس طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ آپ کے سامنے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔

جب انہوں نے وہ حدیث بیان کرنی شروع کی تھی، تو اس وقت تک ان کے سامنے جو مدرس تھے، ان کے سامنے وہ منظر نہیں تھا، اس لئے انہوں نے وہ حدیث پڑھی کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کا کلام ہے، مگر جب اس بزرگ نے ٹوکا اور یہ کہا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میرا کلام نہیں ہے، تو خود مدرس کے سامنے بھی وہ منظر آ گیا، اور وہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سامنے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ میری حدیث نہیں ہے۔ تو کس قدر ان کے قلوب میں جلاء اور صفاء قلب پیدا ہو جاتا ہوگا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن شاذلی، شاذلیہ سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں، یہ مصر اور مغرب اور افریقہ کے ملکوں میں شاذلیہ سلسلہ ہے، جس طرح ہمارے ملکوں میں سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ رائج ہے اس سے زیادہ وہاں یہ شاذلیہ سلسلہ رائج ہے، تو اس کے بہت بڑے شیخ ہیں ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اللہ اکبر! وہ فرماتے تھے ایک پلک جھپکنے کے بقدر بھی اگر میرے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں حجاب واقع ہو جائے اور پردہ ہو جائے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہوں، تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے شمار نہ کروں۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ایک مرتبہ کوئی گفتگو ہو رہی تھی اور اس طرح کا بیان چل رہا تھا، تو حضرت فرمانے لگے کہ میرے ساتھ، میرے اوپر ایک زمانہ گزرا ہے، ایک طویل عرصہ گزرا ہے کہ میں نے اپنا کوئی کام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھے بغیر نہیں کیا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق میں نے کسی جلسہ میں یہ عرض کیا تھا کہ جب انگلینڈ کے پہلے سفر کے موقع پر میں نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے جا کر عرض کیا کہ حضرت!

اس مرتبہ ہندوستان جاتے ہوئے انگلینڈ ہوتے ہوئے تشریف لے جائیں، تو حضرت نے فرمایا تھا کہ تمہیں تو میرا حال معلوم ہے، یعنی میں اپنی طرف سے کوئی رائے نہیں رکھتا، فیصلہ وہاں سے ہوتا ہے، مجھے کہنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا شروع کیا، تو اس کے بعد ایک نے، دوسرے نے، تیسرے نے، ہندوستان، پاکستان سے متعدد خطوط آنے شروع ہو گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضرت شیخؒ کا سفر ہو رہا ہے اور بعضوں نے صراحت کے ساتھ دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخؒ کے ساتھ انگلینڈ کے سفر میں ساتھ ہیں، تو یہ ان حضرات کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، ان کی محبوبیت کے نتیجہ میں، ایک انعام کے طور پر یہ دولت ملتی ہے۔

اس کی کوشش ہر مسلمان کو کرنی چاہئے کہ میرے اندر وہ اوصاف پیدا ہوں، کس طرح یہ اوصاف اپنے اندر پیدا کئے جائیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق مناسبت سے ہوتا ہے۔ انسان اپنی طبیعت میں جتنی زیادہ سے زیادہ مناسبت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ کرے گا اور اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرے گا کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی میں ودیعت تھے اور انداز، چلنا، پھرنا، لباس، جو لباس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا وہ اس کو پسند ہو، جو چیزیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھیں وہ اسے پسند ہوں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے پچھلے سال بھی عرض کیا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ تبلیغی جماعت کے بانی، سب رات کو جب سو گئے، تو ایک بجے کے بعد حضرت کے خادم نے دیکھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب صحن میں اکیلے چل رہے ہیں، کہ صحن کے ایک کنارہ سے چلنا شروع کرتے ہیں، دوسرے کنارہ تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے واپس لوٹتے ہیں، پہلی جگہ پر واپس

آتے ہیں، تو جب حضرت نے اس طرح کئی چکر لگائے، تو حضرت کے خادم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ دیکھ کر اشکال ہوا کہ شاید حضرت کی کچھ طبیعت ناساز ہوگی، تو میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہے؟

حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلنے کی مشق کر رہا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہموار زمین پر چلتے تھے کہ جس طرح کسی بلند جگہ سے پہاڑ پر سے انسان اتر رہا ہو، تو اس وقت اترنے کے وقت انسان ذرا سا آگے جھکا ہوتا ہے، پیر کے اگلے حصہ کی طرف وزن زیادہ، پچھلے حصہ پر وزن کم ہوتا ہے، تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے، تو میں اس طرح چلنے کی مشق کر رہا ہوں۔ تو اس طرح انسان اپنی وضع قطع میں، چال ڈھال میں، ہر چیز میں اس کی کوشش کرے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جائے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ نہایت نرم، طبیعت میں نہایت نرمی تھی، قرآن خود کہتا ہے **وَ لَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں سختی نہیں تھی۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ شریفہ میں ہیں، ان کی باری ہے، ان کے یہاں کھانا نوش فرما رہے ہیں۔ اتنے میں باندی ایک پیالہ لے کر آئی جس میں سالن تھا۔ چونکہ دوسری زوجہ مطہرہ کے یہاں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں اس نے وہ پیالہ پہنچایا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ گوارا نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں ہیں اور تم نے یہاں کھانا بھیجا۔

ان کو غصہ آیا۔ انہوں نے باندی کے پیالہ پر ہاتھ مارا اور وہ پیالہ گر گیا، سالن بھی گر گیا، برتن

بھی ٹوٹ گیا، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی غصہ نہیں فرمایا، مسکرا کر ایک جملہ فرمایا **غَارَتْ اُمُّکِ**، باندی سے فرمایا کہ یہ تمہاری ماں نے غیرت میں ایسا کیا ہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے پیالہ اٹھا کر ان کو دے دیا۔ تو انسان کوشش کرے کہ میری طبیعت میں بھی سختی، غصہ اور جتنی طبیعت کی، مزاج کی برائیاں ہیں، وہ ساری دفع ہو جائیں۔

اس طرح انسان اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھ کر اس کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرے، کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ظلم دیکھا نہیں جاتا تھا، کوئی برائی، کوئی بری چیز، کوئی برا منظر، تو اس طرح میری طبیعت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نرم اور نازک ہو جائے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے، تو میں نے اس وقت اساتذہ کا ایکسیڈنٹ کا حادثہ پیش آیا تھا، تو میں نے بیان کرنا شروع کیا، تو حضرت نے مجھے ٹوک دیا۔

حضرت کی طبیعت بھی اتنی نرم اور نازک تھی کہ اس کی تفصیل سن نہیں سکتے تھے، کہ اس طرح کار کا ایکسیڈنٹ ہوا، سر میں سے خون بہہ رہا تھا، اور بازو کٹ گیا تھا اور ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور بے ہوش پڑے تھے، تو یہ طبیعت میں اس قدر رحمت ہو، انسانوں پر رأفت ہو، دوسروں پر ترحم ہو۔

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات جس قدر زیادہ انسان کے اندر ہوں گی، تو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی مناسبت کے نتیجہ میں حق تعالیٰ شانہ اسے نوازتے ہیں۔ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح بیداری میں زیارت نصیب ہوتی ہے، کسی کو خواب میں زیارت ہوتی ہے، اس کے بعد انہوں نے پھر ایک درجن بزرگوں کے نام گنوائے کہ یہ بزرگ وہ

ہیں کہ جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بھی زیارت ہوتی تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو آپ کی کتاب ہے صحیح بخاری، آپ کہیں جانا چاہتے ہوں، تو کوشش کرتے ہیں کہ آسان سے آسان تر راستہ کہیں سے مل جائے، تو یہ مشقتیں اٹھا کر کے، ریاضتیں کر کے، مجاہدے کر کے اور عبادات کی کثرت کے ذریعہ بھی انسان مقبولین میں سے ہوسکتا ہے، مگر آسان ترین راستہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے انسان مناسبت پیدا کرلے، اس کو سب کچھ مل جائے گا، ان سے زیادہ ملے گا جو ہزاروں رکعت نفل پڑھنے والے ہیں، صائم رہنے والے ہیں، ان سے زیادہ صرف اتنی مناسبت پیدا ہوجانے کی برکت سے ملے گا۔

اب یہ اتنا بڑا کارنامہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو انجام دیا کہ انہوں نے یہ ایسی عظیم الشان کتاب تألیف فرمائی، کتنے بارہ سو سال سے زیادہ گذر گئے ہیں، اب تک اس کا اسی طرح درس ہو رہا ہے جس طرح ان کے زمانہ میں اس کا درس ہوتا تھا، تو آخر اس کی کیا وجہ تھی؟

میں نے بتایا کہ اس کی وجہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظرِ کرم۔ بس انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی مناسبت پیدا کرلے، اس دربارِ عالی سے ایسی ایک نظرِ کرم ہوگئی بیڑا پار، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو کارنامہ انجام دیا، کیسے؟ کہ ان کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ کوئی صحیحِ بخاری اور صحیح حدیثیں جمع کرنے کا اور صحیح، **الجامع الصحیح** یا کوئی کتاب حدیث کی لکھنے کا کوئی ارادہ نہیں، کوئی خیال نہیں، مگر طبیعت میں پہلے سے صلاح، تقوی، اور درستی تھی، تو اس کے نتیجہ میں ادھر سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم ہوئی۔

خواب میں دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام

بخاری رحمۃ اللہ علیہ پنکھا جھل رہے ہیں، مکھیاں اڑا رہے ہیں، تو ان کو کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ نو عمر تھے، معبر سے جا کر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ میں خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکھیاں دور کر رہا ہوں اور پنکھا جھل رہا ہوں، اس کی کیا تعبیر؟

انہوں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے کذب کو اور جھوٹ کو دور کرو گے اور صحیح حدیثیں لکھنے کا کام تم سے لیا جائے گا۔ بس اس کے بعد انہوں نے یہ سولہ سال کی عمر میں یہ کام شروع کیا اور سولہ سال کے عرصہ میں یہ ایسی عظیم الشان کتاب انہوں نے مکمل کر لی۔

چونکہ انہوں نے اس کی عظمت کو سمجھا۔ اب ہم سارا سال، یہ ہزاروں حدیثیں پڑھ لیتے ہیں، مگر ہمارے اندر وہ عظمت اس کلام کی نہیں ہوتی، اس مجلس کا جو ادب ہونا چاہئے وہ نہیں ہوتا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ کام شروع کیا، تو اب اتنی ہزاروں حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھنا، ایک یہ کیا کام کم تھا کہ انہوں نے تہیہ کر لیا کہ ہر حدیث کو اپنی کتاب میں جگہ دینے سے پہلے وہ باقاعدہ غسل فرماتے۔ ظاہر ہے کہ سولہ سال کے عرصہ میں وہ کوئی پندرہ بیس ملکوں میں رہے، جس کے دوران یہ کتاب مکمل ہوئی اور وہاں سردی کا، سخت سردی کا زمانہ بھی آیا ہوگا، اور ایسے حالات میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا وہ معمول جاری رکھا کہ ہر حدیث کو اپنی کتاب میں لکھنے سے پہلے غسل فرماتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر اس کے بعد استخارہ فرماتے، کہ میں یہ حدیث اپنی کتاب میں لکھوں یا نہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ یہ وہی صوفیہ والا مراقبہ ہوتا تھا کہ انہیں ضرور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس میں بتایا جاتا ہوگا کہ ہاں، یہ حدیث صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے، تو اس استخارہ کے بعد، غسل، دو رکعت نماز، پھر استخارہ، پھر اس کے بعد اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حدیث ہونے کا اطمینان ہوتا تب اس حدیث کو وہ اپنی کتاب میں جگہ دیتے۔

اس قدر تعظیم کا نتیجہ آپ نے دیکھا کہ ہر سال آپ کے حالات میں سنتے ہیں کہ جب ادھر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوتا ہے اور دوسرے علاقہ میں، دوسری جگہ پر ایک صاحب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گویا کسی کے انتظار میں ہیں، انہوں نے پہنچ کر پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کو کسی کا انتظار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، ابوعبداللہ محمد ابن اسماعیل بخاری کا انتظار ہے۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا، تو پھر مجھے یاد آیا کہ اوہو! یہ جس وقت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہورہا تھا، عین اسی وقت میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے انتظار میں ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبتِ تامہ نصیب فرمائے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبین میں سے فرمائے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہندوستان پاکستان میں کئی ہزار مدارس ہمارے حنفیوں کے ہیں، شوافع کے ہیں، اور جتنے ہزار ہمارے ہیں، اگر دس ہزار ہمارے مدارس ہیں، تو مشکل سے ان کے دس مدارس میں صحیح بخاری کی تعلیم ہوتی ہوگی۔ وہاں دارالعلوم دیوبند میں ایک مدرسہ میں جتنی طلبہ کی تعداد ہے، ان کی وہاں ہندوستان پاکستان، پورے مشرق کے طلبہ ملا کر اتنے نہیں ہوتے ہوں گے صحیح بخاری کے پڑھنے والے، مگر چونکہ جب کوئی فتنہ پھیلایا جاتا ہے تو اس کے لئے ایک نعرہ لگایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ بالکل نوجوان تھے اور ابھی آپ نے تدریس بھی شروع نہیں فرمائی تھی، تو سنا کہ گنگوہ میں کوئی مناظرہ ہونے والا ہے، تو سب سے پہلے طلبہ ایسے موقع پر پہنچ جاتے ہیں، تو وقت سے پہلے غیر مقلدین کے مناظر وہاں پہنچے ہوئے تھے، تو انہوں نے اپنا بیان شروع کردیا اور وہاں ہمارے بزرگوں میں سے جو مناظر تھے ان کو پہنچنے میں

دیر ہوگئی۔

انہوں نے چیلنج شروع کر دیا، للکارنا شروع کر دیا، اور بیان میں کہنے لگے کہ یہ صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، حدیثیں پڑھنی شروع کر دیں، تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیری نوجوان تھے، طالب علم تھے، ان سے رہا نہیں گیا، وہ فوراً پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اسٹیج پر جا کر کے ان سے کہا کہ آپ نے یہ حدیث بیان کی، تو تم نے یہ بخاری شریف پڑھی ہے؟ تو وہ ہنسنے لگے، کہنے لگے کہ اتنے سال پڑھائی ہے اور اس قدر خدمت کی ہے، تو وہ کہنے لگے بیٹے! مولانا انور شاہ صاحب تو نوجوان تھے، طالب علم تھے، وہ کہنے لگے بیٹے! تمہیں بخاری سے کیا واسطہ؟

مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں بخاری شریف سناؤں؟ تو جس طرح حافظ اپنے استاذ کو پارہ سناتا ہے، تو اس طرح مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف، **بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، باب کیف کان** سے پڑھنی شروع کر دی، ایک صفحہ، دو صفحے، تین صفحے، ایک جزء ہوا، ایک پارہ ہوا، دوسرا پارہ ہوا، مسلسل پڑھتے چلے گئے۔

وہ آخران کا عالم تھا، ان کی جماعت کا، تو جب اس نے ڈھائی پارے سنے کہ یہ تو بغیر رکے حافظ جس طرح سے تراویح میں پڑھتے ہیں، تیز تیز پڑھتے چلے جا رہے ہیں، تو وہ اسٹیج پر سے اتر کر میدانِ مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ہم ان سے کہتے ہیں کہ تمہیں صحیح بخاری سے کیا تعلق؟ اور ہر جگہ بخاری، بخاری۔ تو قصہ یہ ہے کہ الحمدللہ، دارالعلوم کے قیام سے جہاں مسلمانوں کو دینی نفع پہنچا، تو اسی طرح ہمارا جو بریڈ فورڈ میں بچیوں کا جامعہ ہے اس سے بھی مسلمانوں کو کچھ نہ کچھ نفع، فائدہ پہنچا ہوا ہوگا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں کی ایک بچی، اس کے والدین نے اس بچی کا رشتہ کسی جگہ کرنا چاہا، تو بچی نے اس پر اشکال کیا کہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں ہے، والدین نے کہا کیوں؟ تو بچی نے کہا کہ یہ سلفی ہے، تو بے چارے عوام، وہ کیا جانے کہ غیر مقلد کیا، سلفی کیا، کہا کہ سب مسلمان ایک ہیں، تو

بچی نے کہا کہ ایسا نہیں ہے، ان کے عقائد، ان کے مسائل، ان کے فتاویٰ ہم سے بہت مختلف ہیں۔ پھر اس بچی نے وہ مسائل اور وہ فتاویٰ جن میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے وہ ان کو لکھ کر دئے، ان کے اپنے والدین کو، کہ اتنا شدید اختلاف ہے، اس پر پوری تحقیق کی اور مواد جمع کیا۔

انگلینڈ دارالحرب نہیں ہے

ایک مرتبہ سیونتیز میں ایک دوست کا فون آیا گلوسٹر سے، وہ کہنے لگے کہ یہاں ایک بزرگ تشریف لائے ہیں، انہوں نے عام مجمع میں یہ بیان فرمایا، کہ یہ انگلینڈ دارالحرب ہے اور یہاں سود لینا جائز ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ ملک دارالحرب نہیں ہے دوبارہ اچھی طرح پوچھ لیں، تحقیق کر لیں، انہوں نے کہا اچھی بات ہے، بے چارے نے حجت نہیں کی، فوراً مان گئے۔

پھر دوسرے دن فون کیا، کہ کل آپ نے کہا تھا کہ پھر پوچھ لیں، تو ہم گئے دوبارہ مجمع میں، جہاں مجلس ہو رہی تھی مسجد میں سب کے سامنے، کہ حضرت! کل آپ نے فرمایا تھا کہ انگلینڈ دار الحرب ہے سود لینا جائز ہے، تو لے سکتے ہیں؟ استعمال کر سکتے ہیں؟

وہ کہنے لگے، ہمارے پاس اس کی ٹیپ ہے، انہوں نے کہا کہ لے سکتے ہیں، کھا سکتے ہیں، کھلا سکتے ہیں، تو عوام میں سے کچھ لوگ تو ذرا لطف لینے والے ہوتے ہیں، تو کسی نے پیچھے سے پوچھا کہ حضرت چندے میں دے سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ان پیسوں سے چندہ بھی دیا جا سکتا ہے، مسجد میں بھی دے سکتے ہیں، کعبۃ اللہ پر بھی خرچ کر سکتے ہیں۔

جب یہ ہم نے فتویٰ سنا، تو جس طرح اس بچی نے تمام مواد جمع کیا، تو ہم نے بھی اس کے متعلق مسائل جہاں جہاں دارالحرب سے متعلق آتے ہیں، وہ جمع کئے کہ اگر کوئی ملک دارالحرب ہو، تو اس کے احکام اور کیا ہیں، صرف یہ کہ سود لینا جائز کہہ دینا آسان ہے مگر سود کے علاوہ دار الحرب کے اور احکام کیا ہیں وہ بھی جاننا چاہئے۔

اس طرح کے بہت سے علماء جو باہر سے آتے ہیں، تو یہاں کے رہنے والوں کے لئے حکومتی، انتظامی اور سیاسی طور پر بڑی مشکلات پیدا کر جاتے ہیں۔ اب یہ جملہ کہنا اس ملک میں رہتے ہوئے کہ یہ ملک دار الحرب ہے، جہاں اتنے لاکھوں مسلمان آباد، اتنی مساجد یہاں آباد، کوئی انسان کسی فیصلہ سے پہلے، فتوی سے پہلے کچھ تو عقل کو استعمال کرے کہ حکومت کیا سوچے گی، یہاں کے عوام مسلمانوں کے متعلق، آگے ان کے متعلق کیا رائے رکھیں گے۔

ابھی مولانا چاندیہ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اس ملک میں پرائمری سے لے کر پی ایچ ڈی تک پڑھا، ایک پینی ان کو خرچ نہیں کرنی پڑی، حکومت نے ان کو تمام سہولتیں مہیا کی، اتنے ملکوں میں یہاں بیٹھ کر یا وہاں جا کر کے انہوں نے جو پی ایچ ڈی سے متعلقہ مواد حاصل کیا، تمام اخراجات انہوں نے ان کو ادا کئے۔ آخر ان کو کیا پڑی کہ شیخ علی متقی کا ایک مخطوطہ اگر اتنے صدیوں سے کہیں گمنامی میں پڑا ہوا ہے، تو وہ دوبارہ منظر عام پر آنا چاہئے، لیکن جس طرح انہوں نے بتایا کہ ایک جستجو ہے، تشنگی اور پیاس ہے، علم کے خاطر سب کچھ کرتے ہیں۔

احکامِ دارالحرب

انہوں نے یہ کچھ نہیں سوچا ہوگا، اس طرح کے فتوے دینے والے حضرات، کہ یہاں کے مسلمانوں کا کیا ہوگا، تو پھر ہم نے وہ تمام احکام جمع کئے، تو بہت سی چیزیں ہیں۔

اس میں ایک چیز آپ یہ آسانی سے یاد رکھ سکتے ہیں کہ اگر کسی ملک کو دار الحرب مان لیا جائے، تو وہاں اپنی بیوی سے ہمبستری ناجائز ہے۔ کسی ملک کو دار الحرب مان لیا جائے، تو وہاں جو کچھ ملک، مملوکہ چیزیں ہیں وہ اس ملک سے جاتے وقت جتنی آپ لے جاسکتے ہیں باہر لے جائیں، جب اس ملک کے حدود سے آپ باہر نکلے تو وہ آپ کی نہیں رہیں گی، وہاں بیت المال میں آپ کے لئے جمع کرانا فرض ہوگیا، آپ کی نہیں وہ اور ان میں سے کوئی چیز ایک تنکا بھی اس کی ملکیت نہیں رہتی۔

اس لئے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ تشریف لائے، تو ان سے میں نے کہا تھا، انہوں نے والسال میں پھر اس پر بیان بھی کیا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کسی ملک کو دارالحرب مان بھی لیا جائے اور اول تو یہ ملک دارالحرب ہے یا نہیں، اس کا تو خود ہی انہوں نے کہا فیصلہ کرلیا کہ دارالحرب ہے، لیکن کسی ملک کے متعلق اگر یہ فیصلہ بھی ہو کہ یہ دار الحرب ہے، تو اس میں سود کے لینے کا جواز کسی طرح بھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ انہوں نے پھر اس کو سمجھایا اور ارشاد فرمایا کہ جو ان حضرات کی بنیاد ہے، جو یوں کہتے ہیں کہ دارالحرب میں سود لینا جائز، وہ کہتے ہیں کہ مقولہ ہے آدھی سطر کا، کہ **لا ربا بین مسلم و حربی فی دار الحرب**.

انہوں نے کہا کہ اول تو یہ حدیث نہیں، ایک تابعی کا قول ہے، مکحول شامی کا قول تو کہاں یہ بیچارے مکحول شامی اور ان کا یہ قول اور وہ قول بھی محتمل کہ **لا ربا** میں اس کے معنی کیا ہیں، یا متیقن نہیں کہ یہ کہنا کہ ربا جائز نہیں ہے، یہ تو زیادتی ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک کا پورا رکوع ہے، حدیث پاک کا پورا ذخیرہ ہے، جس میں ربا کی لعنت اور اس کی برائی بیان فرمائی گئی، اور اس کی برائی مفتی صاحب نے فرمایا کہ ایک حدیث میں ہے کہ سود کا ایک درہم اپنی ماں سے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی برا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر مقدس زبان مبارک اور کس چیز سے تشبیہ دی جا رہی ہے، زنا سے، وہ بھی اپنی ماں سے اور وہ بھی چھتیس مرتبہ، جس قدر برائی ہوسکتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی برائی بیان فرمادی۔ تو یہ تمام احادیث ایک طرف، قرآن پاک کا رکوع فرمایا کہ اس کو ایک پلڑے میں رکھو، بیچارے مکحول شامی کا یہ قول لے لینا کہ **لا ربا بین مسلم و حربی فی دار الحرب**، تو یہ اجتہاد، ایسے مجتہدین ہی ایسا اجتہاد کرسکتے ہیں، تو اس وقت ہم نے کافی پھر ان مسائل کی تحقیق کی جو سود سے اور دارالحرب سے متعلق تھے۔

اسی طرح اس بچی پر یہ مصیبت آفت آئی، تو اس نے بھی بہت سارے مسائل جو کسی طرح عقل میں بھی نہیں آتے، اس نے پوری ایک فہرست لکھ کر اپنے والدین کو لکھ کو دی۔

اس نے لکھا کہ چاروں مذاہب کا اس پر اجماع ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مرتبہ میں اکھٹی تین طلاق دے دے تو تین طلاق دے، ہوگئی، واقع ہوگئی۔ تو بچی کہتی ہے کہ ابا یہ تو مجھے تین طلاق دینے کے بعد مجھے بھی یہ کہے گا تم تو میری بیوی ہو، کیا آپ اس کو مانو گے؟، تو باپ کہتا ہے کہ واقعی یہ ایسا کہتے ہیں، کہ تین طلاق دینے کے بعد بھی وہ بیوی طلاق سے نہیں نکلتی، تو عقل دیکھیں کہ ایک طلاق دے دے تو نکل جاتی ہے اور تین طلاق دے دے تو نہیں نکلتی۔

اچھا میں جلدی جلدی اور لمبی بحث میں نہیں جاتا۔ اس پر تو تقریباً بارہ سو، چودہ سو صفحات کا ایک ضخیم، ایک خصوصی نمبر خود ان کے دار الافتاء ریاض سے شائع ہوا ہے، اور اس وقت کے موقر مفتیانِ کرام کے سب اس پر دستخط ہیں کہ بالاجماع یہ تین طلاق ایک دفعہ میں دی جائے واقع ہو جاتی ہے۔

پھر وہ بچی لکھتی ہے کہ یہ طلاق دینے کے بعد مجھے طلاق دے دے گا اور کہے گا کہ تم تو میری بیوی ہو، اور میں کہوں گی کہ تم نے مجھے طلاق دی، تو وہ کہے گا کہ میں نے تو غصہ میں دے دی تھی، تو ان کے یہاں غصہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی، تو آپ بتائیں کہ جس بیوی سے پیار ہوگا تو کوئی طلاق دے گا بیوی کو؟ وہ طلاق تو دی ہی جاتی ہے غصہ کی حالت میں، تو جن کے یہاں تین طلاق واقع نہیں ہوتی، جن کے نزدیک غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی، تو بچی کہتی ہے کہ میں ایسے شوہر کے ساتھ کیسے رہ سکتی ہوں؟

پھر آگے وہ لکھتی ہے کہ ایک سنت طلاق کا مسئلہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہو، تو اس کی عدت خواہ مخواہ لمبی ہو جائے، اس سے بچنے کے لئے ایسے طہر میں اس کو طلاق دی جائے، ایسے مہینہ میں کہ جس طہر میں، جس مہینہ میں اس سے صحبت نہ کی ہو، تاکہ آسانی سے اس کی عدت جلدی ختم ہو جائے، تو کہتے ہیں کہ ان کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ جس مہینہ میں بیوی سے صحبت کی، پھر اسی مہینہ میں طلاق دیتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح، بڑا کام کیا ہے

اس بچی نے جس نے یہ سب جمع کیا۔

وہ لکھتی ہے کہ ان کے سب سے بڑے سمجھے جاتے ہیں ابن تیمیہ۔ عام مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہ جو انجیل اور تورات ہے تو یہ محرف ہے، اس میں تحریف ہوئی ہے، کیوں جی، تحریف ہوئی ہے، کہ اللہ تبارک وتعالی نے جو انجیل حضرت عیسی علیہ السلام پر اتاری تھی یہ وہ انجیل نہیں، جو توریت حضرت موسی علیہ السلام پر اتاری تھی یہ وہ توریت نہیں، تو ان کے ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ ایسا نہیں، یہ وہی انجیل ہے اور وہی کلمات ہیں جو حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر انجیل میں اتارے گئے تھے، وہی کلمات ہیں۔

حالانکہ دار العلوم کے پہلے یا دوسرے سال میں مجھے یاد ہے کہ اس وقت ہمارے پاس یہ ہمارے نوجوان انگریزی بولنے والے علماء اب ہیں اس طرح کے علماء بھی نہیں تھے، کسی مترجم سے کام چلانا پڑتا تھا، تو ایک ان کے پادریوں کی بس بھر کر ٹیم آئی یہاں دار العلوم میں۔ پہلے انہوں نے وقت لیا کہ ہم چند آدمی آنا چاہتے ہیں، تو میں نے ان کو وقت دیا، مجھے اندازہ نہیں تھا ورنہ کسی کو بلاتے تاکہ بیٹھ کر باتیں کرتے۔

خیر وہ آئے تھے ویسے ہی دار العلوم دیکھنے کے لئے اور ایک طرح سے گویا تعلق پیدا کرنے کے لئے، کوئی اشکالات، اعتراضات، مناظرات والی بات انہوں نے نہیں کی، اور جاتے ہوئے وہ دے کر گئے انجیل اور انہوں نے کہا کہ یہ بائبل، یہ چند ماہ پہلے ہی طبع ہوئی ہے، اور اس میں بہت سی اصلاحات کی گئی ہیں جو اس سے پہلے ایسی اصلاحات نہیں کی گئی تھیں، تو خود یہ اس کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمیشہ ان کے یہاں یہ کام ہوتا رہتا ہے۔

اب یہ اللہ تبارک وتعالی کے لئے کیا لکھا جائے، مذکر کا کلمہ یا مؤنث کا، ابھی ابھی یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور پتہ نہیں کیسے کیسے مسائل، یہ ابھی لواطت کا مسئلہ بھی ان کے یہاں زیر غور ہے، تو اب یہ تمام تحریفات تو ان کے یہاں شروع سے چلی آرہی ہیں۔

وہ بچی کہتی ہے کہ توریت اور انجیل میں وہ کہتے ہیں کہ لفظی تحریف بالکل نہیں ہوئی، صرف اس

کے معنی اور مطلب میں تحریف ہوئی، تو یہ اجماعی مسئلہ، صدیوں سے جو اجماع چلا آ رہا ہے اس کے خلاف۔

اسی طرح اور آگے چلیں، جب یہ انسان کا اس طرح کا مزاج ہو جاتا ہے تو وہ آگے ہی بڑھتا رہتا ہے ہر چیز میں، تو انہوں نے ابن تیمیہ نے ایک جگہ لکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تین سو سے زیادہ غلطیاں مجھے معلوم ہیں، اور آپ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق خطبے میں سنتے ہیں و **اَقْضَاهُم علی**، کہ ان کے قضا اور فیصلہ میں غلطی ہوتی ہی نہیں تھی اور پوری ایک لمبی فہرست ہے، میں آپ کو اب وقت نہیں کہ اس کو سنا سکوں۔

یہ میں نے اس پر سنایا کہ اللہ تبارک وتعالی کا فضل وکرم ہے کہ اب یہ دارالعلوم اور جامعہ کی برکت سے اس طرح علمی مزاج پیدا ہو رہا ہے۔ خیر اب یہ تمام دلائل کو دیکھ کر ہمارے مفتی صاحب یا اساتذہ جو کچھ اس کو لکھیں گے لکھیں گے اور بھی اس میں مسئلہ لکھا کہ اگر کہیں ہمارے یہاں آتا ہے کہ حوض میں یا جو پانی کہیں ٹھہرا ہوا ہو، یا پانی کوئی دہ در دہ (10x10) نہ ہو، تھوڑا پانی ہو، اس میں اگر ذرا سی کوئی نجاست ڈال دے یا ناپاک ہاتھ اس میں ڈبو دے، تو سارا پانی ناپاک۔ تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں، حدیث میں تو صرف ایک چیز کی ممانعت ہے کہ اگر اس میں کوئی پیشاب کرے تو ناپاک، ہاں اگر کوئی پیشاب کرے بوتل میں اور لے کر اس میں ڈال دے پانی میں، تو کہتے ہیں پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ یعنی سلفیوں کا ہر مسئلہ عقل سے دور۔

اسی طرح اس نے لکھا کہ ابا جان، تم نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہو، تو جمعہ کی نماز میں خطبہ بھی ہوتا ہے، دو رکعت نماز بھی ہوتی ہے تو ان کے یہاں ان کے سب سے بڑے مفتی مولانا صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کے لئے خطبہ کی کوئی ضرورت نہیں، جس طرح اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس طرح یہ بھی ہے۔

کہا اور اس سے آگے، تو ان کے بڑوں میں سے دو کا حوالہ دیا ہے اس نے کہ علامہ شوکانی اور صدیق حسن خان دونوں نے لکھا ہے کہ قرآن پاک میں لکھا ہے کہ **فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ**

مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَ ثُلاثَ وَ رُبَاعَ، کہ عورتوں سے تم نکاح کرو، دودو، تین تین، چار چار، تو دودو، تین تین، تو دودو چار، تین تین چھ، تو وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کہتی ہے کہ چار سے بھی زیادہ نکاح کئے جاسکتے ہیں۔ اباحیت اس کو کہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں جس طرح ان کے یہاں آزادی کے نام سے مزے کئے جاتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان دونوں فتنوں سے بچائے، یہ کچھ سولہ سے زیادہ اس طرح کے گندے فتاویٰ اس میں جمع کئے ہیں، میں اخیر میں حدیث پڑھ دیتا ہوں اور پھر دعا کر لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. بابُ قَوْلِ اللّٰہِ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْط لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَ اَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَ قَوْلَھُمْ یُوْزَنَ وَ قَالَ مُجَاھِد الْقِسْطَاس الْعَدْلُ بِالرُّومِیَۃ وَ یُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِط وَھُو الْعَادِل وَ اَمَّا الْقَاسِط فَھُو الْجَائِر حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اشْکَاب قَالَ حَدَّثَنا مُحَمّدُ بْنُ فُضَیْل عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ القَعقَاع عَنْ اَبِی زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِی اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن ، آپ بھی آخری حدیث میرے ساتھ پڑھتے جائیں، **کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلی الرَّحْمٰن، خَفِیْفَتَانِ عَلٰی اللِّسَان، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم...**

۳۱/ اکتوبر ۱۹۹۹ء کا یہ بیان انٹر اسلام ویب سائٹ پر سے لیا گیا ہے۔

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد!

اللہ تبارک وتعالی اس مسجد کو قبول فرمائے، مسجد کے بنانے والوں، تعاون کرنے والوں، جانی مالی جس طرح جس نے امداد کی ہو، ان سب کو اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے۔ اس مسجد کو آباد رکھے، یہاں کی تمام مساجد، دینی مراکز، مدارس اور دینی درس گاہوں کی اللہ تعالی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔

دوستو! یہ مسجد کی تعمیر اور بنا لینا بڑا مبارک کام ہے، ہمارے یہاں بلیکبرن (Blackburn) میں بھی گذشتہ مہینے عظیم الشان دو مسجدوں کا افتتاح ہوا، ایک میں درسگاہوں کو ملا کر چھ ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں اس کی گنجائش ہے اور ایک مسجد میں ڈھائی ہزار کی گنجائش ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور جہانگیر

وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے متعلق جہانگیر سے شکایت کی گئی اور شکایت کچھ اس انداز سے کی گئی۔ یہ حکومتیں بڑی کمزور اپنے آپ کو تصور کرتی

ہیں، اور اپنے آپ کو کمزور سمجھتی ہیں۔ ذراسی کسی طرف سے انہیں کوئی خطرہ کی ذراسی نشان دہی کردے، تو اوپر نیچے تہلکہ مچ جاتا ہے اور بلاوجہ، حالانکہ اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہ کے متعلق مغل امپائر کا اتنا مضبوط قوی ترین بادشاہ جہانگیر، جس کا دور بہت مضبوط اور مستحکم دور رہا ہے، لیکن جب دنیا پرست علماءِ سوء سے اللہ کے ایک مقبول بندہ حضرت مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہ کی مقبولیت عنداللہ اور مقبولیت عندالناس نہیں دیکھی گئی، انہوں نے جہانگیر سے شکایتیں شروع کی۔ ایک شکایت، دوسری تیسری، ایک دفعہ، دوسری، تیسری، اپنی طرف سے شواہد پیش کرتے چلے گئے، یہاں تک کہ اس نے مجبور کر دیا۔ اتنی شرارتیں ہوتی ہیں، حکومتوں کو مجبور کرتی ہیں، جو اقدام وہ نہیں چاہتی، جو قوانین وہ نہیں چاہتے، انہیں بلاوجہ مجبور کیا جاتا ہے۔

جب جہانگیر کو اس کام کے لئے مجبور کیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ ایک شخص ہے جس سے آپ کی حکومت کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ کیوں؟ کہ اس نے ایک بہت منظّم پیمانہ پر اپنا کام شروع کر رکھا ہے اور پہلے ماننے والے چند سو تھے، پھر ہزاروں ہوئے اور اب لاکھوں ہیں۔

پہلے پنجاب کے سرہند شریف میں ایک جگہ پر ان کا حلقہ رہتا تھا، اب انہوں نے وہاں پر اپنے آدمی تیار کئے اور آدمی تیار کر کے صرف ہندوستان نہیں، ہندوستان سے باہر بھی مختلف علاقوں میں اپنے آدمی وہ بھیج رہے ہیں اور جہاں ان کے آدمی بیٹھتے ہیں، ان کے ارد گرد لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ جہانگیر کے لئے کیا چیز مانع تھی، فوراً آرڈر دیا، امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا گیا، کہ دربار میں ان کو لایا جائے اور بادشاہ کو باور کرانے کے لئے ان کے نزدیک آخری حربہ اور دلیل کے طور پر جو چیز ہوسکتی تھی وہ انہوں نے آزمالی۔

ادھر ان لوگوں کو پتہ تھا کہ کسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کام کے لئے تیار نہیں ہوسکتے، جس کے لئے ہم انہیں مجبور کر رہے ہیں، تو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ

اللہ علیہ سے کہا کہ اب تو اکبری دربار کا قاعدہ سجدے کا ہے۔سجدہ تو اسلامی شریعت سے پہلے جو شریعتیں گزری ہیں، اس میں تعظیم کے طور پر تو سجدہ ہوتا رہا ہے۔

حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ **فسجد الملائکة** ملائکہ نے انہیں سجدہ کیا۔ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام کے نام پر پوری ایک سورۃ نازل ہوئی۔ ان کا قصہ سورہ یوسف میں مذکور ہے۔ جب حضرت یعقوب علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام اپنے کنبہ کو لے کر پہنچے ہیں تو سب نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو تعظیماً سجدہ کیا۔

حضرت امام ربانی نے فرمایا میرا عمل، میرا عقیدہ اس سلسلہ میں واضح ہے، تمہیں معلوم ہے ہمارے یہاں شریعتِ اسلامی میں اس کی کسی طرح گنجائش نہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ روم، رومن امپائر اور پرشین امپائر کے یہاں درباری آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! جب ان بادشاہوں کو تعظیماً سجدہ کیا جاتا ہے تو آپ تو اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ کسی کے لئے روا نہیں، وہ تو ایک ہی کے لئے ہے۔

التحیات للّٰہ

حضرت امام ربانی کا جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ اچھا، اگر آپ درباری آداب کی بجا آوری میں جو سجدہ ہے اس کے لئے اگر آپ تیار نہیں، تو جب آپ دروازے پر قدم رکھیں، بادشاہ پر آپ کی نظر پڑے تو جھک کر سلام کر لیں۔

حضرت امام کا جواب یہ تھا کہ اس کا جواب بھی تمہیں معلوم اور میرا مزاج بھی معلوم اور شریعت کا حکم بھی تمہیں معلوم کہ جھکنا صرف اسی ایک ذات کے آگے ہے۔

اسی لئے جب ہم التحیات پڑھتے ہیں، **التحیات للّٰہ، و الصلوات و الطیبات**، یہ ہم اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ الٰہی! اگر زبان سے کسی کی تعریف کی جائے اور اسے معبود قرار دیا جائے تو وہ صرف تیری ہی ذات ہے، الوہیت کے لائق اور معبود بنانے کے لائق تیری ذات کے سوا اور کوئی نہیں۔

اگر کوئی کسی پر فدا ہو اور یوں کہے کہ میں اس کی محبت میں اس درجہ تک پہنچ چکا ہوں کہ میں اسے اپنا معبود سمجھتا ہوں، تو ان کلمات کی وجہ سے اس کا ایمان رخصت ہو جائے گا۔ زبان سے بھی کسی کو معبود قرار نہیں دیا جا سکتا، **التحیات للّٰہ و الصلوات**، تو خدا کے سوا کسی کے لئے یہ زبانی اقرار اور تلفظ کی اجازت نہیں۔

اسی طرح زبان تو ایک عضو ہے۔ انسان کا اس کے سوا جو دوسرے اعضاء ہیں، ان اعضاء کے ذریعہ بھی کسی کی تعظیم جو عبادت کی حد تک پہنچتی ہو روا نہیں۔ اسی لئے ہماری شریعتِ اسلامیہ میں سجدہ جس طرح روا نہیں، تو اسی طرح جو نماز کا جز و سجدہ کی طرح رکوع ہے، تو کسی کے سامنے جھکنے کی بھی اجازت نہیں۔

اسی لئے امام ربانی نے فرمایا کہ نہیں، نہ سجدہ کی اجازت، نہ جھکنے کی اجازت، جتنا شریعت میں حکم ہے کہ کسی مسلمان سے ملاقات ہو تو السلام علیکم اور مصافحہ، زیادہ سے زیادہ معانقہ۔

مگر امام ربانی سے گفتگو کر کے وہ بادشاہ سے ذکر کرتے ہیں کہ یہ جو ہمارے درباری آداب ہیں ان میں سے کسی کی بجا آوری کے لئے یہ شخص تیار نہیں ہے، آپ خود مشاہدہ کریں گے، دیکھیں گے کہ ہماری یہ جو اطلاع ہے، ہم آپ تک یہ خبر پہنچاتے ہیں یہ بالکل سچی ہے۔

چنانچہ امام ربانی جب پہنچے ہیں، تو جس طرح مجلس میں پہنچتے ہوئے السلام علیکم آپ کہتے ہیں امام ربانی نے بادشاہ کو اور حاضرین تمام مسلمان کو سنت کے مطابق سلام عرض کیا۔ علماءِ سوء نے بادشاہ سے کہا کہ دیکھو، ہم نے تو کہا تھا کہ یہ جھک کر سلام کے لئے بھی تیار نہیں۔ سجدہ کے لئے تیار نہیں، لیکن جھک کر سلام کے لئے بھی تیار نہیں۔

چنانچہ فوراً شاہی آرڈر جاری ہو گیا۔ بادشاہت تو ایسی ہی ہوتی ہے، جمہوریت میں کچھ نہ کچھ رواداری ہوتی ہے، کچھ مشاورت، کچھ ووٹنگ، صلاح ومشورہ۔ انہوں نے فوراً آرڈر دیا کہ ان کی تمام مملوکہ جائدادیں منقول اور غیر منقول تمام ضبط کر لی جائیں اور انہیں جیل بھیج دیا جائے۔ جہانگیر نے باقاعدہ اپنی ڈائری لکھی، اس میں اس قصہ کو لکھا۔

لکھا کہ ہمیں بتایا گیا کہ ایک شخص احمد نامی سرہند میں بزرگ بنا ہوا ہے اور بہت چالاک اور عیار ہے یہ الفاظ ہیں۔ فارسی میں اس نے عیار کا لفظ استعمال کیا اور اس نے اپنے اطراف میں ایک جماعت اکٹھی کر رکھی تھی اور اب ان کو مختلف شہروں میں اور ہندوستان کے کونہ کونہ میں ان کو خلیفہ کے نام سے بھیجنا شروع کیا ہے اور حکومت کے لئے وہ خطرہ بنتے جا رہے ہیں، اس لئے ہم نے حکم دیا کہ ان کی حویلی، ان کا باغ، ان کی تمام جائدادیں ضبط کر لی جائیں، چنانچہ اس پر عمل ہو گیا۔

جیل کے معمولات

ادھر بادشاہ نے حکم کیا کہ ان کو گوالیار کے ایک قلعہ میں لے جا کر بند کر دیا جائے، اور آگے اس میں وجہ لکھی تاکہ ان کا دماغ درست ہو، الفاظ دیکھئے۔ اب اللہ تبارک وتعالی نے بڑا خاندان عطا فرمایا تھا، نسبی، روحانی، بہت بڑا خاندان مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا، لاکھوں آپ کے ماننے والے تھے۔

وہاں گوالیار کے قلعہ سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات لکھتے ہیں اور ان کو صبر کی تلقین فرماتے ہیں اور حضرت نے فرمایا کہ میرا یہاں پر معمول یہ ہے کہ میں داخلِ صلوۃ اور خارجِ صلوۃ، نماز کے اندر اور نماز کے باہر زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کی کوشش کرتا ہوں، اور یہاں فراغت کی وجہ سے کبھی نفلوں میں قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے اور خارج وقت میں تلاوت کے علاوہ ذکر اللہ اور انہیں تینوں کاموں کی میں آپ لوگوں کو تلقین کرتا

ہوں کہ نہ باغ کا فکر کریں، نہ حویلی کا فکر کریں۔
اگر غم کیا جاسکتا تھا، تو کتابوں کا کیا جاسکتا تھا، ساری عمر کی کمائی وہی تھیں۔فرمایا کہ اس کا غم ہوسکتا تھا مگر وہ بھی سب اللہ کی راہ میں، جو بھی مولیٰ قبول فرمالے اس کی بارگاہ میں ہیچ ہے۔اس لئے کسی چیز کا غم نہ کیا جائے، بلکہ ان تین چیزوں کی پابندی کی کوشش کی جائے۔

تراویح کے بعد نفلوں میں پندرہ پارے

حضرت مجدد کے جتنے بھی مکاتیب ہوتے تھے، اکثر مکاتیب میں اور خطوط میں حضرت ان تین چیزوں کی تاکید فرماتے تھے: ایک قرآن پاک طویل نفلوں میں پڑھا جائے۔
ابھی میں یہاں آرہا تھا تو اسی وقت ہمارے یہاں سے ایک ٹیکسٹ آیا مولانا بلال ناخدا کا۔ ہمارا ایک مدرسہ ہے پریسٹن میں، اس مدرسہ میں چھ سات درجہ حفظ کی کلاسیں ہیں، اس میں حفظ کی ذمہ داری بھی ان کے سر ہے۔ اور رمضان المبارک میں ہمارے یہاں دارالعلوم میں وہ اعتکاف میں رات کو نفلوں میں قرآن سناتے ہیں۔ جب انہیں جوش آتا ہے گزشتہ سال بھی اور اس کے پچھلے سال بھی، انہوں نے ایک دن تراویح کے بعد پڑھنا شروع کیا، پندرہ پارے پڑھ لئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ہم لوگ اسٹینگر میں تھے، وہاں ہزاروں سٹینگر کی مسجد میں معتکف تھے۔ جب تراویح سے فراغت ہوگئی تو ہم نے آواز سنی کہ قاری صاحب اوران کے پیچھے تین چار صفیں ہیں اور وہ نفلوں میں قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔اتنی پیاری آواز، سحر کے کھانے تک انہوں نے پندرہ پارے پڑھے، اور اگلی رات باقی پندرہ پارے پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا۔

ان کا جب قرآن ختم ہوگیا، اس کے بعد پھر دسترخوان پر ملاقات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ ماشاءاللہ، آپ نے پندرہ پندرہ پارے دورات میں قرآن سنایا اور اللہ تبارک وتعالی نے

آواز، صحت ہر چیز سے ان کو نوازا تھا، اتنی پیاری آواز، اور حفظ اور یاد اس درجہ کا کہ پورے قرآن میں ایک جگہ غلطی بھی نہیں ہوئی، غلطی تو درکنار، کسی لفظ کو مکرر دوبارہ بھی انہوں نے نہیں پڑھا۔ جس طرح الحمد شریف آپ پڑھ سکتے ہیں اسی روانی کے ساتھ الحمد سے لے کر والناس تک قرآن انہوں نے سنایا۔

میں نے ان سے پوچھا کہ قاری صاحب، آپ نے ماشاء اللہ بہت اچھا قرآن دورات میں سنایا، تو آپ کا قرآن پاک کی تلاوت کا معمول کیا ہے؟

ہم لوگوں کے لئے بڑی عبرت کا یہ ان کا جواب کہ دوستو، یہ کتنے مبارک ایام گزر رہے ہیں، یہ رجب گزر گیا، شعبان شبِ براءت بھی گزر گئی، ہفتہ عشرہ ابھی شعبان کا باقی ہے، رمضان کی آمد آمد ہے لیکن ہم لوگ ہیں، اتنی مبارک ساعتیں گزر رہی ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں کہ کتنی عظیم الشان راتیں، کتنے عظیم الشان دن یہ گزر رہے ہیں اور کتنی مبارک ساعتیں گزر رہی ہیں۔

شیخ محمود مصری

ہم لوگ اوجز المسالک کی طباعت کے لئے گئے ہوئے تھے، تو ہمارے ساتھ معاون تھے شیخ محمود۔ ان کا معمول تھا کہ جیسے ہی رجب کا چاند انہوں نے دیکھا کہ رجب، شعبان، رمضان مسلسل تین مہینہ کے روزے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ رجب اور شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے، اس سنت کی اقتدا میں ہمارے شیخ محمود رجب اور شعبان پورا رمضان تک دو مہینے کے مکمل روزے، یہ سالہا سال سے ان کا معمول رہا۔

یہ روزوں کی سنت کی توفیق اللہ تبارک وتعالی نے اوروں کی بہ نسبت عربوں کو زیادہ عطا فرما رکھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں وہاں مدینہ طیبہ کے یونیورسٹی میں پڑھنے والے، کالج میں پڑھنے والے

، عام مدارس میں پڑھنے والے، نوجوان طالبِ علم رجب شعبان میں ہمیشہ روزے سے ہوتے تھے۔ بالکل اسی طرح ان کے لئے جس طرح رمضان، تو یہ قدر دانی اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائے، ان کے لئے جس طرح یہ تین تین مہینے مسلسل روزے رکھنا آسان ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی آسان فرمائے۔

یومیہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا معمول

پندرہ پارہ پڑھنے والے قاری صاحب کو جب میں نے پوچھا کہ آپ کا معمول کیا ہے؟ تو وہ فرماتے ہیں کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ روز ایک قرآن شریف پڑھ لوں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا مشغلہ اور کام کیا ہے؟

ہم تو سوچتے ہیں کہ ان کا کوئی کام ہی نہیں ہوگا، کوئی مشغلہ ہی نہیں ہوگا، بس مسجد میں بزرگوں کی طرح سے قرآن شریف کو لے کر بیٹھ کر پڑھتے رہتے ہوں گے، میں نے پوچھا کہ آپ کا شغل کیا ہے؟

کہنے لگے کہ میں سیمپل لے کر پھرتا ہوں، مختلف کمپنیوں کے سیمپل مختلف چیزوں کے لے کر کار میں رکھ لیتا ہوں، اور دوستوں کی، جاننے والوں کی دکانوں پر جا کر ان کو سیمپل دکھاتا ہوں۔ جب وہ اس کا آرڈر کرتے ہیں، میں ان کا وہ آرڈر کمپنی کو آگے بھیج دیتا ہوں۔ یہ میں سیمپل پھیرتا ہوں اور جب صبح گھر سے نکلتا ہوں، تو میں اپنا قرآن شریف جہاں کہیں جانا ہوتا ہے سفر میں پڑھتا رہتا ہوں، الحمدللہ شام تک میرا قرآن شریف پورا ہو جاتا ہے۔ ساری عمران کا معمول، روز ایک قرآن شریف، ان کے لئے کتنا آسان۔

مولانا بلال صاحب

یہ جن کا ابھی ٹیکسٹ آیا مولانا بلال ناخدا۔ آپ کے یہاں جب میں آرہا تھا، چونکہ راستہ میں ان کا ٹیکسٹ آیا، میں نے سوچا کہ اگر یہ پرتگال والے اس کے لئے تیار ہوں، تو ہم انہیں یہاں

بھی بھیج سکتے ہیں۔ مولانا بلال صاحب کا معمول ہمارے یہاں دارالعلوم میں بھی گزشتہ سال بھی، اس سے پچھلے سال بھی انہوں نے تراویح کے بعد نفلوں میں قرآن سنانا شروع کیا۔ نوجوان ان کے پیچھے، ماشاء اللہ صفیں چار پانچ ہوگئیں، اورایک رات میں انہوں نے پندرہ پارے پڑھے اوراگلی رات دوسرے پندرہ پارے، قرآن شریف ختم۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صبر کی تلقین فرماتے ہیں اوران کو لکھتے ہیں کہ میرا یہاں معمول یہ ہے کہ میں جتنا وقت فارغ ہے، وہ نماز کے اندراور نماز کے باہر قرآن پاک کی تلاوت میں اور ذکر اللہ میں گزارتا ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی اس مسجد کو بھی ذکراور تلاوت سے آباد رکھے، ہر وقت یہاں تلاوت کرنے والے تلاوت کر رہے ہوں، اللہ کی یاد کرنے والے اس کو یاد کر رہے ہوں، نمازی ہر وقت نماز پڑھ رہے ہوں، کتنے مبارک لوگ ہیں جنہوں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا، کتنے فرش پر سجدے ہوں گے۔

ایک سجدہ بھی نہیں

سجدہ پر مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ ہمارے تبلیغی جماعت کے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری نوراللہ مرقدہ نظام الدین کے اکابر میں سے ہیں۔ تو انہوں ہمارے پیرومرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کو خط لکھا۔

انہوں نے لکھا کہ حضرت بہت دعا کا محتاج ہوں، بہت گناہ گار ہوں، کوئی عمل آج تک ایسا نہیں کہ جس کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کر سکے اور پیش کرنے کے قابل ہو اور جو اعتماد اور سہارا بن سکے، ایک نماز بھی ایسی نہیں کہ جس پر امید بندھی ہوئی ہو کہ اس سے کوئی نجات ہو سکے گی۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے جب جواب لکھوایا تو حضرت نے اس میں لکھوایا کہ ارے مولوی صاحب! ارے مولوی صاحب! تم تو ایک نماز کو روتے ہو، کہ ایک نماز بھی ایسی نہیں جو

بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے قابل ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی ایسا نہیں کہ جو پیش کرنے کے قابل ہو۔

اپنے زمانہ کا اتنا بڑا قطبِ وقت اور ان کے لاکھوں صفحات، کیا اردو کی کتابیں، کیا عربی کتابیں، کیا اردو کے حضرت کے خطوط۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے میرے پاس کوئی آٹھ سو، نو سو خطوط ہوں گے، یہ ان کی اپنے مسترشدین کی کس انداز سے تربیت، اتنا کام اور وہ فرماتے ہیں کہ ارے مولوی صاحب! تم تو ایک نماز کے لئے روتے ہو یہاں تو ایک سجدہ بھی نہیں اپنے پاس۔

اللہ تبارک وتعالی یہاں جتنے سجدہ کرنے والے سجدہ کریں، ان سجدوں کو اللہ تبارک وتعالی قبول فرمائے، اور بنانے والوں اور اس میں جس طرح جنہوں نے حصہ لیا ان سب کو اللہ تبارک و تعالی قبول فرمائے۔

اب اس کے بن جانے کے بعد اس کی سب سے بڑی ذمہ داری اس کی آبادی ہے۔ ہر طرح کی خلفشار سے اللہ تبارک وتعالی ہمارے تمام دینی مراکز کو محفوظ رکھے اور بالخصوص یہ ماہِ مبارک کی ساعتیں ہفتہ عشرہ میں آرہی ہیں، اللہ تبارک وتعالی اسے ہر طرف سے وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ربانی

دوستو! یہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، ہر وقت ہم سنتے رہتے ہیں کہ صحتمند بیمار، ہر ایک اس عالم کی طرف رواں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا میں نے قصہ سنایا کہ کس طرح جہانگیر نے ان کو اپنے یہاں بلایا اور کس طرح ان کے ساتھ معاملہ پیش آیا، لیکن وہ تو امامِ وقت تھے۔

کوئی تو امامِ وقت، ایک وقت کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالی نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ کام لیا کہ ان کا لقب ہی مجدد الف ثانی کہ ایک ہزار سال میں جتنی

بدعات اسلام میں داخل ہوئی تھیں ان سب کا ان کے ذریعہ صفایا ہوا، خالص سنت کونکھار کر کے امت کے سامنے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔

وہ اپنے اہلِ وعیال کو جو خطوط لکھتے تھے اس میں ان کو صبر کی تلقین کے ساتھ یہ تحریر فرماتے تھے کہ یہاں تمہیں اندازہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالی نے کتنا عظیم الشان کام یہاں مجھے گوالیار کے جیل خانہ اور قلعہ میں مجھ سے لیا، کہ یہاں ہزاروں کی تعداد میں اللہ تبارک وتعالی نے جو شرابی کبابی اور اللہ تبارک وتعالی کی ذاتِ عالی ااور اسلام سے دور طبقہ تھا، ان میں اللہ نے مجھ سے کام لیا اور یہاں کتنے حفاظ پیدا ہوئے، کتنے علماء ہوئے، کتنے یہاں حلقے لگ رہے ہیں ذکر کے، تحفیظ کے، تعلیم کے، تمہیں اس کا اندازہ نہیں۔

چنانچہ اسی کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالی نے کایا کو پلٹ دیا اور مغل امپائر کا، اکبری مذہب کا جو رخ تھا، شیعہ، علماءِ سوء اور ہندوؤں کی کوشش کی وجہ سے اسلام کو یہ بدلنے کی سازش ہوئی تھی، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو نا کام فرما کر اس مجدد الف ثانی کے ذریعہ اس گھرانے کو دوبارہ درست کیا اور وہی، وہ ہی جہانگیر جو کل تو امام ربانی کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج رہا تھا، تو آج وہ اپنے بیٹے کو امام مجدد الف ثانی کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

جب گوالیار کے قلعہ سے معافی مانگ کر اس نے وہاں سے آزاد کرنے کی اور رہا کرنے کے لئے جو آرڈر دیا، تو اس کے ساتھ یہ کہا کہ ان کو یہاں ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ جو پیش کیا گیا تو اپنے بیٹے کو قریب بٹھایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت اس کو بیعت فرما لیجئے۔ اپنے شاہزادوں کو بیعت کروایا، شاہی خاندان ان سے بیعت ہوا اور اس کے بعد پھر آگے جو سلسلہ چلا، تو اسی کے نتیجہ میں۔ پھر آپ نے نام سنا ہو گا فتاویٰ عالمگیری کا، جہانگیر کے بعد عالمگیر نے پوری ایک کتاب تیار کروائی۔

اللہ تبارک وتعالی ان بزرگوں کے طریق پر ہمیں زندہ رکھے، اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں صحیح اتباع نصیب فرمائے۔ دعا کریں۔

اللھم صل علی سیدنا و نبینا و شفیعنا حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک و سلم.

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

رمضان المبارک کی تو ہر ساعت نہایت قیمتی اور بابرکت ہے۔ مگر اب جو ہمارے سامنے سترہ رمضان المبارک، یوم بدر ہے، یہ برکتوں کے اعتبار سے، کئی وجوہ سے، اور ساعتوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ جو جنگ بدر واقعہ ہوئی، اس کے نتیجہ میں قرآنِ پاک کا ایک خاصہ حصہ حق تعالیٰ شانہ نے نازل فرمایا۔ جگہ جگہ، آیات میں اس کا ذکر ہے، اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ اُمت مسلمہ میں سرورِ کائنات فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے اونچا مرتبہ خلفاءِ اربعہ کا، کیوں کہ یہ سب بدریین ہیں۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی کی عیادت کے لئے، اور تیمارداری کے لئے، ان کی بیمار پرسی کے لئے حکم فرما کر روک دیا تھا، اور اِسی لئے مالِ غنیمت میں اِن کا حصہ لگایا گیا۔ خلفاءِ اربعہ کے بعد پھر عشرہ مبشرہ، کہ وہ بھی سب بدری، عشرہ مبشرہ کے بعد پھر سب سے اونچا مرتبہ ساری امتِ اسلامیہ میں بدریین کا ہے۔

اس لئے اس موقعہ پر بھی وہ قصہ آپ حضرات یاد رکھیں، جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے عاشوراء کے موقع پر مدینہ پاک میں ہم سے سوال فرمایا تھا کہ آج شہدائے کربلا کے لئے کتنا تم

نے قرآن پڑھا؟ اور حضرت نے اپنے متعلق فرمایا تھا کہ میں ایک قرآن اُن کے لئے آج پڑھ چکا ہوں۔ اسی طرح کم از کم اُس دن، یومِ بدر، جنگ بدر کے دن، اُنہیں خاص طور پر یاد رکھ کر جتنا ہم سے ہو سکے، ہر طرح سے، جانی مالی، ایصالِ ثواب اِن حضرات کے لئے کرتے رہنا چاہئے۔

دعاءِ قنوت میں درود شریف

دوسرے یہ کہ ابھی ہم نے وتر پڑھی۔ پہلے بھی میں نے عرض کیا ہوگا کہ ایک قنوت جو ہمارے یہاں نازلہ اور مصیبت کے موقعہ پر پڑھا جاتا ہے، وہ شوافع کے یہاں، اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْت ہے، وہ اُن کے یہاں ہمیشہ وتروں میں پڑھا جاتا ہے۔ اور ہمارے یہاں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ پڑھا جاتا ہے۔ مگر عام طور پر جتنی کتابیں چھپی ہوئی ہیں، جن میں دعاءِ قنوت مذکور ہے، اُن میں اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِق، پر یہ قنوت ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ جیسا شوافع کا قنوت، اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْت، اس کا خاتمہ ہے وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِّ الْکَرِیْم پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے یہاں فقہاء نے مستقل طور پر لکھا ہے، تصریح کی ہے کہ دعاءِ قنوت کے اخیر میں درود شریف پڑھنا چاہئے۔ مگر جب دعائیں چھپی، وتر نماز کی ترکیب اور اس کے وجوب کو لکھا گیا کہ واجب ہے، اس طرح پڑھیں اور یہ دعا پڑھیں، مگر اس میں دعا کے ساتھ وہ درود شریف نہیں لکھا گیا۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی نسیان واقعہ ہوا، اسی طرح دیکھئے، کیسا نسیان اور کیسی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ روز پڑھنا ہے اور روز وتر پڑھنی ہے، مگر اس میں یہ جملہ رہ گیا، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِّ الْکَرِیْم۔ تو یہ لکھنے والے بھی انسان تھے۔

فتنۂ ارتداد

اشعث ابن قیس صحابی، کندہ کے وفد میں شامل ہوکر حاضرِ خدمت ہوئے، کوئی ساٹھ سے

زیادہ افراد کا وفد تھا، سب اسلام لائے، سب سوار ہوکر آئے تھے، تو یہ بھی اُن میں شامل ہوکر آئے تھے، سب نے اسلام قبول کیا، انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا سے رحلت کے بعد کہیں کہیں فتنۂ ارتداد واقعہ ہوا، فسادیوں نے جگہ جگہ طوفان مچایا۔ گذشتہ دنوں میں جو ہمارے یہاں فسادیوں نے ملک میں فساد مچایا، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی قیامتوں سے اس ملک کی ہمیشہ کے لئے حفاظت فرمائے، اور جن کا بھی جانی مالی نقصان ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی تلافی فرمائے۔ اور آئندہ کے لئے ہر طرح سے اس ملک کو، یہاں کے رہنے والے کو ایسی ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد فسادیوں نے جگہ جگہ یہی سلسلہ شروع کیا، قتل وغارت اور لوٹ مچائی، جگہ جگہ آگ لگائی۔ تو جو کمزور ایمان والے تھے، وہ ہل گئے۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ واقعی، نبی نہیں رہے، تو مذہب بھی ختم۔ اُن میں سے یمن میں اشعث ابن قیس تھے، وہ بھی اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اللہ کا شکر حضرت صدیقِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے موقع پر امت کو سختی سے سنبھالا، جس کی اُن سے توقع نہیں کرسکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ جیسے انسان، جن کی زبان پر خدا بولتا تھا، اور جن کی نظر سب کچھ دیکھ لیتی تھی، کہ مدینہ شریف میں منبر پر کھڑے ہوکر نہاوند تک دیکھ رہے ہیں، یَا سَارِیَۃَ الْجبلَ کہہ کر پکارتے ہیں، آواز بھی پہنچ جاتی ہے وہاں تک دیکھ بھی لیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور یہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیصلے فرمارہے ہیں جن سے اُن کو اختلاف ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے ایک مُکا مارا اِن کے سینہ پر، فرمایا کہ اَجَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَ خَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامَ؟ اور اُس کے بعد حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاروائی شروع فرمائی۔ تمام علاقوں میں ایک ساتھ فوج بھیجی، کوئی جگہ نہیں باقی چھوڑی کہ جہاں انہوں نے فوج نہ بھیجی ہو۔

حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشعث ابن قیس کے یہاں یمن میں حضرت عکرمہ ابن ابی جہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا گیا۔
حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تھے، اُس وقت انہوں نے عہد کیا تھا کہ او ہو! ہم تو بہت پیچھے رہ گئے ہیں، بدر، احد احزاب، خندق، ان تمام جنگوں میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا۔ اسی وقت عہد کیا تھا کہ یا رسول اللہ! جتنا میں نے آج تک اپنی جان کو خرچ کیا ہے اسلام کے خلاف، اس سے زیادہ اب میں اسلام کے لئے خرچ کروں گا۔ جتنا مال میں نے خرچ کیا ہے اسلام کے خلاف، اُتنا مال میں اسلام کے لئے خرچ کروں گا۔

ایک جگہ کے لئے تیاری ہو رہی تھی، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ چکر لگا کر ملاحظہ فرما رہے تھے، دیکھ رہے تھے، کہ کیا تیاری ہو رہی ہے۔ ایک جگہ پہنچے تو بہت سارے گھوڑے سوار اور بہت سارا سامان، دیکھا کہ حضرت عکرمہ کا بیچ میں خیمہ ہے، اور چاروں طرف اُن کے جانور، اُن کے لوگ، اور اُن کا سامان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے کچھ پیش کرنا چاہا کہ بیت المال کا بھی اس میں حصہ لگے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حبہ بھی نہیں۔ میں نے بہت کچھ اسلام کے خلاف اپنا لُٹایا تھا، میں اس سے زیادہ، کئی گُنا زیادہ اسلام کے لئے لٹاوں گا، یہ ان کا عہد تھا۔

فتنۂ ارتداد میں اُن کو جب یمن بھیجا گیا، تو حضرت عکرمہ نے ہر جگہ کامیابی حاصل کی۔ ہر جگہ یہ فتنہ فِرو ہوا اور اشعث ابن قیس مع اپنے فوج کے سرنڈر (surrender) ہوئے اور گرفتار کئے گئے۔ ان کو جب پکڑ کر لایا گیا، تو انہوں نے اپنی طرف سے لسٹ (list) پیش کی، کہ ہم سے غلطی ہوئی، ہم نہیں چاہتے کہ کفر کی موت مریں، اور ہمیں قتل کیا جائے، ہم امان کے طلب گار ہیں۔ ہم صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کر رہے ہیں کہ امیر المؤمنین! ہمارے ساتھ رحم کا معاملہ کیجئے کہ ہمیں معاف کر دیجئے اور امان دے دیجئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھی بات ہے، ٹھیک ہے، آپ سب رفقاء کے نام، تفصیل لکھ کر دیں۔ پوری فوج کے سب کے نام انہوں نے لکھ کر دئے اور پیش کر دئے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھی بات، ٹھیک ہے، امان منظور ہے، اور فرمایا جاؤ بھائی! تو اشعث بھی مڑنے لگے، فرمایا کہ آپ کہاں جا رہے ہو؟ اشعث نے عرض کیا کہ آپ نے سب کو امان دیا، فرمایا آپ کا نام تو لسٹ میں نہیں ہے۔ ساری فوج کے نام لکھے اپنا نام بھول گئے۔ یہ اس پر میں نے عرض کیا کہ یہ کتنی بڑی غلطی۔

اب پھر کہانی شروع ہوئی، اُنہوں نے پھر درخواست کی، انہوں نے کہا کہ آپ سے میں یہ توقع نہیں کرتا کہ آپ میرے متعلق یہ فیصلہ کریں گے، میں جہنمی بن کر مروں اور جہنم میں جاؤں، اس سے آپ کو یقیناً خوشی نہیں ہوگی، اس لئے میری درخواست ہے کہ آپ مجھے معاف فرما دیں۔ اور میں عہد کرتا ہوں، وہی عہد حضرت عکرمہ والا، انہوں نے کہا کہ میں نے بہت کچھ اس فتنہ کے ذریعہ نقصان اُٹھایا، اب میں عہد کرتا ہوں کہ آپ جہاں ضرورت ہو میری جان کھپانے کی، اور میری جان کی آپ کو ضرورت ہو، وہاں آپ مجھے بھیج دیا کریں۔ کچھ دو تین باتیں اور بھی کہی۔ غرض غلطی کبھی ہو جاتی ہے، ان حضرات سے بھی یہ غلطی ہوئی، اور کبھی اوپر سے غلطی کروائی جاتی ہے۔

ہم راستہ بھٹک گئے!

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حج کو جا رہے ہیں، قافلوں کا راستہ تو معروف ہوتا ہے، جہاں سے قافلے گذرتے ہیں۔ لیکن اللہ کی شان یکا یک کسی طرح راستہ بھٹک گئے، کھڑے ہیں سوچ رہے ہیں ہم کہاں ہیں؟ ادھر اُدھر راستہ تلاش کیا۔

بہت سو کو یاد ہوگا، کہ seventies میں ہماری اُس وقت کی وزیرِ اعظم (Thatcher) ،اُن کا بیٹا کار (car) کی دوڑ (race) میں حصہ لے رہا تھا۔ اور افریقہ کے صحراء میں جو راستے

ہوتے ہیں، وہ طوفانی ہوا ایسی چلتی ہے کہ جہاں روڈ ہوتا ہے اُس کے اوپر بھی جگہ جگہ مٹی اور ریت اتنی ہوجاتی ہے کہ راستہ پتہ ہی نہیں چلتا۔ جس طرح کہ برف میں آپ چلیں گے تو آپ کو نہیں پتہ ہوگا کہ یہاں روڈ کدھر ہے، سارا سفید ہی سفید نظر آتا ہے۔ اسی طرح وہاں ساری ریت ہی ریت نظر آئے گی۔ اب تھیچر کے بیٹے راستہ بھول گئے، ایک دن، دو دن، تین دن، کئی دن گذر گئے تھے۔ اور اس وقت جگہ جگہ دعائیں ہوئیں، ہماری وزیرِ اعظم کے اُس وقت فوٹو شائع ہوتے تھے کہ کس طرح وہ بیچاری زار وقطار رو رہی ہوتی تھی۔ ہم بھی اُس وقت دعا کرتے تھے، کہ بیچاری ماں کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی اپنے بیٹے کے خاطر، بالآخر کئی دنوں کے بعد اُس کو تلاش کرلیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ راستہ بھٹک گئے۔ ایک اعرابی کو دیکھا۔ اُس کو دیکھ کر جب قریب پہنچے، قریب پہنچ کر جا کر سلام کے بعد انہوں نے پہلا جملہ یہ کہا کہ ہم راستہ بھٹک گئے۔ بس اتنا کہنا تھا، کہ اُس نے تو زار وقطار سسکیاں مار کر رونا شروع کیا، اوہو! اُن کے ذہن میں اُس جملہ سے کہ راستہ بھٹک گئے، ایک طوفان برپا ہوگیا۔

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے صوفیاء کی باتوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ کہ لفظ کچھ ہوتا ہے، اور اُس کو کھینچ تان کر، کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور کیا معنیٰ اس کو پہناتے ہیں، اُس کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ اور امامِ احمد نے تو سیدھی سادھی بات کی، آپ بھی بہت دفعہ راستہ بھولتے ہوں گے، کسی سے پوچھتے ہوں گے۔ جیسے ہی انہوں نے پوچھا کہ راستہ میں بھول گیا ہوں، مجھے راستہ بتاؤ۔ اب وہ اعرابی سسکیاں مار کر، چیخیں مار کر رو رہے ہیں۔

ہم سب بھی مجرم ہیں

یہاں مجھے حضرت مولانا یوسف لُدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے۔ کہ یہ سامنے اوپر فوّارے کے سامنے جو کھڑکی نظر آتی ہے اس کے سامنے کمرے ہیں، وہاں بیٹھ کر میں حضرت شیخ

اوران کے خلفاء کی کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں اُن کوحضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط میں سے کچھ اقتباسات میں نے سنائے تو کہنے لگے کہ نہیں، مجھے تو، سارے خطوط سناؤ۔ تصنیف تالیف سب چھوڑ کر کے محبت نامے کا بہت بڑا حصہ اُنہوں نے مجھ سے سنا تھا۔اُنہوں نے کہا کہ میں تو نہیں پڑھ سکتا، کہ بہت باریک قلم سے لکھے ہوئے خطوط ہیں،اوراس وقت یہ چھپے ہوئے نہیں تھے،اصل خطوط ہی میں سے اُن کو میں نے سنایا۔

فرش پر بیٹھ کر میں اُن کو سنا رہا تھا،تو اُس میں قصہ آیا کہ بولٹن زکریا مسجد میں چور یا فسادی لوگ گھس گئے اور اُنہوں نے جو نقد وغیرہ تھا وہ چوری کرلیا، پھر مسجد میں آگ لگادی۔ چند ماہ کے بعد پولیس نے جو ہووڑ (hoover) وغیرہ چیزیں لے گئے تھے، کہیں سے اُس کے نشانات ملے اور بیل مونٹ ایریا(Belmont area) سے اُن کو پکڑ لیا۔ میں نے حضرت کو لکھا کہ شکر ہے کہ الحمدللہ مجرم پکڑے گئے۔اُس پر حضرت نے فرمایا کہ آپ نے اُن مجرموں کے پکڑے جانے پر مسرت کا اظہار کیا، یہ نہیں کرنا چاہئے، پیارے۔ یہ امور بہت باریک ہوتے ہیں۔اب دیکھئے، کیا باریکی ہے؟ ارے وہ مجرم پکڑے گئے،مگر ہم سب بھی تو چور ہیں، ہم سب بھی تو مجرم ہیں، ہم بھی تو اُسی کی جماعت میں ہیں۔اس لئے خوشی و اظہار مسرت کس بات پر؟

جب پوچھا امام احمد نے، کہ میں راستہ بھٹک گیا،تو بدوی چیخیں مار رہے ہیں، زاروقطار، راستہ بتانے کے بجائے۔کیوں؟ انہوں نے سوچا کہ اوہو! یہ بیچارا راستہ بھٹک گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے جنت کا سیدھا سیدھا راستہ بتایا تھا اُس سے بھٹک کر میں بھی پتہ نہیں کہاں پہنچ گیا ہوں۔ہم میں سے ہر ایک کا یہی حال ہے۔ہم جنت کے راستہ سے بھٹک کر کہاں کہاں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔چلیں آگے قصہ کل پورا کریں گے، درود شریف پڑھ کر دعا کر لیتے ہیں۔

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ آپ سفر میں ہیں، راستہ بھول گئے، کسی اعرابی کو دیکھا، جب ان سے جا کر راستہ پوچھا تو روتے روتے ایک چیخ ماری۔

حضرت کے فِقرے

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ جو ہمارے یہاں بزرگ ہوتے ہیں، وہ ایک ایک کلمہ سے، جملہ سے کتنی عبرت نکال لیتے ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایک جملہ تھا، جو خدام میں، گھر والوں میں بہت مشہور تھا۔ حضرت کے فِقرے۔ ایک ایک فقرہ میں ساری داستان حضرت بیان فرمادیا کرتے تھے، اب جس کو فقرہ کہا گیا وہ ہی سمجھے گا جو اس میں مبتلا ہوگا کہ مجھے کیا کہا گیا، اور فِقرے ہر وقت چلتے تھے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت میں حاضری سے پہلے **یَا سَتَّار، یَا سَتَّار، یَا سَتَّارَ العیوب**، کا ورد رہتا۔ ہر وقت اس کا ڈر خوف رہتا تھا۔

آج ہی میں نے ریڈیو والوں کے بیان میں عرض کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جو فرمایا تھا **یَا اَبا عُمَیر! مَا فَعَلَ النُّغَیر؟** عام طور پر تو اس کو باب المزاح میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ بھی بہت بڑی امت کے لئے تعلیم ہے، بہت بڑا سبق ہے کہ ہر وقت ایک حال پر نہیں رہنا چاہئے، احوال مختلف ہوتے ہیں، کبھی ضرورت ہوتی ہے تعلیم کی، کبھی تأدیب کی، کبھی مصنوعی غصہ کے اظہار کی، کبھی مزاح دل لگی کی۔

جہاں تک شریعت نے اجازت دی ہو اس میں بھی ایسا نہ ہو کہ ہر وقت گھر والے ڈرتے رہیں، پڑوسیوں کو اور رشتہ داروں کو، ملنے والوں کو شکایت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو جنت

بنائے۔

ہمیں روزوں میں تو اور زیادہ احتیاط چاہئے، ذرا ذرا سی بات پر بھڑک جانا، بیچارے بچے ڈرتے ہیں، بیوی ہر وقت ڈرتی رہے، اس مزاج وغصہ کی شریعت میں کوئی اجازت نہیں۔ صرف زبان سے بلا وجہ اجازت نہیں ہے، تو پھر اُس سے آگے مار پیٹ، اس کی تو کہاں شریعت میں اجازت ہوگی، وہ تو حرام ہے، کسی طرح جائز نہیں، ایک تھپڑ بھی جائز نہیں۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا تھا کہ وَاضْرِبُوْهُنَّ قرآن پاک میں آیا ضرور ہے کہ ان کو مارو۔

ہم نے تو ہمارے ترجمہ میں بھی لکھوایا، چونکہ ہر جگہ یہی اشکال ہوتا ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ بیوی کو مارو۔ میں نے تو مولانا رشید صاحب پورٹگل سے تشریف لائے ہوئے تھے، وہ ترجمہ دیکھ رہے تھے تو میں نے کہا یہاں کیا لکھا ہے، دیکھا آپ نے؟ انہوں نے پڑھا جو لکھا ہوا تھا، تو میں نے کہا کہ اس کے ساتھ بیچ میں بڑھا دو' ان کو مارو حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح' کہ حضرت ایوب علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم ہوا تھا کہ میں تمہیں سو سوٹیاں ماروں گا، تو سوا کٹھی کر کے ایک دفعہ مارا۔

حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وَاضْرِبُوْهُنَّ کے معنی یہ ہیں کہ اسی کا دوپٹہ لو، اس کو گول گول رول کرو بچے جس طرح کھیلتے ہیں ٹاول سے ایک دوسرے کے ساتھ، صرف اس کی اجازت ہے، اس سے زیادہ کی قطعاً اجازت نہیں۔ گھروں کو جہنم کدہ ہم بنا رہے ہیں، اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ جن اور بھوت اور جادو تو سوار نہیں ہوتا، ہاں، شیطان ضرور سوار ہوتا ہے، مار پیٹ کی قطعاً ہمارے یہاں کوئی اجازت نہیں۔

یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جب بدوی سے جا کر راستہ پوچھا، تو انہوں نے

ایک چیخ ماری۔اب وہ رو رہے ہیں زار و قطار اور حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حیران ہیں۔

اُسی پر سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مکاتیب جب میں حضرت مولانا لدھیانوی صاحب کو سنا رہا تھا، جب میں نے یہ پڑھا کہ زکریا مسجد کے چور پکڑے گئے، اور حضرت نے جو اس پر تحریر فرمایا تھا کہ ان چوروں کے پکڑے جانے پر مسرت کا اظہار نہیں چاہئے، ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں۔ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہماری طرح سے آرام سے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے، ٹیک لگائے ہوئے، چشمہ نکالے ہوئے، آرام سے تھے،مگر وہ ایک دم اپنی عینک ہاتھ میں لے کر کے کھڑے ہوگئے، ان پر ایک حال طاری ہوگیا، ابھی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ کس طرح وہ کھڑے ہوگئے اور جس طرح کوئی زور سے اعلان کرتا ہے، ایک ہی جملہ دہرائے جا رہے ہیں کہ یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے! اللہ اکبر!

حضرت مولانا الیاس نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا ہاشم بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اسٹیج کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ بانیِ تبلیغ اسٹیج پر تشریف فرما ہیں اور نعت پڑھی گئی، جس طرح یہ افریقہ والوں کو آپ نے دیکھا اور شامیوں کو دیکھا رقص کرتے ہوئے تو حضرت دہلوی بھی جھوم رہے ہیں، کھڑے ہو کر کے، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ بھی، حال طاری ہوگیا تھا۔

اسی طرح حضرت لدھیانوی بھی، روتے ہوئے فرماتے ہیں، یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے۔ کیوں؟ کہ کیسے قطب کہہ سکتا ہے کہ قطب وہ ہی ہوگا جو اپنے آپ کو چور سے بدتر سمجھتا ہو۔ میں نے کہا ابھی کہ یہ گھر جہنم کدہ کیوں بنتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے، کہ میں ہوں اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے، تو میں، میں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ پیارو! میں کبھی نہ کہنا! میں کے گلے پر چھری۔ یعنی بکری کو جب ذبح کرتے ہیں تو وہ بولتی ہے میں میں، اور چھری

اس کے اوپر چلتی ہے، تو فرماتے ہیں کہ تم بھی اپنے آپ پر، اس انانیت پر، میں پر چھری پھیر دو، میں کبھی نہ کہو، یہ انانیت ختم کر دو، جب آپ اپنے آپ کو فرعون حاکم نہیں سمجھیں گے گھر کا، تو پھر گھر جنت بن جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جب راستہ پوچھا، تو انہوں نے بھی یہ سوچا کہ او ہو! یہ جیسے راستہ بھٹک گئے ہیں تو میں بھی بھٹکا ہوا ہوں۔ جنت کا جو راستہ خدا نے دکھایا ہے اس کو چھوڑ کر میں دوسرے راستہ پر چل رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے آہ کی اور بے ہوش ہو گئے۔

جب ان کے حواس ٹھیک ہوئے تو آگے اور سنئے کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں تو کھڑا سوچ رہا ہوں کہ یہ میں نے تو راستہ پوچھا اور یہ کاہے پر اتنا چلاّ رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور ان کا حال خراب ہو رہا ہے؟ میں نے دل میں یہ سوچا کہ یہ بیچارے بہت مضطر، پریشان ہوں گے، اور مصیبت زدہ ہوں گے، کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہوگا، بہت دنوں کے فاقے ہوں گے اور اس پریشانی کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کر سکتے، مصیبت کے مارے ہیں، تو اس لئے ایک دم اچانک ان کو رونا آ گیا، تو میرے پاس جو کچھ کھانا ہے توشہ اپنا میں ان کو پیش کر دوں۔

یہ دل میں خیال آیا، تو وہی بدوی جواب تک صوفی بن کر رو رہے تھے، چلاّ رہے تھے، آنکھیں دکھانے لگے۔ انہوں نے فرمایا کہ حج پر جا رہا ہے اور مالک کے رازق ہونے تجھے پر اطمینان نہیں ؟ تو مجھے روزی دے گا؟ اور یہ فرما کر انہوں نے اشارہ کیا کہ اللہ کے بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ چاہیں تو یہ سارا جنگل سونے سے بھر جائے۔ تو جیسے ہی اشارہ کیا تو دیکھا کہ دولت ہی دولت کے انبار سامنے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یا اللہ! یہ میں کہاں پہنچ گیا اور ان کو کیا سمجھا میں نے حالانکہ کتنا اللہ کا بلند مرتبہ انسان ہے اور اس کو میں نے کیا سمجھ رکھا تھا۔ اتنے میں غیب سے آواز

آئی، وہ تو یہ فرما کر بدوی چپ ہو گیا مگر غیب سے آواز آئی۔۔۔

مارو اس کو!

اب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مرض الوصال میں ادھر دیکھا اور فرمایا کہ مارو اس کو۔ فرماتے ہیں کہ ویسے ہی مرید کہانیاں بنا لیتے ہوں گے، مگر یہ تو اوپر سے چلا آرہا ہے، ہر چیز متوارث ہے اس امت میں، ان آوازوں کے بھی کئی قصے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے میں نے حالات میں لکھا بھی تھا وصال والے ہفتہ رات کو ایک آواز آئی اور میں نے جا کر دیکھا تو کہنے والا نہ کوئی وہاں انسان، نہ کوئی مادر زاد، رات کو دو بجے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ آواز آئی کہ جو اِنہوں نے تمہیں دکھایا کہ جنگل سونے سے بھر جائے لیکن آواز آئی، ہاتفِ غیبی کہتا ہے کہ اگر ابھی یہ اشارہ کر دیں تو آسمان زمین سے لگ جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی اساتذہ

اب یہ سلفی امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کیا سے کیا بنانا چاہتے ہیں، اور ہیں کیا اصل میں صوفی ہیں صوفی۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہمارا وقت بہت محدود ہوتا ہے ورنہ میں ابھی بیان کرتا کہ ثَلَاثٌ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ اسی کے ذیل میں جوان کی پسند کی چیزیں، حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کی گئی ہیں، تو یہ جو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ سیکھا وہ کن سے سیکھا؟ جو ائمہ تصوف ہیں، جن کا ذکر بکثرت ہے صوفیاء کے یہاں، بِشرِ حافی، ان سے سیکھا، معروف کرخی، ان سے سیکھا، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ان سے سیکھا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

پہلے بھی حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا، گزشتہ سال بھی شعر سنایا تھا کہ آخری وقت

میں طبیب کو لایا گیا، تو فرمایا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا، عربی کا شعر پڑھا ہوگا انہوں نے جس کا فارسی ترجمہ کیا گیا:

از بالینِ من برخیز اے ناداں طبیب — کہ دردمند عشق را داروئے جز دیدار نیست

جو انہوں نے تو عربی میں کہا تھا اس کا کسی نے فارسی میں بنایا **الطَّبِیۡبُ ھُوَ الَّذِیۡ اَمۡرَضَنِیۡ،** کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے تو کونسے طبیب کو لاؤ گے؟

حضرت بشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ذوالنون مصری سے سیکھا، بشرِ حافی سے سیکھا، کیسے سیکھا بشرِ حافی سے کہ حضرت بشرِ حافی سے ان کی عقیدت ایسی تھی، ایسی تھی جیسی کہ شاید ہماری۔۔ ہمارے پیرومرشد قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نہیں ہوگی، ہم تو جھوٹی محبت کے مدّعی ہیں۔

ان سے سوال کیا گیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے، اتنے بڑے امام، ان کی سب سے بڑی مُسند اور امام بخاری نے بخارا سے جا کر ان کے پاس احادیث پڑھیں اور تمام محدثین دنیا بھر سے پڑھنے کے لئے ان کے پاس جاتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرت یہ محبت کیا ہے؟ محبت، یہ میم پر زبر ہے پیش نہیں ہے، محبت کیا ہے؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ جب تک بشرِ حافی زندہ ہیں میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ کتنا ادب بشر حافی کا، اور ادب کیسے سکھاتے تھے۔

ان کے صاحبزادہ کو دیکھا، امام احمد دیکھ رہے ہیں اور صاحبزادہ کوئی درس دے رہے ہیں یا کسی حدیث کی تشریح کر رہے ہیں جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق ہے کہ **خَلَقۡتُهٗ بِیَدَیَّ،** قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھ سے ان کو بنایا۔ اس کو جب وہ بیان کر رہے تھے تو **بِیَدَیَّ** کو، انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کرنے کے لئے آستین

چوڑی یہاں تک تھی، تو اس کو ایسے اوپر چڑھا کر ایسے ہاتھ ابھی کرنے جا رہے تھے، دو ہاتھ کہ میں نے ہاتھ سے بنایا، امام احمد نے فرمایا کہ نہیں نہیں، یہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنا، انسان، کسی انسان کی کوپی جائز چیز میں تو کر سکتا ہے، مخلوق مخلوق کی کوپی، نقل اتار سکتی ہے لیکن حق تعالی شانہ کا جو فعل ہے بِیَدَیَّ اس کی کوپی نہیں کی جاسکتی، اس کی نقل جائز نہیں، ورنہ تو پھر وہ ہو جائے گا، کہ منبر پر اللہ جل شانہ کیسے براجمان ہیں، کیسے تشریف رکھتے ہیں، اِسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش کی تشریح کرتے ہوئے کوئی اگر یوں کہے کہ کَجُلُوسی عَلٰی هٰذَا الْمِنبَر، کہ ایسے بیٹھے ہیں کہ جس طرح میں منبر پر بیٹھا ہوں۔ حالانکہ امام احمد تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ خَلَقْتُهُ بِیَدَیَّ میں اشارہ بھی مت کرو اپنے ہاتھ سے، ہاتھ بند رکھو، کہ وہ ہاتھ سے بھی پاک ہے جس کے متعلق وہ خود اپنے متعلق فرماتا ہے کہ خَلَقْتُهُ بِیَدَی.

اللہ تبارک وتعالی یہ ادب ہمیں بھی نصیب فرمائے، جو کچھ انہیں ملا، اسی ادب کی وجہ سے ملا، آگے فرماتے ہیں بِشرِ حافی کے متعلق کہ جب تک یہ زندہ ہیں، میں نہیں بتاؤں گا کہ محبت کیا ہے؟

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیم.

ہمارا موضوع حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا چل رہا تھا۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو صوفیاء کرام کی ساری جماعت سے اور اُن کے اماموں سے کتنا تعلق تھا۔ اُس پر سنایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ **ما المحبة**؟، کہ محبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے جواب کا وعدہ تو فرمایا کہ ہاں میں اس کا جواب دوں گا، مگر کب؟ فرمایا کہ بشر حافی جب تک زندہ ہیں اس وقت تک میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

اسی طرح حضرت امام احمد کے متعلق لکھا گیا ہے کہ جیسے محبت کا انہوں نے جواب نہیں دیا کہ محبت کسے کہتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک سے کوئی پوچھے تو فوراً کہہ دے گا کہ محبت اسے کہتے ہے۔ لیکن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نہیں کہ میں اس کا جواب نہیں دیتا۔ اسی طرح اُن کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت امامِ احمد سے اگر معاملات اور شرعی چیزوں کے متعلق کوئی سوال کیا جاتا، تو اس کا جواب اپنی طرف سے عنایت فرماتے۔ لیکن اگر وہ سوال حقائق سے متعلق ہوتا تو فرماتے کہ یہ بشرِ حافی سے پوچھو، جواب نہیں دیتے تھے۔

شریعت اور طریقت کا تلازم

اسی لئے آج یہ کتاب کے متعلق کسی نے پوچھا، کہ یہ کیا موضوع ہے؟ میں نے کہا کہ یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی کتاب کا ترجمہ ہے انگلش (English) میں اور حضرت کی اردو میں کتاب ہے ''شریعت وطریقت کا تلازم'' کہ شریعت اور طریقت دو الگ چیزیں نہیں، بلکہ وہ لازم ملزوم ہے۔ طریقت شریعت کے بغیر نہیں، اور شریعت طریقت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

اسی لئے امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آج کل کے سلفیوں کی طرح سے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیا

حقائق حقائق کے پیچھے پڑے ہو؟ حقائق کیا چیز؟ علم ظاہر کے متعلق پوچھئے، لیکن آپ نے دیکھا کہ میں نے تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا تھا کہ وہ مسجد والے چور پکڑے گئے، تو حضرت نے منع فرمایا کہ اوہو! نہیں نہیں، اس پر خوشی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے، اُن کے پکڑے جانے پر، اور یہ بہت باریک چیز ہے۔ اور باریک، جب میں نے یہ خط سناتے ہوئے یہ پڑھا، تو حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روتے رہے، روتے، روتے، چشمہ ہاتھ میں، اور جس طرح کوئی چلاّ رہا ہو، اسی طرح فرما رہے ہیں کہ یہ بات تو قطب ہی کہہ سکتا ہے۔

کیوں کہ انہوں نے دیکھا کہ اس جملہ کی حقیقت اور اس کا گُر حضرت جانتے تھے کہ یہ کیا کہا جا رہا ہے۔ اب جب کہ اس کی شرح میں نے آپ کے سامنے کی، تو ہم میں سے ہر ایک سمجھے گا کہ ہم میں سے ہر ایک چور ہے۔ ہر چیز میں ہم چوری کرتے ہیں، پڑوسی کی زمین مار لیتے ہیں، پڑوسی گاڑی یہاں کیوں کھڑی کرتا ہے، اُس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، یہ سب چوری ہی تو ہے، کسی کا حق مار لینا، کسی کو جہاں وہ گاڑی کھڑی کر سکتا ہے وہاں کھڑی نہ کرنے دینا۔ کھانے میں، پینے میں، بھائیوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہنوں کے ساتھ، وراثت میں، پیسے دبانے میں، ہر چیز میں ہم ماہر۔ تو یہ ساری چوری ہی تو ہے۔

سب سے بڑی چوری نماز کی

اور سب سے بڑی چوری فرمایا کہ نماز کی ہے جس کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اوہو! ہماری شریعت کتنی پیاری، کہ جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی۔ کہ سجدہ میں گیا، سر اُٹھا لیا، تو فرمایا کہ جس طرح وہ مرغ کی طرح سے، وہ دانہ چگتا ہے، اُس کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور اچھی طرح رکوع نہ کرنے کو گدھے کے مشابہ بتایا گیا، کس طرح کھڑا ہوتا ہے، سر جھکا کر کے سر، پیٹھ یہ تمام اعضاء بالکل سیدھے ہونے چاہئے رکوع میں، فرمایا گدھے کی طرح سر اونچا رکھتا ہے۔ دس جانوروں کے ساتھ نماز کی غلطیوں کو تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایک شاعر نے عربی میں نظم

بھی کیا ہے۔

حضرت بِشرِ حافی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ سیکھا، حضرت بشرِ حافی سے ان حقائق کو سیکھا۔ ہر چیز میں آپ دیکھیں گے حقیقت، کیسے حقیقت؟ کہ کیسے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اُن سے متأثر ہوئے کہ اُن کو اپنا اتنا بڑا امام مانتے تھے کہ بولنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ جواب دیں گے، ہم تو نہیں بول سکتے۔

کیوں کہ بشرِ حافی کے پاس ایک عورت پہنچی، ایک خاتون پہنچی، نقاب پوش، اور اُس نے اپنے شوہر کی شکایت کی، تو سنتے رہے اور اس کا جواب دیتے رہے، سمجھاتے رہے کہ یہ تو ہر گھر میں ہوتا ہے۔ خاتون نے کہا کہ نہیں وہ تو دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ دوسرا نکاح؟ شریعت میں تو تیسرا بھی چوتھا بھی کر سکتے ہیں، اُس پر کیوں تکلیف محسوس کر رہی ہو تم؟

اُس کے جواب میں وہ خاتون کہتی ہے کہ اگر شریعت نے اجازت دی ہوتی کہ نامحرم کے سامنے چہرہ کھولا جا سکتا، تو میں چہرہ کھولتی آپ کے سامنے تو آپ بھی اپنی رائے بدل دیتے، اور کہتے کہ ایسی خوبصورت بیوی جس کو ملی ہو، اُسے دوسری اور تیسری کرنے کی کیا ضرورت؟

اب وہ ایک مسئلہ پوچھنے آئی، اپنی مصیبت، آفت، تکلیف بیان کر رہی ہے کہ شوہر دوسری شادی کرنے جا رہا ہے، اور اس کے لئے اس نے یہ دلیل کے طور پر کہا کہ اللہ نے مجھے ایسا حسن اور جمال دیا ہے کہ دوسری کرنے کی کیا ضرورت اس کو۔ اور کہا کہ اگر شریعت نے اجازت دی ہوتی، کہ میں نقاب ہٹاؤں تو میں ہٹاتی، تو آپ کی رائے بھی بدل جاتی۔

یہ سن کر وہی علمِ حقائق بشرِ حافی پر کھل گئے۔ انہوں نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ کہ حق تعالیٰ شانہ بھی کہتے ہیں کہ مجھی سے محبت کرو، مجھی سے محبت کرو اور پوری فہرست گنوا کر، کہ جن جن سے محبت ہو سکتی ہے، **قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاۤؤُکُمْ وَ اَبْنَاۤؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ**

عَشِیرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَاوَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَا ، گنوا کر، کہ باپ، ماں باپ، آباءاجداد، بھائی بہن، بیویاں، کنبہ،قبیلہ،رشتہ دار، مال جوتم نے کمایا، جوتمہاری کوٹھیاں بلڈنگیں (Buildings) اور مکانات بنگلے، ان تمام چیزوں سے، اگر تمہیں اللہ سے زیادہ محبت ان چیزوں سے ہے، تو یہ جن چیزوں کو انسان دل دیتا ہے، ان سب کو بیان فرمایا کہ ان چیزوں کو پھینکو اور مجھے اپنے دل میں بساؤ۔

کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے مجھے دیکھا نہیں۔ تم نے میرے متعلق پڑھا نہیں۔ اگر ذرا سا حجاب ہٹایا جاتا، تم میں دیکھنے کی تاب ہوتی اور میں ہٹاتا تو تمہیں پتہ چلتا کہ تم کتنی بڑی غلطی کررہے ہو، اور کتنی بڑی گمراہی میں ہو۔

اکبرالکبائر

اسی کو حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کے لئے مالک کو بھلانا یہ اعظم الکبائر ہے، اکبرالکبائر ہے، کبائر کی فہرست میں۔ ابھی کتابیں ماشاءاللہ روز چھپتی ہیں، تو اُس میں کوئی اسّی لکھتا ہے کوئی نوّے، کسی نے سو سے زیادہ تلاش کرلی، مگر کسی نے یہ نہیں لکھا جو حضرت نے لکھا۔ کہ سب سے بڑا گناہ، اکبرالکبائر، ایک لمحہ کے لئے اُس مالک کو بھول جانا۔

اسی لئے حضرت بشرِ حافی اُدھر چلے گئے، جب یہ عورت کہتی ہے کہ میں اگر نقاب ہٹا دوں تو تمہاری رائے بھی بدل جائے، تو وہ خدا بھی، میرا محبوب بھی یہی کہتا ہے۔ ساری دنیا اس کو بھولی بیٹھی ہے، اولیاء اللہ نے اسی کو مانگا کہ الٰہی تو ہی مل جا، اور ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے، اسی لئے تمام بزرگانِ دین کے یہاں اسی کی تعلیم کہ سب کو بھلاؤ اور اسی کو دل میں بساؤ۔

حضرت بشرِ حافی کے انتقال کے بعد کے قصے لکھے ہیں، جیسے ہم بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد کسی نے خواب میں یہ دیکھا، مکاشفہ میں یہ دیکھا۔ اسی طرح ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم اپنے کتابوں میں جگہ جگہ اُن کے حوالہ دیتے ہیں، اور خاص طور پر جو

انتقال کے بعد اُن کے بارے میں مبشرات تھے، وہ انہوں نے جگہ جگہ بیان کئے۔

ایک جگہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ فلان نے خواب میں دیکھا بشرِ حافی اور معروف کرخی کو، اور پوچھا کہ کیا گذری؟ کیا حال ہے؟ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم جنت الفردوس سے آرہے ہیں۔ اور وہاں گئے تھے جنت الفردوس میں زُرْنَا مُوسٰی کَلِیْمَ اللّٰہ، کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت کے لئے ہم گئے تھے۔

ایک دوسری بشارت نقل کی، اُس میں فرماتے ہیں کہ اُن کی، بشرِ حافی کی زیارت ہوئی، پوچھا کہ کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ میں اعلیٰ علیین سے آرہا ہوں۔ علیین سے آرہا ہوں اور میں اور فلاں فلاں رب جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر تھے، اور میں وہاں سے آگیا، اور میرے دونوں ساتھی وہاں رب جل مجدہ کے پاس ہیں، حضرت امام احمد ابن حنبل بھی ان میں شامل کہ وہ وہاں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے یَأْکُلاَنِ وَ یَشْرَبَان، کہا کہ کھا پی رہے ہیں اور مزہ کررہے ہیں۔ تو پوچھا کہ آپ کیوں اُن کے ساتھ شریک نہیں ہوئے؟ وہاں بھی جو دنیا میں رغبت نہیں تھی نہ کھانے کی نہ پینے کی، ہر چیز۔

ترکِ زوائد

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ ہمارے ایک دن کی غذا، ایک دن کی اکٹھی کرو، روزوں کی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ ہماری غذا ایک دن کی اکھٹا کرو، ایک دن کے روزوں کی غذا، مشکل سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پورے رمضان کی بنتی ہوگی۔

اور حضرت نے سالہا سال یہ تہیہ کرلیا تھا، کہ جو بقدرِ رمق اور چند لقمے اس جسم کو باقی رکھنے کے لئے کافی ہوجائے اُس کے سوا کوئی چیز نہیں کھانی ہے۔ ساری چیزیں جو بھی آتیں، اس عہد کا نام رکھا تھا حضرت نے ترکِ زوائد، کہ وہ میرا زمانہ ترکِ زوائد کا تھا کہ زائد چیزوں کو میں نے

حذف کررکھا تھا۔کوئی چیز برس ہا برس تک حضرت نے زائد نہیں کھائی۔

اَبَاحَ لِیُ نِصُفَ الُجَنَّت

اُسی کا نتیجہ کہ بشر حافی فرماتے ہیں کہ وہ تو کھا رہے ہیں، مگر مجھے کوئی رغبت نہیں کھانے پینے کی، میرے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قت اجازت دے رکھی ہے کہ میرا دیدار کرتے رہو۔

اور آگے سنئے، حضرت ابن قیم ایک اور بشارت اُن کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ اُن کی زیارت ہوئی، فلاں نے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر بڑا لطف اور کرم فرمایا، مجھ پر رحم فرمایا، ایک بات تو یہ ارشاد فرمائی۔

اور اُس کے بعد دوسری چیز فرمائی کہ اَبَاحَ لِیُ نِصُفَ الُجَنَّة، جو جنت ہے ساری کے ساری اسّی صفیں ہیں، اس امت کی، تو جو بہت بشرِ حافی کے مرتبہ سے بھی اوپر والے جو ہوں گے، اُن کی جنت تو ظاہر ہے کہ وہاں تو ہر وقت بغیر اجازت کے نہیں جاسکتے۔مگر آپ کے نیچے کے جتنے لوگ ہیں، تو فرمایا کہ اُن سب کی نصف جنت میں میں جاسکتا ہوں۔ یہ اللہ نے میرے لئے مباح کر دیا کہ تم جاسکتے ہو۔

اور تیسری چیز ہماری وہ تین سال پہلی والی بشارت۔ یہاں آخری دن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زیارت ہوئی ہمارے گلاسگو والے دوست کو کہ حضرت کے متعلق حق تعالیٰ شانہ خود فرما رہے ہیں، حضرت شیخ کی طرف اشارہ فرما کر کہ جن کو انہوں نے دیکھا اُن کی بھی مغفرت کر دی گئی، اور بھی آگے بشارت ہے۔

اُس وقت مولانا محمد صاحب سہارنپور والے بھی موجود تھے، کہنے لگے کہ اس خواب کی نقل کی اجازت ہے؟ تو ابن قیم یہ بشارت نقل کرتے ہیں کہ بشر حافی کو دیکھا گیا، انہوں نے فرمایا کہ ایک تو بات فرمائی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر لطف اور کرم فرمایا، مجھ پر رحم فرمایا بڑا۔ دوسری بات ارشاد فرمائی کہ میرے لئے جنت مباح فرمادی، اور تیسری بات یہ فرمائی کہ اے بشر! دیکھو،

اگر چہ دنیا میں تم نے بہت عبادت کی، لیکن تم دنیا میں جب عبادت کرتے تھے، اگر تم دہکتی ہوئی آگ پر اور انگاروں پر مجھے سجدہ کرتے، تب بھی ایک نعمت میں نے تمہیں دی تھی، اس کا شکریہ ادا نہ ہوتا۔ وہ نعمت کیا؟ فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں میں نے تمہاری محبت ڈال دی تھی، اس نعمت کا شکریہ ادا نہ ہوتا۔

اَنَا اَغْفِرُ لِمَنْ تَبِعَ جَنَازَتک

اور چوتھی چیز جو میں ابھی سنا رہا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے متعلق بشارت کہ جن کو انہوں نے دیکھا اور اس سے بھی اور آگے ہے کہ انہوں نے جن کو دیکھا ان سب کی میں نے مغفرت فرمادی۔ اور حضرت بشر حافی، چوتھی چیز اپنے متعلق جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُنہیں وہاں ملی جو اُن کو وہاں ملی، اُس کو نقل فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ **اَنَا اَغْفِرُ لِمَنْ تَبِعَ جَنَازَتک** کہ جو بھی تیرے جنازے کے پیچھے چلے ہیں اُن سب کی میں نے بخشش کردی۔

ابن قیم کو تو خوف نہیں ہوا کہ، کوئی کہے گا کہ دیکھ، یہ تو سیکریٹ (secret) چیزیں ہیں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ لکھ سکتے ہیں، تو ہم بھی ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی بشارتیں نقل کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ حضرت کو ہم نے جس حال میں، جس مزاج کا دیکھا، ہم دیکھتے تھے کہ حضرت کو تو ابتدائی صدیوں میں آنا تھا، صدیوں پرانا حضرت کا مزاج تھا۔

ایک معجزہ

وقت ختم ہو رہا ہے، کل میں نے ایک بات شروع کی تھی وہ **یَا اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر**؟ والی، اس میں ایک علمی نکتہ تھا۔ کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس کو باب المزاح میں محدثین ذکر فرماتے ہیں۔ لیکن جیسا کل بتایا تھا، کہ **یَا اَبَا عُمَیْر** اس ایک کلمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کتنی عظیم پیشینگوئی فرمادی، کتنا بڑا معجزہ۔ کہ یہ بچپن ہی میں فوت ہوجائے گا، اَبَا عُمَیْر یہ چھوٹی سی عمر لے کر آنے والا بچہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا، اس لئے وہ بچپن ہی میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔ کتنا بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اس حدیثِ پاک کی جگہ کہ یَا اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ جس طرح باب المزاح میں ہے اسی طرح کتاب المعجزات اس کی جگہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہمیں قدردانی کی ہمیں توفیق دے۔ اورحق تعالیٰ شانہٗ ہمیں ایسی زندگی گذارنے کی توفیق دے کہ کل مرنے کے بعدحق تعالیٰ شانہ کے روبرو اپنے آپ کو ہم پیش کرسکیں، اور ہمارا خاتمہ ٹھیک ہو۔

آج بتایا گیا کہ ہمارے دار العلوم کے فارغ التحصیل مولانا کمال الدین اولدھام (Oldham)، اُن کے والد صاحب کا انتقال ہوا۔ ایک اور بلیک برن میں شوکت بھائی، اُن کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا، مبارک گھڑیوں میں، کتنے خوش نصیب لوگ ہیں۔ اور تیسرا لیسٹر (Leicester) میں، ہمارے بھائی عبدالسلام صاحب کے اہلیہ کے عزیزوں میں کسی کا انتقال ہوا۔ کتنی پیاری موت اُن کی۔ فرماتے ہیں کہ روزہ سے تھے، اور جامع مسجد میں جماعت ٹھہری ہوئی ہے، تو جماعت کے لئے افطاری کا سامان لے کر مسجد میں داخل ہورہے ہیں، ایک پیر ابھی مسجد میں رکھا اور ایک پیر باہر، اور وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

۲۰ ررمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

یہ جو ہمارا سلسلہ ہے اسے تصوف بھی کہتے ہیں، سلوک بھی کہتے ہیں، طریقِ محبت بھی کہتے ہیں اوراسی لئے امام احمد سے سوال کیا گیا تھا کہ یہ محبت کیا؟ جس کا کوئی راستہ بھی ہے؟ فرمایا کہ یہ توبشرِ حافی جب تک زندہ ہیں، میں اس کا جواب نہیں دوں گا۔

قدیمی سلسلہ

یہ کتنا پرانا سلسلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تک، مسلسل چلا آ رہا ہے جس کی ہم پیروی کر رہے ہیں، ہر چیز میں ہم تو بہت اوپر سے لیتے ہیں۔ ہماری عبادت، ہمارے معاملات، معاشرت، ہر چیز، ہم اس کے پابند ہیں کہ وہیں سے لیں، کوئی نئی چیز اختیار کرنے کے، پسند کرنے کے، برتنے کے ہم مجاز نہیں۔

اسی لئے ہمارے یہاں جو ہم نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں وہ کہاں سے ہم نے لی؟ نسائی میں حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ اَنَّ الۡمَلَائِکَۃَ صَلَّتۡ عَلٰی آدَمَ وَ کَبَّرُوۡا اَرۡبَعًا کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی وفات جب ہوئی تو آپ کی وفات پر آپ کی ذریت، خاندان نے نماز پڑھی اور ملائکہ نے بھی پڑھی، جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ملائکہ کا سب سے بڑا اجتماع ہوا، کوئی فرشتہ اوپر نیچے کا باقی نہیں کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔

اسی لئے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی بھی نمازِ جنازہ جب پڑھی گئی، تو حضرت اُبی فرماتے ہیں کہ ان کی نمازِ جنازہ کیا تھی کہ کَبَّرُوۡا اَرۡبَعًا ان کی نمازِ جنازہ فرشتوں کی تھی، جس میں ہماری طرح سے ثنا، درود شریف، دعا کچھ مذکور نہیں، کہتے ہیں کہ بس چار تکبیر کہی گئی۔

اسی لئے میں بعض دفعہ جنازہ پڑھانے سے پہلے اعلان کر دیا کرتا تھا، دیکھتے کہ مجمع میں بہت سارے دوست ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنہیں نمازِ جنازہ کی دعائیں نہیں معلوم، وہ اپنے کسی دوست کی محبت میں، ان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے جنازہ میں تو شریک ہو گئے، مگر انہیں نہیں معلوم کہ دعائیں کیا ہیں۔ وہ بیچارے دل میں کڑھتے رہتے ہیں، ان کا کوئی خاص دوست ہے، رشتہ دار ہے کہ اس کی نماز جنازہ ہے، تو میں کھڑا ہو گیا پڑھنے کے لئے، مگر مجھے دعا بھی نہیں معلوم۔

میں ان کی تسلی کے لئے اعلان کر دیا کرتا تھا کہ جن کو جنازہ کی نماز کی دعا یاد نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں، آئندہ کے لئے تیاری کر سکتے ہیں، بعد میں یاد کر سکتے ہیں، لیکن یہ جو جنازہ سامنے ہے اس کے امام کے ساتھ آپ چار دفعہ اللہ اکبر کہہ دیں گے، تو آپ کی نمازِ جنازہ مکمل ہو گئی، کیوں کہ اس روایت میں حضرت اُبی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے کَبَّرُوْا اَرْبَعًا چار تکبیریں کہی، تو ہم ہر چیز وہاں اوپر سے لیتے ہیں۔

اکابرین کی تحقیق

اسی لئے ہمارے اکابرین کے بارے میں بھی ہمیں اس کا یقین ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فقہ ہمیں مرتب کر کے دیا، آج کل کی کتابوں میں چاہے وہ حدیث ملے نہ ملے، لیکن وہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ ہم نے بار ہا دیکھا، بار ہا آزمایا بہت سی چیزوں کے بارے میں، کہ جو ہمارے اکابرین فرماتے ہیں، وہ چاہے اس وقت نہ ملے، چند سال تک نہ ملے، کسی نہ کسی وقت آپ کو ضرور ملے گی۔

اس لئے میں نے مثال دی تھی کہ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کہ کبھی درس بخاری میں فرماتے تھے کہ ابھی اس وقت تو اس کے سنانے کا موقع نہیں ہے عشاء کے بعد مجلس میں یاد دلانا، میں وہ قصہ سناؤں گا، تو پھر وہ عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت سے ہم عرض کرتے کہ وہ قصہ

آج بخاری شریف میں حضرت نے فرمایا تھا، پھر حضرت وہ قصہ سناتے۔

''اس میں تو کچھ کدّ ے''

یہ امانت کی حفاظت کے بارے میں اور اسمِ اعظم کے بارے میں، **وَ اِسۡمُ اللّٰہِ الۡاَعۡظَم اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ** یہاں جب حضرت پہنچتے ،تو یہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کے پاس کوئی صاحب پہنچے کہ ہمیں اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا ٹھہرو، رہو، سکھائیں گے۔ وہ رہے، اور رہے، کچھ عرصہ کے بعد ان کو ایک ڈبہ دیا کہ اس کو فلاں بزرگ کے یہاں لے کر جاؤ، ان کو پہنچا دو۔

اب وہ لے کر جا رہے ہیں، دیکھا کہ راستہ میں اس میں کچھ حرکت ہے،تو سہارنپوری زبان میں حضرت فرماتے تھے کہ راستہ میں خادم نے دیکھا کہ اس میں تو کچھ کدّ ے، اس میں تو کچھ کدّ ے۔ جیسا ہی انہوں نے ڈھکن کھولا ، ایک چوہا اچھل کر بھاگ گیا۔ پھر ڈبہ بند کر دیا۔ اب پریشان کہ اب میں کیا لے کر جاؤں، پھر سوچا شاید یہ برتن ہی واپس کرنا ہوگا، اس لئے لے کر پہنچ گئے۔

وہاں پہنچ کر جب ڈبہ پیش کیا ،انہوں نے کھولا تو خالی، کہا کہ اس میں کچھ تھا نہیں؟ کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ ایسے ہی دیا تھا حضرت نے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، صرف میں نے دیکھا کہ کچھ کود رہا ہے، اس میں کچھ کدّ ے،تو پھر میں نے اس کو کھولا ، اس میں سے چوہا بھاگ گیا۔ فرمایا کہ جب ایک چوہے کی وہاں سے یہاں تک تم حفاظت نہیں کر سکتے تو اسمِ اعظم کی حفاظت کیسے کرو گے؟

بظاہر یہ قصہ ویسے ہی بناوٹی سا معلوم ہوتا ہے کہ ویسے ہی لوگوں کو سمجھانے کے لئے کسی نے قصہ گھڑ لیا ہوگا، مگر میں حیران رہ گیا کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مجھے یہ قصہ ملا، یہ سلفی جن کو پیر مانتے ہیں حضرت امام احمد ابن حنبل، میں نے تین نام اس دن لئے

تھے کہ بشرِ حافی، معروفِ کرخی اور ذوالنون مصری، جن سے امام احمد مستفید ہوئے، تو ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے پاس کسی بزرگ نے خادم کو بھیجا تھا حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے اسم اعظم سیکھنے کے لئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت نظر

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر چیز ہمیں ملی ہے۔ ایک بڑی عجیب چیز کہ حضرت سے بیسیوں مرتبہ ہم نے سنا کہ میں نے والد صاحب سے ایک حدیث، ایک روایت سنی، بہت تلاش کی، مگر کہیں مل کر ہی نہ دی۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولویوں کو بددعا دے گئیں کہ اے خدا! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر مجھے کہیں یہ روایت ملی نہیں۔ ابھی گذشتہ سال مجھے یہ روایت بھی مل گئی جو ساری عمر کتنے برسہا برس حضرت نے تلاش کی ہوگی اور یہ ویسے چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں کوئی تلاش کرے گا اور جگہ لیکن یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں ہے **اَللّٰهُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِيْنَ.**

حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عبور دیکھئے دونوں زبانوں پر، عربی اور اردو پر، کہ انہوں نے کیسا پیارا ترجمہ کیا **اَللّٰهُمَّ اَفْقِرِ الْمُعَلِّمِيْنَ،** یہ ترجمہ نہیں کیا ہماری طرح سے، جاہلوں جیسا کہ اے اللہ! ان معلمین کو، علم سکھانے والوں کو فقیر بنا دیجیو۔ فقیر وہ چند لقمے جس سے پیٹ بھر جائے، اس کے لئے برتن لے کر در بدر بیچارہ مارا مارا پھرتا ہے پریشان کہ کہاں سے کوئی ایک لقمہ دے۔ تو فقر کا صحیح ترجمہ کیا حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے کہ اے خدا! ان مولویوں کی روزی پریشان رکھیو۔ ابھی یہ کتنے برسوں کے بعد یہ روایت ملی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ

ہم کیسے چھوڑیں ان بزرگوں کو کسی کے کہنے کی وجہ سے، کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس کوئی

دلیل نہیں۔ کیسے چھوڑیں جب کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بنایا ہوا فقہ، اس کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جس کے لئے حدیث نہ ہو، بس اس کے لئے نظر چاہئے۔ اسی لئے ہم ان کی ہر چیز میں تقلید کرتے ہیں۔

نبوت کا چھیالیسواں جزء

اسی لئے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو خوابوں کی اربعین تیار کی، مکاشفات کی اربعین تیار کی، وہ بھی اسی لئے کہ انہوں نے دیکھا کہ ابن قیم نے اپنی کتاب میں اتنے خواب لکھے ہیں جو میں نے آپ کو اس دن ان دو تین بزرگوں کے صرف سنائے اور ان کی کتابیں آپ دیکھیں، تو صرف ابن قیم کی کتابوں سے ایک سے زیادہ اربعین تیار ہو سکتی ہے۔

کیوں اتنی اہمیت دی ان لوگوں نے؟ کہ لوگ تو خوابوں کو کچھ سمجھتے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس کے معنی نہیں جانتے ورنہ خواب تو اتنی عظیم الشان چیز ہے کہ یہ بھی وحی ہے، خود وحی ہے۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحبِ ایمان کا سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔ تو چھیالیسواں جزء وحی تو ہوا، اگر چہ یہ جو قرآن ہے، حدیث ہے یہ وحیِ کامل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ مبارک سے جو کلمات ارشاد فرمائے وہ وحی، قرآن پاک یہ وحی ہے۔ وہ وحیِ کامل اور یہ وحی کا چھیالیسواں جزء۔ اسی بناء پر ان حضرات نے اس طرف توجہ دی اور اتنے بڑے امام، اتنے بڑے محدث ابن قیم، انہوں نے خواہ مخواہ کے لئے یہ سارے خواب جمع نہیں کئے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کا شریعت میں بہت اونچا مقام ہے، بہت اونچا مرتبہ ہے اور یہ چھیالیسواں جزء یہ خواب ہے اور جو قرآن ہے، حدیث ہے، یہ وحیِ کامل، مکمل وحی ہے۔

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة

جیسے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة، تو ہم جس طرح یہاں مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّة، اس میں ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہاں سرٹیفیکٹ لے کر کھڑے ہو جائیں روڈ پر

کہ جو کوئی گزرے مسلم، غیر مسلم ہر ایک سے کہیں ایک دفعہ پڑھ لو لا الٰہ الا اللہ، یہ سرٹیفیکٹ ہم دیتے ہیں جنت میں چلے جاؤ گے، ایسا کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے۔

کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃ**، کہ جو قید ہے لا الٰہ الا اللہ وہ جنت میں جائے گا، یہ معنی رکھتا ہے، اور معنٰی کیا رکھتا ہے کہ جو زبان سے کہے بھی، اور دل سے اس کا اقرار بھی کرے، اور پھر اس اقرار کے بعد موانع سے بچے، جو دخولِ جنت کے موانع ہیں ان سے بچے، تب جا کر وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ہاں البتہ جس نے اقرار کرلیا اور دل سے مان لیا اور صحیح طور پر ایمان لے آیا، اب اگر یہ موانع بھی ساتھ لے کر چلتا ہے، گناہ بھی کرتا ہے، نماز بھی نہیں پڑھتا، تو بھی ہم اس کے بارے میں کہیں گے کہ یہ جنت میں تو جائے گا مگر یہ جو کچھ کر رہا ہے، موانع جو اس نے کھڑے کئے ہیں، اس کا خدا کے یہاں حساب دینا ہوگا۔ خدا اگر اس کو اپنی دریائے رحمت سے معاف کردے، تو یہ جا سکتا ہے ورنہ اس کی جو جزا سزا ہے وہ بھگت کر جا سکتا ہے۔ جیسے وہاں ہم **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰــہ دَخَلَ الْجَنَّۃ**، کو اپنے عموم پر نہیں رکھتے ہیں، اسی طرح خوابوں کو بھی ہم جو اہمیت دیتے ہیں، تو اپنے عموم پر نہیں رکھتے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جس نے دیکھا اس کی مغفرت ہوگئی اور جو بشرِ حافی کے جنازہ کے پیچھے چلے اس کی مغفرت ہوگئی۔

ہم کہتے ہیں کہ ہاں بشارت تو ہے، لیکن اگر کوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، بعد میں مرتد ہوگیا، تو یہ بہت بڑا مانع اس نے کھڑا کردیا جنت کے داخلہ کے لئے، وہ سیدھا جہنم میں جائے گا اگر ارتداد سے توبہ نہ کی۔ اسی طرح یہاں بھی بشارت تو ہے، مگر اس بشارت کے بعد اگر دیگر موانع نہیں ہوں گے، تو اس کی مغفرت ہوگی اور موانع اس نے کھڑے کئے، تو اس کا حساب دینا ہوگا۔ یہ جو ہم **مَنْ قَالَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ** میں اس کو مقید کرتے ہیں کہ اس میں اقرار بھی ہو، تصدیق بھی ہو، تصدیق بھی کیسی، اس درجہ کی، جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو فرمایا۔

اقرار اور تصدیق

ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سب کو چھوڑ دیا ہے اور میں آپ کے دستِ مبارک پر ایمان کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت فرمایا، وہ مسلمان ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپ کی طرف ہجرت کر لی ہے، مجھ سے جو خدمت لینا ہو، میں نے سب کچھ چھوڑ دیا، ہر خدمت میں انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اور ایک صحابی کے ذمہ لگا دیا کہ ان کا خیال رکھیں، پھر ان کے ذمہ تھا کہ **یَرْعیٰ ظُهُوْرَهُمْ** کہ ان حضرات صحابہ کی جو سواریاں ہوتی تھیں ان کو چرانے کے لئے لے جایا کرتے تھے، یہ خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

ایک دفعہ وہ چرا کر شام کو واپس آ رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مالِ غنیمت کچھ آیا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تقسیم فرمایا۔ یہ غیر حاضر تھے تو ان کا حصہ بھی رکھا گیا۔ جب یہ شام کو واپس آئے تو وہ صحابی ان کا حصہ لے کر پہنچے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا۔ پوچھا کہ یہ کیسا؟ یہ پیسے، درہم، دینار، یہ سونا؟

فرمایا کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو تقسیم فرمایا، اس میں سے آپ کا بھی حصہ ہے۔ اس وقت ان صحابی سے تو کچھ فرمایا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ کیا بھیجا آپ نے میرے پاس؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب کے حصے ہم نے رکھے تھے تو آپ کا بھی حصہ تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اس کے لئے تو ایمان نہیں لایا، میں تو؛ تیر ہاتھ میں لیا اور تیر ہاتھ میں لے کر اشارہ کیا ایسا رکھ کر کے، کہ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ آپ کی حفاظت پر رہوں اور ایک تیر ایسے لگے اور میں پہنچ جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو فرمایا کہ اِنْ تَصْدُقِ اللّٰہَ یَصْدُق، کہ اگر تم یہ جو کچھ کہہ رہے ہو، اگر تم اس میں سچے ہو حق تعالیٰ شانہ کے سامنے، تمہارے اس قول میں صداقت ہے، تو اللہ بھی تمہارے ساتھ سچا رہے گا۔

”اَھُوَ ھُوَ؟“

خیر، یہ بات ختم ہوگئی، اس کے بعد غزوۂ خیبر پیش آیا، اور اس سفر میں کسی موقع پر کسی کو اٹھا کر لایا جا رہا ہے، تو لاش اٹھا کر لائی جا رہی تھی، کوئی شہید ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کے ہاتھ میں اس لاش کو دیکھ کر فرمایا، کتنا پیارا جملہ فرمایا اَ ھُوَ ھُوَ؟

او! کتنا پیارا کہ صحابۂ کرام، ان کے دلوں میں بھی اس شخص کی کتنی محبت ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں کتنی محبت ہوگی کہ نام اس کا نہیں لیا اَ ھُوَ ھُوَ کہ وہ جو جس آدمی کا قصہ تھا، جس کو اتنی تمنا اور تڑپ تھی یہ وہی ہیں؟

میں بہت دفعہ سوچا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ کے اسماء، اسماء حسنیٰ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لا الٰہ اِلا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُوْمِن، توھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لا اِلٰہ الا ھُو، ھُوَ سے شروع ہوتا ہے کہ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ، الرَّحْمٰنُ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ ، اسماء حسنیٰ جب شروع ہوتے ہیں تو کس سے شروع ہوتے ہیں ھُوَ اللّٰہُ سے، تو ھُو پہلے آتا ہے، اسی طرح قُلْ ھُوَ اللّٰہُ جب شروع کرتے ہیں تو قُلْ ھُو ، ھُو پہلے۔ اسماءِ حسنی کی جہاں بحث جب شروع ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے ایک ہزار اسماء ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں، فلاں نے اتنے جمع کئے، فلاں نے اتنے جمع کئے ،لیکن میں پھر آ گے اس میں تلاش کر رہا ہوں کہ ھُو کو کسی نے لیا؟

وہ، اور یہ تو کتنی محبت کی چیز، انتہائی غصہ ہو کسی کو کسی سے، کسی کو بغض ہو، عداوت ہو تو اس کا کبھی نام نہیں لے گا اور کوئی نام لے تو بھی غصہ آئے گا، اسے برا لگے گا، اور کبھی تذکرہ کیا تو 'وہ'۔

اسی طرح انتہائی محبت میں بھی کوئی اپنے محبوب کا نام لے لے کہ اتنے برس پہلے اس کا ایکسیڈنٹ ہوا، تو فوراً اسی وقت ہچکیاں شروع ہو جائیں گی اور بے ہوش ہو جائے گا، نام سنتے ہی محبت کی وجہ سے تو وہاں بھی نام کے بجائے کہتے ہیں 'وہ'۔ کہ اس عاشق محبّ میں اپنے محبوب کے نام سننے کی بھی تاب نہیں ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ بالکل انوکھا برتاؤ تھا، بالکل عجیب وغریب برتاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ محبت مجھ سے عائشہ کو ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ اس کے بہت قصے ہیں۔

ایک دفعہ جب خیبر سے واپسی پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تو سارے مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا کہ او ہو! سردار کی بیٹی آرہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر ان سے نکاح فرما لیا ہے، ایک اور ام المؤمنین آرہی ہیں تو سارا مدینہ پہنچ گیا۔ مدینہ منورہ سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ جہاں تھا، سب دیکھنے آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا موقع نکال کر اس بھیڑ میں، مجمع میں پہنچ گئیں، خیمہ کی دو چادریں ذرا سی ہٹا کر کے دیکھنے کی کوشش کر رہی ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں سے صرف آنکھیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ عائشہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کَیْفَ وَجَدْتِیْھَا کہ تم نے دیکھا تو سہی، کیسا پایا، کیسی ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت سخت جملہ اس کے جواب میں فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیسے گوارا کر سکتی تھیں؟

جیسے ہمارے یہاں چونکہ مجھے زیادہ روشنی نماز، ذکر، درود شریف کے وقت پسند نہیں ہے،

تھوڑی سی ہو، جس میں کسی کو الجھن بھی نہ ہو، سب لائٹیں آف کر دیتے ہیں، صرف ایمر جنسی لائٹیں ہیں، وہ کھلی رہتی ہیں، ان کی اتنی روشنی ہوتی ہے جتنی ہمارے یہاں بچپن میں مسجد میں جب یہ کیروسین تو جلتے نہیں تھے بدبو کی وجہ سے، اور دو تین قسم کے تیل تھے کڑوا تیل اور وہ دوسرا تیل، ارنڈی کا تیل وہ ڈال کر کے مؤذن جلایا کرتے تھے۔ اتنی روشنی ہو جاتی ہے، وہ کافی ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ ازواجِ مطہرات کے حجراتِ شریفہ ایسے تھے کہ ان میں روشنی ہی نہیں تھی، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب گھر میں وصال ہو رہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے روتے ہوئے باندی سے فرمایا کہ ذرا پڑوس میں جا کر کہیں سے کچھ تیل لے آؤ۔ بیچاری روتی جا رہی ہیں اور کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہیں اور گھر میں اندھیرا ہے، کوئی تیل تھوڑا سا اس میں ڈال دو، چونکہ ازواجِ مطہرات کے حجراتِ شریفہ سارے ہی ایسے تھے، اس میں روشنی کی عادت ہی نہیں تھی، اندھیرا رہتا تھا۔

''یا رسول اللہ! ادھر تو زینب ہے''

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ایسے موقع پر ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلے سے آ کر تشریف فرما تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ داخل ہونے کے بعد جس طرف تشریف رکھنے کی تھی تو سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر جا رہے ہیں۔ ابھی چند قدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہونے کے بعد چلے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ادھر تو زینب ہیں۔

اب حجت شروع ہو گئی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تکلیف ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لا رہے تھے تم نے روک کیوں دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ

نے بھی باہر سے یہ جھگڑا سنا تھا۔

خیر میں تو ایک اور قصہ بیان کر رہا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ اس کو سب سے زیادہ محبت ہے۔اسی لئے ایک دفعہ بنوکلب کی طرف سے پیغام آیا کہ ایک ایسی خاتون جس کے حسن و جمال کا سارے عرب میں بڑا شہرہ تھا، تو مختلف طریقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی گئی کہ یا رسول اللہ! آپ اس کو اپنے نکاح میں، اپنے عقد میں قبول فرمالیں۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بیٹیاں پیش کی جاتی تھیں، بڑے بڑے گھرانوں کی، سرداروں کی، اور باندیاں آتی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت محدود تعداد اپنے پاس رکھیں۔

جس طرح سب کا تقاضا ہوتا تھا، تو یہ تقاضا ہوا ہر طرف سے کہ بنوکلب کی خاتون اس کا شہرہ ہے پورے عرب میں، بہت خوب صورت خاتون ہے، آپ اس کو قبول فرمالیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ عائشہ! تم ذرا جا کر دیکھ کر آؤ، پھر آ کر مجھے بتاؤ۔اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جانا پڑا، کتنا کٹھن دشوار کام ان کے لئے کہ ایک اور زوجہ کو گھر میں لانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لے گئیں، جب واپس پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا کیا رپورٹ؟ تو وہ عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ! کوئی خاص چیز میں نے تو نہیں دیکھی ،کوئی خاص نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ نہیں نہیں بتاؤ، فرمایا کہ کوئی خاص چیز نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جو فرمایا، اس کو اردو اور عربی ملا کر کے میں پیش کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا پہلے تو، هُـــوَ ، وہ وہ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشارہ فرمایا یعنی **الخال علی الگال** کہ **الخال علی الخد**، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسی حسین و جمیل ہے اور اس کے حسن و

جمال کو اللہ جل شانہ، خالق نے **فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن**، اس نے اس جمال کو دوبالا کرنے کے لئے اس کے سرخ گالوں پر ایک خال سیاہ تِل بنایا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا حسن دوبالا ہے، اور میں بتاؤں کہ جب تم نے اس خال کو دیکھا اور اس گال کو دیکھا تو تمہاری کیفیت کیا ہوئی تھی کہ **اِقْشَعَرَّتْ**، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے جسم کا ہر رواں کھڑا ہو گیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ **یا رسول اللّٰہ! لا یَخْفٰی مِنْکَ شَیْءٌ**،

اللہ کرے کہ ہمارے گناہ سیئات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہیں اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے محشر میں ہماری سیئات کی وجہ سے رسوائی نہ ہو۔

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيم.

دوعشرے ختم ہو گئے، ابھی ہم نے تیسرے آخری عشرہ کا استقبال کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ بقیہ ایام عافیت کے ساتھ پورے فرمائے۔ ان مبارک اوقات کی جیسی قدر دانی ہونی چاہئے، اُس کی قدر کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہاں جو ہم اکھٹے ہوئے ہیں، بالخصوص یہ اعتکاف، ابھی عصر کے بعد اعتکاف کے کچھ آداب پڑھے جا رہے تھے، تو اُن آداب کی کما حقہ ادائیگی کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

بہت سارے آداب کی کتابیں آپ کو پڑھنی پڑھیں گی، اعتکاف کے آداب، روزے کے آداب، سفر کے آداب کہ آپ سفر میں ہیں۔ اخوانِ طریقت کے آداب کہ ایک ہی طریق اور راستہ پر ہم سب چل رہے ہیں، جنہیں اخوانِ طریقت کہا جاتا ہے۔ اس پر مستقل کتابیں ہیں، آدابِ اخوانِ طریقت۔ یہاں آپ کے اس مجمع میں بہت سارے حفاظ، علماء، قراء ہوں گے، تو اُن مشائخ کے آداب، دستر خوان پر اکٹھا کھانا ہوگا۔ پتہ نہیں کتنی کتابیں آپ کے لئے کھل گئی ہیں جو آپ کے ذہن میں ہونے چاہئیں۔ اور سب سے اہم ترین جیسے گذشتہ کل عرض کیا تھا، آدابِ مساجد، اُس پر کتنی کتابیں ہیں۔ تو ہم مسجد میں ہیں دس دن کے لئے، اور مسجد کے آداب بھی بڑے سخت ترین ہیں۔ میں نے جتنی قسم کے آداب اور جتنی کتاب آداب کی گنوائیں، ان سب پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر ان کی رعایت ہم کریں گے، تب تو ہم کچھ حاصل کر پائیں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر:

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

اور

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

یہ ابلیس نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کے وقت جو اشکال کیا تھا، تو اُسی کو شاعر نے یہاں بیان کیا، بے ادبی کی وجہ سے وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ جتنی عبادتیں، ریاضتیں اُس وقت تک ابلیس نے کی تھیں، حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت تک اتنی نہیں کی تھیں۔ مگر آپ اُس کا حال جانتے ہیں کہ کہاں سے کہاں وہ پہنچا۔
حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ایک چوک ہوئی، وَ ضَلَّ وَ غَوٰی بعض جاہلوں نے ترجمہ کیا، کہ وہ گمراہی کے گڑھے میں جا گرے۔ اب میں نے اس لئے لفظ استعمال کیا کہ اُن سے جو چوک ہوگئی۔ جو حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوئی، جو اُن کے لئے تو بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی، اُن کے لئے کیا، کائنات کے لئے بہت بڑی رحمت ثابت ہوئی اُن کی یہ چوک۔ کیوں کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جنت میں رہتے تو جنت میں کیا تھا، کھاؤ، پیو، نعمتوں سے مزہ اُڑاؤ، اتنا ہی تھا۔
کبھی ایسی کوئی چوک ہو جاتی ہے، غلطی ہو جاتی ہے، تو بڑی نعمتیں انسان کبھی پا جاتا ہے، بشرطیکہ اب کیسے سنبھلنا چاہئے، اس طرح وہ سنبھل سکے۔ جیسے ابلیس کہاں سے کہاں گرا، اور حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے آپ کو سنبھال لیا، خود کہاں پہنچ گئے اور اپنی ذریت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

جیسا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد پہنچا، نجران میں عیسائیوں کی حکومت تھی، اور نجران میں عیسائی رہتے تھے، جو سعودی عرب میں ہے اور یمن کی بورڈر (border) پر ہے۔ تو وہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد آیا، جس میں وہاں کے اساقفہ اور رؤساء پر وہ وفد مشتمل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور واپس جب جا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گرامی نامہ اہل نجران کے لئے تحریر

فرما کر عنایت فرمایا۔

اب وہ سفر میں ہیں، واپس جارہے ہیں۔ جو اُس وفد کے رئیس تھے، اُسقف،، اُن کے ایک بھائی تھے، اُن کا نام تھا بشیر، وہ جارہے ہیں، سفر ہو رہا ہے، انہوں نے راستہ میں سوچا کہ میں تو رئیس ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ یہ گرامی نامہ وہاں لے جا کر اہل نجران کو پہنچانا ہے، اُن کے سامنے پڑھنا ہے۔ انہوں نے اُس کو پڑھنے کے لئے کھولا۔ روایت میں ہے کہ عجیب اتفاق، کہ انہوں نے وہ گرامی نامہ پڑھنے کے لئے کھولا، اور اچانک جس اونٹنی پر وہ سوار تھے، اُس نے ٹھوکر کھائی اور وہ گری۔ اس طرح سے یہ حادثہ ہو گیا۔

گھوڑے کے بہت سارے قصے ہیں ہمارے، گھوڑے سواری کے۔ ایک دفعہ ہم تین چار تھے، ابھی حفظ کر رہے تھے، ہمارے نانا جان نے صرف میری سواری کے لئے گھوڑا رکھا ہوا تھا، ہم کبھی نکل جاتے تھے، ریس (race) کرتے تھے۔ ایک دفعہ زین کا پٹہ بیلٹ ٹوٹ گیا۔ اور زین اُلٹ گیا، اور میں نیچے آ گیا۔

جس طرح میں نے اُس دن دوسرے گھوڑے کا قصہ سنایا تھا، یوسف بھائی پٹیل صاحب کا گھوڑا، کہ میں تو بہت تیز چلاتا ہوا جارہا ہوں، دیکھا کہ یہ ہموار راستہ ہے، مجھے نہیں پتہ کہ اس راستہ میں بیچ میں کہیں کوئی کھاڑی آتی ہے، اور اُس میں پانی ہے، اور وہ کافی چوڑی ہے اور اس میں کافی نیچے اُترنا ہے۔ تو میں تو اپنے دُھن میں دیکھ رہا ہوں، کہ چاروں طرف کھیت ہیں، گھوڑے نے اچانک دیکھا کہ اوہو! سامنے یہ تو بانک (bank) آ گیا۔ تو اب گھوڑا اتنا تیز ہے کہ اپنے آپ کو روک بھی نہیں سکتا۔ وہاں پہنچ کر آپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرے گا، تو بھی وہ گر جائے گا۔ تو گھوڑے نے فیصلہ کیا، کہ کیا کرنا ہے، اُس نے چھلانگ لگائی تو اس بینک سے اُس بینک تک۔ کافی چوڑی وہ کھاڑی، تو میں نیچے اُترا اور گھوڑے سے لپٹ گیا، اور اس کو بوسے دئے گھوڑے کو۔ یہ گھوڑا تو کسی کا تھا، اور جو ہمارا اپنا گھوڑا تھا تو اُس نے دیکھا کہ مالک گر گیا، تو میں زمین پر پڑے پڑے دیکھ رہا ہوں کہ آسمان کے بجائے گھوڑے کا پیٹ نظر آ رہا ہے، میں

بالکل بیچ میں، ایک قدم اُس نے آگے پیچھے نہیں کیا۔

نَبِّیُ ھٰذَا الزَّمَان

اب جیسے ہی وہ اونٹنی ٹھوکر کھا کر گری کہ جو اس وقت بھائی تھے بشیر، تو انہوں نے بد فالی لے لی، اُن کے یہاں بد فالی بہت چلتی تھی۔ بعض گھروں میں بھی چلتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس جاہلیت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ تو وہ کہنے لگا اپنے بھائی سے، اس کو دیکھو کہ تم نے یہ خط کھولا اور یہ اونٹنی ٹھوکر کھا کر گری، اور یہ کہہ کر اس نے دو جہان کے سردار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نکالا۔

یہ بے ادبی پر میں سنا رہا ہوں، تو فوراً بھائی نے کہا توبہ کر، توبہ، استغفر اللہ۔ حالانکہ اب تک وہ سارے اسلام نہیں لائے تھے۔ ٹوکا اور اُس نے کہا کہ یہ نَبِــیُّ ھٰـذِہِ الْاُمَّة ہیں، نَبِّــیُ ھٰـذَا الزَّمَان، اس زمانہ کے وہ نبی ہیں، اور آخری نبی ہیں، تم نے یہ کیا اُن کے متعلق کلمہ کہا۔

اِس وقت تو وہ بشیر چپ ہو گئے، لیکن اُن کو افسوس ہوا، اتنا افسوس ہوا، کیوں؟ کیوں کہ اب تک وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تو عیسائی ہیں، اور انہوں نے خط کسی کے نام دیا ہے، اور وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور بھائی نے جب ڈانٹا تو عقل آئی، کہ اچھا واقعی نبی ہیں؟ یہ بے ادبی جو مجھ سے سرزد ہوئی، جو کلمہ میری زبان سے نکلا اس کی معذرت کے لئے حاضر ہونا چاہئے۔

بے ادبی بھی مبارک ثابت ہوئی

وہ سوچتے رہے، کچھ دور جا کر انہوں نے فیصلہ کیا، کہ میں گھر واپس نہیں جا سکتا جب تک کہ میں واپس جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی نہ مانگ لوں۔ فوراً رُخ موڑا سواری کا اور جب مدینہ منورہ پہنچے۔ جو وہاں کو پہنچتا تھا وہ تو پھر دنیا اور آخرت کا ساتھی بن جاتا۔ دنیا اور آخرت میں غلامی اس کو مل جاتی تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اخیر تک رہے، پھر واپس گئے ہی نہیں۔ تو یہ اُن کے لئے بے ادبی کتنی مبارک ثابت ہوئی۔

جیسے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے، کہ بے ادبی ابلیس سے بھی ہوئی، مگر وہ گرتا چلا جارہا ہے ابھی بھی، **لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْن**، اور اپنے لئے خندق زیادہ گہری کر رہا ہے۔ لیکن حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو چوک ہوگئی، تو اس چوک پر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حق تعالیٰ شانہ کے سامنے گڑگڑانا، معافی مانگنی شروع کی۔ اس کے نتیجہ میں میں نے عرض کیا کہ جیسے کہتے ہیں کہ **اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِن**، جس طرح کہ یہ قید خانہ کے طور پر یہ ملا ہے، مگر بہت ساری نعمتیں بھی ملی ہیں۔ کیا نعمت ملی؟ یہ گذشتہ کل میں نے عرض کیا تھا کہ یہ لفظِ محبت بڑا پیارا ہے، حضرت جب یہ کہیں آجاتا تھا، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ دسیوں شعر پڑھ دیتے تھے:۔

اے عشقِ خوش سودائے ما　　　طبیبِ جملہ علت ہائے ما

کہ اے عشق! تو کتنا اچھا ہے، کہ ہماری ساری بیماریوں کا مُداوا تیرے پاس ہے۔ اسی طرح لفظِ محبت پر حضرت کتنے سارے شعر سناتے تھے۔

محبت: سب سے بڑا انعام

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک کیا ہوئی؟ کہ حکم تھا کہ یہ پودا اس کا، یہ دانہ مت کھانا۔ اس لفظِ محبت کے لئے میں نے آج تلاش کیا، کہ آپ لوگوں سے کہا بھی تھا کہ بھائی محبت کی تعریف لکھی گئی ہے، اور محبت کسے کہتے ہیں۔

ابن قیم نے کوئی پچیس سے زیادہ قول بیان کئے ہیں، کہ محبت کیا ہے؟ جس کے لئے امامِ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ادب کے خاطر یہ جواب دیا تھا، کہ جب تک یہ بشرِ حافی زندہ ہیں، میں اس کا جواب نہیں دوں گا، اُن سے پوچھو۔ تو وہ میں تلاش کرتا رہا، وہ سارے اقوال دیکھے کہ کیا کہتے ہیں، اس کی تعریف کیا کی گئی ہے۔ لیکن یہ چونکہ کوئی بابِ شریعت نہیں ہے، قرآن اور حدیث کی تشریح نہیں ہے، یہ تو اشاراتِ صوفیہ ہوتے ہیں، لطائف ہیں۔ آج آپ لوگوں کی

برکت سے ابھی نماز میں مجھے خیال آیا کہ یہ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو چوک ہوئی، اوراُس کے نتیجہ میں جو انعامات ملے اُن میں سب سے بڑاانعام یہ ملا، محبت۔ اور یہ انعام کیسے ملا؟ کہ جس طرح میں نے کہا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے، محبت پر اشعار پڑھتے، لفظ عشق پر اشعار پڑھتے۔

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ االسلام سے چوک ہوئی، تواب محبوب روٹھ گئے، کہ ہم نے تو کہا تھا کہ اس کومت کھاؤ۔ تو کس کومت کھاؤ؟ یہ اکل شجرہ، اس شجرہ سے تم مت کھاؤ۔ اس سے تم نے کھایا، اب ہم تم سے ناراض، چلو یہاں سے نیچے جاؤ۔

اب رو رہے ہیں آدم علیہ السلام، تو رُلایا، رُلایا، رُلایا، کس چیز پر رُلایا؟ وہ حبہ، ایک دانہ کھایا تھا۔ کیا کھایا تھا؟ دانہ، تو اس حبہ دانہ کے کھانے کی وجہ آدم علیہ السلام کو جو نعمت دی گئی، کیا؟ محبت۔ تو یہ محبت ایسی دی گئی کہ وہ ساری عمر روتے رہے۔ یہ جو لطف، اس نعمت میں ہے لطف، وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں ہے جو حق تعالیٰ شانہ کو منانے میں ہے۔ کہ وہ ہم سے روٹھے ہوئے ہیں، اور یہ ساری ساری زندگی، تمام اولیاء کرام حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں، اُس کے منانے میں روتے رہتے ہیں، کہ جس طرح ہمارے باوا آدم سے چوک ہوئی تھی، تو ہم ہر قدم چوک نہیں، جان بوجھ کر غلطیاں کر رہے ہیں، تیری معصیت کر رہے ہیں، اب اُس کے لئے روؤ! روؤ، اور کتنا روتے تھے؟ کہ جیسے گذشتہ سال میں نے سنایا تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

کہ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت، دل بہت سخت ہوگیا، بہت دل پتھر کی طرح سخت ہوگیا ہے۔ حضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت کی کیا توجہ ہوئی تو جو گریہ اور رونے کی کیفیت شروع ہوئی۔ شروع میں تو مزہ آتا تھا، روتے، روتے، روتے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ

اب تو دوبارہ حضرت کی خدمت میں جا رہے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضرت، اب تو برداشت نہیں ہوتا، پسلیاں ٹوٹتی ہیں۔ روتے روتے برداشت نہیں ہوا۔ حضرت کی پھر توجہ ہوئی، وہ حال بدل گیا، موقوف ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد، پھر وہ لطف یاد آیا کہ اوہو! اسی رونے میں مزہ تھا۔ تو پھر آ کر حضرت سے عرض کیا، حضرت نے ہنس کر ارشاد فرمایا کہ اگر پھر پسلیاں ٹوٹیں گی تو؟

یہ تمام اولیاء اللہ کو جو رونے میں مزہ آتا ہے وہ صرف اسی محبت کے خاطر۔ حق تعالیٰ شانہ یہ دولت ہمیں بھی عطا فرمائے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اسی وجہ سے خلوت میں جا کر اسی ایک محبوب کو دل میں بسا کر، اُسی کی تلاش میں، اور اُسی کو منانے میں لگے رہتے تھے۔ تو ہم بھی چند دن کے لئے جو یہاں حاضر ہوئے ہیں، ان دنوں کی حق تعالیٰ شانہ کما حقہ قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ کو مشغول اسی کی یاد میں مشغول رکھیں۔

حضرت پیر صاحب

اعتکاف میں ہم نے ہمارے پیر صاحب کو ایک دفعہ دیکھا کہ وہاں سہارنپور میں مسجد سے لے کر جو بیت الخلاء کا فاصلہ ہے، اِس وقت کا حال ہمیں نہیں معلوم، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سالہا سال جو رہا تو بالکل آخری کونہ پر دور جا کر بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، کافی فاصلہ تھا۔

ہم نے دیکھا، کہ ایک صاحب ہیں، حضرت پیر صاحب مسجد سے نکلے تیز تیز جا رہے ہیں بیت الخلاء کی طرف، تو وہ بھی اُن کے پیچھے تیز تیز، اُن کو کوئی کام ہوگا۔ جب حضرت وہاں سے فارغ ہو کر نکلے تو حضرت کے قریب پہنچ کر وہ کچھ کہہ رہے تھے۔ حضرت پیر صاحب اپنے دُھن

میں آگے چل رہے ہیں، جواب نہیں دے رہے ہیں۔اور پھر انہوں نے سوچا ہوگا، کہ سنا نہیں تو اور ذرا زور سے عرض کیا، مگر نہ ڈانٹ رہے ہیں، نہ غصہ، نہ کچھ، وہ اپنا کام کئے جارہے ہیں۔وہ بار بار اپنی بات پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جب حضرت پیر صاحب وضوء فرمانے لگے، تو میں نے اُن سے چُپکے سے اشارہ کیا، میں نے کہا کہ ابھی یہ بات نہیں کریں گے۔مسجد میں تم واپس پہنچو تو وہاں مختصراً عرض کر دینا تو صرف سُن لیں گے، اگر جواب دینا ہوا تو ہاں یا نا۔اعتکاف میں اتنا ہی بولنا چاہئے۔مسجد سے باہر قطعاً نہیں۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حضرت پیر صاحب نے سیکھا کہ مسجد سے ،معتکف سے باہر نکلے، تو وہاں قطعاً کوئی گفتگو نہ کرنی چاہئے ،جس کام کے لئے نکلا ،وہ کام، استنجاء، وضوء، فارغ ہو کر واپس مسجد میں آجائے۔اور وہاں مسجد میں بھی جو دنیوی ضرورت کی باتیں ہیں وہ مختصر جتنی ہاں، نا۔اُس سے زیادہ نہیں، ورنہ باقی سارا اپنا وقت ذکرِ لسانی، ذکر باللسان، ذکر بالجنان، ذکر بالسر، زبان سے تلاوت، ذکر ہوتا رہے، زبان تھک جائے تو پھر دل سے ہوتا رہے۔دل سے آگے ایک اور مقام ہے، پھر روح کے ذریعہ، سِر کے ذریعہ اللہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو اِن بزرگان دین نے طریقہ جاری کیا ہے، اس سے لطف اندوز ہونے کی اور اس کو اپنانے کی حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے۔

۲۲/رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم

ہمارے امام نے ابھی آیَاتٌ لِلۡمُوۡقِنِيۡن کو لِلۡمُؤۡمِنِيۡن پڑھا ان دونوں میں تو ایمان اور یقین ہے، یقین کے ساتھ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہنا یہ ایمان ہے یہ **يَعۡلَمُوۡن، يَعۡرِفُوۡن** تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے اگرچہ جان بوجھ کر اتنی تبدیلی کی بھی قطعاً اسلام میں تو گنجائش نہیں لیکن بھول سے ہو جائے، تو بھی آپ دیکھتے ہیں کہ پیچھے سے لقمہ دیا جاتا ہے اور **يَعۡلَمُوۡن، تَعۡلَمُوۡن** کو بھی درست کیا جاتی ہے، کہ اتنی غلطی بھی برداشت نہیں کی جا سکتی ہے۔

لیکن جو اس سے پہلے والی غلطی پیچھے سے بتائی گئی **اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡن** کی جگہ **اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَاسِقُوۡنَ،** غلطی سے پڑھ دیا گیا اور پیچھے سے لقمہ دیا، انہوں نے درست کر بھی لیا۔ اب سب مفتیانِ کرام تو یہ فتویٰ دیں گے کہ غلطی درست کر لی، تو درست ہو گئی، نماز ہو گئی، لیکن ہمارے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسی غلطی اگر ہو جائے اور پیچھے سے لقمہ دے کر اسے درست بھی کیا جائے، تو بھی نماز ٹوٹ گئی، کیوں؟ کہ خدا تو ان کے متعلق کہتا ہے کہ وہ صدیق ہیں، صادق ہیں، تو اس کی جگہ پر ان کو کیا کہا گیا؟ فاسق ہیں۔

اگر ایسی آیات جو صحابۂ کرام کے شان میں وارد ہوئیں، کوئی شیعہ کوئی بد بخت جان بوجھ کر ایسی حرکت کرے، تو وہ اہلِ نار میں سے ہوگا۔ اگر مؤمن ہے پہلے سے، تو وہ کافر ہو گیا، اسی وقت اس کا ایمان رخصت، اسی طرح **وَسَيُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقٰى** اور **اَشۡقٰى** ایک ہی نقطہ کا فرق ہے وہاں تو ایک کی جگہ **اَتۡقٰى** کی جگہ **الۡاَشۡقٰى، الۡاَشۡقٰى** کی جگہ **اَتۡقٰى،** اگر پڑھ لیا تو وہاں بھی یہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ والا اختلاف ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نماز درست نہیں ہوگی اور حضرت کی دلیل بہت مضبوط ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی زبان سے نکلا اَتْقٰی کی جگہ اَلْاَشْقٰی، اور صَادِقُوْن کی جگہ فَاسِقُوْن، تو نماز ٹوٹ گئی، پھر وہ جڑے گی کیسے، جڑ ہی نہیں سکتی، اب تو دوبارہ پڑھنی ہوگی، اتنی تبدیلی، غلطی سے، چوک سے ہو جائے، تو اس کا پاور کتنا ہے کہ فرماتے ہیں کہ ہوتی ہی نہیں، ٹوٹ گئی، اتنی چوک بھی نماز کو توڑ دے گی، پھر دوبارہ پڑھو۔ اب جو جان بوجھ کر ایسا کرے، کسی بے گناہ کو گنہگار بتائے، صالح کو فاسق بتائے، تو ان کا پھر کیا حال ہوگا؟

غیبت کے درجات

ہمارا موضوع کل تھا آداب پر کہ مساجد کے آداب، کہ ہم مسجد میں ہیں، بہت دیر تک ہیں، عشرہ کے ختم تک ہیں۔ ہر وقت، ہر گھڑی اس مسجد کی، اس پاک جگہ کی بے ادبی نہ ہو۔ ہم روزہ سے ہیں، روزہ کی بے ادبی نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاتون کے متعلق قے کرنے کا حکم فرمایا کہ حلق میں انگلی ڈال کر ہلاؤ زبان کو اور قے کرو، تو قے کی تو گوشت نکلا۔ فرمایا کہ روزہ رکھا مگر غیبت کر کے اسے توڑ دیا۔ تو یہ غیبت، جو کسی اپنے مؤمن بھائی کا کھایا ہوا گوشت اس برتن میں قے کی شکل میں نکلا۔

یہ تو اس وقت ہے جب کہ ایسی اس کی برائی کی گئی جو اس نے کی ہو، لیکن اگر ایسے کلمات کہے جس سے وہ بے گناہ ہے اور اس پر بہتان لگایا، تو پھر اس کا کیا حال ہوگا؟ اور یہ غیبت بھی اپنے جیسے بد عمل کی کی، پھر تو ایک جیسا حال ہے دونوں کا، اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا غیبت کا ہونا چاہئے۔ اگر کسی بلند مرتبہ انسان کی برائی کی، صالح اور نیک کی، تو اس غیبت کا درجہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

دیکھئے، گوشت کا بھاؤ آپ جانتے ہیں، کتنی اس کی اقسام ہیں۔ اخبار میں آیا تھا کہ ایک ٹکڑا سُکھایا ہوا گوشت پہلی جنگِ عظیم کا کسی نے فریزر میں رکھا ہوا تھا اس کا نیلام ہوا، تو اس وہ ایک ٹکڑا کئی لاکھ میں بِکا ہے۔ اس طرح جو جا چکے یا اپنے سے جو اوپر ہیں، ان کی شان میں بے ادبی کی جائے تو پھر تو اللہ ہی محافظ ہے۔

اسی لئے صاحبِ تفہیم القرآن کے خلاف ہمارے اکابر جو سخت رہے، اسی وجہ سے، کہ جو جنتیوں میں کتنے بڑے بڑے گروہ کے سردار، ان کی شان کے خلاف یہ لکھا۔ اگر غیبت کر لی، دو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، تو ایک نے سنی اتنا گناہ ہوگا۔ اس مجمع میں میں غیبت کروں تو جتنے آدمی سن رہے ہیں موجود اور جو انٹرنٹ پر سن رہے ہیں، تو وہ جتنے سنیں گے اتنا گناہ بڑھ جائے گا اس غیبت کا۔ تو افراد کا جو درجہ ہے اس کے اعتبار سے بھی وہ غیبت کا گناہ بڑھتا ہے اور بہتان کا گناہ بڑھتا ہے اور جتنے آدمیوں کو وہ غیبت اور بہتان پہنچے گا یا وہ خود پہنچائے گا یا دوسروں کے ذریعہ پھر نقل ہو کر پہنچے گا اس کا بھی گناہ ہوگا، تو اگر کتابوں میں لکھا جائے، تو پھر وہ کہاں تک پہنچے گا؟

حضرت رائپوری اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہما اللہ

اسی لئے ہمارے حضرات صاحب تفہیم سے زیادہ خفا رہے، کیوں؟ کہ ان کا مقام ان حضرات کا کیا تھا۔ تقسیم کے وقت جو اختلافات چل رہے تھے، تو اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی شان کے خلاف لکھا بھی گیا، کہا بھی گیا اور خود آپ کے ساتھ عملی طور پر دست درازیاں بھی کی گئیں، تو یہ سب سن رہے تھے قطب الاقطاب حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے حضرت مدنی کے پاس اور رونے لگے ،تو حضرت شیخ الاسلام حیرت میں ہیں کہ کیا، کیا بات ہے؟ کیوں رو رہے ہیں؟ پھر حضرت رائپوری نے حضرت مدنی کے پیر پکڑ لئے۔ کیا سنگین مسئلہ ہے کہ پیر پکڑ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو آپ معاف کر دیجئے۔

اب حضرت کو جو صفات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے انہیں ملی ہیں، بہت دریا دل تھے ہر چیز میں، مگر اس میں حضرت کو جو تکالیف پہنچی ہوں گی، دل دکھا ہوگا، حضرت سنتے

رہے۔ دوسری دفعہ حضرت نے عرض کیا، روتے ہوئے پیر پکڑ کر کے، حضرت معاف کر دیجئے، تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دفعہ کے بعد فرمایا اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰه.

یہ سن کر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے عذاب چل چکا ہے۔ آپ نے پھر دیکھا سارا مشرقی پنجاب، جہاں پر آپ کے ساتھ اسٹیشن پر، ریلوے اسٹیشن پر زیادتیاں کی گئی تھیں اور وہ سارا اطراف کا علاقہ نام ونشان مٹا دیا گیا۔ کہتے ہیں دس دس لاکھ کے قافلے چلتے تھے اور کیا سے کیا حال ہوا۔ تو یہ لکھے جانے کا اور زیادہ بڑے مجمع میں اور دور تک برائی پھیلائی جائے اس کا یہ اثر ہوتا ہے۔ اسی لئے میں نے عرض کیا کہ یہ بھاؤ گوشت کا، ایک ٹکڑے کا کتنا بڑھ گیا جنگِ عظیم کا ایک پیس چھوٹا سا اور یہ کتنے لاکھوں میں نیلام ہوا ہے، تو اسی طرح اِن کی غیبت کا بھی بھاؤ بڑھتا رہتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں، جو کسی صحابی کو سب وشتم کرے، تو فوراً ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ کسی مسلمان بھائی کو کوئی دوسرا مسلمان گالی دے، تو یہ کبیرہ گناہ ہے، لیکن کسی صحابی کے متعلق وہی کلمہ کہے گا تو ایمان رخصت ہو جائے گا۔ حالانکہ دونوں ایک ہی چیز، گالی ہے، مگر فرق ہو گیا نتیجہ کے اعتبار سے، ایک کا نتیجہ نکلا کہ ایمان رخصت ہو گیا، ایک میں کبیرہ گناہ بنا۔

روزہ؛ ایک نعمت

اس لئے یہ جو ایام ہیں مبارک اور یہ جو روزے ہیں، یہ بڑی عجیب نعمت ہے۔ یہ عبادت، آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں کتنے ملینوں مسلمان ایسے ہوں گے جو حج کر سکتے ہیں، مگر وہ حج نہیں کرتے، حج کے لئے نہیں جاتے، کتنے ملینوں ہیں جو نماز نہیں پڑھتے آپ کا مشاہدہ ہے، زکوۃ نہیں دیتے، لیکن یہ عبادت روزہ کی ہے تو انفرادی، مگر حق تعالیٰ شانہ نے اس میں ایسی اجتماعیت پیدا فرمادی کہ کوئی سارے سال نہ جمعہ پڑھتا ہوگا، عید بھی نہیں پڑھتا ہوگا، مگر روزہ

ضرور اسے رکھنا پڑے گا، رکھنا پڑے گا یا وہ رکھے گا، دوسروں کے دیکھا دیکھی، تو یہ تناسب اور ارکانِ اربعہ میں تناسب کے اعتبار سے یہ فریضہ ادا کرنے والے مسلمان زیادہ ہیں۔

اسے بھی ایک کلمہ برائی کا، غیبت کا زبان سے نکال کر کے ہم اس کو ختم کر بیٹھیں، اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ اگر چہ ہمارے یہاں کہا جائے گا کہ جو حدیث میں آتا ہے کہ جس نے غیبت کی تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، تو ہمارے یہاں تو فتوی ہے کہ غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن نماز کے متعلق جس طرح حضرت سہارنپوری نے فرمایا کہ نہیں وہ تو ٹوٹ ہی گئی، جُڑ نہیں سکتی، اسی طرح امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ تو حدیث کہتی ہے کہ روزہ تو ٹوٹ گیا غیبت کرنے کی وجہ سے، تو اب کیسے جُڑے گا، تو امام اوزاعی کا فتویٰ یہ ہے کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ گیا۔

امام اوزاعی کتنے بڑے امام ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وہ مناظرہ کیا کرتے تھے، ان کے مناظرے آپس میں ہوئے ہیں۔ بڑے شاندار ان کے مناظرے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، امام اعظم کے ساتھ، اتنا بڑے امام، ان کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ روزہ تو گیا غیبت کر کے، اس لئے اتنی مشقت کے ساتھ اتنا لمبا ہم روزہ رکھتے ہیں اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔

''میرے پیارو! بات ہرگز مت کرو''

اب یہ اصل موضوع ہمارا جو چل رہا تھا؛ آداب، تو مسجد میں ہم نیکی کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ کچھ ہمیں مل جائے، مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے رمضان المبارک کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی کہ حضرت یہ نہ فرماتے ہوں، میرے پیارو! بات ہرگز مت کرو!

اسی نصیحت کا اثر کہ حضرت پیر صاحب مسجد سے، اعتکاف سے استنجاء کے لئے نکلے، وہاں کوئی بات کرنا چاہتا ہے، تو گم سم، بات کا جواب نہیں دیں گے، اندر مسجد میں آنے کے بعد بھی اعتکاف میں کوئی پوچھے گا تو ہاں، نا، جی جاؤ، آؤ، بس، لمبی بات نہیں۔

ہمارے مہتمم صاحب تھے حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ، وہ طلبہ کے

ساتھ ایک ہی، عصر کی نماز عام طور پر پڑھتے تھے، باقی اپنے شہر کی مسجد میں چار نمازیں ادا فرماتے تھے۔ حضرت مولانا داؤد صاحب کو بھی یاد ہوگا کہ وہ مسجد میں تشریف لاتے تو طلبہ بچے ہیں، تو شور ہو رہا ہے، نماز کے وقت تکبیر سے پہلے، جیسے ہی مسجد میں داخل ہوتے، حضرت اعلان فرماتے کہ مسجد میں دنیا کی بات کرنے سے چالیس سال کے مقبول عمل حبط ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ بات کرنے سے، تو ایک دفعہ کی، تو حبط ہو گئے، ابھی ہے کیا آپ کے پاس، پھر گناہ لاڈے جائیں گے، تو آئے تو تھے نیکی کمانے کو اور گناہوں کی گٹھری لے کر جائیں گے، اللہ تعالی ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

مسجدِ حرام کی حرمت و تعظیم

جس طرح میں نے بتایا کہ وہاں غیبت میں اور بہتان میں جن کو لگایا جا رہا ہے، ان افراد کے اعتبار سے جن پر لگایا گیا ایک حکم نہیں، وہ درجہ بدلتا رہے گا۔ تو یہی حال اس کا بھی ہے، اس ہماری مسجد کا یہ حال ہے کہ چالیس سال کے مقبول عمل حبط، لیکن ابھی ہمارے ساتھی جو وہاں سب عمرہ پر گئے ہوئے ہیں اللہ تبارک وتعالی ان کے عمرے، طواف قبول فرمائے، تو وہاں ان کو اس سے بھی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے، حرم پاک میں، مسجدِ حرام میں۔ وہاں اگر بیٹھ کر، فارغ وقت میں یہ حرکت کی، تو جتنا یہاں چالیس سال کا حساب ہے وہاں پتہ نہیں کتنا بڑھ جائے گا، اور یہ تو صرف دنیوی بات کرنے پر ہے، پھر اگر دنیوی بات میں اور چیزیں شامل ہو جائیں غیبت، بہتان، اس کا تو پھر اور کیا حال ہوگا؟

اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بالکل پست آواز سے بات کرو، صرف آواز ذرا سی بلند کی، یعنی جتنی آواز نورمل ہونی چاہیے، جو پہنچ سکتی ہے اس سے زیادہ اونچی آواز سے بات کی۔ قرآن نے کہا کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے، تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اصطبل میں اندر سے کیلیں ٹھوک کر بند کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا کہ ثابت نظر نہیں آئے، ایک صحابی کو دیکھنے کے لئے بھیجا، فرمایا قرآن تو یہ کہتا ہے اور میری آواز اونچی ہے میں تو آہستہ بول ہی نہیں سکتا۔ کاش کہ اس طرح ہمیں بھی احساس ہو، کہیں ہمارے اعمال حبط نہ ہو جائیں، اعمال حبط ہوتے ہیں، پھر کمزور ایمان رہ جاتا ہے۔

''آپ کیسے ہو؟''

ہر چیز کے الگ الگ درجات ہیں، تو آداب کی رعایت نہایت ضروری ہے، مسجد کے آداب، اور یہ ادب ہمیں صحابۂ کرام نے سکھایا۔

ہمارے یہاں جب برما سے لوگ نکل کر ہندوستان پہنچے ہیں، تو وہ گجراتی بہت کم بول سکتے تھے، اردو ان کے یہاں زیادہ تھی، وہاں والوں کے ساتھ اردو بولتے تھے۔ ایک عزیز ہمارے گاؤں میں آئے ہوئے تھے، تو میں ابھی حفظ میں بھی نہیں پہنچا تھا، ناظرہ پڑھ رہا تھا، میں نے انہیں، مسجد کے قریب ملے، تو کہا السلام علیکم! تم کیسے ہو؟ وہ فرمانے لگے کہ نہیں، آپ نے سوال صحیح نہیں کیا۔ پھر میں نے ذرا اونچی آواز سے سوال وہی دہرایا تم کیسے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ،تم نہیں کہنا چاہیئے ،آپ کیسے ہو؟

ہمارے خالہ زاد بھائی ہیں، ابھی نوّے برس کی ان کی عمر ہو چکی ہے۔ تو ان کے یہاں ایک دفعہ میں گیا تو مجھے فرمانے لگے کہ ہمارے دادا جان بہت بارعب ہیں، آپ جب ان سے ملیں تو ذرا خیال رکھئے، واقعۃً ایسا ہی ہوا۔

میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، ہمیں ان سے بڑا پیار تھا، اور بہت نفع پہنچا ان سے، سب سے بڑا نفع یہ کہ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وہ پیر بھائی تھے، اور ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب جو مکہ مکرمہ میں تھے وہ مجذوب تھے،

ان کی کسی سے کوئی خط و کتابت، جان پہچان، کچھ نہیں تھی، لیکن چونکہ یہ ان کے مرید تھے اور جب سے یہاں سے تشریف لے گئے، اس وقت سے انہوں نے مسلسل ان سے رابطہ باقی رکھا، ہر جانے والے کے ساتھ کوئی چیز بھیجتے۔ تو وہ انہیں تھوڑے سے یاد رہ گئے ہوں گے، یہ ایک مرید۔ تو ان کے پاس پتہ تھا جو ہم نے ان سے حاصل کیا کہ مکہ مکرمہ میں کس جگہ وہ مقیم ہیں۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ رباط آغا الماس جس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ کا قیام رہا ہے انہی حجروں میں اسی رباط میں ان کا قیام ہے، والد صاحب کے پیر صاحب کا۔

خالہ زاد بھائی کے دادا کی ملاقات کے لئے جب میں پہنچا، بڑے امیر آدمی تھے، چائے ناشتہ منگوایا اور اس کے بعد فارغ ہو کر مجھ سے فرمانے لگے کہ اچھا ابھی میں آپ کا امتحان لیتا ہوں۔ تو میں نے عرض کیا کہ میں تو ابھی طالبِ علم ہوں میں کیسے امتحان دے سکوں گا؟

فرمانے لگے کہ نہیں یہ سوال ایسا ہے کہ اس کا جواب آپ کے پاس ہونا ہی چاہئے، اور صحیح جواب آپ کو دینا چاہئے۔ وہی ہمارے خالہ زاد بھائی نے جو فرمایا تھا وہ صحیح نکلا، میں سوچنے لگا کہ وہ صحیح کہہ رہے تھے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے کہ اچھا آپ تیار ہو جائیں، سوال آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

تھوڑی دیر چپ رہے، پھر فرمانے لگے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے کہا الحمد للہ اچھی ہے۔ فرمانے لگے پاس۔ وہ مسجد کے متولی بھی تھے، کسی کو امام مدرس رکھتے، ان کا بھی اسی طرح امتحان لیتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جو ہمارے یہاں امام مدرس میں رکھتا ہوں مسجد میں، تو ان کا امتحان لیتا ہوں، تو اکثریت فیل ہو جاتی ہے اس سوال کے جواب میں، کیوں؟ کہ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اچھے ہیں، ٹھیک ہیں، تو بڑے بزرگ بھی ہمیں آداب سکھاتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انہوں نے

ادب سکھایا، کیسے؟ یہاں دار العلوم میں جہاں مطبخ ہے اس کے اوپر والے فلور پر حضرت مولانا یعقوب صاحب، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کا قیام ہوتا تھا اور اس کے اوپر والے فلور پر میں مقیم تھا، وہاں ایک دفعہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہم نے بالکل ابتدائی دنوں میں دار العلوم تشریف آوری کی دعوت دی تھی، حضرت کے قیام کے لئے وہ حجرہ ہم نے تجویز کیا اور وہاں اس کا جو پیسج ہے وہاں دستر خوان بچھایا اور ہم صبح ناشتہ کر رہے تھے۔

حضرت مولانا ہاشم صاحب نے پوچھا حضرت قاری طیب صاحب سے، قاری صاحب سے پوچھا کہ حضرت آپ بڑے ہیں یا حضرت شیخ؟ پہلے حضرت قاری صاحب مسکرائے، اس کے بعد فرمانے لگے کہ ھُوَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَ اَنَا اَسَنّ پھر کتنے اَسَنّ اور کتنے؟ فرمایا کہ حضرت شیخ مجھ سے بڑے ہیں درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے، لیکن میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں، اور اس کے بعد دن بتائے کہ میں چھ یا سات دن ان سے بڑا ہوں۔ تو یہی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آپ بڑے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے؟ تو ان کا جواب بھی یہ تھا ھُوَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَ اَنَا اَسَنّ.

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بولنے میں ادب نصیب فرمائے، مسجد کے آداب کی رعایت کی توفیق دے، قرآن پاک کا ادب نصیب فرمائے، نمازوں کا ادب نصیب فرمائے۔

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم.

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آپ حضرات کی تشریف آوری سے ایک دو دن پہلے یہ ہماری نمازِ وتر کا ایک ادب میں نے عرض کیا تھا، کہ جو ہماری نماز کی دعاؤں میں قنوت چھپا ہوا ہے، اُس میں ایک ادب رہ گیا ہے۔ کہ قنوت جو شوافع کے یہاں پڑھا جاتا ہے، وہ قنوت ہے جو ہمارے یہاں نازلہ اور کسی مصیبت کے موقع پر پڑھا جاتا ہے، اس لئے اس کا نام ہی قنوتِ نازلہ۔ اَللّٰھُمَّ اھۡدِنَا فِیۡمَنۡ ھَدَیۡت. تو اُن کا قنوت ختم ہوتا ہے وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡم پر، اور ہمارا جو وتر کا قنوت ہے وہ ختم ہوتا ہے اِنِّ عَذَابَکَ بِالۡکُفَّارِ مُلۡحِق پر۔ حالانکہ ہمارے فقہاء نے بھی درود شریف کو مستحب لکھا ہے، اس لئے اس کے ساتھ درود شریف ملانا چاہئے۔ مگر جہاں انہوں نے لکھا وہیں رہ گیا، جن حضرات نے یہ قنوت کو اپنی کتابوں میں چھاپا، تو اُس کے ساتھ درود شریف نہیں ملایا۔ اس لئے پابندی سے اس کو یاد کر لینے کی ضرورت ہے کہ اِنِّ عَذَابَکَ بِالۡکُفَّارِ مُلۡحِق کہ بعد قنوت کم از کم صرف اتنا کہ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ النَّبِیِّ الۡکَرِیۡم پڑھ لیجئے ایک دفعہ، پھر تو یہ زبان پر ان شاء اللہ جاری ہو جائے گا۔

حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ

یہ ادب ہی پر بات ہو رہی تھی کہ سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ ہم میں بڑا کون؟ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا جواب دیا تھا، کہ بڑے تو آپ ہی ہیں، وَ اَنَا اَسَنُّ، عمر میری آپ سے زیادہ ہے۔

یہی ادب حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا جب یہی سوال آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اُن سے کیا۔

حضرتِ سعید کا اصل نام تھا، صرم، لَتُصْرِ مُنَّهَا، کہ ہم اس باغ کے پھلوں کو توڑیں گے، کھیتی کو کاٹیں گے۔ تو صرم ٹورنے اور کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نام تمہارا بدل دو، آج سے تمہارا نام ہے سعید۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی، کہ افراد کے نام، جگہوں کے نام، سواریوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو مناسب نہیں ہوتے تھے، اُن ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ تو اُن کا نام رکھا گیا سعید۔

یہ بڑے پیارے صحابی تھے، صحابہ کرام سارے ہی پیارے تھے، مگر اُن کی خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اِن سے پوچھا کہ آپ بڑے یا میں؟ اُس وقت حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے جتنے اُس وقت ذہن میں آئے سارے افعل التفضیل کے صیغے انہوں نے استعمال کر لئے۔ عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اَنْتَ اَفْضَلُ وَ اَرْفَعُ وَ اَكْبَرُ مِنِّیْ، کہ آپ مجھ سے افضل بھی ہیں، مجھ سے بہت بلند اور بالا بھی ہیں، اور آپ مجھ سے بڑے بھی ہیں۔

مجھے بڑائی چھوٹائی پر یہ یاد آیا، کہ آج ہمارے یہاں ننیٹن (Nuneaton) سے ہمارے دوست مولانا عثمان صاحب بھی تشریف لائے ہیں۔ جب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ یہاں سے (seventy nine) میں پہلے سفر کے بعد تشریف لے گئے، تو کسی دن میں نے حضرت کو اِن کا خواب سنایا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت انہوں نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت شیخ کا جس طرح یہاں اعتکاف سہارنپور میں ہوتا ہے، تو یہ رمضان المبارک کا اعتکاف قدس میں، بیت المقدس میں ہو رہا ہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنا، تو فرمانے لگے کہ اس کی تعبیر کہ حضرت وہاں اعتکاف فرمائیں گے یہ نہیں۔ بلکہ جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے، انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ السلام کی پیچھے صفیں تھیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم امام تھے۔ مفتی صاحب نے کتنی اچھی تعبیر دی کہ اس وقت سب سے بڑے روئے زمین پر حضرت شیخ ہیں۔ امامت حضرت کی ہے، اور یہ تمام مشائخ دنیا بھر سے، عرب وعجم سے جو حضرت کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں، یہ حضرت کی امامت ،اور حضرت کی دینی سیادت ہے۔

لَا تَتْرُکِ الْجَمَاعَةَ

انہوں نے بھی، حضرت سعید ابن یربوع رضی اللہ عنہ نے تمام افعل التفضیل کے صیغے جو اُس وقت یاد آئے، سب بیان کردئے کہ یارسول اللہ! آپ ہی سب سے افضل، آپ ہی سب سے اونچے، آپ ہی سب سے بڑے لیکن **اَنَا وُلِدْتُ قَبْلَک** ۔کہ آپ سے پہلے میری پیدائش ہے، کئی سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کئی سال کا فرق تھا۔

اسی لئے صحابہ کرام اُن کی بڑی قدر کیا کرتے تھے۔ جب عمر زیادہ ہوگئی، ایک سو سے کہیں اوپر ہوگئی، اوران کی بینائی نہ رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خبر گیری رکھا کرتے تھے، کہ کون نماز میں آتا ہے پابندی سے؟ کون نہیں آتا؟ ان کے متعلق جب پتہ چلا، تو اِن کے یہاں عیادت اور بیمار پُرسی کے لئے تشریف لے گئے۔

بیمار پُرسی کے بعد اُن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو معذوری تو ہوگئی، بینائی اللہ ہی دیتا ہے، اور وہی واپس لیتا ہے، مگر ایک کام آپ کریں کہ **لَا تَتْرُکِ الْجَمَاعَةَ** کہ جماعت کے ساتھ نماز آپ ہرگز نہ چھوڑیئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! میں تو چاہتا ہوں کہ پنج وقتہ نماز میں حاضری دوں، آپ کے پیچھے نماز پڑھوں۔ لیکن میرے پاس کوئی مجھے لانے والا نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے انہیں خادم مرحمت فرمایا کہ جس کا مستقل ایک ہی کام تھا، کہ پنج وقتہ نمازوں میں اُن کو لے کر آنا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ادب سکھایا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آپ

صلی اللہ علیہ سے بچپن سے بے حد محبت تھی۔ یہ بات الگ ہے کہ اُن کے ساتھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے دوسرے حضرات اُن کے ساتھیوں میں ہیں، وہ ان سے سبقت لے گئے۔اور یہ غزوہِ خیبر کے وقت اسلام لائے ہیں، اوراس کے بعد پھر علانیہ طور پر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جحفہ میں، ابواء میں آ کر ملے ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ تھا کہ یہ پہلے سے مسلمان ہو چکے ہیں، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو ہمارے ساتھ چلو اور اُن کے خدام، سامان بیوی بچوں سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ بھجوا دیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کے رنگ بھی سب کے الگ الگ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاء کے متعلق ہے کہ اَلْاَنْبِیَــــاءُ اَشَــدُّ بَلاءً دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تو نہایت موذی، کسی قسم کی ایذاء انہوں نے باقی نہیں چھوڑی، جو بھتیجے کے ساتھ روا نہ رکھی ہو۔اور دو چچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے لے کر اخیر تک بہت زیادہ خبر گیری رکھتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت فرماتے رہے۔ اُن میں ایک کو اللہ تعالیٰ نے اسلام عطا فرمایا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک اِس سے محروم رہ گئے، ابو طالب۔اور پانچویں ایک انتہائی فدائی اور جاں نثار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔

جب کوئی مجھے نام کے لئے پوچھتا ہے، میں کہتا ہوں کہ تین نام لکھ کر دو، اُن میں سے میں بتا سکتا ہوں۔ اُن میں اگر حمزہ ہوتا ہے، تو میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بتا کر کہتا ہوں کہ ان کا نام حمزہ رکھو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے بے حد پیار تھا، اور کیوں نہ ہو؟ کسی نے آ کر اُن سے، بالکل ابتدائی ایام میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے آ کر کہا کہ آپ کو پتہ چلا کہ آج کیا ہوا۔ کہا کیا ہوا؟ ابو جہل ستایا کرتا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی

آپ صلی اللہ علیہ کو جو ابوجہل ہمیشہ ستایا کرتا تھا۔ کسی نے آ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج تو اُس نے حد کر دی۔ فرمایا کیا کیا؟ اُس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کر دیا۔

اُسی وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھاگ کر گئے، تلوار اُٹھائی، اور جس جگہ اُس نے بتایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اُس نے زخمی کیا ہے، ابوجہل کے سر پر وہیں زبردست ایک وار کیا، جو ساری عمر کے لئے اس کے پاس رہ گیا، ہدیہ کے طور پر۔ اور اُس دن سے لے کر وہ تلوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر ننگی ہی رہی۔

حضرت عمر کا قصہ کہ آپ پڑھتے ہیں کہ آ رہے تھے، دارِ ارقم میں، کسی نے کہا کہ عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے چلے آ رہے ہیں، تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آیا تو یہ تلوار موجود ہے۔ اور آخری دم تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کا اُن کا یہی حال رہا، اور کس درجہ کی فدائیت؟ کہ شناخت بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ حمزہ ہیں۔ جسم کا، لاش کا یہ حال تھا، اور پھر اخیر میں جو کچھ تھا، اسے بھی، ہندہ نے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی، کلیجہ اور جگر نکال کر چبایا۔ کس درجہ کی فدائیت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی جس طرح وہ چاہتے تھے، ایسا اپنے کو حضور کے خاطر فداء کیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

اگرچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس درجہ فداء تھے، مگر بے ادبی ایک دفعہ اُن سے بھی ہوئی۔ جس طرح اُس دن عرض کیا تھا کہ بشیر ابن معاویہ سے بے ادبی ہوئی، مگر یہ بے ادبی اُن کے لئے، دونوں جہاں کے لئے بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی۔ اسی طرح یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ بے ادبی ہوئی اور بے ادبی بھی کیسی کہ آپ سُن نہیں پائیں گے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو اس طرح آنکھیں نکالی، اور کیا کلمہ اس طرح آنکھیں دکھا کر فرما

رہے ہیں، کہ هَلْ اَنْتُمْ عَبِيْدٌ لِآبَائِیْ؟ کہ تم کون ہوتے ہو؟ تم ہمارے آباء واجداد کے غلام ہی تو ہو۔ اس سے بڑی گستاخی کیا ہوسکتی ہے؟ گستاخانہ کلمات اس سے زیادہ ہوسکتے ہیں؟ اس حرکت میں، اور آنکھیں نکال کر، اور اس لہجہ میں یہ کہنا۔

یہ کاہے پر انہوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ تو ہوا یہ تھا، کہ اسلام میں اب تک شراب ممنوع نہیں ہوئی تھی۔ اور شراب کا دَور ایک جگہ چل رہا تھا، ایک مکان میں سب اکٹھے ہوتے تھے، شراب پیتے تھے۔ تو شراب کے نشہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مدہوش اور شراب کے نشہ میں مست۔ اسی حال میں باہر ایک گانے والی نے اُن کو چھیڑنے کے لئے گانا شروع کیا۔ اَلَا یَا حَمْزُ! اے حمزہ! دیکھو یہ اونٹنیاں کتنی تازی اونٹنیاں ہیں، اِن کی کوہان ان کی کلیجی بھون کر آپ ہمیں کھلاؤ تو مزہ آجائے۔

اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شراب میں مست ہیں، یہ شعر سنا، اور باہر جو اونٹنیاں تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ولیمہ کی تیاری کے لئے تشریف لے جانے والے تھے، کہ کسی سنار کے یہاں کچھ گھاس اور اُن کو جو جلانے کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہیں، وہ لاکر بیچیں اور اُس سے اپنا ولیمہ کی تیاری کریں۔ یہ شعر سنتے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر نکلے اور اونٹنی کا اوپر سے کوہان کاٹا، ایک وار اس کے پیٹ پر کیا، کلیجی کاٹ کر نکال کر پھینکی، کہ جاؤ، بھونو اور کھاؤ!

هَلْ اَنْتُمْ عَبِيْدٌ لِآبَائِیْ؟

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تو اپنا کام تمام کر چکے۔ کسی نے جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قصہ عرض کیا، کہ جا کر دیکھو کہ آپ کی اونٹنیوں کا کیا ہوا۔ آکر انہوں نے دیکھا کہ اونٹنیاں پڑی ہوئی ہیں، کٹی پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ اندر آپ کے چچا حضرت حمزہ ہیں، دیکھا کہ وہ تو شراب کے نشہ میں مدہوش۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول وہلہ میں تو اندر مکان میں

تشریف لے گئے، اندر جا کر دیکھا کہ سب مست پڑے ہوئے ہیں، شراب پی کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو ڈانٹنا شروع کیا، اُس ڈانٹ کے جواب میں، اس طرح انہوں نے نشہ میں یہ کلمات بکے تھے۔ ایک شرابی کا بکواس کہئے اُسے۔ هَلْ اَنْتُمْ عَبِيْدٌ لِآبَائِيْ؟ لیکن چونکہ اُس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، اس لئے یہ اللہ کے یہاں معاف ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی۔ اس بے ادبی کا نہ کبھی ذکر کسی اور موقعہ پر آیا، اور نہ اسے یاد کیا گیا، اور نہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اُس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ جا کر اس کی مستقل معافی مانگیں۔

دنیا دار الاسباب

حق تعالیٰ شانہ اس طرح اسباب پیدا فرماتے تھے، کہ دنیا چونکہ دار الاسباب ہے، حق تعالیٰ شانہ بلا سبب بھی حکم نازل فرما سکتے ہیں، مگر بتدریج کہ یہ حکم کہ اب شراب کو منع کیوں کیا گیا، یہ فلاں نماز میں قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْن پڑھی گئی تو اُس میں جہاں لا تھا وہاں سے ہٹا دیا، اور جہاں نہیں تھا وہاں لگا دیا۔ جس طرح کل میں نے عرض کیا تھا، اُس طرح نماز میں قراءت میں گڑ بڑ ہوگئی، وہ قصہ ہوا اور یہ قصہ ہوا۔ چونکہ دنیا دار الاسباب ہے۔

دار الاسباب پر یاد آیا، کہ کوئی پروفسر ہے، برونو (Bruno)۔ اس نے لکھا ہے کہ جب خلافتِ عباسیہ چل رہی تھی، اُس زمانہ میں وہاں ایک مسئلہ مسلمانوں کے یہاں پہنچا۔ کہ یہ دنیا فلاٹ (flat) ہے یا گولا ہے، بال (ball) ہے؟ تو وہاں پر بھی اس پر بحثیں چلیں، مگر خاص اس کا کوئی نوٹس (notice) نہیں لیا گیا، اثر نہیں لیا گیا۔ کسی نے کہا کہ ہموار ہے، کسی نے کہا کہ گول ہے، کوئی فرق نہیں پڑا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ بحث یہاں پہنچی، یورپ میں، تو کوئی پچاس سو بڑے بڑے سائنٹسٹ (scientists) اُن کو قتل کر دیا گیا کہ یہ دنیا کے گولے کو ہموار نہیں مانتے، اس کو گیند مانتے ہیں، اور گول مانتے ہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر کسی نے کہہ دیا کہ یہ دنیا دار الاسباب ہے، تو اس جملہ پر اُن سب کو قتل کیا گیا، کہ جو بھی دنیا کو دار الاسباب مانتے تھے۔

خیر تو یہ چونکہ دنیا دارالاسباب ہے، اس لئے حق تعالیٰ شانہ کسی حکم کی تبدیلی کے لئے حالات، واقعات پیدا فرماتے ہیں۔ تا کہ انسانی طبیعتیں اس کو قبول کریں۔ اگر چہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ایمان تو ہماری طرح سے کمزور نہیں تھا، چنانچہ اس کے بعد پھر شراب کی حرمت آئی ہے۔

اس وقت یہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمات نکل گئے تھے۔ خیر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا، سب میں الگ الگ رنگ تھا۔ اُس کو میں بیان کر رہا تھا، ہمارا وقت بھی ختم ہوگیا، دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ادب نصیب فرمائے، اور مسجد کے آداب، روزے کے آداب، اعتکاف کے آداب، نماز کے، عبادتوں کے، ہر چیز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی رعایت، اُس کو یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

ہم لوگ 60's کے اخیر میں یہاں بچوں کے ساتھ منتقل ہونا شروع ہوئے، تو ان ابتدائی سالوں میں 70's میں جو رمضان ہوتے تھے وہ برفانی موسم میں ہوا کرتے تھے، پھر اس کے بعد 80's میں پھر یہ گرمی والے روزے شروع ہوگئے۔

فتاویٰ کا ادب

اس وقت جب یہ پہلی مرتبہ ٹائم ٹیبل کے جھگڑے شروع ہوئے، تو اس وقت حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو میں یہاں دار العلوم سے ہاورڈ سٹریٹ مسجد لے گیا تھا، وہاں علماء میں حضرت نے جو نصیحتیں فرمائی تھیں اس میں سے ایک فتاویٰ کے ادب کا مسئلہ بھی تھا۔

یہ ہمارا موضوع ادب اور بے ادبی پر چل رہا ہے کہ حضرت نے وہاں فرمایا تھا کہ یہ جو ڈیڑھ بجے روزہ شروع کرتے ہیں، جو ڈھائی بجے شروع کرتے ہیں، جو ساڑھے تین بجے شروع کرتے ہیں آپ لوگوں کی طرح، تو حضرت نے فرمایا کہ یہ تینوں جماعتیں ہیں جن کے پاس فتاویٰ ہیں اور ہر ایک اپنی پسند کے فتوے پر عمل کر رہا ہے، اس لئے کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو غلط ٹھہرائے۔

کتنا پیارا فتویٰ، کتنی پیاری نصیحت، اور فرمایا کہ جو ڈیڑھ بجے روزہ شروع کرتے ہیں وہ ڈھائی اور ساڑھے تین والوں کو یہ نہ کہیں کہ تمہارا روزہ نہیں ہوا اور ڈھائی بجے والے اور ساڑھے تین والے ڈیڑھ بجے والوں سے یہ نہ کہیں کہ تمہاری فجر کی نماز نہیں ہوئی کہ تینوں کے پاس فتاوٰی ہیں اور ہم مقلد ہیں اور مقلد کا کام پوچھ پوچھ کر چلنا ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ کسی کو جواب ملا ڈیڑھ بجے کا، کسی مفتی صاحب نے جواب دیا ڈھائی بجے کا، کسی نے ساڑھے تین بجے کا، اب

حجت اور جھگڑے کی بات ہی کیا ہے، ہر ایک دلیل پر عمل کر رہا ہے۔

مذہبی جھگڑے

یہ مذہبی جھگڑے بڑے خطرناک قیامتیں برپا کرتے ہیں، ابھی جو کل پرسوں نام آیا تھا برونو اٹلی کے زبردست صاحب علم، مانے ہوئے دنیا کے بڑے اہلِ علم میں سے، مگر میں نے عرض کیا تھا کہ ان کا یہ کہنا لوگوں کو پسند نہیں آیا کہ یہ عالَم جس میں ہم رہتے ہیں یہ عالم دارالاسباب ہے، اور بھی کوئی عالم ہے، تو اسی طرح وہ جھگڑے اُن کے یہاں اتنے بڑھے، اتنے بڑھے کہ خود برونو کو اٹلی میں فروری ۱۶۰۰ء میں نہ صرف قتل کیا گیا، بلکہ جلا دیا گیا اسی جھگڑے کے نتیجہ میں، اور اس سے کوئی پینتالیس برس پہلے، ۱۵۵۵ء میں یہ پوپ اور پروٹیسٹنٹ کے جھگڑوں میں پورا یورپ ہل گیا۔ وہ جس ترقی کی راہ پر گامزن تھے، ان کی ترقی نہ صرف رک گئی بلکہ بڑے بڑے سائنٹسٹ، بڑے بڑے لوگ انہی جھگڑوں میں نہ صرف قتل کئے گئے اور ان جھگڑوں میں لاکھوں انسان مارے گئے۔

اس طرح انہیں مجبور کیا جاتا تھا کہ تم اپنی رائے بدلو، ورنہ تمہیں قتل کیا جائے گا، تو ڈر کے مارے کسی بیچارے نے اپنے توبہ نامہ پر دستخط کر دئے اور رائے بدل دی۔ کہا کہ اچھا میں نے مان لیا اور میں اپنے سابقہ فیصلہ سے رجوع کرتا ہوں۔

پھر اس کے بعد چونکہ وہ صاحبِ علم تھا اس کی ضمیر نے اسے ملامت کی کہ تم جو حق بات کہہ رہے تھے اپنی جان بچانے کے لئے تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کو اتنی ندامت ہوئی، اتنی ندامت ہوئی کہ اس نے پھر علی الاعلان کہنا شروع کیا کہ نہیں میں اپنے پہلے فیصلہ پر ہی قائم ہوں۔ پھر دوبارہ پکڑا گیا، پکڑ کر موت کی جب اسے سزا دی جارہی تھی تو جس طرح میں نے بتایا کہ برونو کو جلایا گیا، تو اسے بھی جب جلایا جا رہا تھا، تو جو جلانے پر متعین تھے وہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ آگ تو ابھی دور ہے، بہت دور سے اپنا ہاتھ اس میں ڈال رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ تمہیں کیوں اتنا جلنے

کا شوق ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یہی ہاتھ ہے کہ جس نے توبہ نامہ پر دستخط کئے تھے اور رجوع کیا تھا، جس حق پر میں قائم تھا اس سے رجوع کرنے کے لئے اس ہاتھ نے دستخط کئے تھے، اس لئے اس ہاتھ کو میں پہلے جلاؤں گا۔

یہ مذہبی منافرتیں بڑی خطرناک ہیں، اس کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں، قوموں کے لئے، جماعتوں کے لئے، فیملیز کے لئے، افراد کے لئے، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے جیسا حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں تو بالکل صاف صاف ہے کہ ہم تو مقلد ہیں، فتوے پر عمل کریں گے۔

سلب خلافت

فتوے کی بے ادبی پر پچھلے سال بھی سنایا تھا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اپنے ایک خلیفہ کو بہت بڑے علامہ، بہت بڑے عالم، خلافت ان کی واپس لے لی تھی۔ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں کتنی چیزوں پر خلافتیں واپس لی جاتی تھیں، فہرست خلفاء کی چھپتی تھی تو پھر اس میں ہوتا کہ فلاں کی خلافت واپس لے لی گئی، منسوخ کر دی گئی اور ایک صاحب کے متعلق تو مستقل پھر حضرت نے ایک رسالہ لکھا، کتاب لکھی 'موذی مرید'۔

یہ جو ذہن ہوتا ہے جھگڑوں کا، اس سے خدا کی پناہ مانگنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالی ایسے ذہن سے بچائے۔

اللہ تبارک تعالی اس امت کو ان جھگڑوں سے بچائے، خاص طور پر ہمارے اس ملک کو بچائے، چونکہ اب یہ روزے آئندہ سال اس سے تھوڑے سے اور لمبے ہوں گے، پھر اور لمبے ہوں گے، آٹھ دس سال تک یہ سلسلہ چلے گا، تو اس سے بچنے کی بہت ضرورت ہے، اور اسی کے نتیجہ میں جیسا میں نے عرض کیا کہ یورپ کو بہت نقصان ہوا، کہ ان کا سارا علمی ذخیرہ انہی جھگڑوں کی نذر ہو گیا۔

اسکندر یہ کا کتب خانہ

ایک آر۔او۔رامسیس جس نے افریقہ کی تاریخ لکھی ہے بہت پرانی، وہ لکھتا ہے کہ میں فلاں سن میں جب اسکندر یہ مصر پہنچا،تو مجھے معلوم تھا کہ یہاں سکندر مقدونی،سکندرِاعظم سکندر مقدونی نے اوراس کے ایک سپہ سالار نے بہت بڑاعظیم کتب خانہ قائم کیا ہے،اوراس اسکندر یہ کے کتب خانہ میں کتابوں کی تعداد کتنی تھیں جانتے ہو؟ لکھا ہے کہ سات لاکھ کتابیں اس کتب خانہ میں تھیں۔ایک ایک کتاب کی جلدیں کتنی ہوتی ہیں، ہمارے اسپین کے بزرگ محدث ابن عربی اندلسی، ان کی ایک تفسیر اسّی جلدوں میں تھی،تو یہ ان کے اپنے مذہب کے ذخیرے ہوں گے اس زمانہ میں اور مذہبی علوم کے علاوہ اور بھی بہت سارے علوم اس میں ہوں گے،سات لاکھ جب کتابیں تھیں،تو اس کا بیان ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ساری عمارت خالی،معلوم ہوا کہ سب کتابیں جلادی گئیں،تو یہ اسی کا نتیجہ،مذہبی منافرت کا نتیجہ تھا۔

جھگڑوں کے تذکرے

جس نے یہ کتب خانہ بنایا تھا یہ سکندرِمقدونی اس کے تین سپہ سالار تھے۔اس کے بعداس کی سلطنت ان تین سپہ سالاروں میں تقسیم ہوگئی تھی۔ جو مصر میں سپہ سالار تھا،بطلیموس،اس نے یہ کتب خانہ قائم کیا تھا۔

چھوڑئے اب یہ مبارک راتیں ہیں،حق تعالی شانہ کی رحمت کے ہم امیدوار ہیں، ہر وقت اسی کی طرف ہماری لَو لگی رہنی چاہیئے،کہاں کے یہ جھگڑے اوران جھگڑوں کے تذکرے سے بھی ایک ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ہم پیاری پیاری باتیں کرتے ہیں،آخرت کی باتیں کرتے ہیں، بزرگوں کے رونے کی باتیں کرتے ہیں،اس وقت ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ رحمت برس رہی ہے، اور یہ مار پٹائی،قتل وغارت،قتل کرنا،جلانا اس کے تذکرے،اور سننے سے بھی ایک قسم کی وحشت اورظلمت محسوس ہوتی ہے،اللہ تبارک وتعالی انسانیت کوان قیامتوں سے بچائے۔

سکندر اور ارسطو

چلیئے ہمارا جو موضوع ہے اُسی پر آجاتے ہیں، سکندر مقدونی مصاحب تھے ارسطو کے۔ بے ادبی اور ادب پر آجاتے ہیں۔ سکندر اپنے مصاحب کے ساتھ، ارسطو کے ساتھ کہیں سفر پر ہیں، جنگل میں کہیں کوئی نالہ آگیا، اس میں پانی کیچڑ ہے۔ سکندر تو ساری دنیا کا فاتح، اب وہ کیسے پیدل، لیکن کہیں مشی کے لئے اور چلنے کے لئے، سیر کے لئے پیدل نکلا ہوگا، سیاحت کے طور پر، کہیں پھنس گئے جنگل میں، تو دیکھا کہ سامنے ایک نالہ ہے اور نالہ میں کیچڑ اور پانی میں پتہ نہیں ہوتا کہ اندر کیا صورتِ حال ہے، اس لئے کہ ایسے نالوں میں اکثر و بیشتر ہوتا ہے وہاں دَلدل ہوا کرتے ہیں، جس میں انسان اگر گیا تو کسی طرح کوئی اس کو نکال بھی نہیں سکتا۔

اسی لئے بچپن میں ہمارے یہاں مدرسہ کے جلسوں میں ایک نظم پڑھی جاتی تھی:

نہ کچھ مال و دولت نہ دَھن جائے گا
فقط ساتھ تیرے کفن جائے گا
نہ کچھ کام آئے گی دولت نہ عزت
فقیری سے کچھ کام بن جائے گا

اس میں آگے دنیا کے تذکرہ میں ہے کہ

یہ دلدل ہے جس میں توسَن جائے گا

اس دلدل میں گیا کہ دنیا ایک دلدل ہے، اس میں سے انسان نکل ہی نہیں سکتا۔

اب وہاں کھڑے ہیں دونوں ارسطو بھی اور سکندر بھی۔ سکندر کہتا ہے کہ میں پہلے جاتا ہوں، ارسطو کہتا ہے کہ نہیں بادشاہ سلامت، آپ کی انسانوں کو زیادہ ضرورت ہے میں پہلے جاتا ہوں۔ تو تو میں میں ہو رہی تھی اتنے میں سکندر نے چھلانگ لگادی اور کود پڑا اور خیر سے مقدر تھا اس پار پہنچ گیا۔ ارسطو کو ہدایت کی کہ اس طرف سے آؤ، ایسے آؤ، اب ادھر پانی ہے، ادھر پتھر ہے، اس

طرح ارسطو بھی پہنچ گیا۔

ارسطو نے پوچھا کہ میں آپ کے لئے فدا ہونا چاہتا تھا، آپ نے کیوں سبقت کی؟ کتنا پیارا جواب دیا سکندر نے، کتنا ادب علم کا، اس نے کہا کہ اگر ارسطو زندہ رہا تو ہزار میرے جیسے سکندر تیار کرسکتا ہے، لیکن اگر ارسطو مر گیا تو دنیا سکندروں سے خالی ہو جائے گی۔ اور سکندر اگر زندہ رہا تو ارسطو پیدا نہیں کرسکتا۔

یہ جو ادب تھا ان کے یہاں، سکندر کے یہاں، اسی نے اس کو ہر جگہ فتح ونصرت اور کامیابی سے ہم کنار کیا کہ اپنے استاذ ارسطو کا کس درجہ اس نے ادب کیا۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جیسا میں نے پہلے بھی عرض کیا، اس وقت یہ ٹنسل (tonsil) کا آپریشن نہیں ہوا تھا تو میری آواز اچھی تھی ۔ حضرت روز عشاء کے بعد فرماتے کہ آج قصیدہ قاسمی سناؤ، قصیدہ جامی سناؤ۔ کبھی حضرت فرماتے کہ پیارے! وہ موت کی یاد کا قصیدہ سناؤ، موت کی یاد کا قصیدہ ہے، وہ حضرت اکثر و بیشتر جب حضرت سنتے تھے، تو زار و قطار آنکھوں سے آنسو جاری، تو اس میں سکندر کا ذکر ہے:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اس میں آگے وہ فرماتے ہیں کہ

زمینِ چمن میں گُل کھلاتی ہے کیا کیا ۔۔۔ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر رہے نہ قبرِ دارا ۔۔۔ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ۔۔۔ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ نہ ارسطو رہا، نہ سکندر رہا، یہ حضرت کو ہمیشہ میں سناتا رہا۔

ہمارے یہاں، طلبہ کو جب کبھی میں سبع معلقہ پڑھاتے ہوئے اوزان بتایا کرتا تھا، ان سے کہا

کرتا تھا کہ یہ: جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے، یہ قصیدہ فَعُولن کے وزن پر ہے۔ اس میں ہے جگہ جی، لگانے، کی دنیا، نہیں ہے، یہ عبرت، کی جا ہے، تماشا، نہیں ہے، تو یہ چار چار فَعُولن سے بنا۔

جیسے دوسری مثال دیتا تھا، ان سے کہتا کہ ایک بلالی صاحب ہمارے یہاں نعت پڑھا کرتے تھے:

محمد، نہ ہوتے، تو کچھ بھی، نہ ہوتا، تو اس میں بھی چار فعُولن۔

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا	ادا آج مسلم کی ہے والہانہ
بسا ہے نگاہوں میں منظر سہانہ	انوکھی کہانی، انوکھا فسانہ
سناؤں نرالا، نرالا ترانہ	محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا
لبھاتی نہ دل میرا کوئل کی کوکو	نہ بستی دماغوں میں پھولوں کی خوشبو
چمن میں نہ لالا، صدف میں نہ لولو	نہ دل کش مناظر ہوتے لبِ جو

محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا

اس میں بھی ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں کہ یہ فعولن، فعولن، فعولن، اور اس میں بھی ہر جگہ فعولن، فعولن آرہا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا ادب

یہ ہمارا جو موضوع تھا کہ ادب اور بے ادبی، یہ یہاں سے چلا تھا سلسلہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے تذکرہ سے، کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے ادب کے خاطر کیا جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں وَاَنـا اَسن، کہ عمر میری زیادہ ہے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق میں نے عرض کیا کہ یہ ان کے جو ساتھی تھے وہ تو کافی آگے بڑھ گئے اور گھر کے فرد ہونے کی بناء پر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو ان حضرات کے مقابلہ میں موقع زیادہ ملا، مگر وہ خیبر کی فتح کے موقع پر

اسلام قبول کر رہے ہیں۔

شق القمر کا معجزہ

حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ جب شیر خوار تھے، تو اس وقت میں آپ کو دیکھا کرتا تھا کہ دنیا نے تو ایک شَقُّ الْقَمَرُ کو ذکر کیا اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةَ وَ انْشَقَّ الْقَمَر، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب آپ مہد میں تھے، رضاعت کی حالت تھی آپ کی، دودھ پی رہے تھے تو اس عمر میں میں نے آپ کو دیکھا کہ چاندنی رات ہوتی تھی اور آپ چاند کی طرف نگاہ فرماتے تھے اور چاند جیسے جیسے آپ کی انگلی جدھر گھومتی تھی ادھر چاند گھومتا تھا، یہ کیا تھا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ چاند کے ساتھ میں بات کرتا تھا، وَ يُلْهِينِىُ عَنِ الْبُكَاءِ جس طرح بچے روتے ہیں، بشر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی رونا، کبھی ہنسنا تو يُلْهِينِىُ عَنِ الْبُكَاء، مجھے رونے سے روکنے کے لئے میرے ساتھ چاند کھیلتا تھا، اور وہ انگلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا چاند کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کے ساتھ ساتھ وہ چاند ہلا کرتا تھا۔ کتنا بڑا معجزہ!

خَرَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَغْشِيًّا عَلَيْهِ

اور بار بار دیکھا اور ایک جگہ تو خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک معجزہ دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، مگر میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا، کس وقت؟ فرماتے ہیں کہ میں وہاں جب کعبہ شریف کی مشرکین تعمیر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گورا گورا، پیارا پیارا جسم، لنگی مبارک پہنی ہوئی، باقی اوپر والا جسم خالی، کپڑے سے خالی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا رہے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ پتھر اٹھاتے ہیں، اپنے

گورے گورے نازک کندھوں پر، تو یہ کندھا آپ کا چھل جائے گا، تو وہاں تو ننگے طواف کا بھی رواج تھا، ان کے یہاں عریانی کوئی عیب نہیں تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی مبارک کھول کر کے یہاں کندھے پر رکھ دی تا کہ پتھر اٹھائیں، تو آپ کا کندھا مبارک نہ چھلے، جیسے ہی وہ کھلی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک آواز آئی آسمان سے کہ نہیں! یا محمد! ایسا نہ کرو! اور یہ آواز سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم **خَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی جلدی اٹھ کر لنگی مبارک سمیٹ لی، باندھ لی، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو آواز وہاں سے سنی تھی، تو اس وقت سے مجھے یہ یقین تھا کہ یہ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

اور دیکھئے، اور آگے چلیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے اور ادھر جب جنگِ بدر کے موقع پر مشرکین تیار ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کے لئے چلے ہیں، تو ابو جہل نے لام بندی کر دی تھی کہ سب کے لئے نکلنا ضروری ہے، کوئی رہ نہیں سکتا، عام اعلان، سب کے لئے ضروری، ہر ایک کو جانا ہوگا۔

اب بہت سارے ایسے تھے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح سے وہ جانا نہیں چاہتے تھے، مگر مجبوراً ان کو اصرار کی وجہ سے اور ظلم کی وجہ سے، ظلم سے بچنے کے خاطر ان کو نکلنا پڑا، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آپ سنتے ہیں بار بار روایات میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر شروع ہونے سے پہلے میدان میں، جنگ بدر میں صحابۂ کرام کو جگہ بتا رہے ہیں، **هٰذَا مَصْرَعُ أَبِيْ جَهْل**، ابو جہل کو کاٹ کر یہاں پھینکا جائے گا، یہ اس کے گرنے کی جگہ ہے، فلاں قتل ہو کر یہاں گرے گا، فلاں قتل ہو کر یہاں گرے گا، صحابۂ کرام فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے جوان مشرکینِ بدر کی قتل گاہیں بتائی تھیں، فرماتے ہیں کہ ایک بال برابر بھی جگہ ادھر اُدھر نہیں تھی، فرماتے ہیں کہ اسی جگہ وہ کٹ کر گرے، یہ تو ایک اور معجزہ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشرکین وہاں جمع ہوگئے، اب جنگ شروع ہونے والی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، کیا اعلان فرمایا کہ دیکھئے یہ لوگ جو اکٹھے ہو کر مکہ مکرمہ سے چلے ہیں، تو ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو مجبور اور مضطر ہو کر آئے ہیں جس طرح کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے، ان کے خادم اور ان کے غلام تو ان کو نہ مارنا، اگر جنگ میں تمہاری تلوار کی زد میں آجائے تو ان کو چھوڑ دینا۔

دنیا کا کوئی کمانڈر ایسا کر سکتا ہے؟ اور فرمایا کہ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ جو زبردستی لائے گئے ہیں، تو نام گنوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، فلاں، فلاں، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تمام اطلاعات ادھر کہ کون کس طرح آرہا ہے۔ فرمایا کہ پوری جو فہرست آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سنائی ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی بھی تھا، یہ اگر تمہاری تلوار کی زد میں آئیں تو ان کو مت چھیڑنا اس لئے کہ یہ آنا نہیں چاہتے تھے ان کو زبردستی لایا گیا ہے۔

خیر، جنگ ہوگئی، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح فتح بھی ہوئی، اب یہ اُسارٰی بدر کو جو قیدی، ستر قیدی پکڑے گئے، ان کو باندھ کر لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ چچا جان بھی ہیں حضرت عباس۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ورنہ جس طرح وہ قیدی کے طور پر پکڑے گئے ان کو قتل بھی کیا جا سکتا تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی وجہ سے کسی نے ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حق تعالیٰ شانہ نے بہت لحیم شحیم بنایا تھا، بڑے خوبصورت اور دراز قد، بھاری جسم نہایت خوبصورت توانا تندرست، ان کو جو پکڑ کر لانے والے صحابی تھے حضرت ابو الیُسر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ فرمایا ابوالیُسر، ادھر آؤ! پوچھا کہ تم تو بہت چھوٹے سے اور تم نے اتنا زبردست پہلوان جیسا عباس اس کو تم نے کیسے گرفتار کیا؟ اور کیسے قید کیا؟

حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اَعَانَنِیْ عَلَیْہِ رَجُلٌ کَرِیْم، ایک بہت خوبصورت نوجوان تھا اس نے میری مدد کی ان کو گرفتار کرنے میں، اور ساتھ آگے فرماتے ہیں کہ میں نے مَا رَأَیْتُہُ قَبْلُ وَ لَا بَعْدُ، فرماتے ہیں کہ یہ تین سو تیرہ جو وہاں سے چلے تھے ہم سب کو جانتے ہیں ہمارے ساتھیوں کو، کہتے ہیں کہ نہ میں نے اس وقت دیکھا نہ بعد میں کہیں دیکھا، جنگ ختم ہونے کے بعد میں نے نظر دوڑائی کہ وہ کدھر گیا جس نے میرے مدد کی تھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ وہ رَجُلٌ کَرِیْم جسے تم کہہ رہے ہو، وہ فرشتہ تھا حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، جس نے تمہاری مدد کی کہ تم عباس کو گرفتار کر سکے۔ اتنے معجزات بار بار دیکھتے رہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ، مگر پھر بھی مقدر کہ تاخیر ہوگئی مگر جوان کا ادب تھا وہ آخری عمر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح رہا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں شریعت کا ادب نصیب فرمائے، مسجد کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے، علم اور فتاویٰ اور شرعی احکام ان کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۴ / رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہورہا تھا۔ کہ ساری عمر انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بے شمار معجزات دیکھے۔ کہ دنیا نے تو ایک شق القمر دیکھا، اور وہ روز دیکھتے تھے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ آپ چاند کی طرف اشارہ فرماتے تھے، اور آپ اس کی طرف دیکھتے تھے۔

اُس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ يُكَلِّمُنِىۡ وَيُلۡهِيۡنِىۡ عَنِ الۡبُكَاءِ، کہ وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور بچہ روتا ہے، تو دل بہلانے کے لئے تسلی دیتا تھا اور میں اس کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ تو وہی حضرت عباس رضی اللہ عنہ پوچھنا چاہتے تھے، کہ وہ اشارہ سے، ادھر اشارہ ہوتا اور چاند اُدھر۔ روز دیکھتے، اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وَاَسۡمَعُ وَجۡبَتَهُ، کہ سورج کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ پوچھا گیا، کہ یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ غروب ہو جاتا ہے تو پھر کہاں جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حق تعالیٰ شانہ کے عرش کے سامنے سجدہ میں گر جاتا ہے۔ تو یہاں اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں، جب وہ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے، سجدہ کرتا ہے تو اس کی آہٹ بھی میں سنتا ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا فدیہ

کتنے معجزات حضرت عباس رضی اللہ عنہ بچپن سے لے کر دیکھتے رہے، میں نے اور بھی گنوائے۔ اور کتنی شفقتیں، کہ جب اُساریٰ بدر کے ساتھ گرفتار ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ پہنچے، تو اُس وقت بھی شفقت ہی شفقت۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے متعلق فرمادیا کہ

جولکھنا پڑھنا جانتے ہیں، تو اُن کا فدیہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے دس بچوں کولکھنا پڑھنا سکھا دیں اور چلے جائیں۔ اُن سے کوئی اور درہم دنانیر وصول نہیں کیئے جائیں گے۔ باقی اُن کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن سے اتنا اتنا فدیہ وصول کیا جائے۔

انصار نے رشتہ داری کی بناء پر، اور یہ دیکھ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا نام لے کر فرمایا تھا، جس طرح کہ بہت سے قیدیوں کے متعلق کہ اگر وہ تمہارے تلوار کے زد میں آتے بھی ہوں، تو بھی اُن کو نہ مارنا، کیوں کہ وہ آنا نہیں چاہتے تھے۔ تو اُن کا بھی نام لے کر ارشاد فرمایا تھا۔ اِس لئے انصار نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! چچا جان کا فدیہ معاف کر دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، ایک حبہ بھی معاف نہیں ہوگا، جس طرح کہ سب سے لیا جاتا ہے، اُن سے بھی لیا جائے گا۔

پھر فدیہ لیا گیا، کیش (cash) اُن کے پاس غالباً چوبیس دینار تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصول فرمائے۔ اور پھر فرمایا کہ حکیم کا بھی فدیہ دو، نوفل کا بھی فدیہ دو، جو آپ کے قریبی عزیز ہے اُن کا بھی فدیہ آپ کے ذمہ، آپ مالدار ہیں۔ اور جو آپ کے حلیف ہیں ان اساری میں، قیدیوں میں، اُن کا بھی فدیہ آپ کے ذمہ۔ تو انہوں نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ میرے پاس پیسے کہاں ہیں؟

حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جیسا میں نے حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہ، گاندھی کومہاتما بنانے والے یہ حضرات تھے، کیوں کہ بمبئی (Bombay) جب پہنچے ہیں تو وہاں میٹنگ میں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو نوجوان ہے، اُن کو آگے لانا چاہیئے۔ تو وہاں سے قصہ شروع ہوا گاندھی جی کا۔

یہاں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب گرفتار کیا گیا، اور اُن سے فدیہ لیا گیا، اور جو

حلیف تھے اُن کا فدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ذمہ لگایا۔تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس مال کہاں ہیں؟

ایسے عظیم انسان حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ، دارالحدیث میں سبق پڑھا رہے ہیں، اور جیسے ہی حاجی بدرالدین پہنچے اور اپنے وقت پر سبق جیسے ہی بند ہوا،تو حضرت فرماتے ہیں طلبہ کو، کہ حاجی بدرالدین بہت مالدار ہیں،ان کی بسیں چلتی ہیں،اِن سے آج مٹھائی کھائیں گے۔ وہ تو عرض کرتے ہیں کہ حضرت میرے پاس تو پیسے نہیں ہیں۔حضرت فرماتے کہ بخیل ہے،اس نے کہیں چُھپائیں ہوں گے۔

دیکھئے،ساری عمر جنہوں نے مدینہ شریف میں درس دیا احادیث کا،عرب اور عجم کے اُستاذ۔ اور وہ قصہ بھی عرض کیا تھا کہ سبق پڑھا رہے ہیں۔روایت آتی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں زندہ ہیں،اس پر تقریر فرمائی، پھر پوچھا طلبہ کو کہ سمجھ میں آیا؟ تو نفی میں سر ہلایا۔کہ نہیں برابر سمجھ میں نہیں آیا۔

یہاں ریاض الجنۃ میں سبق ہو رہا ہے دائیں طرف قبرِ اطہر کی طرف جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے گردن پھیری اور اُدھر دیکھنا شروع کیا،تو ظاہر ہے کہ سب نے سوچا کہ استاذ اُدھر کیا دیکھ رہے ہیں۔دورانِ سبق اُن کو کہ انبیاء علیہم السلام اپنے قبور میں کیسے زندہ ہیں، جلوئے محمدی وہاں بیداری کی حالت میں اُن کو دکھا دیا۔

مگر بے نفسی کا عالم دیکھئے کہ حضرت اتنے عظیم انسان،اور جیسے ہی حاجی بدرالدین پہنچتے ہیں، تو اعلان فرما دیتے ہیں کہ حاجی صاحب سے آج مٹھائی کھائیں گے۔اُن کو بھی پتہ تھا کہ حضرت کی شفقت ہے، پیار ہے، حضرت مجھے چھیڑنا چاہتے ہیں۔تو وہ عرض کرتے ہیں، کہ نہیں حضرت میرے پاس تو پیسے نہیں۔حضرت فرماتے ہیں، کہ نہیں اِس نے کہیں چھپائے ہوں گے۔

حضرت اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک جیب ٹٹولتے ہیں،طلبہ سے فرماتے ہیں کہ دوسری جیب میں دیکھو۔ادھر اُدھر دیکھا، دیکھا کہ جیب میں نہیں۔فرمایا کہ ازار بند میں چھپائے ہوں گے، لیکن

ہمارے یہاں تو ازار بند ہوتے ہی نہیں، یہ تو (elastic)، تو وہ ازار بند وہاں وہ سئے ہوئے ہوتے تھے، جس طرح یہ ٹوپیاں، دھاگوں سے بنائی جاتی ہیں، اس طرح کے دھاگوں سے ازار بند بنے جاتے تھے۔

ایک جونپور کے ہمارے ایک دوست تھے، اُن کی شادی ہوئی تو انہوں نے کچھ ہدایا بھیجے اور کہا کہ دلہن نے آپ کے لئے ازار بند بنا کر بھیجا ہے۔ تو وہ کافی چوڑے ہوتے تھے، تو اُس کے اندر وہ چھپا کر پیسے رکھتے تھے، ازار بند کے اندر۔ تو حضرت پھر وہاں سے لے کر طلبہ پر پھینکتے کہ جاؤ! حاجی صاحب کی طرف سے مٹھائی لاؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

جیسے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس تو مال نہیں، میں نے اپنا فدیہ تو دے دیا، جو میرے ذمہ تھا۔ اور عقیل اور نوفل اور دوسرے حلفاء اُن کا فدیہ میں کیسے ادا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر معجزہ، میں نے عرض کیا کہ وہ ساری عمر دیکھتے رہے معجزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا! جب آپ بدر کے لئے چلے ہیں، تو آپ نے جو سونا اور دولت اور خزانہ سارا تھا، ام فضل کو چھپانے کے لئے دیا تھا، اور فلاں جگہ وہاں چھپایا گیا، اُس وقت اقرار کرتے ہیں، کہ یا رسول اللہ! آپ برحق نبی ہیں۔

اب فدیہ طے ہو گیا اُن کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ، اِن کا فدیہ بھی آپ کے ذمہ، یہ رہیں گے یہاں جب آپ اُن کا فدیہ دو گے تو پھر اِن کو بھی ہم یہاں سے رہا کر کے مکہ مکرمہ بھیج دیں گے۔ مکہ پہنچ گئے، اب وہاں سے انہوں نے فدیہ عقیل اور نوفل کا تو بھیجا، مگر جو حلیف تھے، اُن کا فدیہ پھر بھی نہیں بھیجا۔ ابو رافع جو غلام تھے، وہ فدیہ لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ اِن کا، حلفاء کا، حلیف کا فدیہ نہیں بھیجا، تو جن کا بھیجا گیا تھا، اُن کو تو رہا فرما دیا۔ اب جو حلیف ہیں، اُن کا فدیہ نہیں بھیجا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے،

شفقتیں کس درجہ میں، اور کس طرح، کوئی مطالبہ نہیں فرمایا۔ آگے ابورافع کو کوئی خط دانٹ ڈپٹ کا نہیں دیا، کہ تم یہاں سے عہد کر کے گئے، اور وعدہ کر کے گئے، کہ سب کا فدیہ بھیجو گے، ابھی تم نے اُن کا فدیہ نہیں بھیجا جن کا میرے کہنے کی وجہ سے آپ نے ذمہ لیا تھا۔

عرب کے اشعار

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا، اور اُن سے تذکرہ کیا کہ اس طرح یہ یہاں سے عہد کر کے گئے تھے کہ اُن کا فدیہ بھیجیں گے۔ انہوں نے بھیجا نہیں۔ پھر ابورافع جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے، اُن کو بھیج دیا، انہوں نے جا کر ساری کہانی سنائی، کہ ایسا ہوا۔

انہوں نے فرمایا کہ ابھی اسی اونٹنی پر اسی طرح سوار رہو، گھر میں سے جلدی سے پیسے لا کر دئے، اور فرمایا کہ ابھی تم چلے جاؤ واپس باقی فدیہ دے کر آؤ۔ کیوں؟ اس لئے کہ عرب میں اشعار میں کسی کی مدح اور منقبت بیان کی جاتی تھی، وہ بھی سارے عرب میں فوراً پھیل جاتی تھی۔ کسی کی تعریف کی گئی، تو سارے عرب میں اس کا شہرہ ہوا اور وہ اشعار چلیں گے، اور اگر کسی کی ہجو اور برائی کی گئی، تو سارا عرب جان لے گا کہ او ہو! یہ آدمی خیانت کرنے والا ہے، غدار ہے، دھوکہ باز ہے، بدعہدی کرنے ولا ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کا اتنا ڈر لگا، کہ حضرت حسان کے اگر اشعار شروع ہو گئے عرب میں، تو کیا ٹھکانا رہے گا؟ فوراً انہوں نے وہ فدیہ بھیج دیا۔

دو چچا

جب قید تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں، تو پہلی رات کا قصہ لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بدر سے واپس مدینہ منورہ پہنچے ہیں، پہلی شب ہے، اور ستر قیدی رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اور مسجد کے باہر صحن میں اور مختلف جگہوں پر موجود

ہیں۔

صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ آج مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔عرض کیا کہ کیا بات پیش آئی؟ فرمایا کہ ہمارے چچا جان حضرت عباس کے کراہنے کی وجہ سے۔کہ جو اُن کو باندھا گیا ہے،تو کسی باندھنے والے نے ذرا زور سے،ٹائیٹ (tight) باندھ دیا ہوگا۔حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساری عمر تنعم میں رہے، بڑی عافیت، راحت میں،کبھی یہ مصیبت دیکھی نہ ہوگی۔انہوں نے بھی سوچا ہوگا کہ اب کیا کریں؟

کس طرح فریاد کرتے ہیں، بتادو قاعدہ

اے اسیران قفس میں نوگرفتاروں میں ہوں

کہ پہلی دفعہ معاملہ یہ پیش آیا ہے تو کیا کریں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کراہنے کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی رہی،فرمایا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ یہ شفقت بھی سنئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کہ کس درجہ میرے اوپر شفقت ہے، میں لڑنے والوں کے ساتھ شامل ہوکر آیا، قیدی ہوں،مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات بھر نہیں سو سکے۔اور پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،صحابہ کرام اُن کو کھول رہے ہیں کہ ڈھیلا کردیں۔فرمایا کہ نہیں اُن کو بالکل چھوڑ دو اور جتنے ستر ہیں،سب کے بند کھول دو۔

اتنی شفقتیں ملنے کے باوجود بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اصلی مذہب ہی پر اب تک قائم ہیں۔واپس گئے،اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی،جس طرح کہ میں نے عرض کیا کہ یہ دونوں چچا،ابوطالب اور حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ،ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت،اور بے پناہ شفقت تھی۔اور ہر طرح کی خدمت بچپن سے لے کر اخیر تک وہ کرتے رہے۔لیکن ابوطالب کو پھر بھی اسلام نہیں ملا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خیبر میں جا کر ملا۔

اور شفقت اتنی تھی کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اعلان شروع فرمایا،اور دعوت

عرب میں پہنچنی شروع ہوئی، اور وہاں مدینہ منورہ سے کچھ لوگ پہنچے، موسمِ حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں بیان سنا، تقریر سے متأثر ہوئے، اسلام لائے اور انہوں نے جا کر جب وہاں مدینہ منورہ میں دعوت دی۔ اور جو لوگ اسلام لائے، تو وہ جب حج میں پہنچے، تو وہاں منی میں تلاش کر رہے ہیں کہ یہ جو نبی ہیں، جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ کہاں ہیں، تو بتایا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہیں۔

مکہ مکرمہ یہ وفد پہنچا جس میں حضرت عویم تھے، اسعد ابن زرارہ، ابوالہیثم ہیں، حضرت براء ہیں، عبداللہ ابن حرام ہیں۔ یہ حضرات پہنچے تلاش کرتے ہوئے، پتہ چلا کہ حضرت عباس کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہیں۔ حضرت عباس سے عرض کیا کہ ہمیں ملنا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اسی طرح جلدی یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ یہاں تم نہیں مل سکتے تمہیں بھی مکہ والے ستائیں گے۔ کہ تم اُنہیں ملنے کے لئے آئے ہو۔ اس لئے ایسا کرو کہ میں وہاں مِنی میں عقبہ کے نیچے، گھاٹی کے نیچے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جو مِنی سے حجاج کی روانگی کا آخری دن ہے، اُس آخری دن کی صبح کو وہاں گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر وہاں پہنچے۔ یہ حضرات پہنچے۔ اور جب پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ سب اکٹھے مت آؤ، بھیڑ میں ایک ایک کر کے چھپ چھپا کر کے یہاں آؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایک آؤ تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

جب پہنچے، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک لمبی تقریر کی اور فرمایا کہ دیکھئے یہ جو پیغام لے کر اُٹھے ہیں، تو پورا مکہ، اور خود اُن کا خاندان قریش، اور سارا عرب اُس سے خفا ہے۔ اگر اس طرح کھلم کھلا تم اُن کا ساتھ دینا چاہتے ہو، تو پہلے اپنے متعلق سوچ لو کہ اگر تمہارے پاس اتنی قوت اور طاقت ہے کہ تم سارے عرب کا مقابلہ کر سکو؟ پھر تو تم اس طرح علانیہ ان کے ساتھ مل سکتے ہو، اور اِن کو تمہارے اپنے یہاں کی جو تم دعوت دے رہے ہو اپنے یہاں لے جانے کی،

دے سکتے ہو، مگر پہلے اس کو سوچ لو۔

حَتّٰی یَمُوتَ الاَعْجَلُ مِنَّا

یہ تقریر سُن کر حضرت براء رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قوت اور طاقت تو دوسری چیز ہے۔ لیکن اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے لے جاتے ہیں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہم میں سے ہر ایک اُس وقت تک نہیں مرے گا، جب کہ پہلے دشمن کو نہیں مارے گا۔ حَتّٰی یَمُوتَ الاَعْجَلُ مِنَّا، کہ جس کی پہلے آئی ہوگی، کہ اگر ہماری پہلے آئی ہے، تو ہم مریں گے، ورنہ دشمن کو مار کر رہیں گے۔

اُن کی یہ تقریر سُن کر پھر حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ نے تقریر کی۔ کہ جب تک ہماری جانوں میں جان ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم بال بیکا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار تھا، شفقت تھی کہ اپنے مذہب پر ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لے جانا چاہتے تھے، اُس کا بھی اُن کو فکر، حالانکہ اُس وقت تک وہ اسلام نہیں لا سکے تھے۔

چچا ابو طالب

یہی حال چچا ابو طالب کا۔ کہ چچا ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے پرورش کرتے رہے، بچپن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھتے رہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر وہ کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ دیکھتے تھے، کہ تھوڑا سا اگر کھانا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہیں، تو جتنے آدمی ہیں سب کھانا کھالیں، اور اتنے اور آجائیں، تو اُس میں برکت ہی برکت ہمیشہ ہوتی رہتی تھی۔

روز کے معجزات دیکھنے کے باوجود بھی ابو طالب اپنے ہی مذہب پر اور اپنے ہی مسلک پر رہے۔ اور جب عربوں نے سب نے مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ کیا کہ اِن کو ہمارے

حوالہ کر دیں، تو حضرت ابوطالب نے پہلے تو منع کیا۔ پھر اُس سے بڑا وفد آیا، قریش کے دوسرے قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ لے کر آئے، تب انہوں نے سوچا کہ او! یہ تو معاملہ بڑھ گیا، ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کہ بھتیجے! یہ تو سارا عرب اکٹھا ہو رہا ہے، آہستہ آہستہ، اور تمہارا چچا تو بہت کمزور ہے۔ اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کر سکوں۔ کچھ سوچ لو اس کے متعلق۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جواب دیا کہ چچا جان اگر میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے میں سورج رکھ دیں، پھر بھی میں اس دعوت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ چاہیں آپ اپنی ذمہ داری سے براءت کا اعلان فرما دیں، تو آپ کر سکتے ہیں۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلے ہیں، دیکھا ابوطالب نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے، تو پھر بھاگے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، اور عرض کیا کہ جس طرح آپ کا کام ہے اس طرح جاری رکھئے اور جب تک میری زندگی ہے، جب تک میری جان میں جان ہے، میں آپ کی حفاظت میں کسی طرح کی کمی اور کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور جب قریش نے دیکھا کہ وہ کسی طرح قابو میں نہیں آتے، پھر انہوں نے مقاطعہ اور بائیکاٹ (boycott) کیا ہے۔

وَ اَبْيَضُ يُسْتَسْقىٰ الْغَمَامُ مِنْ وَجْهِه

اسی پر وہ مشہور قصیدہ جس کے اشعار حدیث کی کتابوں میں آتے ہیں:

وَ اَبْيَضُ يُسْتَسْقىٰ الْغَمَامُ مِنْ وَجْهِه
ثِمَالُ الْيَتَامىٰ وَ عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یہ ایک سو اشعار کا لمبا قصیدہ ہے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک سو بیس اشعار ہیں اس قصیدہ کے۔ کہ جس میں وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، خود اسلام نہیں لائے تھے، مگر معجزات ذکر کرتے ہیں۔

کیوں؟ کہ ایک دفعہ انہوں نے دیکھا تھا کہ حضرت عبدالمطلب سے شکایت کی گئی کہ آپ مکہ کے سردار ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ اتنے عرصہ سے بارش نہیں ہوئی، حضرت عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں اُٹھا کر کعبہ شریف لے جاتے ہیں۔ اور وہاں گود میں اُٹھائے ہوئے خود دعا فرما رہے ہیں عبدالمطلب کہ اے خدا! میں اس خوبصورت بچہ کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ تو ہمیں تیری رحمت عطا فرما۔ دیکھا تمام اٰمین کہنے والوں نے کہ اُسی وقت بارش شروع ہوگئی۔

یہ حضرت ابو طالب دیکھ چکے تھے، پھر خود اُن کے پاس بھی ابن عرفطۃ آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ ابو طالب اتنے دن ہوگئے، بارش نہیں ہو رہی ہے، تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پہنچتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے وہ دعا کرتے ہیں، تو یہیں سے شروع کرتے ہیں، کہ وَ اَبْيَضُ يُسْتَسْقىٰ الْغَمَامُ مِنْ وَجْهِهٖ. کہ آپ کے چہرہ انور کا واسطہ دے کر کے، آپ کی خوبصورتی، اور آپ کے حسن و جمال کا اے خدا ہم تجھے واسطہ دیتے ہیں۔

زینتِ قریش

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کا لقب ہے زینتِ قریش، قریش کی زینت۔ بعضوں نے اُس کو اور آگے فرمایا کہ صرف قریش نہیں، بلکہ زینۃ العرب۔ کہ تمام عرب کے اجمل العرب، حضرت عبداللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔

پھر یہ حسن نسبی طور پر منتقل ہوا حضراتِ حسنین میں، اسی لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق اُس دن عرض کیا تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تمام اہل بیت میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سب سے زیادہ شادیاں اور نکاح اُن کے ہوئے۔ کیوں؟ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ حسن اور جمال دیا تھا کہ روز پیغام، روز پیغام، اور نہایت شرمیلی طبیعت۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایک دو کو رخصت فرماتے، دوسری سے نکاح فرماتے، اُن کو رخصت فرماتے اور نکاح فرماتے۔

یہ حضرت عبد اللہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد، تو اُن کے ساتھ بھی یہ پیغامات کا سلسلہ مسلسل رہتا تھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوتا ہے اور وہ نورِ نبوت منتقل ہو جاتا ہے، اُس کے بعد پھر کوئی پیغام نہیں۔

مجھے جمال پر یاد آیا، ایک عجیب قصہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ بصرہ میں مصعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے رہے ہیں، بصرہ کی جامع مسجد، عظیم الشان جامع مسجد، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروائی تھی، آپ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ تو تمام آل زبیر میں سب سے زیادہ حسین اور جمیل حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بہت سے لوگ آپ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے تھے، اور ایک مجمع آتا تھا صرف آپ کی زیارت کے لئے، آپ کو دیکھنے کے لئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے ہیں، اتنے میں اچانک خطبہ دیتے دیتے، **وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن،** خطبہ بند **اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالْعَدْل** کہہ کر خطبہ بند کر دیا۔ تو کسی نے کہا کہ دیکھو یہ خطبہ جو انہوں نے بند کیا، یہ اس پر بند کیا کہ انہوں نے دائیں طرف سے ابن جودان کو آتے ہوئے دیکھا۔ مسجد بہت بڑی تھی، تو دائیں طرف دروازہ، بائیں طرف دروازہ، امام کے پیچھے بھی دروازہ، تو انہوں نے دائیں طرف آتے ہوئے ابن جودان کو آتے ہوئے دیکھا، اور بائیں طرف سے ابن جبران کو آتے ہوئے دیکھا۔ اور جو امام کے پیچھے والا دروازہ تھا تو کہتے ہیں، کہ جب اُن کی نگاہ دائیں طرف پڑی، تو اس طرف رُخ کیا، تو اس طرف جب رُخ کیا، تو ابن جبران۔ اور یہ بھی حسن اور جمال میں مشہور۔ بصرہ میں یہ چار شخص مشہور تھے، حضرت مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ، اور ابن جودان، اور ابن جبران۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر تو انہوں نے صبر کیا، اور جب دیکھا کہ پیچھے کی طرف سے حضرت حسنِ بصری پہنچ گئے، تو ان کو پھر اُن کا خطبہ ختم کرنا پڑا، **اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالْعَدْل** کہہ کر آگے کہتے ہیں کہ پڑھ نہیں سکے۔

ایک نذر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ حسن عطا فرمایا تھا کہ اِن کو زینتِ قریش کہا جاتا تھا۔ اور صرف اٹھارہ برس کی عمر حضرت عبد اللہ نے پائی ہے، صرف اٹھارہ برس۔ کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری ہی کے لئے گویا اُن کو پیدا کیا گیا۔

اسی لئے جب عبد المطلب، بیٹوں کی اُن کو خواہش تھی، اور چونکہ حضرت عبد المطلب بہت بڑے رئیس اور سرادر تھے، رومن ایمپائر کی طرف سے آپ کو پروانہ ملا ہوا تھا، کہ کسی بھی وقت بھی، پوری، ہمارے مملکہ میں جہاں آپ کو کوئی حاجت ضرورت ہو اور کہیں بھی آپ تشریف لے جائیں، تو ہمارا یہ پروانہ آپ کے ساتھ رہے گا، آپ یہ بتا دیا کیجئے۔ اور آپ کے اسفار ہوتے تھے بڑے شان کے ساتھ۔ بیٹے تھے نہیں تو حضرت عبد المطلب نے دعا کی تھی، کہ اے خدا تو مجھے اگر دس بیٹے دے گا تو میں ایک بیٹا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح قربانی کرنا چاہا تھا، اس طرح میں قربان کر دوں گا۔

اُن کی دعا قبول ہوئی، ایک بیٹا ملا، دو، تین، جب دسویں نمبر پر حضرت عبد اللہ آئے، تو اب قربانی کی نذر تو مانی ہوئی ہے، عہد کیا ہوا ہے، مگر وہ سوچتے رہے، مؤخر کرتے رہے، مؤخر کرتے رہے، یہاں تک کہ جب جوانی کو پہنچ گئے۔ تو اب سوچا کہ حق تعالیٰ شانہ سے میں نے یہ عہد کر رکھا ہے۔ حضرت عبد المطلب نے ایک وہاں فیصلہ کے لئے جن کے پاس وہ رجوع کرتے تھے، ایسے مشکل مسائل میں، اُن کے پاس مدینہ منورہ میں آدمی بھیجا۔ وہ بڑا مشہور آدمی تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ تو بہت آسان ہے، اُن کے نام کا قرعہ ڈالو اور دس اُونٹ اور اُن کا قرعہ، اور یہ کسی سے کہو کہ وہ دو چھٹیوں میں سے ایک کھینچے، تو اگر ان کے نام کی نکلے تو تم اِن کی قربانی کر سکتے ہو، لیکن اگر اُونٹ نکلے تو اُونٹ قربان کرو۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دس اونٹ نکلے۔ دوسری دفعہ چٹھی آپ کے نام کے ساتھ ڈالی گئی تو انہوں نے کہا کہ جب یہ دس کے بعد دوسرے دس، تو یہ بیس ہوگئے، تو بیس کو ایک طرف ڈالا گیا، پھر بھی آپ کا نام نہیں نکلا، بیس اونٹ نکلے۔ یہاں تک کہ سو اُونٹ تک دس دفعہ چٹھی اونٹوں پر ہی نکلتی رہی۔ جب سو اونٹ پورے ہوگئے اُس کے بعد جب وہ قرعہ ڈالا گیا، اور حضرت عبداللہ کا نام اور سو اونٹ ایک طرف، اِن دونوں چھٹیوں میں سے جب بچہ نے چٹھی اُٹھائی تو اب نکلا گیارھویں دفعہ میں حضرت عبداللہ کا نام۔

حضرت عبدالمطلب کہنے لگے، کہ نہیں ایک دفعہ اور کرنا چاہئے، تو اس کے بعد انہوں نے جب چٹھی ڈالی، پھر جب اُونٹ نکلے تو انہوں نے فیصلہ کیا، کہ نہیں کہ اب یہ اونٹوں کی قربانی ہی پر، گیارہ دفعہ اونٹ نکلے ہیں قربانی کے لئے۔ چنانچہ پھر انہوں نے مکہ والوں کی اور سارے عرب کی دعوت کی۔ لکھا ہے کہ کوئی باقی نہیں رہا جس نے اُس دعوت میں شرکت نہ کی ہو۔ تو یہ حضرت عبداللہ کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے لئے خصوصی انتظام تھا۔ اسی لئے وہ حسن و جمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں منتقل ہوا جس کے لئے حضرت ابو طالب نے کہا

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقیٰ الْغَمَامُ مِنْ وَجْهِهِ
ثِمَالُ الْیَتَامیٰ وَ عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے دلوں میں ہمیں بسانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مبارک راتوں میں جب اور دعائیں مانگیں، اپنی ضرورتیں تو مانگنی ہی چاہئے، وہاں اُس کے ساتھ ساتھ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے منظورِ نظر، جو تمام کی، امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، اور صوفیاء کرام اور محدثین سب کی تاریخ آپ پڑھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اُن کا ایک مقام اور مرتبہ تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب ہم ہوتے تھے، تو بڑے بڑے لوگ، ان کی صرف، اتنی

تمنا ہوتی تھی کہ کسی طرح حضرت سے میرا تعارف ہو جائے، اور حضرت مجھے پہچاننے لگیں کہ یہ فلاں شخص ہے۔

دعا کرتے رہیں کہ یا اللہ، الٰہی یہ مبارک راتیں ہیں، میرا اعمال نامہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ نبوی میں جب پہنچتا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی تکلیف محسوس فرماتے ہوں گے، اُس کو میرے لئے اس طرح بدل دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں تکلیف کا سبب بننے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منظورِ نظر بنوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ساتھ شفقت اور آپ کا پیار ہو۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ اتنے لمبے روزوں میں، چھوٹی راتوں میں مشقت اٹھا کر یہاں مقیم ہیں۔ گھر پر ہوتے، محلّہ کی مسجد میں ہوتے، آرام بھی رہتا، گھر سے چیزیں بھی پہنچ سکتی تھیں۔ یہاں تو آج مجھے یاد آیا کہ گذشتہ سال اور پیوستہ سال بھی تاکید منتظمین سے کرتا رہا کہ ہر بستر پر عشاء کے وقت ٹھنڈے پانی کی ایک بوتل رکھ دیا کریں۔ آج مجھے یاد آیا، بڑا افسوس ہوا، چونکہ کئی گھنٹے جسم کو پانی نہیں ملتا، اس لئے یہی چند گھنٹے ہیں رات کے جس میں پانی اہتمام سے پیتے رہئے۔

مدینہ منورہ

ہمارے بھائی زبیر، مولانا زبیر صاحب کی وجہ سے اور بھی طبیعت پر آج بوجھ ہوتا رہا کہ یہ آج جمعہ کی شب ہے، کل جمعہ ہے، یہاں چھوٹی سی مسجد میں، چھوٹی سی جماعت کے ساتھ یہ جمعہ پڑھیں گے۔ وہاں مدینہ شریف میں ہوتے تو وہاں کے جمعہ کی جماعت میں شریک ہوتے۔
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مدینہ طیبہ، مسجد نبوی کا ایک جمعہ اور مساجد کے ایک ہزار جمعہ کے برابر ہے اور ایک روایت میں رمضان المبارک میں بھی اسی طرح ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہاں مدینہ طیبہ کا ایک رمضان اور جگہوں کے ایک ہزار رمضان کے برابر۔ کتنی اونچی نسبت قربان کی، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت عباس اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ جو ہمارا موضوع چل رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ، تو انہیں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا اور بڑی محبت تھی، اسلام سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی،

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کا اس قدر احترام فرماتے تھے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ جب کبھی وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہیں، راستہ میں نظر پڑ گئی، دور سے دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے ہیں یا راستہ میں ہیں، تو ان کو دیکھتے ہی سواری سے اتر جاتے، ان کے سامنے سوار ہونا ان کی بے ادبی سمجھتے تھے، کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی جگہ پر ہیں۔

اسی لئے ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ان کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے۔ وہ تو بچہ ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے، مگر سب سے ممتاز جگہ ان کے لئے ہوتی۔ کبارِ صحابہ کو اس پر اشکال بھی ہوا کہ ہمارے بھی بچے ہیں، وہ بھی عالم ہیں، وہ بھی صاحبِ علم ہیں، تو جب یہ اشکال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑا تو اس کا عملی جواب پیش فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ سب حضرات جمع تھے، پوچھا کہ اچھا بھائی بتاؤ اِذَا جَـاءَ نَصْرُ اللّٰهِ کا شانِ نزول کیا ہے؟ یہ سورت کس چیز کی خبر دیتی ہے؟ کاہے پر نازل ہوئی؟ کسی نے کیا بیان کیا، کسی نے کیا بیان کیا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ یہ سب کہہ رہے ہیں صحیح ہے؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

انہوں نے سب سے الگ اس کا شانِ نزول بیان فرمایا۔ وہ سب کہہ رہے تھے کہ اس میں فتوحات کی خبر ہے، اسلام کے پھیلنے کی خبر ہے، مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس سورت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہان سے تشریف لے جانے کی خبر ہے، آپ کی وفات کی اطلاع ہے۔ سب چونک گئے، واقعی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس کام

کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے اور نبی اور رسول بنا کر مبعوث کئے گئے تھے وہ کام جب ختم ہوگیا، اس کے بعد آپ اس دنیا سے، اس جہان سے تشریف لے جائیں گے، تب سب کی آنکھیں کھلیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیسے رجال شناس ہیں، لوگوں کو کتنا پہچانتے ہیں۔

توسیع مسجدِ نبوی

اتنے تعلق کے باوجود جب مسجدِ نبوی آبادی کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہونے لگی اور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی توسیع کا ارادہ فرمایا، تو آپ نے جو اطراف میں مسجد سے ملحقہ مکانات تھے ان کے مالکوں سے بات کرنی شروع کی۔

مسجد سے ملحق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان بھی تھا، ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین پیش کشیں فرمائیں کہ یہ تین چیزیں میں آپ کو پیش کرتا ہوں، ان تینوں میں سے جو آپ کو قبول ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہیں فرمایا اور مکان چھوڑنے پر تیار نہیں ہوئے، حالانکہ وہ مسجدِ نبوی کی توسیع کی ضرورت دیکھ رہے تھے، مگر آپ نے انکار فرما دیا اور بات پھر یہاں تک بڑھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اور کوئی راستہ نہیں رہا، حکومت جبراً لے سکتی ہے، اس موضوع پر وہ سوچنے لگے اور سوچتے سوچتے یہاں تک پہنچ گئے کہ آپ نے یہ ارادہ اوروں کے سامنے ظاہر فرما دیا کہ یہ تو دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مسجد کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، توسیع کی کتنی ضرورت۔

اس کے لئے جب مشورہ ہوا، تو غالبًا حضرت اُبَی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین، آپ اس طرح یہ مکان نہیں لے سکتے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں لے سکتے؟ ہم تو اس طرح سب کو معاوضہ دینے کے لئے تیار ہیں اور پھر بھی اگر وہ کسی طرح بھی تیار نہیں، راضی نہیں، کسی جگہ بھی ان کو مکان دینے کے لئے تیار ہیں، تو اس کے بعد پھر اور کوئی صورت اس کے سوا اور کیا رہ جاتی ہے؟

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نہیں لے سکتے کیوں کہ آپ کے سامنے شاید یہ روایت نہیں ہوگی کہ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی اور یہ کیسے ان کے حصہ میں آئی یہ تعمیر کہ آپ سے پہلے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اسی طرح مسجد اقصی تعمیر فرمانے کا ارادہ کیا تھا اور جس طرح آپ ابھی مسجدِ نبوی کی توسیع کا ارادہ کیئے ہوئے ہیں، ان کے سامنے بھی یہی رکاوٹ درپیش تھی جو آپ کو ہے، اور انہوں نے جب کوئی صورت ملحقہ مکانات لینے کی نہیں بن سکی تو انہوں نے بھی صرف یہ ارادہ کیا کہ جب یہ مسجدِ اقصی کی تعمیر کے لئے اپنے آپ مکانات بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر کسی طرح بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو یہ جبراً ہم لے سکتے ہیں۔

یہ ارادہ دل میں ہوا کہ حق تعالی شانہ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ نے ان لوگوں کے مکانات غصب کر کے زبردستی لینے کا ارادہ کیا؟ اب آپ اس مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہیں کر سکتے، موقوف، اب یہ مبارک کام آپ کی ذریۃ سے لیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالی شانہ کی طرف سے اس ممانعت کے بعد اس ارادہ کو موقوف کرنا پڑا، وہ مسجدِ اقصیٰ تعمیر نہیں کر سکے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔

اتنا سنتے ہی، جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر نوک کیا اور تین دفعہ، ایک دفعہ آواز دی السلام علیکم، ابوموسیٰ اشعری اجازت چاہتا ہے، دوسری دفعہ، تیسری دفعہ، پھر وہ واپس چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے کام سے فارغ ہوئے، دروازہ کھولا، دیکھا کوئی نہیں، تو پوچھا کہ بھائی ابھی سلام کی آواز آئی تھی، تو انہوں نے، سب نے کہا ہاں۔ انہوں نے سلام تو کیا تھا، آدمی دوڑائے، راستہ میں سے ان کو بلا کر لائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے، آپ چلے کیوں گئے؟ انہوں نے حدیث سنائی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیں حکم یہی ہے۔ اتنا سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے غصہ میں فرمایا کہ اس پر کوئی گواہ لاؤ ورنہ ابھی آپ کی پٹائی ہوگی۔ اب وہ سیدھے

مسجدِ نبوی میں پہنچے، دیکھا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کا درس ہے، ان کا حلقہ ہے، انہوں نے جب اعلان کیا کہ کسی نے یہ حدیث سنی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کھڑے ہو گئے کہ میں نے سنی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل واقعی یہ ارشاد فرمایا تھا۔

اسی طرح یہاں بھی جب یہ حدیث سنی داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام والی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر والی، فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ گواہ لاؤ اس پر، اور کس نے سنی یہ روایت؟

یہ سختی اس لئے تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں، کہ ہر کوئی جہاں کہیں پھنس جائے تو ایک حدیث پیش کر دے گا۔ اس سے امت کو بچانے کے لئے ہر چیز میں تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں تھی۔ یہ حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ گئے تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، بزرگ صحابی، انہوں نے شہادت دی کہ میں نے یہ حدیث سنی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شہادت دی کہ میں نے بھی سنی ہے اور ایک تیسرے صحابی کا بھی نام آتا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے بھی سنی ہے، تب جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا بھائی، ہم موقوف رکھتے ہیں۔

جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو اس کے بعد پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اچھا اب یہ مکان میں بلا معاوضہ پیش کرتا ہوں، میری طرف سے یہ مکان میرا حاضر ہے۔ یہ قصہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا میں نے کاہے پر سنایا کہ انہیں مکان سے کیا لینا دینا، وہ تو بڑے امیر انسان تھے، بہت بڑی ان کی تجارت تھی، ہر چیز کی تجارت، چھوٹی سی چیز سے لے کر غلاموں کی، باندیوں کی اور چیزوں کی، تو یہ ایک مکان دینے پر کیوں راضی نہیں ہوئے؟

اس لئے کہ نسبت بہت اونچی تھی اس مکان کی، کہ جب فتح مکہ کے سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت فرما کر یہ ملے ہیں اور ان کے بچوں کو، اہل وعیال کو یہاں بھیجا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ فتح مکہ میں رہے، جب وہاں سے واپس پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس جگہ مکان انہیں عطا فرمایا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا مکان کیسے میں خالی کردوں کسی کے لئے؟ تو اتنی اونچی نسبت کی خاطر انہوں نے اس پر اصرار کیا کہ اور کسی طرح کام چل جاتا ہو، اور کسی جانب مسجد کی توسیع ہو جائے، میرا مکان رہ جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا۔

شیخ خیاط مدنی

اسی طرح جب ہم ۶۹ء میں پہلی مرتبہ عمرہ کے لئے پہنچے، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اطلاع دی تھی کہ ہم فلاں دن پہنچ رہے ہیں۔ اس وقت فون وغیرہ کی سہولت نہیں تھی تو خط لکھ دیا اور ہم نے ٹیلیگرام کر دیا کہ فلاں تاریخ کو ہم پہنچیں گے۔ حضرت نے جوابی ٹیلیگرام بھی ہمیں کیا، لیکن اس سے پہلے ہم لوگ نکل چکے تھے، وہ ہمارے یہاں سے روانگی کے بعد پہنچا ہوگا، تو ہم جدہ سے سیدھے ٹیکسی میں، مولانا ہاشم صاحب بھی تھے، بھائی بشیر چھڈات صاحب جو دار العلوم میں کھانا پکاتے تھے وہ بھی تھے، اسماعیل بھائی کھینکھا تھے، ہم لوگ چاروں سیدھے ٹیکسی لے کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضرت سے جب ملے، حضرت نے فرمایا کہ ارے میرے یار، میں نے تو تجھے ٹیلیگرام کیا تھا۔

ارے میرے پیارے، ارے میرے یار، یہ حضرت کا تکیہ کلام تھا، ہم لوگوں کے ساتھ خاص طور پر، حضرت نے فرمایا کہ میں نے ٹیلیگرام کیا تھا کہ کل صبح ہی ہماری روانگی ہے عمرہ کے لئے، بھائی سعدی جو حضرت کے عزیز مکہ مکرمہ کے لینڈ رجسٹرار تھے ساری عمر سے، تو انہیں اپنی کار سمیت لینے کے لئے بھیجا تھا کہ ان کو لے کر آئیں اور وہاں مکہ مکرمہ لے جائیں، عمرہ کرا دیں اور ہم لوگ صبح پہنچ رہے ہیں۔ چونکہ ہم لوگ رات کو کوئی دوڈھائی بجے پہنچے اور صبح حضرت کی روانگی تھی اس لئے حضرت نے انتظام فرمایا تھا کہ بھائی سعدی جدہ مطار سے مکہ مکرمہ ہمیں لے جائیں۔ حضرت نے اس وقت فرمایا کہ یاڑی، فرمایا یاڑی، اگر تو جدہ ٹھہر جاتا تو بڑے مزہ سے

وہاں محل میں رہتا ہمارے آنے تک۔اس لئے کہ حضرت کے جو عزیز تھے، لینڈ رجسٹرار مکہ مکرمہ کے، واقعی ان کا محل نما مکان تھا، جتنے مکان تھے بڑے بڑے محل، کئی کئی منزلیں اور کئی کئی مہمان خانے، ایک بہت بڑا باغ تھا اور ہر قسم کے اس میں پھل فروٹ، مکہ مکرمہ میں، اللہ تعالی نے بہت دولت عطا فرمائی تھی۔

مدینہ منورہ میں صبح حضرت نے شیخ خیاط صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ یوسف کو مسجد نبوی کی زیارت کرادو۔وہ تفصیل سے ایک ایک چیز کی زیارت کراتے تھے، کارپٹ ہٹا کر کے اس کو رول کر کے وہاں پر بتاتے تھے کہ کہیں گول دائرہ ہے کہ وہ شیعے جو مسجدِ نبوی میں حملہ کے ارادہ سے آئے تھے یہاں دفن ہوگئے تھے۔پھر اس جگہ ہٹا کر بتایا کہ تُرکوں نے فرش پر ٹائلز میں ہر چیز کے نشانات لگائے ہوئے تھے، اوپر بھی چھت میں اور یہاں نیچے، تو ایک جگہ وہ ٹھہر گئے اور انہوں نے بتایا کہ اس جگہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان تھا اور اس میں وہ جو پرنالہ کا قصہ ہے، گٹر کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ، وہ اس جگہ پیش آیا تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا گھر

قصہ یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ مسجد نبوی میں تشریف لے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو پرنالہ ہے، جو گٹر ہے، اس میں سے گزرنے والوں پر پانی گرتا رہتا ہے، ان کے کپڑے خراب ہوتے ہیں، انہیں تکلیف ہوتی ہے، راستہ خراب ہوتا ہے، کوئی گر جائے گا۔

شاید توجہ بھی دلائی ہوگی، یاد بھی دلایا ہوگا، کسی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کو repair نہیں کر سکے، یہ سوچ کر ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اتار کر نیچے رکھ دیا۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو علم ہوا، وہ پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، یہاں تو کہیں گے فرمایا اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہیں، لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو فرما

سکتے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پرنالہ لگایا تھا کس نے؟ پوچھا کس نے لگایا تھا؟ فرمایا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مکان میں اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب کیا تھا۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوش اڑ گئے، رونے لگے زار و قطار، اور وہاں اس جگہ پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرے اوپر کھڑے ہو کر کے تم یہ پرنالہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رکھا تھا وہیں پر رکھو۔ اللہ تبارک وتعالی یہ ادب ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

بہت مبارک رات ہے، ابھی آج تعلیم میں پڑھا گیا شبِ جمعہ کے متعلق، اس کی فضیلت اور وہ بھی پھر شبِ جمعہ اخیر عشرہ کی، کسی طرح وقت ضائع نہ ہو، اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان مبارک اوقات کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۷ ررمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

ہمارے شُعیب بھائی کے بچہ نے ابھی قرآنِ پاک حفظ ختم کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے لئے ، اور ہم سب کے لئے اس کو مبارک فرمائے۔ حفظ کی اس دولت کو اُمت میں زیادہ سے زیادہ عام فرمائے۔ قرآنِ پاک سے محبت عطا فرمائے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کا شغف ہمیں عطا فرمائے۔ قرآنِ پاک کا ہمیں ادب عطا فرمائے۔

اور ادب ۔۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلاوت فرماتے تو قرآنِ پاک لیتے ، اور لے کر اِس کو چومتے، آنکھوں پر رکھتے اور روتے جاتے اور یہ کہتے جاتے کہ کِتَـــــــابَ رَبِّیۡ، کِتَابَ رَبِّی کہ میرے رب کی کتاب۔

اور اس کے برعکس دار العلوم میں جس سال چابی ملنے کے بعد سب سے پہلی تراویح پڑھی گئی، اُس میں امام نے اَللّٰـهُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِنۡ ضُعۡفٍ پڑھا۔ تو ضَعۡفٍ ہے، یا ضُعۡفٍ ہے؟ ہم پیش پڑھتے ہیں، اور ایک قراءت فتحہ کے ساتھ ہے زبر کے ساتھ ہے ضَعف ۔ جب پیش کے ساتھ امام نے تراویح میں پڑھا، تو ایک مصری استاذ تھے، اُن کو اشکال ہوا، وہ ساری عمر سے عرب میں جس طرح پڑھتے ہیں، اس طرح فتح کے ساتھ پڑھتے رہے۔ حرم شریف میں قرآن کریم کھولیں گے، تو اس جگہ اس آیت میں آپ کو زبر ملے گا۔ ہمارے یہاں پیش ہوتا ہے۔

اُن کو اشکال ہوا، نمازِ تراویح کے بعد ہم سے کہنے لگے، تو میں نے کہا کہ نہیں، یہ تو دو قراءتیں ہیں اور قراءتِ حفص میں پیش ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا قرآن شریف لاؤ، کسی طالبِ علم کو اشارہ کیا۔ انہوں نے لا کر قرآن شریف دیا، کھولا، دیکھا، تراویح ہو رہی تھی، حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جس کمرہ میں قیام تھا، وہ کمرہ بیچ میں سے پارٹشن نہیں تھا، کھلا ہوا تھا، toilet تک ، hall کی طرح سے تھا، تو اُس میں ہم تراویح پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے

کھول کراُس کو دیکھا تو سمجھے ہوں گے کہ یہ لوگ جو کہہ رہے ہیں اسی طرح اس میں پیش ہے۔ ہمارے ساتھ وہ بات کر رہے تھے۔ وہ طالبِ علم قرآن دے کر دور چلا گیا تھا، جس طرح بک (book) سرکاتے ہیں اِدھر سے اُدھر، اس طرح اُس نے قرآن پھینکا یہاں سے وہاں تک۔استغفر اللہ۔کہ یہ تو بک ہے۔

حضراتِ صحابہ اور قرآن پاک کا ادب

صاحبِ تفہیم القرآن نے بھی لکھا ہے کہ یہ تو بک ہے۔اور جب یہ بک اِس کو سمجھیں گے، مانیں گے،تو طرزِعمل بھی ان کا اسی طرح ہوگا۔

اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرزِعمل اس بک کے ساتھ کیا تھا؟ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھولتے تو سب سے پہلے اِس کو چُومتے اور اس کے بعد پھر اس کی تلاوت شروع فرماتے۔اسی ادب نے اُن کو جامعِ قرآن بنایا حضرت عثمان کو۔اسی ادب کا نتیجہ کہ آخری وقت میں جب گردن مبارک پر تلوار پڑی ہے اور شہید ہوئے ہیں،تو اُس وقت یہ قرآنِ پاک اسی طرح کھلا ہوا تھا۔اور دیکھنے والوں نے بتایا، کہ سمرقند، تاشقند میں یہ قرآن، ان علاقوں میں منتقل ہوتا رہا،اور کومیونزم (Communism) کے خاتمہ کے بعد جب وہاں گئے،تو انہوں نے کہا کہ واقعی ہم نے اُس قرآنِ کریم میں، صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَ مَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً پر خون کے دھبّے دیکھے۔یہی قرآنِ کریم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، اسی میں تلاوت فرما رہے تھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ حضراتِ صحابہ کرام نے جو ہمیں ادب سکھایا اُن کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے، بےادبی سے ہمیں بچائے۔

ورنہ بےادبی، یہ تو گناہِ کبیرہ ہوا کہ اس طرح پھینک دیا انہوں نے،اور یہ بچپن سے تربیت کا نتیجہ ہے۔حرم شریف میں آپ اس کی مثالیں، دسیوں دیکھیں گے۔کہ کس طرح وہ قرآنِ کریم لیتے ہیں، کیسے اُس کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔کیسے پڑھتے پڑھتے ران کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔

تکیہ کے طور پر رکھ دیتے ہیں، جب بک ہوئی تو پھر ادب کی ان کو ضرورت نہیں رہی۔

البیلا معشوق

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اہلِ مدینہ سے سنا ہوا قصہ بیان فرمایا تھا۔ کہ ایک مؤذن تھے حرم شریف کے، ساری عمر حرم شریف میں اذان دی۔

دوستو! یہ بہت ڈرنے کی چیز ہے، جو بار بار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہم نقل کرتے ہیں، کہ **اَکْثَرُ مَا یُنْزَع عند الموت** کہ جن کا ایمان سلب ہوتا ہے، وہ اکثر کا خاتمہ کے وقت ہوتا ہے۔ کیا چیز ناپسند آجائے، کوئی چھوٹی، کوئی بڑی، چھوٹی بڑی کی کوئی قید ہی نہیں ہے۔ وہ تو البیلا معشوق ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ خدا، اللہ عز وجل البیلا معشوق ہے۔ اور پھر فرماتے تھے، کہ جانتے ہو، کہ البیلا معشوق کسے کہیں؟ کہ جسے عاشق کی کوئی پروانہ ہو، کہ وہ رو رہا ہے، سر چٹان سے ٹکرا رہا ہے، زہر کھا رہا ہے، بندوق لے رکھی ہے، کہ میں مر جاؤں گا، خودکشی کروں گا۔ کہتے ہیں، کہ وہ البیلا معشوق ہے، اُسے عاشق پر کیا گذر رہی ہے، اس کی کچھ پڑی نہیں ہے۔ تو چھوٹی حرکت، بڑی حرکت، چھوٹا گناہ، بڑا گناہ، جو ناپسند آگیا، اُس پر فیصلہ ہو جاتا ہے۔

بڑی سخت گھڑی

اب یہ مؤذن ساری عمر مدینہ شریف میں، حرم شریف میں اذان دیتے ہیں۔ اور آخری وقت ہوتا ہے اور سب جمع ہیں **لا الٰــہ الاّ اللّٰــہ، لا الٰــہ الاّ اللّٰــہ**، کا ورد کر رہے ہیں۔ تو کا ہے پر؟ وہ گھڑی بڑی سخت ہوتی ہے انسان کے لئے، بڑی سخت۔ بہت سخت گھڑی، تو کا ہے پر وہ خفا ہوئے، یا تنگ ہوئے کہ سب **لا الٰــہ الاّ اللّٰــہ** پڑھ رہے ہیں، تو نزع اور سکرات کی ایسی تکلیف ہوگی کہ یہ یاد دلانا اُن پر ناگوار گذرا ہوگا، یا اور کوئی وجہ بنی ہوگی کہ انہوں نے سامنے قرآن شریف کی طرف اشارہ کیا کہ یہ دو۔ سب خوش ہوگئے، قرآن شریف دیا، ہاتھ میں لیا، اور یہ کر

کے پھینکا اور روح نکل گئی۔

سارے مدینہ منورہ میں اس کا چرچا ہوگیا، کہ ایسی، ساری عمر کی، یہ پاک جگہ کی، ایسی عظیم خدمت۔ اور ایسا خاتمہ؟ کچھ عرصہ کے بعد اُن کے بھائی، وہ بھی مؤذن تھے، ان کا بھی آخری وقت ہے، سب جمع ہیں، تلقین ہورہی ہے، وہ رورہے ہیں، تو روتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھے قرآن شریف دو۔ لوگ اُٹھ کر چلے گئے، کہ دیکھو، یہ اپنی بھائی کی موت یہ بھی مرنے والا ہے۔ کہ یہ بھی قرآن شریف مانگتا ہے، اُس نے بھی پھینکا تھا۔ تو یہ روتا ہے، چلاتا ہے، فریاد کرتا ہے کہ مجھے تو قرآنِ کریم اپنی نجات کے لئے چاہئے، میں اس کو اپنے سینہ پر لگانا چاہتا ہوں، آنکھوں پر رکھنا چاہتا ہوں پلیز (please) مجھے دے دو۔

جب بہت دفعہ انہوں نے گریہ وزاری کی، اور اصرار کیا، لوگوں نے سمجھا کہ واقعی یہ اُن کی دل کی بات ہے۔ انہوں نے قرآن شریف لیا، دل سے لگایا، اور جیسے ہی دل پر رکھا کہ روح پرواز کر گئی۔

یہ دونوں بھائی ہی تھے، ایک ہی کام تھا، ایک ہی جگہ، اور کیسی جگہ! کل عرض کیا تھا، کہ وہاں کا ایک رمضان، اور جگہوں کی ایک ہزار رمضان کے برابر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم کا ادب نصیب فرمائے، اور جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ گھڑی بڑی سخت ہے۔

امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

حضرت امامِ احمد رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے۔ اُن کے صاحبزادہ عبداللہ، وہ تلقین کررہے ہیں، کہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ، لا الہ الاّ اللّٰہ، لا الہ الاّ اللّٰہ تو بیچ میں ایک آدھ دفعہ انہوں نے کہا کہ لا. پھر صاحبزادہ کو فکر ہوا، اور زور سے اور پڑھتے رہے، پھر تھوڑی دیر اور حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا لا۔ بیٹا لرز گیا، کہ الٰہی یہ امامِ وقت، روئے زمین پر ان سے بڑا اس وقت کوئی نہیں مانا جاتا، اور یہ میں لا الہ الاّ اللّٰہ کہہ رہا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ نہیں۔

انہوں نے پوچھا کہ ابا جان! یہ کیا تم کہہ رہے ہو؟ تو ابا جان نے ان کو ڈانٹا کہ اس وقت دعا سے میری مدد کرو، یہ پوچھنے کا وقت نہیں ہے، سوال جواب کا نہیں کہ ابا یہ کیا کر رہے ہو؟ تو وہ چُپ کا ہو گیا بیٹا۔ پھر اپنا آہستہ آہستہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب افاقہ ہوا۔ جیسے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مارو اُس کو۔ پہلے تو سمجھے کہ حضرت نے فرمایا کہ مارو اُس کو؟ تو ہم سمجھے نہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اور زور سے فرمایا، اُسی طرح اشارہ فرما کر مدینہ منورہ میں، حجرہ شریفہ میں، اشارہ فرمایا کہ مارو اُس کو۔ پھر ہم نے آہستہ سے پوچھا، کہ حضرت کس کو؟ کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ مارو اس کو۔ اُس کے بعد پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت اپنے حال میں آئے، مسکرائے، فرمایا کہ ابلیس کھڑا ہوا تھا۔ ہر ایک کے پاس وہ پہنچ جاتا ہے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا حال جب ٹھیک ہوا، تو بیٹے کو دوبارہ فرمایا کہ بیٹے! ایسے وقت میں پوچھا نہیں کرتے کہ ابا کیا بات ہے؟ کیا ہے؟ سوال جواب کا وقت نہیں ہوتا، جیسے میں نے کہا کہ دعا سے مدد کرو میری۔ کیوں کہ میں نے لا، تمہارے کلمہ پر تمہیں نہیں کہا تھا، ابلیس مجھے کہہ رہا تھا، کہ تو مجھ سے چھوٹ کر جا رہا ہے، تو مجھ سے چھوٹ گیا۔ تو میں اُس ابلیس کو کہہ رہا تھا کہ نہیں خبیث، تو ابھی بھی مجھے پھنسانا چاہتا ہے۔ کہ میں ابھی بھی تجھ سے چھوٹا نہیں ہوں، جب آخری سانس کلمہ کے ساتھ، اللہ، اللہ کے ساتھ میرا نکلے گا تب میں تجھ سے اطمینان میں ہوں۔ آخری سانس تک مجھے تیری طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ تو میں اُس کو کہہ رہا تھا کہ لا۔ میں اب تجھ سے چھوٹا نہیں ہوں۔ کتنا سخت معاملہ اور کتنی سخت گھڑی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اُس گھڑی کے لئے تیاری کی توفیق عطا فرمائے، اور جیسا کل بھی میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بھائی، ادھر اُدھر کی باتوں میں نہ لگو، کہ یہ مبارک ساعتیں ہیں۔ میں خود آپ لوگوں کے سامنے بکواس کرتا رہتا ہوں، آپ کا وقت ضائع کرتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

وہاں کیا گذری؟

اور جیسے یہ بولنا یہ قابلِ گرفت ہے، اسی طرح میں نے ایک جگہ پڑھا، کہ اُس زمانہ میں دستور تھا، کہ جس کسی کا انتقال ہورہا ہے، تو مشائخ جو موجود ہوتے تھے، وہ کہتے تھے مرنے والے سے، اپنے دوست سے کہ آپ وہاں جا کر، اُس عالم کی ہمیں خبر دینا۔ کہ وہاں کیسے گذری تمہارے ساتھ، اور کیا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کا دستور تھا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کا انتقال ہورہا تھا، اُن سے اسی طرح درخواست کی سب نے کہ وہاں جانے کے بعد ہمیں بتانا کہ وہاں کیا گذری۔ تو اُن کا انتقال ہوگیا، انتظار میں رہے سب، ساتھی ایک دوسرے سے پوچھتے تھے، کہ آپ نے کوئی خواب دیکھا، آپ کی کوئی ملاقات ہوئی، آپ کو کوئی مکاشفہ میں آئے؟

حکیم استغفر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح بخاری شریف کا جلسہ ہورہا تھا۔ تو یہ جس جماعت کا ختم بخاری تھا، اُس جماعت کو اچھی طرح یاد ہوگا، بالکل اس جگہ پر یہاں، طلبہ کے پیچھے ہمارے حکیم استغفر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدنی، وہ آئے ہوئے تھے۔ وہ طلبہ کے پیچھے، وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جمالِ محمدی کے جلوہ پر بیان ہورہا تھا، تو ایک دم میں دیکھ رہا تھا کہ وہ رو رہے ہیں، پھر اس کے بعد اُن کی ہچکیاں شروع ہوئیں، روتے روتے پھر کھڑے ہوگئے، اور وہ رقص کرتے ہیں اور رو رہے ہیں۔ اور پھر میں نے کسی کو اشارہ کیا کہ آہستہ سے ان کو بٹھادو، اُن کو بٹھا دیا گیا، بہت سوں کو یاد بھی ہوگا۔

جب بیان ختم ہوا، سب ملنے لگے، وہ روتے ہوئے اسی طرح آئے تھے، کہنے لگے کہ معاف کیجئے مجھ سے یہ حرکت ہوگئی، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے تھے، یہاں میں زیارت کررہا تھا۔ تو مجھ سے برداشت نہیں ہوسکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیارت کو۔

وہ سہارنپور تشریف لے گئے، تو مشہور تھا اُن کے متعلق کہ انہیں مکاشفہ بہت ہوتا ہے۔
ایک دوست تھے ہمارے شیخ اِنعام اللہ، اُن کا بیان ہے، ان کا اور مولانا اطہر صاحب کا مشورہ ہوا، کہ انہیں قبرستان شیخ انعام اللہ لے کر جائیں۔ پہلے تو جو ہمارے مشائخ میں سے جن کی قبریں ہیں، وہاں حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کی بتائی گئی کہ اُن کی قبر ہے۔ وہاں انہوں نے بتایا کہ اس حال میں ہیں۔ پھر شرارت اُن کو سوجھی، ایک قبر پر لے جا کر اُن کو کھڑا کیا، اُن کو آزمانے کے لئے۔ وہ کسی عورت کی قبر تھی۔ وہاں لے جا کر کھڑا کیا، کہ حضرت یہ بھی کوئی بزرگ ہیں یہاں۔ تو وہاں کھڑے ہوئے، چند سیکنڈ گردن جھکائی، پھر فرمایا کہ نالائق، کم بخت کہیں کا، عورت کی قبر پر مجھے کھڑا کرتا ہے! اللہ اکبر! کیسے اُن کے دل روشن تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے دلوں کی اس تاریکی کو ختم فرمائے۔

مَا هَلَکَ مِنَّا اِلَّاالْاَحُرَضُ

وہ جو اپنے ساتھی کو کہہ رہے تھے کہ اگر تم چلے جاؤ اس بیماری میں، تو وہاں جا کر اُس عالم کی ہمیں خبر دینا۔ تو کچھ عرصہ تک تو وہ پوچھتے رہے کہ کوئی مکاشفہ؟ کوئی خواب؟ کسی نے نہیں بتایا۔ کہتے ہیں کہ اتنے مدت، مدت بھی لکھی ہے ابن جوزی نے، کہ اتنی مدت کے بعد پھر فلاں کے خواب میں آئے۔

انہوں نے پوچھا کہ کیا گذری؟ انہوں نے جواب دیا کہ: **مَا هَلَکَ مِنَّا اِلَّاالْاَحُرَضُ** ضاد کے ساتھ، بڑی حا اور ضاد۔ کہ ہر ایک کو بخش دیا جاتا ہے، ہر ایک کو، جیسے لائن لگتی ہے، کہ جاؤ چھٹی، جاؤ چھٹی۔ اور صرف پکڑے کون گئے؟ فرمایا **مَا هَلَکَ مِنَّا اِلَّاالْاَحُرَضُ**. جو خواب دیکھ رہے ہیں، اُنہوں نے بھی یہ لفظ سنا نہیں تھا کہ **اَحُرَضُ** سے اِن کی مراد کیا ہے۔ تو انہوں نے بتانے والے ہی سے پوچھا کہ **اَحُرَضُ** کیا؟ فرمایا کہ، **اَلَّذِیُ یُشَارُ اِلَیۡهِ بِالْاَصَابِعِ**، شہرت۔ کہ کوئی شخص اتنا مشہور ہو جائے کہ وہ جا رہا ہے، کہ وہ جا رہا ہے۔ جن کی طرف انگلیوں

سے اشارہ کیا جائے، اتنا معزز بن جائے، اور مشہور ہو جائے، تو کہتے ہیں کہ وہ ہلاک ہوئے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی ستاری فرمائے، حفاظت فرمائے۔ درود شریف پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّد

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے، اتنے دنوں سے مشقت اٹھا کر دور دور سے آپ حضرات یہاں تشریف لائے، اور آپ کو بہانہ بنا کر مجھے اپنے آپ کو جو گستاخ اور بے ادب واقع ہوا ہے، آپ کے بہانہ سے اپنے نفس کو خطاب کر کے کچھ ادب کے بارے میں عرض کرنے کی نوبت آئی۔

ابھی آپ حضرات تو چلے جائیں گے، تو ابھی سے افسوس ہو رہا ہے کہ اتنے دنوں کی کہہ سن کے باوجود اس نفس پر تو کوئی اثر ہوا نہیں ہے، پھر اخوان طریقت سب چلے جائیں گے اور راستہ میں بھٹکتا ہوا مسافر گمراہ، راہ کی تلاش میں کہ اب پھر کیا کریں، کدھر جائیں، کوئی ساتھی بھی نہیں ہے، اس لئے بہت افسوس ہو رہا ہے۔ سچ مچ آپ کو اندازہ نہیں میری بے ادبی، گستاخی کا، کہ میں ہر وقت دم بھرتا ہوں، کہ میں مسلمان ہوں، کوئی نام پوچھے، فون دے کر کوئی کہ آپ کا مذہب؟ تو کہتے ہیں اسلام، اسلام اور ایمان کا دعویٰ بھی جھوٹا اور ہر آن، ہر گھڑی کوئی ساعت اُس ربِ بے نیاز کی معصیت سے خالی نہیں۔

اکبر الکبائر

ابھی بتایا تھا اس دن کہ حضرت رائے پوری قُدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو گھڑی مالک کی یاد سے خالی گئی وہ اکبر الکبائر میں شمار ہے۔ اتنے بڑے قطبِ وقت فرما رہے ہیں، حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، تو جو شخص ان کے اس فتوی کے مطابق ہر وقت اتنے اکبر الکبائر میں مبتلا رہتا ہو اور وہ مالک، ربِ بے نیاز، خالقِ کائنات ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے اور اِس کا عقیدہ ہے جھوٹا سچا، لیکن اس کے باوجود کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے پھر بھی یہ ہاتھ پیر، یہ جسم گناہوں

سے باز نہیں آتا اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ دونوں جہان، سارے جہانوں کے لئے رحمت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ چوبیس گھنٹے ہمارے نامۂ اعمال جو چوبیس گھنٹے میں ہوتے ہیں، وہ کسی نہ کسی وقت پہنچتے رہتے ہیں، تو مشرکین مکہ آپ کے لئے موذی اور ایذاء رساں ثابت ہوئے، آپ کے گھرانہ کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ چچاؤں میں اتنے بے ادب گستاخ اور اتنے با ادب، تو میرا خود یہی حال ہے کہ میں میرا کوئی اعمال نامہ ایسا نہیں ہوتا ہوگا کہ جس سے سرکار کو تکلیف نہ پہنچتی ہو۔

کہتے ہیں کہ یہ جو اُس عالم میں پہنچ گئے، آپ کے دوست ہوں، رشتہ دار ہوں، والدین ہوں، اساتذہ ہوں، مشایخ ہوں، تو وہ بھی متلاشی رہتے ہیں آپ کے بارے میں، میرے بارے میں کہ ان کی کیسی گزر رہی ہے۔ ہماری ماں جب شروع کے چند دن جب یہاں سے گئیں، نئی نئی، تو دنیا میں تو پردہ اللہ عزوجل نے ڈال رکھا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں کہ بدمعاش کس درجہ کا بے ادب اور گستاخ، مگر جب وہ وہاں پہنچی ہوں گی تو جس کو اتنا پیارا سمجھتی تھیں، وہ نامۂ اعمال میرا دیکھتی ہوں گی تو کیا گزرتی ہوگی، مایوس ہو کر دیکھنا چھوڑ دیا ہوگا۔

دوستو! یہ بے ادبی اور گستاخیاں ہماری ہر آن سرزد ہو رہی ہیں، کیا ہمارے خالق اور مالک، پیدا کرنے والے کے ساتھ، کیا دو جہان کے آقا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، کیا جو جا چکے اپنی قبروں میں ان کے لئے ہم کتنی اِیذاء کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جو موجود ہیں وہ تو بھگت رہے ہیں، جن کے ساتھ بیتتی ہے، بیوی، بچے، بھائی، والدین ہر وقت برداشت کرتے رہتے ہیں، روتے رہتے ہیں آپ کی تکلیفوں سے اور میری تکلیفوں سے، تو کیا بنے گا؟

یہ اتنی مبارک ساعتیں، مبارک مجلس، مبارک گھڑیاں، ہم نے بیتائیں، مگر اس کا حال ایسا ہی ہے جیسا ہم پہلے دن یہاں آئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تبدیلی کی توفیق عطا فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ ہمیں دنیا اور آخرت میں رسوائی سے بچائے۔

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

الٰہی! اے خدائے دار و گیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

جلدی میں ابھی پہلا حصہ یاد نہیں آیا، ویسے ہی تکلف سے اس میں ترمیم کر لی ورنہ اقبال کا پہلا مصرعہ تو کچھ اور ہے،

الٰہی! اے خدائے دار و گیر   روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

کہ اے خدا تو ہی سب کی پکڑ دھکڑ کرتا ہے، دنیا میں بھی کبھی یہ بیماری، کبھی یہ پریشانی، کبھی ایکسیڈنٹ، کبھی اس کی طرف سے تکلیف، پڑوسی کی، کبھی دشمن کی طرف سے تکلیف، کبھی یہ خط، کبھی یہ نوٹس، تو یہ سب تکالیف، یہ ساری تکالیف جو پہنچتی ہیں خدا، دنیا میں، وہ تیری ہی طرف سے ہیں اور یہ بھی رحمت ہے ہمیں متوجہ کرنے کے لئے، بیدار کرنے کے لئے تو بھیجتا رہتا ہے لیکن ہم باز نہیں آتے اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں کہیں روزِ محشر عذر ہائے من پذیر۔ سب کے سامنے میدانِ محشر میں جب میں یہ اپنا سیاہ نامہ، سیاہ دفتر اعمال کا لے کر پہنچوں، تو اس وقت ساری انسانیت کے سامنے میری رسوائی، روزِ محشر عذر ہائے من پذیر۔ وہاں میری طرف سے دنیا میں تو معذرت نہیں کی، میں ابھی سے وہاں کے لئے معذرت کرتا ہوں کہ اے خدا! تو وہاں معاف کر دینا۔

وگر نہ بینی حسابم نا گزیر   از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اول تو ہمارا حساب ہی نہ لینا اور اگر تجھے حساب لینا ہی ہے، تو از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روز میں تکلیف کا باعث بنتا تھا، ہر ہفتہ میرا اعمال نامہ پہنچتا تھا، آپ کو تکلیف ہوتی تھی تو وہاں بھی پھر باعثِ اِیذاء بنوں گا یا رسول اللہ! اس لئے اے خدا! تو وہاں اس سے میری حفاظت کیجئے کہ اگر میرا حساب لینا ہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ چھپا کر آڑ میں کہیں میرا حساب لینا۔

ہماری زندگی اسی طرح بے ادبیاں، گستاخیوں سے، ہر آن، ہر لحظہ، ہر ساعت مملوء ہے اور بھری ہوئی ہے۔ اسی کا مذاکرہ ہم کر رہے تھے، آپ کو سنانا بہانہ تھا، میں اپنے آپ کو سنا رہا ہوں کہ کوئی وقت، کسی وقت یہ باز آجائے۔

کتاب الادب

میں نے جب شروع کیا تھا تو یہ عرض کیا تھا کہ کتنی کتابیں آپ کے سامنے پڑھی جائیں کہ **آداب المساجد**، **آداب القرآن**، **آداب رمضان**، **آداب الصوم**، **آداب الاعتکاف**، **آداب الاخوان**۔ میں نے کہا کہ یہ تمام کتابیں ہم پڑھیں اور سچ مچ کتابیں ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا نام ہی **الادب المفرد** رکھا۔ جتنے میں نے نام گنوائے؛ مسجد، اعتکاف، روزہ، حج، نماز، قرآن، ان میں سے ہر ایک کا ذکر آپ کو ہر حدیث کی کتاب میں ملے گا۔ اس میں ہماری زندگی، معاشرتی پہلو اور دوسرے کے ساتھ ہمارا برتاؤ، معاملات کے آداب بھی انہوں نے بیان کئے۔ اس کتاب الادب میں ایک سو ستائیس باب قائم کئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور صحیح بخاری

صحیح بخاری کا تو مجھے استحضار نہیں ہے کہ ایک کتاب میں کتنے باب ہیں، یہ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا حصہ تھا کہ فرماتے کہ اچھا، یہ روایت مغازی کھولو، کہاں سے شروع ہوتا ہے، اوپر سے شروع ہوتا ہے، تمہارے الٹے ہاتھ پر ہے اور اس سے آخری سطر سے تین سطر اوپر دیکھو، وہاں یہ روایت۔ ان کو استحضار تھا حافظوں کی طرح سے، حافظ ہیں ان کو اندازہ ہے کہ یہ جو میں کہہ رہا ہوں اس کے فلاں صفحہ پر یہ آیت ختم ہوتی ہے اور اس ختم سے پہلے فلاں آیت ہے تو پورا نقشہ، پورے قرآن کا حافظ کے ذہن میں ہوتا ہے کہ وہ پڑھ رہا ہوتا ہے، تو یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا صحیح بخاری کے بارے میں تھا۔

ایک سو ستائیس کا عدد

میرا اپنا حال تو نہایت خراب ہے اور جو کچھ تھا وہ بھی گناہوں کی پاداش میں سب آہستہ آہستہ رخصت ہو گیا اور ہو رہا ہے، جیسے ہمارے قاری یعقوب صاحب کے پاس طلبہ پہنچتے تھے تو کوئی بات جا کر کہتے، تو وہ فرماتے کہ زور سے کہو، یہ کان 50% کم سنتا ہے، تو یہ دماغ بھی میرا 50% سے آگے ماؤف ہو رہا ہے۔

جیسے حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فیصل آباد کے اعتکاف میں پوچھا کہ حضرت کیسی گزر رہی ہے؟ فرمایا گرمی کی وجہ سے دماغ، کبھی فرماتے کہ سکڑ کر اتنا ہو گیا ہے، کبھی فرماتے کہ دماغ سکڑ کر کے ایک چوتھائی گرمی کی وجہ سے رہ گیا ہے، تو یہ حال دماغ کا بھی ہے، مگر یہ جو ایک سو ستائیس یاد رہ گیا ہے، یہ اس لئے کہ ساری عمر ہم بچپن سے سنتے رہے یہ عدد، کہ جب کسی کا نکاح ہوتا تو وہ چاہے گاؤں میں کسی کی نکاح کی مجلس میں شرکت کی ہو، چاہے راندیر میں نکاح ہو، وہاں ایک ہی جملہ کہ اس خاتون کو تمہارے نکاح میں دیا۔ اور مہر کے تذکرہ میں کہتے تھے کہ ایک سو ساڑھے ستائیس روپے مہر کے عوض۔

اس وقت ہم نے تحقیق کی کہ یہ ایک سو ساڑھے ستائیس روپے کے کیا معنی؟ تو بتانے والوں نے بتایا کہ یہ جس زمانہ میں مغلیہ حکومت کے دور میں چاندی کے سکے ہوا کرتے تھے، پورا ایک کوئن چلتا تھا، وہ کوئن چاندی والا وہ ایک سو ستائیس اور آدھا، اس میں اتنی چاندی ہوتی تھی جتنی مہر فاطمی میں دی جاتی تھی، اس لئے ہمیشہ یہی سنتے رہے یہ ایک سو ساڑھے ستائیس، مراد یہ کہ مہرِ فاطمی، تو مہرِ فاطمی وہ نہیں کہتے تھے اس کے بجائے یہ ایک سو ساڑھے ستائیس۔ اس لئے ایک سو ستائیس بھی یاد رہ گیا یہ عدد، اتنے باب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کئے۔

استنجاء کے ستر آداب

جیسا میں نے بتایا کہ اس میں ایک معاشرتی پہلو کے آداب ہیں، اور چیزوں میں آپ

دیکھیں کہ صرف استنجے کے آداب، ہم استنجے کے لئے جاتے ہیں وہاں دروازہ کھولا، بیٹھ گئے، جلدی جلدی اور پاکی ہوئی ٹھیک سے، نہیں ہوئی، کپڑے جسم ناپاک ہوگا نہیں ہوگا، کوئی پرواہ نہیں، جلدی سے باہر نکل گئے، حالانکہ اس کے ایک دفعہ درس میں میں نے طلبہ کو لکھوائے تھے، 70 سے زیادہ آداب، ستر صرف استنجاء کے آداب۔

جزء ملت ابراہیمی: غسل

یہی حال آگے غسل کا ہے۔ ہم جو غسل کرتے ہیں، یہ غسل جو اسلام میں ہے، یہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ملت کا جزء ہے۔ بہت سی چیزیں مکہ والوں کے یہاں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات میں سے رہ گئی تھیں، ان کے مذہب کو نہیں مانتے تھے مگر آپ کی برکات باقی رہ گئی تھیں، جن میں سے ختنہ ہے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مختون پیدا ہوئے تھے، تو ختنہ کی سنت عرب مشرکین کے ہاں بھی تھی۔

اسی طرح یہ غسل بھی ان کے یہاں تھا، جس طرح ہمارے یہاں کلی اور ناک میں پانی پہنچانے کو فرض اور ضروری سمجھا گیا اس کو بھی وہ ضروری سمجھتے تھے، پورے جسم پر پانی پہنچانا بھی ضروری سمجھتے تھے اور جنابت کے غسل کا بھی ان کے یہاں التزام تھا، ایک چیز ان کے یہاں زیادہ تھی وہ مسواک ہے، ان کے غسل میں مسواک کو بھی ضروری سمجھا گیا تھا۔

غسلِ توبہ

یہ غسل ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب غائبانہ کسی کی طرف سے درخواست آتی، خط آتا کہ حضرت میں آپ سے بیعت کا طلبگار ہوں، تو حضرت ان کو تحریر فرماتے کہ غسل کر کے، دو رکعت پڑھ کر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے عہد کریں، تو یہ غسلِ توبہ ہے۔

یہ غسلِ توبہ کہاں سے لیا گیا؟ یہ کسی نومسلم کے اسلام قبول کرنے کے لئے روایت میں آتا

ہے کہ ان کو غسل بھی کرایا گیا، جس طرح وہ ساری عمر بھر کے کفر اور شرک دھونے والا غسل، تو اس طرح یہ ساری عمر بھر کے گناہوں کے دھونے والا غسل، غسلِ توبہ اور غسلِ اسلام۔

اسی طرح غسل اور آگے وضوء، تو وضوء کے آداب میں گذشتہ سال بتایا تھا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں دعاؤں کا کتنا اہتمام تھا، پھر وہ دعائیں، وہ چھاپ کر بھی یہاں آپ کو دی گئی تھیں، تو یہ تمام ابواب ہیں کہ حق تعالی شانہ ہمیں ایک ایک ساعت کے ادب کی توفیق عطا فرمائے، وضوء کے آداب کی، استنجاء کے آداب کی، غسل کے آداب کی رعایت کی توفیق عطا فرمائے۔

وضوء کی تعلیم

یہ وضوء کتنا بابرکت کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوئی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی دنوں میں حرا سے نیچے اتر رہے ہیں، ابھی وادی میں پہنچے نہیں کہ جبرئیل امین پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو وضوء اور نماز سکھالیں؟

اب صحراء ہے، جنگل ہے، جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہاں سے جنت کا قالین لائے ہوں گے، سب سے پہلے قالین بچھایا کہ آپ اس پر تشریف رکھیں۔ کاش کہ ہم بھی قالین بچھادیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر رہیں، اور ایسا قالین ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جیسے جبرئیلِ امین نے بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے ہمارے دل کی قالین پر بھی فروکش ہوں۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے، تو پانی کا جنت سے لوٹا بھی لا سکتے تھے مگر جبریل امین نے اپنا پَر مارا جیسے حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ایڑی مبارک کی رگڑ سے زمزم کا کنواں جاری ہوا، تو ایسے انہوں نے ایک پر مارا اور پر جیسے ہی مارا، تو وہاں چشمہ جاری ہوگیا۔ پھر انہوں نے وضوء فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قالین پر تشریف فرما ہیں، آپ کو تکلیف نہ ہو صرف آپ دیکھیں اور وہ وضوء فرما رہے ہیں جبرئیلِ امین، کہ اتنی دفعہ

ہاتھ دھونا، اتنی دفعہ کلی، ناک میں پانی، چہرہ، ہاتھ، مسح، پیر، پورا وضوء کر کے دکھایا۔

پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز بتائی گئی اور نماز شروع میں طلوعِ شمس سے پہلے کی نماز تھی اور غروب شمس سے پہلے کی، دو نمازیں اور وہ بھی دو دو رکعتیں، پھر معراج میں پچاس ہوئیں اور پچاس سے پھر پانچ ہوئیں، تو اب دو کے بجائے پھر پانچ اور ان کے اوقات متعین ہو گئے اور وہ جو پہلے والی دو تھیں وہ حذف ہو گئیں اور ارکانِ خمسہ میں پانچ رہ گئیں۔

یہ میں نے عرض کیا کہ ہم ہر چیز میں کتنے گستاخ اور بے ادب اور لا پرواہ ہیں، ایک ایک چیز کو دیکھ لیجئے، نماز کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے بتایا اور فوراً شروع ہوئی۔ تذکرہ چل رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا، اُنہی کے تذکرہ میں ہے۔ ان کے ایک دوست عفیف کندی، وہ فرماتے ہیں کہ وہ یمن کے رہنے والے فرماتے ہیں کہ حضرت عباس میرے یہاں مہمان آیا کرتے تھے وہاں یمن عطر خریدنے کے لئے آیا کرتے تھے۔

آج دوست بتا رہے تھے کہ عید کی تجارت کے لئے عود منگوایا تھا، تو کسٹم والوں نے روک رکھا ہے۔ عود کی لکڑیاں گھر میں جلائی جائیں گی تو دھواں ہوگا تو وہ بیچارہ pollution کی نذر عود ہو گیا اور کہتے ہیں کہ اس کے لئے درخت کاٹے جاتے ہیں، تو یہ بارش نہیں ہوتی ہے، دنیا میں قحط ہو رہا ہے۔

یہ جو عفیفِ کندی کے ساتھ تجارت تھی حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی، تو وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں وہ آیا کرتے تھے، عفیف کندی کے یہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف لے جاتے تھے، خوشبو خریدنے کے لئے، عطریات وہاں سے یمن سے لا کر مکہ مکرمہ میں بیچا کرتے تھے۔

اسی تجارت کے سلسلہ میں عفیف کندی فرماتے ہیں کہ موسمِ حج تھا، منیٰ میں پہنچا، حضرت عباس کے پاس میں بیٹھا ہوا ہوں، میں نے دور سے دیکھا کہ کوئی، ایک شخص آیا اور انہوں نے نماز شروع کی، یہ نہیں جانتے تھے عفیف کندی کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو دیکھ رہے ہیں کہ

کھڑے ہوئے، پھر جھک گئے پھر دیکھا کہ زمین پر لیٹ گئے، سجدہ میں چلے گئے، پوچھنے لگے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟

دیکھا کہ ایک شخص ہے ان کے ساتھ، ایک مرد ہے، پھر تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک بچہ آ کر شامل ہو گیا، پھر اس کے بعد تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک خاتون آ کر شامل ہو گئیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں، یہ مکہ والوں کے دین کے برعکس ایک الگ دین کی دعوت دے رہے ہیں اور جو مرد ان کے ساتھ ہیں، آپ نے جن کو نماز میں ان کی طرح کرتے ہوئے دیکھا، یہ زید بن حارثہ ان کے غلام ہیں اور جو بچہ بعد میں آ کر شامل ہوا وہ بھی ہمارا بھتیجا علی ہے اور جو خاتون شریک ہوئیں وہ ان کی اہلیہ محترمہ خدیجہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں منیٰ میں نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے ہیں، عفیفِ کندی بھی دیکھ رہے ہیں۔

عفیفِ کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عفیفِ کندی بعد میں مسلمان ہوئے، وفدِ کندہ جب پہنچا ہے، اس وقت۔ وہ فرماتے ہیں افسوس کرتے ہوئے کہ کاش، اوہو ہو ہو، مجھ سے کتنی بڑی کوتاہی اور غلطی ہوگئی، گستاخی کہ میں دوڑ کر اسی وقت جا کر ان کے ساتھ شریک ہو گیا ہوتا، تو میں پانچواں مسلمان ہوتا اور ابھی تو مجھ سے پہلے ہزاروں کی تعداد میں آ چکے مسلمان اور میں پیچھے رہ گیا۔

چچا ابو طالب

چھپ چھپا کر نماز پڑھا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابو طالب نے ایک دفعہ دیکھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی بھی کھڑے ہیں، تو پھر ان کو بعد میں بلا کر پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے؟ کھڑے ہوتے تھے، جھک جاتے تھے، زمین پر سر رکھ دیتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں،

حضرت ابو طالب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح سے، اگر چہ اخیر تک ابو طالب تو اسلام نہیں لائے، مگر حضرت علی کو ہدایت دے رہے ہیں اور سمجھا رہے ہیں کہ دیکھو! میں تو ان کی دعوت قبول نہیں کرتا کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ ساری عمر اپنے آباء واجداد کے مذہب پر رہے اور پھر بھتیجے نے دعوت دی، ان کی دعوت قبول کر کے اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔

اسی لئے جہاں کہیں ان کا تذکرہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ **اِخْتَارَ النَّار عَلَی العار**، کہ انہوں نے عار اور شرم کی وجہ سے جہنم کو اور آگ کو قبول کیا، کہ ان کو اس سے شرم محسوس ہوئی کہ مکہ والے، مکہ کی عورتیں مجھے کیا کہیں گی، مگر آگے انہوں نے پھر بڑا پیارا جملہ کہا، اور کہا کہ علی! تم ان کا ساتھ مت چھوڑنا، جس طرح وہ کہیں کرتے رہو، اس لئے کہ وہ آپ کو حق ہی کی طرف رہنمائی کریں گے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حق اور صداقت کی طرف رہنمائی فرما رہے ہیں، کتنی ساری صداقتیں، حق، ہمارے سامنے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نفس کو تابع کرنے کی توفیق عطا فرمائے، **اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ**، سمجھدار عاقل وہ ہے جو اس کو، نفس کو تابع کرلے، اللہ کرے ہمارے لئے یہ کام آسان ہو جائے، دعا کریں۔

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

ہمارا آج کا یہ بڑا اجتماع ختم قرآن کی دعا کے خاطر ہے، جس کا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں بڑا اہتمام تھا۔ اُن کے یہاں تو ہفتہ میں کئی کئی ختم ہوتے تھے، ہر ختم پر سب کو اکھٹا فرماتے، سارے اہل وعیال کو، اور اجتماعی دعا فرماتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائے، اور اُمتِ مسلمہ جگہ جگہ مظالم کا شکار ہے، اہل سنت شیعوں کے مظالم کے شکار ہیں۔ کوئی حد اور نہایت نہیں ہماری مجبوریوں کی، اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب سے اُمتِ مسلمہ کو نجات دے۔ اور ہماری دعائیں ایسی قبول فرمائے جیسی کہ اس وقت آخری سورتیں پڑھی گئیں۔

اِنِّیْ سُقِیْتُ بِھٰذِہٖ

کہ آخری تین سورتوں میں پڑھا گیا تَبَّتۡ یَدَآ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۔ اگر یہ خبر ہے، تو وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا ، وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا ، کہ اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ابولہب کو دیکھا گیا خواب میں مرنے کے بعد، پوچھا، کیا گزری؟ تو کہتا ہے کہ مت پوچھو، کیا گزری۔ میں بیان نہیں کرسکتا کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے۔ صرف ایک چھوٹ، استثناء مجھے ملا ہوا ہے، کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مجھے ثویبہ نے، باندی نے آکر خوش خبری سنائی تھی، اور میں نے اس اُنگلی کے اشارہ سے اُسے کہا تھا کہ تو آزاد۔ اِنِّیۡ سُقِیۡتُ بِھٰذِہٖ ، تو میرا سارا جسم آگ میں ہر وقت جل رہا ہوتا ہے، اور یہ انگلی میرے منہ میں ہے، اس سے مجھے پینے کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ مجھے پینے کے لئے دیا جاتا ہے۔

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے تعلیقاً۔ اللہ کرے کہ اس تَبَّتْ یَدَا کی خبر اور دعا جیسی سچی ثابت ہوئی، اس طرح ہماری دعائیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول اور مقبول ہوں۔ اور اُمتِ مسلمہ قیامت خیز طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، اس سے نجات پائے۔

جادو سے نجات

اسی طرح اسی کے بعد کی دونوں سورتیں، یہ بھی دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ اور یہ بھی مستجاب دعائیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہود کی طرف سے سحر کیا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُس سحر کے علاج کے لئے یہ دو سورتیں نازل ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَق سے مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس تک پڑھتے چلے گئے، تو یہ گیارہ آیتیں ہیں۔
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک میں گیارہ گرہیں لگا کر کیا گیا تھا۔ وہ بال مبارک جن میں یہ جادو تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہے کہ بال کی گرہ تو کوئی کھول نہیں سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ہر گرہ، ایک ایک کر کے کھلتی چلی گئی، یہاں تک کہ گیارہ گرہیں کھل گئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جادو سے نجات ملی۔
اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ ان سورتوں کی برکت سے، جو پڑھی گئیں، اُمتِ مسلمہ کو اس وقت جو اُن پر ہر طرح کا، گوناگوں انواع اور اقسام کے جادو چلے ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اُن سب کو فیل فرمائے، اور ان سب سے نجات دے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

جیسا میں نے عرض کیا کہ ہمارا یہ اجتماع، تو صرف دعا کے لئے ہے۔ اور ہم حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بددعا سے زیادہ، اگرچہ تَبَّتْ یَدَا میں تو بددعا ہی ہے۔ مگر حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت عبد اللہ نقل فرماتے ہیں کہ میرے ابا

جان ہمیشہ دعا دیتے تھے۔ جنہوں نے سوسو کوڑے مارے، جنہوں نے مدتوں جیل (jail) میں رکھا، ساری پیٹھ مبارک کو زخمی کیا، اُنہیں بھی دعا دیتے۔

فرماتے تھے کہ جب سے کوڑا پڑتا تھا، اُس وقت سے میں اُس کو معاف کر کے، اُس کو دعا دیتا تھا۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ روز کی اُن کی دعا کیا ہوتی تھی۔ بڑی سبق آموز دعا ہے۔ ہمیں بھی یہی دعا کرنی چاہیئے، جو حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ دعا مانگتے تھے۔ کہتے تھے کہ میرے ابا جان ہمیشہ دعا میں کہتے تھے، کہ الٰہی، جن کفار اور مشرکین، اور بے ایمانوں کو تو نے ایمان نہیں دیا اُنہیں ایمان دے دے۔ کتنی عظیم دعا!

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں مجھے بلایا۔ اعجاز حضرت کی خدمت میں تھے، وہ بلانے کے لئے آئے، کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ میں پہنچا، تو زار و قطار رو رہے ہیں، ہچکی، بولا نہیں جاتا۔ فرمانے لگے پیارے، یہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کے لئے کوئی صحیح بنیادی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اگر کل قیامت میں ان کے متعلق ہمیں سوال ہو گیا تو؟

اسی طرح حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روز دعا فرماتے کہ الٰہی، جن کو تو نے یہ ایمان کی دولت نہیں دی اِنہیں تو ایمان دے دے۔ اور دوسرا جملہ فرماتے تھے، کہ جن کو تو نے دیا ہے، اُن سے مت چھین۔

روز قصے آپ کو سنائے گئے، نصف رمضان سے لے کر اب تک، کہ ذرا سی بے ادبی پر چھن جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دولت کی حفاظت کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اور میں نے عرض کیا کہ ذرا سی بے ادبی پر چھن جاتا ہے، اور بے ادبی کے بجائے ادب پر کام بھی بن جاتا ہے۔

ادب سے کام بن گیا

اُنہی کا، حضرت امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ نہر پر یا ندی پر وضوء فرما رہے ہیں، پانی کا بہاؤ اُس طرف سے ایسے جا رہا ہے، یہاں وضوء فرما رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے

بعد آپ ابھی وضوء سے فارغ نہیں ہوئے، وضوء فرما رہے ہیں، اتنے میں کوئی صاحب آ کر اوپر کی جانب جس طرف سے پانی آ رہا تھا، وہاں بیٹھ گئے۔ انہوں نے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دیکھا کہ او! پہلے سوچا کہ نہ معلوم کون ہے، پھر دیکھا کہ یہ تو امام ہیں، امامِ اعظم، امامِ احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔ تو انہوں نے پانی میں ہاتھ نہیں ڈالا ادب کے خاطر ٹھہرے رہے۔ یہ سوچ کر کہ میرا غسالہ، جس پانی میں ہاتھ دھوؤں گا، میرے گندے ہاتھوں اور گناہ والے ہاتھوں سے دھل کر جو پانی جائے گا، وہ امام تک پہنچے گا۔ اس لئے وہ رُک گئے، خیر قصہ ہو گیا۔

پھر جب ان کا انتقال ہو گیا، تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ کیا گذری؟ یہ گذشتہ کل میں نے عرض کیا تھا، کہ **كَلِمَةٌ مُبَارَكَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ**۔ کہ یہ ایک مبارک کلمہ، مرنے والے کے پاس اہل علم ہوتے، تو وہ اُن سے کہتے تھے کہ آپ جا رہے ہیں، اللہ آپ کو زندگی دے، لیکن اگر اس بیماری میں آپ وفات پا جائیں، تو وہاں اُس عالم میں آپ پر کیا گذرتی ہے، ذرا ہمیں اُس کی اطلاع دینا۔

شُریح ثماری فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی جانے والے سے کہا، غضیف سے، کہ تمہارا انتقال ہو جائے تو وہاں اُس عالم کی تم ہمیں خبر دینا، کہ کیا گزری۔ تو شُریح فرماتے ہیں کہ انتظار کرتے رہے، بڑی مدت کے بعد میں نے خواب میں اُن کو دیکھا۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ ارے آپ نے بتایا نہیں ہمیں؟ آپ سے تو ہم نے عرض کیا تھا کہ وہاں جانے کے بعد وہاں کیا گذرتی ہے، اُس عالم کی ہمیں خبر دیجئے۔

انہوں نے کہا کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ**، میری تو مغفرت ہو گئی۔ پوچھا کہ کاہے پر ہوئی؟ تو انہوں نے یہی واقعہ سنایا۔ کہ میں ایک دفعہ وضوء کرنے کے لئے پہنچا، نیچے کے جانب حضرتِ امام وضوء فرما رہے تھے، میں نے ادب کے خاطر پانی میں ہاتھ نہیں ڈالا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ امامِ احمد کا تو نے اتنا ادب اور پاس اور لحاظ کیا، اس پر تیری مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام آداب جو مسجد کے بارے میں، قرآن کے بارے میں، قرآن کے

بارے میں گذشتہ کل واقعات سنائے تھے، کتنے سبق آموز، قرآن پاک کی بے ادبی پر۔ اور یہ بڑی خطرناک چیزیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے برے خاتموں سے حفاظت فرمائے۔ خیر، یہ تو دعا کا دن ہے، اور دعا بھی اللہ کرے کسی آمین کہنے والے کی بدولت ہم سب کی مغفرت ہو جائے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجھے حضرت مولانا لطف الرحمٰن صاحب جو ہاورڈ اسٹریٹ (Howard street) مسجد کے امام تھے، چند ماہ پہلے اُن کا وصال ہوگیا۔ اُن کے خسر یاد آئے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اوکاڑہ میں اُن کا بہت بڑا مدرسہ ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جب فیصل آباد میں ایک ماہ کا اعتکاف تھا، تو اس وقت وہاں پہنچے۔ حضرت مولانا نے فون پر میرے متعلق بتایا ہوگا کہ میں حضرت کے ساتھ ہوں، تو مجھے تلاش کیا۔ میں پہنچا، تو فرمانے لگے کہ میں کوئی الگ سے تنہائی کا وقت چاہتا ہوں، حضرت سے مجھے دو منٹ کوئی درخواست کرنی ہے۔ چونکہ وہ جمعیتِ علماء اسلام کے مجلسِ عاملہ کے اراکین میں ساری عمر رہے، پاکستان میں، اور اس سے پہلے ہندوستان میں مظاہرِ علوم میں انہوں نے پڑھا تھا، اور سورت میں بھی وہ پڑھاتے رہے۔ تو میں نے حضرت سے عرض کیا، اور حضرت نے وقت دیا، اور وہ پہنچے۔

اب مصافحہ ملاقات کے بعد وہ روئے جا رہے ہیں، روئے جا رہے ہیں، کہا نہیں جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ روتے رہے، اُس کے بعد وہ عرض کرنے لگے کہ حضرت، میں تو ایک دعا کے خاطر حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے مدینہ پاک کی موت دے۔

حضرت کی وہ آمین اور حضرت کی وہ دعا ایسی لگی کہ جب میں وہاں سے واپس آیا اُس سفر سے، تو مولانا لطف الرحمٰن صاحب کو میں نے قصہ سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ وہ تو ماشاء اللہ مدینہ

شریف پہنچ گئے۔ حالانکہ کوئی سبیل نہیں تھی، کوئی امکان نہیں تھا اُن کے لئے۔ اور جا کر وہاں اُحد میں مقیم ہو گئے اور چند ماہ بعد وہیں وصال ہو گیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جو آمین کہنے والے تھے، شیخ کی آمین کی برکت سے ان کا کام بن گیا۔

اللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ ھَادِیًامَھْدِیًّا

اور وہاں صحابہ کرام کے واقعات سنائے تھے، کہ اُن کا تو کام بن جاتا تھا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کے ایک دھکّے سے۔ حضرت جریر ابن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، احمس کے وفد کے ساتھ بھیج رہے ہیں اور فرمایا کہ تم اِن کے امیر ہو۔ یہ گھوڑے تیار ہیں جاؤ۔

وہ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں تو گھوڑے سواری جانتا نہیں، **لَا اَثْبُتُ عَلَی الْخَیل**، سواری تو درکنار، میں تو اس پر بیٹھ بھی نہیں سکتا، فوراً گر جاؤں گا۔ بیٹھ ہی نہیں سکتا، کبھی بیٹھا ہی نہیں زندگی میں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ، قلب پر ایک دستِ مبارک مارا، اور ساتھ یہ کلمات **اللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ ھَادِیًامَھْدِیًّا**، پھر فرماتے ہیں اُن کے ساتھی کہ وہ ایسے زبردست شہ سوار بن گئے کہ پوری پوری فوج مل کر اُس ایک سوار کو گھوڑے سے گرا نہیں سکتی تھی۔ اللہ کرے کہ ہمیں بھی کوئی، کسی وقت، ایک اُنگلی کے اشارہ مبارک سے ہمارے قلب کی طرف بھی اشارہ ہو جائے۔

حضرت فضالۃ رضی اللہ عنہ

حضرت فضالۃ اپنا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔ حضرت فضالۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا، اور سب نے ہتھیار ڈال دئے، ساری دنیا تائب ہو گئی۔ اور جن کو توبہ نہیں کرنی تھی، وہ بھاگ گئے مکہ مکرمہ چھوڑ کر کے۔ پہاڑوں کا، یمن کا راستہ لیا، کسی نے حبشہ کا راستہ لیا، سمندر کے کناروں پر پہنچ گئے، بھاگنے کے لئے کشتیوں کی تلاش میں ہیں۔

حضرت فضالۃ فرماتے ہیں کہ میں نے میرے ہتھیار نہیں ڈالے، میں نے اپنے ہتھیار چھپا لئے۔ اور موقع کی تلاش میں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کے لئے تشریف لے جارہے ہیں، تو میں نے دل میں سوچا کہ اس سے اچھا موقع کب ملے گا؟ طواف میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے چل رہے ہوں گے، خنجر میرے پاس ہے۔ تو طواف میں وہ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہِ انور پیچھے کی طرف موڑ کر پوچھا کہ فضالۃ کیا سوچ رہے ہو؟ اللہ! فضالۃ کیا سوچ رہے ہو؟ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرمانے لگے، استغفر اللہ! اور استغفر اللہ فرماتے ہوئے اُن کے قلب پر ایسا ایک دھکا دیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ کہاں میں تو خون کا پیاسا تھا، کتنا گندا، خطرناک میں نے اپنے طور پر پلان (plan) بنا رکھا تھا۔ اور ایسے مجرم کے لئے وہ ایک دھکا ایسا کافی ہوگیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کیا رکھا، میرا رُواں رُواں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائی بن گیا۔ میں نے روتے ہوئے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! مجھے اپنی غلامی میں داخل کر لیجئے۔ اللہ کرے کہ ایسی دعا ہمیں بھی مل جائے۔

بیعت

آج ہم دعا کے خاطر حاضر ہوئے ہیں، اسی پر ختم کرتے ہیں۔ اور ہم پچھلے سال یہاں سے دعا کے بعد فارغ ہوئے تو مصافحہ کرتے ہوئے بہت سارے دوست یہاں لے کر بیٹھ گئے کہ ہم بیعت کے لئے آئے ہیں۔ پھر راستہ میں مصافحہ کرتے کرتے وہاں بیچ میں پہنچے، انہوں نے کہا کہ ہمیں بیعت ہونا ہے، دوسری دفعہ ہوئی۔ پھر دروازہ پر ہوئی، اسی لئے مجھ سے کہا گیا کہ پچھلے سال بھی مولانا عبید صاحب جو وہاں بیعت ہو رہی تھی، تو مائک لے کر پہنچے۔

اس لئے میں نے سوچا کہ یہ کوئی سیکریٹ (secret) چیز نہیں ہے کہ جس کے لئے پردہ کا

اہتمام کیا جائے۔ہم سب اکھٹی توبہ کر لیتے ہیں، اس لئے کہ یہ توتوبہ کے کلمات ہیں، ہر مسلمان کو، ہر وقت یہ توبہ کرتے رہنا چاہئے۔ اس میں معاصی سے، گناہوں سے توبہ ہے، ایک۔ دوسرے آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم ہے۔اور گناہوں سے توبہ، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، یہ تو ہر ایک کو ہر حال میں کرنا ہی کرنا ہے۔ اور تیسرا اس میں کچھ کلمات ہوتے ہیں کہ سلسلہ میں داخلہ کا اقرار، یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس کو دہرایا جائے۔

ابھی دورہ حدیث سے جو طلبہ فارغ ہوئے، تو ایک طالبِ علم نے چند ماہ پہلے مجھ سے پوچھا کہ یہ بیعت ضروری ہے؟ میں نے کہا کہ بالکل نہیں۔ بالکل ضروری نہیں ہے۔ یہ بیعت بھی ضروری نہیں ہے، یہ بیعت کا سلسلہ میں داخل ہونے کا اقرار بھی ضروری نہیں ہے۔مگر جو اس سے پہلے والے کلمات ہیں، گناہوں سے توبہ اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، یہ ہر مسلمان کے لئے، ہر آن، ہر وقت ضروری ہے۔

اور یہ جو کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو اقرار کیا جاتا ہے، اُن کے سامنے، تو وہ صرف اس لئے ہوتا ہے تا کہ وہ اس کی نگرانی رکھیں۔ جیسے باپ کبھی بیٹا بری صحبت سے خراب ہوگیا، درگز (drugs) میں پھنس گیا، تو وہ اس کو پھر ڈانٹتا ہے کہ تو نے میرے سامنے عہد کیا تھا، اقرار کیا تھا کہ آئندہ تو ایسا نہیں کرے گا، پھر بھی ایسا کر رہا ہے۔تو ہم سب ہی اُن سے بدتر ہیں، اِن نوجوانوں سے بدتر ہمارا حال ہے۔وہ بیچارے، اُس کے نشہ کی وجہ سے بدنام ہوجاتے ہیں۔اور ہم سب کے سب اپنے اندرون کو خراب کر کے، سیاہ دل کے ساتھ، ہر وقت، ہر جگہ، مسجد کو بھی جاتے ہیں، کعبہ بھی جاتے ہیں، مکہ بھی جاتے ہیں، مدینہ بھی جاتے ہیں۔تو یہ اُن سے بدتر ہیں ہم لوگ۔جن گناہوں میں ہمارا ابتلاء ہے، یہ اُن سے بھی بدتر ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اُنہیں بھی اس سے نجات عطا فرمائے، ہمیں بھی اپنے گناہوں سے نجات عطا فرمائے۔

اس لئے یہ جو توبہ کے کلمات ہیں وہ تو سب دہرائے، اور اخیر میں جو بیعت کے کلمات کہلوائے جائیں، تو اگر کسی سے بیعت ہیں تو اس وقت اپنے پیر کا نام لیں کہ میں اُن سے اقرار

کرتا ہوں، میں بیعت ہوتا ہوں۔ اور جو کسی سے بیعت نہ ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی برکۃً لے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صحابہ کرام بیعت کرتے تھے، اور یہ ہر قسم کی بیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے لی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس اقرار پر ہمیں مرتے دم تک قائم رکھے۔ اور جب ہم اس جہان سے جائیں تو ہمارا نامہ اعمال صاف ستھرا ہو۔

کہئے **لَا اِلٰـہ اِلَّا اللّٰہ، مُحَمَّد رَسُوْلُ اللّٰہ**، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائے ہم اللہ پر، اُس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، اُس کے فرشتوں پر، اور آخرت کے دن پر، اور تقدیر پر، بھلا ہو یا برا، سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے، اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گے اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گے۔

یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچے بندوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی۔ اور بیعت کی ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس اقرار پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، نفس اور شیطان پر غلبہ عطا فرمائے۔

ا رشوال المکرّم ۱۴۳۲ھ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ
نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

اَمَّا بَعْدُ

آج جب گھر پر رات اٹھنے کے بعد ٹائم ٹیبل دیکھا اور وقت دیکھنے کے لئے جب گھڑی کی طرف نگاہ کی، تو **اَلْفَجْر** کی گھڑی میں جو سحری کا اینڈ بتایا گیا تھا کہ سحری کتنے بجے ختم ہوتی ہے، تو دیکھا کہ **اَلْفَجْر** والوں نے جو ٹائم ٹیبل سیٹ کیا ہے اپنی گھڑی میں، اس میں فجر کی نماز کا ابتدائی وقت ہمارے بلیک برن کی مساجد کے ٹائم ٹیبل سے مختلف ہے اور اچھا خاصہ فاصلہ تھا دونوں میں۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد جس ٹائم ٹیبل پر ہم ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں، روزمرہ کی تمام نمازیں سال بھر، تو عمل تو اسی پر کیا، مگر یہ خیال نہیں آیا کہ **اَلْفَجْر** والوں کو ای میل کریں کہ آپ کا ٹائم ٹیبل غلط ہے، اس لئے کہ وہاں کے عرب کے مشائخ اور علماء اور ماہرینِ تقویم سے رجوع کر کے ہی انہوں نے اپنے یہاں یہ ٹائم ٹیبل سیٹ کیا ہوگا۔

دینی اختلافات

اس طرح جتنے دینی اختلافات سامنے آئے، تو اس میں فراخ دلی کے ساتھ سوچ سمجھ کر وسعتِ ظرفی کو کام میں لانا چاہئے، جیسا کہ ابھی آج ہم عید کی نماز پڑھیں گے، ہمارے اطراف میں، ہمارے عزیزوں اور دوستوں میں کچھ لوگ ہوں گے کہ جن کا آج روزہ ہوگا، تو اس میں نہ کسی کو غلط کہنے کی ضرورت کہ تم غلط ہو، ہم صحیح ہیں۔ یہ نہایت غلط کام ہے، یہ شیطانی عمل ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ درست ہے۔

کیوں؟ کہ ہم تو مقلد ہیں، جس کو جن کے فتوے پر اطمینان ہو اس کے مطابق وہ عمل کرے، جو آج کر رہے ہیں ان کی عید بھی درست، جو کل کریں گے ان کی عید بھی صحیح، ان کے بھی روزے تمام صحیح، نہ کسی کو قضا کرنے کی ضرورت، نہ کسی کو غلط کہنے کی ضرورت۔ کیوں کہ عملی طور پر ہم اس کو سہارنپور میں دیکھ چکے ہیں جس سے بڑا ہم نے اس ۶۸ سالہ زندگی میں، میں نے اتنا بڑا روحانی، علمی مرکز دنیا میں کہیں نہیں دیکھا، کہ جو تحقیق، جو بحثیں، حضرت شیخ قُدس سرہ کی ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نوراللہ مرقدہ کی ہیں، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مفتیِ اعظم ہندوستان، مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند کی ہیں، ان کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

۶۴ء کا رمضان اور عید

لیکن جس طرح میں نے پچھلے سال بھی شاید بتایا تھا، زکریا مسجد میں بولٹن میں بھی ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ ہمارا جو سب سے پہلا رمضان المبارک حضرت شیخ قُدّس سرہ کے یہاں گزرا ہے ۶۴ء کا رمضان، تو رات کو بارہ بجے گاؤں سے کچھ لوگ آئے، انہوں نے کہا کہ یہ ہم گواہ لے کر آئے ہیں اور انہوں نے چاند دیکھا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ دفتر والی مسجد میں معتکف تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب جو حکیموں والی مسجد میں اعتکاف میں تھے، حکیم ایوب صاحب والی مسجد میں، تو حضرت نے فرمایا کہ ان گواہوں کو وہاں بھیج دو۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے شہادت لی اور شہادت قبول فرمائی اور چاند کا فیصلہ فرما دیا اور حضرت خود اپنے معتکف سے نکل کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اعتکاف ختم ہو گیا، کہ عید ہو گئی۔ یہاں حضرت شیخ قُدّس سرہ کو بتایا گیا تو حضرت بھی مسجد سے کچے گھر میں تشریف لے آئے۔

رات ہی کو جب یہ بات پھیلی تو مفتی محمود صاحب کے شاگرد، حضرت شیخ قُدّس سرہ کے

شاگرد، حضرت شیخ قدس سرہ کے مدرسہ کے ملازم اور استاذ، مفتی مظفر حسین صاحب، اُن کو اِن شہادتوں پر اطمینان نہیں ہوا اور انہوں نے ان گواہیوں کو قبول نہیں کیا اور ان کا فیصلہ یہی رہا کہ کل روزہ۔

اب دیکھئے، ایک ہی گھر میں ہیں اور شاگرد ہیں، اور حضرت کے شاگرد، مفتی محمود صاحب کے شاگرد، حضرت کے مدرسہ کے ملازم، استاذ مگر اسی استاذ کو انہوں نے، مفتی مظفر حسین صاحب کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس واقعہ کے بعد ہمیشہ upgrade کیا، ان کی ترقی ہوتی رہی، جو کتابیں پہلے نہیں پڑھائیں وہ کتابیں انہیں ملیں اور کتابوں سے آگے، سارے مدرسہ کے مہتمم ناظم وہ بنائے گئے۔

کوئی حضرت کے حاشیۂ خیال میں بھی یہ واقعہ نہیں رہا ہوگا کہ انہوں نے فلاں موقع پر ہمارے ساتھ عید نہیں کی یا مفتی محمود صاحب کے فیصلہ اور فتوی کو نہیں مانا۔ حضرت نے ہماری طرح سے یہی سوچا ہوگا کہ دونوں درست۔ ان کو اس گواہی پر اطمینان نہیں ہوا، مفتی محمود صاحب کو اطمینان ہو گیا، انہوں نے فیصلہ فرمایا، ان کو اطمینان نہیں ہوا، انہوں نے روزہ کا فیصلہ فرمایا، کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔ ساری عمر الحمدللہ استاذ شاگرد کے مابین احترام کے ساتھ گزری۔

دعاء ختم قرآن

جیسے ہم نے گذشتہ کل یہاں جو دعا ہے ختمِ قرآن کی، نماز کے بعد ہمارے یہاں، امام صاحب نے تراویح بیس رکعت پڑھائی، پھر وتر پڑھائی، اور وتر کے بعد پھر دعا کی اور آپ میں سے بہت سے حضرات جو سعودی عرب رمضان المبارک کر چکے ہیں، وہ وہاں دیکھتے ہیں کہ ان کی ختمِ قرآن کی دعا مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس قراءت ختم ہوئی، نماز ہی میں ہاتھ اٹھ جاتے ہیں، نماز ہی میں شروع ہو جاتی ہے دعا۔ اب ہم کہیں کہ نہیں تم نماز کے بعد دعا کرو، نماز پہلے پڑھ لو، دعا اس کے بعد ہونی چاہئے، یا وہ ہم سے کہیں کہ تم اتنا مؤخر کر کے دعا کیوں کرتے ہو، نماز کے اندر

کیوں نہیں کرتے ہماری طرح سے؟ تو یہ غلط ہے، شیطانی عمل ہے۔ دونوں درست۔

کیسے دونوں درست؟ کہ یہ جو نماز میں وہ ختمِ قرآن کی دعا کرتے ہیں، انہوں نے کہاں سے لیا؟ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے۔

حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عراق میں ہیں، بغداد میں ہیں اور ان کے یہاں بھی نماز میں دعا نہیں ہوتی تھی، مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس، قراءت ختم ہوئی اور نماز ہی میں دعا ہو جائے ایسا نہیں تھا۔

ایک رمضان میں جب ختمِ قرآن کی نوبت آئی، تو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام کو بلایا تراویح سے پہلے اور فرمایا ادھر آؤ۔ وہ پہنچے، تو حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے امام سے فرمایا کہ دیکھو، آج آپ کو جو ختمِ قرآن کی دعا کرنی ہے وہ دعا نماز کے اندر ہوگی۔ وہ سوچ میں پڑ گئے، پوچھا قَبْلَ الرُّكُوْع اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ؟ کہ میں رکوع سے پہلے کراؤں یا جس طرح قنوت پڑھتے ہیں رکوع کے بعد تو میں اس وقت کراؤں؟ فرمایا قَبْلَ الرُّكُوْع، پھر آگے امام صاحب تشریح فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی قراءت ختم کر چکو مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس یہ الفاظ ہیں اس قصہ کے کہ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس پر پہنچو تو اس کے بعد دعا شروع کر دو۔

اب امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، ان کے لئے تو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا ہی کافی تھا کہ ایسا کرو۔ وہ تو خود صاحبِ مذہب، مجتہد امام ہیں، مگر انہوں نے، ان کے ذہن میں اپنی بڑائی اور امامیت کا تصور نہیں تھا کہ میں امام ہوں اور ان کو مجھے آگے سمجھانے کی کیا ضرورت، میں تو ایک فیصلہ کرتا ہوں، آرڈر دیتا ہوں، کافی ہو جانا چاہیے۔ ایسا نہیں۔ امام صاحب نے یہ نہیں سوچا بلکہ امام صاحب نے یہ سوچا کہ نئی بات میں ان کو بتا رہا ہوں، تو اس لئے مجھے آگے دلیل سے بھی ان کو سمجھانا چاہیے۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس امام سے فرمایا کہ رَأَيْتُ اَهْلَ مَكَّةَ يَفْعَلُوْنَهُ، ایک تو انہوں نے عرف بیان کیا کہ اہل مکہ کا عرف ہے کہ ان کے یہاں میں نے یہ چیز دیکھی کہ

تراویح میں جب قرآن ختم ہوتا ہے، مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاس پر پہنچتے ہیں، تو ان کا امام وہیں دعا شروع کر دیتے ہیں نماز ہی میں، ایک دلیل۔ اور دوسری دلیل ہم لوگوں کے لئے بڑی دلچسپ ہے کہ فرماتے ہیں کہ وَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يَفْعَلُ مَعَهُمْ، کہ اہل مکہ کا یہ عمل ہے اور اہلِ مکہ ایسا کرتے ہیں اور سفیان بن عیینہ بھی، ان کے پیچھے نمازی ہوتے ہیں اور وہ بھی ان کے ساتھ اس دعا میں شامل ہوتے ہیں اور ان کا بھی عمل یہی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیہ

میں نے مدینۃ العلوم کے ختمِ بخاری شریف کے جلسہ میں بتایا تھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو حنفیہ سے کتنا پیار ہے، کتنا پیار ہے، اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتنی وہ تعظیم کرتے ہیں کہ اپنے یہاں جو بِسم اللہ کے بعد سب سے پہلی سند انہوں نے ذکر کی، تو اس کے راوی سفیان ابن عیینہ ہیں، اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہے کہ سفیان ابن عیینہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، تو وہ ان کا اکرام فرماتے ہوئے سب سے پہلے سفیان ابن عیینہ کی سند اور ان کی روایت کردہ حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَات سے اپنی کتاب کا افتتاح کرتے ہیں،۔

اور یہاں امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاذ تو ان کو کتنا پیار ہے حنفیہ سے اور کتنا احترام ہے حنفیہ کا، کہ وہ جب اپنے امام کو سمجھا رہے ہیں تو ان کو فرماتے ہیں کہ رَأَيْتُ اَهْلَ مَكَّةَ يَفْعَلُوْنَهُ کہ مکہ والے بھی نماز میں دعا کرتے ہیں ختم قرآن کی اور ان کے ساتھ سفیان بن عیینہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ کتنی بڑی سند ان کے نزدیک، کتنی بڑی حجت سفیان ابن عیینہ کا عمل، کہ اس کو دلیل کے طور پر وہ پیش کر رہے ہیں۔

دوستو! جتنے، یہ ختم قرآن کی دعا کا اختلاف ہو، عید کا اختلاف ہو، روزہ کا اختلاف ہو، چاند کا ہو، ٹائم ٹیبل کا ہو، اس کو اپنے محمل پر صحیح طریقہ سے سوچ کر اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تبارک و

تعالی ہی امت کو ان جھگڑوں سے نجات دلائے اور اللہ تبارک وتعالی پیار محبت کے ساتھ رہنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ہر چیز میں یہ اتباع کہ اتنے بڑے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یہ تقلید واتباع کی کوشش، اور اتباع بھی کن کن چیزوں میں کیا گیا۔ ہمارے یہاں حضرت امام اعظم ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرنے سے پہلے ایک وصیت فرمائی۔ حکومت نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ قاضی بن جایئے، جج بن کر کورٹ میں بیٹھیں، فیصلہ کریں، آپ کے علم سے امت کو نفع پہنچے۔

بہت سے ملکوں میں اس وقت بھی آپ سنتے ہیں کہ یہ کورٹ اور جج حکومت کے اندر ان کے اشاروں پر کام کرتے ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے یہاں کا حال دیکھ کر منع فرمایا کہ نہیں۔ اسی لئے ان کے انکار پر انہیں جیل میں ڈالا گیا، اور کوڑے مارے گئے۔ جب اس سے بھی وہ اپنی بات منوا نہیں سکے اور دیکھا کہ یہ تو جیل میں ہیں اور ان کی شہرت اور ان کی تعظیم تو امت میں اور بڑھ رہی ہے، تو پھر پلان بنایا گیا کہ ان کا جلدی خاتمہ کرو، تو زہر پلایا گیا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ محسوس ہوا کہ یہ مجھے مارنے کے لئے زہر دیا گیا ہے تو اسی وقت سجدہ میں گر جاتے ہیں اور سجدہ کی حالت میں، جیل میں آپ کی وفات ہوتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جن ظالموں سے وہ ساری عمر ٹکر لیتے رہے اور کوئی چیز ان کو رام اور غلام نہیں بنا سکی، نہ ظلم وستم، نہ کوئی رشوت، نہ لالچ، نہ مال ومتاع اور دولت کی پیش کشیں، کوئی چیز ان کو رام نہیں کر سکی، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بالآخر حکومت نے شہید کیا۔

یہ جوان کی ٹکڑ تھی، جیل میں جانے کے بعد جب آپ کو اس کا اندیشہ ہوگیا کہ اب میں شاید زندہ یہاں سے واپس نہ جا سکوں، تب بھی آپ نے ان کو، ظالموں کو نہیں بخشا اور وصیت فرمائی، اور وصیت یہ فرمائی اپنے خدام کو، کہ دیکھو مجھے یہاں بغداد میں دفن نہ کرنا۔ عرض کیا گیا کہ یہاں تو فلاں، فلاں، فلاں بزرگوں کی قبریں ہیں، فلاں بڑوں کی بھی ہیں۔ فرمایا کہ ہوں گے، مجھے یہاں دفن نہ کرنا۔ پوچھا کیوں؟

فرمایا کہ یہ حکومت نے ساری زمین غصب کر لی تھی، یہ کسی کی مِلک ہے یہ زمین، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے، جب یہ علاقہ فتح ہوا تھا تو جو اس کے فتح میں مجاہدین شامل تھے ان پر یہ زمین تقسیم فرمائی تھی، ان خاندانوں کی یہ زمین ہے اور ظالم حکومت نے ان خاندانوں کا حق غصب کر کے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔

جب وفات ہوگئی اور آپ کی تدفین کا معاملہ سامنے آیا، تو پتہ چلا حکومت کو کہ خیزران میں کہیں اور بغداد سے باہر قبر کھودی جا رہی ہے، تو ان سے کہا گیا کہ بھائی یہاں کیوں دفن نہیں کر دیتے؟ انہوں نے کہا کہ وہ وصیت کر گئے، وہ جو ظالم حکمران تھے وہ کہتے کہ ساری زندگی ہم انہیں تابع اپنے اندر نہیں کر سکے اور مرتے مرتے بھی ہمیں لٹھ مار گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ

یہ لٹھ مارنا کیسے سیکھا؟ حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، صغارِ صحابہ میں سے ہیں، کبارِ صحابہ کا حال تو کیا ہوگا، یہ تو صغارِ صحابہ میں، چھوٹے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

ان کا قصہ ہے کہ میں خیبر کے غزوہ میں شریک تھا۔ ایک جگہ انہوں نے کوئی چیز پھینکی، میں لینے کے لئے بھاگ کر گیا تو چربی تھی اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے۔ اس پر مجھے بڑی شرم محسوس ہوئی۔

انہی کا قصہ ہے کہ فتحِ مکہ میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس پیارے انداز میں اِنَّـا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، کی قراءت فرمارہے تھے، تو فرماتے ہیں کہ او ہو ہو ہو، وہ منظر تو میں آپ کو بتا نہیں سکتا کہ وہ کیا تلاوت تھی اور کیا لطف تھا، کہ جس کی مدت پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنَّـا فَتَحْنَا میں خبر دی گئی، آج وہی فاتحِ مکہ انہی آیات کی تلاوت مکہ مکرمہ میں فتح کے بعد کر رہا ہے۔ ان کے بہت سارے قصے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کا وقت وفات

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بصرہ میں معلم بنا کر بھیجے گئے تھے کہ وہاں علم کو عام کریں، اس کے بعد بھی وہیں مقیم تھے، تو یہی حکومتیں بنو امیہ والی ظالم حکمران، یزیدی ذہن کے چل رہے تھے، جنہوں نے کربلا میں حضرت امام کو شہید کیا تھا۔ اسی لئے ان کی شہادت کے بعد جتنی حکومت کے خلاف جماعتیں اٹھیں، چاہے وہ کمزور ہی رہی ہو، یقین ہو کہ یہ کامیاب نہیں ہوں گے، مگر امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اہلِ بیت کا ساتھ دیا، کہ حالات کچھ بھی ہوں، یہ صاحبِ حق ہیں، ان کا، اہلِ حق کا ساتھ دیں گے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کا ہمیشہ ساتھ دیتے تھے۔

یہ سلسلہ چل رہا تھا، جب حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا، تو حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی۔ فرمایا کہ بھائی دیکھو، سنت کے مطابق مجھے غسل دیا جائے اور میرا غسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کے مبارک ہاتھوں سے دیا جائے۔ صحابۂ کرام جو موجود ہیں وہ مجھے غسل دیں اور اس کے بعد مجھے سجدہ کی جگہوں پر کافور ملا جائے اور کفن جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن تھا، اتنا کفن مجھے دیا جائے، نہ اس میں کمی ہو، نہ زیادتی ہو۔ پھر یہ تمام وصیتیں جب ہو چکیں اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن

مغفل رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ دیکھو، اب میرا جنازہ جب تیار ہوجائے، تو میری نمازِ جنازہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی۔ کیوں؟ کہ یہ جتنی نمازیں ہوتی تھیں تو جہاں کہیں بنوامیہ، یہ حکمران موجود ہوتے تھے، تو وہ آگے بڑھ جاتے تھے۔

جنرل ضیاء کی امامت

جنرل ضیاء کا قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ لکھا ہے لکھنے والوں نے کہ مکہ مکرمہ میں کسی جگہ عشاء کی نماز میں انہیں دعوت میں دیر ہوگئی، اور ٹریفک وغیرہ کی وجہ سے وہاں حرم تک پہنچنے میں دیر ہوئی، تو جب یہ اور ان کا قافلہ حرم میں پہنچا، تو عشاء کی نماز ہوچکی تھی اور خود امام حرم شیخ عبداللہ بن السبیّل، وہ جنرل ضیاء کے ساتھ میزبانوں میں شامل تھے، وہ بھی ساتھ تھے اور نماز ہوچکی، اپنی عشاء جماعت سے یہ حضرات ادا کررہے ہیں۔

جب امام کو آگے بڑھانے کا موقع آیا، تو جنرل ضیاء اشارہ فرمارہے ہیں حضرت امام صاحب کو اور امام صاحب اشارہ کے ساتھ جنرل ضیاء کو دھکا دے رہے ہیں کہ آپ پڑھاؤ۔ بنوامیہ والوں کے ہاں تو امام جو مصلی کا، جامع مسجد کا، عیدگاہ کا جو امام ہوتا تھا اس کو دھکّے دے کر بنوامیہ والے حکمران خود آگے بڑھ جاتے تھے اور یہاں امامِ حرم شیخ عبداللہ بن السبیل دیکھ رہے ہیں کہ ان کی ڈاڑھی بھی صاف ہے اور ان کو میں امام بنارہا ہوں، مگر کتنا پیار ہوگا انہیں بھی، شیخ سبیل کو، امام صاحب کو جنرل ضیاء سے کہ انہوں نے، کہتے ہیں زبردستی مجھے دھکّے دے کر امام صاحب نے آگے کھڑے کرکے تکبیر شروع کردی اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

کہتے ہیں میری زندگی میں میرے لئے سب سے مشکل نماز جو رہی ہوگی وہ یہی نماز کہ پیچھے امام حرم موجود ہیں، وہ مقتدی ہیں اور میں نماز پڑھا رہا ہوں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور امام حسین رضی اللہ عنہ

ادھر تو معاملہ الٹا تھا کہ ابن زیاد جو ظالم تھا، اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی

تو اس سے دل ٹھنڈا نہیں ہوا ظالم کا۔ جب اطلاع دی گئی تو کہا کہ سر کاٹ کر لاؤ۔ وہ بھی لایا گیا۔ کہتے ہیں وہ بیٹھا ہوا ہے، سامنے ٹیبل پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر سامنے رکھا ہے، اس کے پاس چھڑی تھی، تو اس چھڑی سے ہونٹوں کو اوپر نیچے کر رہا تھا۔ ظلم کی انتہا دیکھئے، کس درجہ کے ظالم! ایک صحابی رضی اللہ عنہ جو موجود تھے، انہوں نے فرمایا خبیث! یہ وہی ہونٹ ہیں جنہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے چوما کرتے تھے!

''اس جنازہ کو ہاتھ مت لگانا''

حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ کہ میری نمازِ جنازہ ابو برزہ پڑھائیں اور پھر اور آگے بڑھ کر فرمایا کہ دیکھو! میرے جنازہ میں ابن زیاد نہ ہو، میرے جنازہ کو وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا اور جو ظالم اس درجہ ظلم کر سکتا ہے تو ان کو دھکّے دے کر کون بھگا سکتا ہے۔ مگر لوگوں نے، خدام دیکھتے رہے چاروں طرف سے، جیسے ہی دیکھا کہ وہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آ رہا ہے، تو ٹھہر گئے۔ مجمع نے کہہ دیا رخصت ہو یہاں سے، جاؤ یہاں سے کہ ان کی یہ وصیت ہے۔

انہوں نے جیسے ہی اس کو آتے ہوئے دیکھا، تو جنازہ روک دیا اور پہلے ہی اشارہ کیا کہ تم ہاتھ نہیں لگا سکتے اس جنازہ کو۔ جن ہاتھوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں کے ساتھ اس طرح کا کھیل کھیلا ہو، تو وہ ہاتھ میرے جنازہ کو کیسے چھو سکتے ہیں۔

حضرت عائذ ابن عمرو رضی اللہ عنہ

یہی وصیت حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صحابی انہوں نے بھی کی۔ یہ میں اس پر عرض کر رہا تھا کہ ہر چیز میں تقلید۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ان ظالموں کے ساتھ برتاؤ حضرت عبداللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے کیسا کیا، حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کیسا کیا، تو انہوں نے بھی وصیت کی، لٹھ مارا ان کو

مرتے وقت بھی کہ مجھے بغداد میں دفن نہ کرنا۔

اللہ تبارک وتعالی اہلِ حق کے ساتھ ہمیں ہمیشہ وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آج کا دن ہم سب کے لئے مبارک فرمائے، جو آج عید کر رہے ہیں، جو کل کریں، ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

اَمَّا بَعْدُ

مشکوۃ شریف کے ختم کرنے اور بخاری شریف اور دورہ کی کتابیں شروع کرنے کی اور اس کی بسم اللہ کی یہ تقریب ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالی کا محض فضل وانعام ہے کہ اس نے آپ لوگوں کے لئے، ایسی بچیوں کے لئے جن کے لئے عربی زبان اور اردو زبان بالکل ایک نئی اور انوکھی چیز تھی، کوئی بھی زبان بولنا، سمجھنا، یہ عربی زبان، اس کو سمجھنا، پڑھنا پڑھانا اتنا مشکل کام تھا، مگر اللہ تبارک وتعالی جب کسی فرد یا جماعت کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمادے، تو تمام مشاکل اور دشواریاں لا شیء ہو جاتی ہیں، تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں کی صرف اور صرف انگریزی زبان جاننے والیاں، اور وہ اردو زبان بھی پڑھیں گی، عربی زبان بھی پڑھیں گی، اور درسِ نظامی کا پورا نصاب مکمل کر کے یہ آخری سال دورۂ حدیث کو بھی مکمل کریں گی۔

بڑی خوشی کی بات ہے، اللہ تبارک و تعالی ان کی جانفشانی قبول فرمائے، پڑھانے والی معلمات نے جو محنت کی، ان کی محنتوں کو قبول فرمائے، پڑھنے والی بچیوں نے رات دن جو دماغ کھپایا، محنت کی، کوشش کی، جدو جہد کی، اللہ تعالی انہیں اس کا اجر نصیب فرمائے، ورنہ حقیقت میں دیکھا جائے تو واقعی بہت مشکل ہے۔

دورۂ حدیث تک پہنچ جانا، آپ کو اس پر مبارک ہو، اللہ تعالی ان کے لئے اس کو باعثِ برکت بنائے، ان کے والدین، گھر والوں، رشتہ داروں، اہلِ مدرسہ، شہر والوں سب کے لئے برکت کا باعث بنائے، اور اس سلسلہ کو جگہ جگہ قائم فرمائے۔

یہ ہم نے جو بریڈ فورڈ میں، بلیکبرن میں جہاں جہاں بھی بچیوں کے لئے بورڈنگ وغیرہ ادارے کھولے، اگر ہر شہر میں بچیوں کے لئے اس طرح کا ماحول اور انتظام ہو جاتا ہے، وہاں اسکول کے ماحول سے بچ جائے اور جو اسلامیات پڑھنا چاہتی ہیں، عربی پڑھنا چاہتی ہیں، اپنے شہر میں ان کے لئے انتظام ہو جائے، واقعی بورڈنگ کی اتنی ضرورت نہیں رہتی۔ اس لئے ہم نے کوشش کی کہ جگہ جگہ، ہر شہر میں جہاں کہیں مسلمان رہتے ہیں، تو جس طرح یہاں انتظام ہے وہاں بھی ہو جائے۔

کتب احادیث اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

ان بچیوں نے ماشاء اللہ مشکوۃ شریف پوری کی، اس سے پہلے بھی انہوں نے حدیث کی کتابیں ریاض الصالحین وغیرہ پڑھیں، ابھی یہ دورہ حدیث کی کتابیں پڑھنے جا رہی ہیں، تو یہ تمام حدیث کی کتابیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کی تصویر ہے اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت کیسی تھی اور کتنے حسین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چلتے تھے، کیا پہنتے تھے، کیا کھاتے تھے، کیا پیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے

پینے کا طریقہ، رہن سہن کا طریق، آپ صلی اللہ علیہ علیہ اپنے گھر میں کیسے رہتے تھے، مسجد میں کیسے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ معلم کے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو جو تعلیم و تدریس دیتے تھے، وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے نکل کر بازار میں تشریف لے جاتے تھے، تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہوتا تھا، سنت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائیں، وہ کیسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی یہ کیسے فرمائی؟

ایک انسان؛ غریب سے لے کر امیر تک، بادشاہ سے لے کر رعایا تک، غلام سے لے کر آقا تک، اور پھر ایک انسان اپنی بشری صفات میں، صحت کی حالت میں، بیماری کی حالت میں، غصہ کی حالت میں، خوشی کی حالت میں، جتنے احوال سے گذر سکتا ہے، ہر ہر چیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ پیش آئی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپ کی امامت، قیامت تک کے لئے باقی رہنے والی ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہم تک پہنچایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اس قدر تفصیل سے جمع کئے گئے ہیں، اگر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے حالات جمع کر دئے جائیں، ایک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے مقابلہ میں تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے جو حالات انسانوں کے پاس موجود ہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اللہ کی مشیت کام کر رہی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لئے اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ اور ریسرچ کرنے والے اگر آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام تک کے تمام انبیاء کے حالات اگر جمع کر لیں، تو جیسا میں نے بتایا کہ ایک چیلنج ہے ہمارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو وہ نہیں پہنچ سکتے۔

اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہُ لَحافِظُون

اللہ تعالی نے فرمایااِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَہُ لَحافِظُونَ، ہم نے یہ قرآن اتارا، ہم قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کا حفاظت کا وعدہ قرآن کے لئے، قرآنی احکام کی حفاظت کا وعدہ، جو قرآنی احکام ہیں وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے، اس کی تفسیر قرآنِ پاک سے، تو یہ تفسیر، جیسے قرآن محفوظ رہے گا، تو اس کی تفسیر بھی محفوظ رہے گی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات سے جو علم نکلا ہے تفسیر کے طور پر، قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث کے نام سے، یہ باقی رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی باقی رہے گی، کیوں کہ اس کا باقی رہنا انسانیت کو ضرورت ہے۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قیامت تک کے لئے ہے، قیامت تک آنے والے انسان کے لئے ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت باقی رہے۔ تا کہ کوئی تجارت کرنا چاہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے پوچھ سکے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ڈیڑھ ہزار سال کے بعد دنیا میں آیا، تو تجارت کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بتائے گی کہ میں نے شام کی طرف تجارت کے لئے سفر کیا۔

اس لئے ایک جنگل میں رہنے والا، وہ اللہ سے شکایت کرتا ہے، یہ لاکھوں کروڑ عیش کی زندگی گزار رہے ہیں، انہیں کبھی اس کا احساس نہیں ہوا، انہوں نے سوچا بھی نہیں کہ تشنگی کیا ہوگی، بھوک اور پیاس کیا ہوتی ہے، جس طرح یہ تیری مخلوق، وہ بھی تیری مخلوق۔ اس نے تمام نعمتوں سے ہمیں مالا مال فرما رکھا ہے، اور وہ، کبھی پینے کے لئے پانی نہ ہوتا ہوگا، کھانے کے لئے روٹی نہ ہوتی ہوگی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسے پکارے گی۔

اسے جواب ملے گا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس حق تعالی شانہ کی تمام مخلوق

میں سب سے زیادہ محبوب، اللہ سے ایک بھوکے کی شکایت کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ملے گا. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کہ میرے سب سے لاڈلے، تمام مخلوق میں سب سے میرے پیارے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہم نے اسی راہ سے گزارا، اسی راہ سے تو چرواہا بن کر بھوکا اور پیاسا، یہاں جنگل میں مارا مارا پھرتا آیا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین درخت سے پھل چن رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے کو ارشاد فرمایا، صحابۂ کرام سے فرمایا عَلَيْكُمْ بالاسود کہ تم ان میں سے جو پکے پکے کالے کالے ہوں ان کو چنو، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ تو صرف وہی لوگ جانتے ہیں جو سالہا سال جنگل میں رہتے ہو، آپ کو اس کا علم کیسے ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہاں ایک مرتبہ سن ۵۶، ۵۷ میں سورت میں جمعیۃ العلماء کی طرف سے کنونشن بلایا گیا، جس میں دینی اور مذہبی طور پر جو بڑے حضرات تھے انہیں بلایا گیا۔ سرکاری طور پر وزیرِ اعظم سے لے کر گورنمنٹ تمام اس میں موجود تھے، جواہر لال نہرو جو اس وقت وزیرِ اعظم تھے، انہوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس کے اصل مہمان اور اس کے روح رواں، داعی بھی، مدعو بھی، مہمان بھی اور میزبان بھی، اس وقت جمعیۃ العلماء کے صدر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

سورت سے، کافی لمبی تفصیل ہے آپ کے اس سفر کی، جتنا حصہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا اطراف کے دیہاتوں میں سفر ہوا۔ ضلع بھروچ میں حضرت جن جن دیہاتوں میں تشریف لے گئے، جہاں جہاں سے حضرت کا گزر ہوا، اس وقت وہاں ضلع بھروچ میں کوئی دار العلوم نہیں تھا، کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں تھا، اور اکثر و بیشتر دیہات پر بدعات کا غلبہ، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام کو ایسی محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ

حضرت کا جس جس بستی میں قدم پڑا، وہاں پر بدعت کا آج نام ونشان بھی نہیں ہے۔

ہمارے یہاں حضرت تشریف لائے اور حضرت کے تشریف لانے کو غنیمت سمجھ کر حفظ، درجۂ حفظ شروع کیا گیا، تو ؟ سے بھی پانچ سو سے زیادہ حفاظ اس درجۂ حفظ سے تیار ہوئے اور اطراف سے کئی سو ہوں گے۔ حضرت کا وہاں جس محلّہ میں جلسہ رکھا گیا، تو حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد ہر ایک کے زبان پر حضرت کی کرامات، برکات، حضرت کے تشریف لانے کی برکات سب کو محسوس ہو رہی تھیں اور کیوں نہ ہوتی ؟

ہمارے یہاں حافظ سورتی تھے، حافظ محمد سورتی، تو انہیں وجد آیا کرتا تھا۔ کوئی اچھی قراءت میں قرآن شروع کرے، انہیں وجد شروع ہو جاتا تھا۔ کوئی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا نام ان کے سامنے لے لے، تو اپنے پیر، اپنے شیخ سے انہیں اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ بس اسی وقت آنکھوں سے آنسو گرنے شروع ہوتے، پھر سسکی شروع ہوتی، پھر اسی میں ان کا حال شروع ہو جاتا، پھر زور زور سے ان کے قلب سے چیخیں آتی۔

خود انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت نرولی جلسہ میں تشریف لائے، تو بارہ بجے تک مولانا قاسم صاحب شاہ جہاں پوری کا بیان ہوتا رہا اور ساڑھے بارہ بجے حضرت اسٹیج پر تشریف لائے۔ ان کے تشریف لاتے ہی مقرّر نے اپنا بیان ختم کیا اور حضرت کرسی پر تشریف لائے اور خطبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ شروع کرنے سے پہلے حضرت نے ایک نظر مجمع پر نگاہ فرمائی۔

فرماتے ہیں کہ جب دیکھتے دیکھتے حضرت کی نگاہ میرے اوپر پڑی، تو حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت کی آنکھوں سے ایک نور نکلتا ہوا میں نے دیکھا کہ جو نور کی شکل میں میرے جسم میں پیوست ہو گیا اور اس سے میرے جسم میں ایک آگ لگ گئی، اور میں اسے برداشت کر رہا ہوں، کر رہا ہوں، مگر مجھ سے جب برداشت نہیں ہوا، تو وہیں میں نے زور سے چلّانا شروع کیا، آدھ گھنٹہ تک بے ہوشی رہی۔ کہتے ہیں پہلی مرتبہ میرے اوپر وہ حالت طاری ہو گئی، تو آدھ گھنٹہ تک

میں چلاّ تا رہا۔عجیب عجیب قصے پیش آئے۔

امام صاحب ہوں، آپ کے بچوں کے استاذ ہوں، جن کا بھی دین سے تعلق ہواور وہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ للہ، فی اللہ وہ دین کا کام جوان سے ہوسکتا ہے وہ کررہے ہیں، توان کی شان کے خلاف آپ کی زبان سے کبھی کوئی کلمہ نکلنا نہیں چاہئے۔ کبھی بزرگوں کی شان کے خلاف بھی زبان پر کوئی کلمہ نہیں لانا چاہئے۔

یہ جوغلط عادت پڑی ہوئی ہے غیبت کی، برائی کی، تنقید کی، بے جابولتے رہنے کی، بہت بری بلا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انجام بتایا کہ کیا ہوتا ہے۔ارشاد فرمایا کہ لوگوں کوجہنم میں پیر سے پکڑ کراوندھے منہ سب سے زیادہ ڈالنے والی چیز کیا ہے؟ فرمایا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ، ان کی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیاں۔ جوانسان دوسروں کے خلاف، دوسروں کی، دین والوں کی شان میں بولتا رہتا ہے، ہمارے فرشتے تو لکھتے رہتے ہیں۔جس طرح کسی کے لئے خیر کی کھیتی جمع ہوتی ہے،توان کے لئے شر کی کھیتی جمع ہوگئی اور کل اس کے نتیجہ میں فرشتے پیر سے پکڑ کرسیدھا اوندھے منہ اس کوڈالیں گے۔

حضرت مدنی قدس سرہ کی ذات عالی سے بھی ایک گروہ دنیا وعقبیٰ کا اعزاز پا گیا اور ایک گروہ جوآپ کوصرف سیاسی لیڈر سمجھتا رہا،اس نے اپنا دین وآخرت برباد کی۔

حالانکہ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کا جہاں جہاں وہاں ضلع بھروچ میں بھی گزر ہوا، آج وہاں سے بدعت کا نام ونشان مٹ گیا۔اللہ تبارک وتعالی نے انہیں بڑی محبوبیت عطافرمائی تھی، اس پر میں نے کہنا شروع کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں ارشادفرمانے لگے صحابۂ کرام کوکہ میں نے یہ جس طرح تم بکریاں چراتے ہومکہ مکرمہ میں، میں نے بکریاں چرائی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح شوقیہ اور کبھی کبھارنہیں، بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے جانوراور بکریاں لوگ مجھے دیتے تھے کہ چند قیراط دیتے تھے کہ ہماری بکری لے جاؤ، اتنے قیراط ملیں گے۔تو میں

نے بھی بکریاں چرانے کا کام کیا ہے، اس لئے مجھے معلوم ہے کہ یہاں جنگل میں، ریگستان میں، کونسا پودا ہے کہ اُس کے پتے کھائے جاتے ہیں، کونسا پودا ایسا کہ اس کے پھل کھائے جاتے ہیں، اور ان پھلوں میں اس طرح کے پھل پکے ہوئے ہو، اسے کھا سکتے ہو، اور کس کو نہیں کھا سکتے۔

روز فون آتے ہیں، کسی شوہر کو بیوی سے شکایت ہے، بیوی کو شوہر سے شکایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ یا نو ازواجِ مطہرات بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں۔ ایک ساتھ، ایک وقت میں نو ازواجِ مطہرات رہیں، اور ان کے آپس کے قصے بھی ہیں۔ ہمارا دین کتنا سچا، صحابہ کرام کے آپس کے تنازعات، کوئی چیز نہیں چھپائی، جیسا واقعہ ہوا، ایسا ہی ہمارے سامنے نقل کیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ایک ایک چیز نقل کر دی، کیوں؟ کہ اس طرح کے آپس کے گھر کے جھگڑے اگر نقل ہو کر ہمارے پاس آئے نہ ہوتے، تو آج جو جھگڑے پیش آرہے ہیں گھروں میں، ان کا جواب ہمارے پاس نہ ہوتا۔ ہمیں قانون کیا کہتا ہے، اگر جواب دینا پڑتا، لیکن آج ہم انہیں تسلی دے سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی ایسا پیش آتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری پر تشریف رکھتے ہیں، تو جس گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری ہوتی، وہیں کھانا، پینا، رہنا، سونا ہوتا۔ پڑوس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر میں سے یا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بالکل پڑوس میں تھیں، ساتھ مکان ملا ہوا تھا، تو کسی گھر سے ایک باندی پیالہ میں سالن لے کر آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ اتنا بھی گوارا نہیں ہوا۔ ان سے رہا نہیں گیا، انہوں نے باندی کے ہاتھ پر تھپڑ مارا اور پیالہ زمین پر

گرا، سالن بھی گر گیا۔

اب آپ کے یہاں مہمان ہیں، آپ نے ایک سبق پڑھانے کے لئے مجھے بلایا، کوئی ذراسی ادھرادھر کی بدکلامی کی بات کرے، ذرا ادب تعظیم، تہذیب کو چھوڑ کر بات کرے تو آپ کو غصہ آئے۔

مولانا یعقوب صاحب ہدرز فیلڈ میں تھے، شاہ دین پرواز صاحب مرحوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ علماء مشائخ کو اپنے یہاں مدعو کرتے رہے۔

ایک دفعہ وہاں کسی مہمان کے ساتھ ایک دوست کے گھر میں کھانے سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کوئی اطراف میں واقف حضرات رہتے ہوں گے، ایک دوساتھی ان میں سے آگئے اورانہوں نے پوچھنا شروع کیا اور جواب الجواب میں سائل کی زبان سے کچھ ناشائستہ کلمات نکلے۔ اس پر میزبان نے کچھ سخت لہجہ میں کہا۔

اس کے بعد میزبان نے دیکھا کہ یہ اس کا جواب نہیں ہے، وہ پھر اٹھے اپنی جگہ سے، جوتے جہاں پڑے ہوئے تھے، ایک جوتا لے کر کے اس کے سر پر دے مارا۔ حالانکہ سر پر جوتہ دھمکی کے طور پر یا ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں باندی کے ہاتھ پر تھپڑ مارا اور پیالہ گر گیا، تو اس کے سر پر، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے رحمۃ للعالمین کہ برتن بھی ٹوٹ گیا، سالن بھی گر گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ **فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن جن مواقع میں مسکرائے ہیں، ان میں سے اس کو شمار کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجائے غصہ کے مسکرائے اور صرف ایک کلمہ فرمایا، **غَارَتْ اُمُّکِ**، کہ تمہاری ماں، ان کو بھی برا نہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

، کہ نہیں تمہارا قصور ہے، تم نے غلط کیا، فرمایا مجبور ہے **غَارَتْ اُمُّکِ**، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے ایک پیالہ اٹھا کر ان کو، باندی کو دے دیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے متعلق ہم نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ**، اس میں جو قرآن پاک کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، تو ان شاء اللہ یہ قیامت تک قرآنِ پاک بھی محفوظ رہے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ جو اس کی مفسرہ ہے اور اس کی تفسیر ہے، یہ بھی قیامت تک کے لئے محفوظ رہے گی۔

کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو اللہ نے اب تک محفوظ رکھا اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی سیرتیں ختم ہو گئیں، اس میں حکمتِ الٰہیہ یہ ہے کہ قیامت تک کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، تمام انبیاء کے دور ختم ہو چکے ہیں۔

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ جو حدیث کی کتابیں اب تک تم نے پڑھیں، مشکوۃ، ریاض الصالحین وغیرہ، اب جو دورہ کی کتابیں پڑھیں گی، وہ بھی ساری کی ساری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ہی ہے۔

اب یہ جو ہمارے یہاں پڑھنے اور پڑھانے کا انداز ہے یہ تھوڑا قابلِ اشکال ہے، کہ ہمارے یہاں جو آج کل انداز رائج ہے، اس میں اس سیرتِ پاک کی بو کو ختم کر دیا گیا۔ زیادہ رجحان علمیت کی طرف ہو گیا کہ اس سے یہ مسئلہ ثابت ہوا، اس کی یہ دلیل ہے، اس میں یہ اختلاف ہے، یہ امام یہ فرماتے ہیں، یہ امام یہ فرماتے ہیں اور اس کی جو روح ہے، سیرتِ پاک کو عملی طور پر اپنے اندر جذب کرنے کی اور اس زاویہ نگاہ سے اس کو دیکھنے کی، اس سے نگاہیں اوجھل رہتی ہیں اور اس کی طرف کبھی کوئی خیال نہیں ہوتا۔

حالانکہ ان کے پڑھنے پڑھانے کا اصل مقصد یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو

رات دن یہ پڑھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی آرام فرما رہے ہیں، ابھی سورہے ہیں، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہیں، ابھی حجرہ شریفہ میں ہیں، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کے ساتھ تبسم فرمارہے ہیں، مسکرارہے ہیں، ابھی میدانِ جنگ میں ہیں، قتل وقتال ہورہا ہے، مشرکین سے جہاد ہورہا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے تمام مختلف زاویے دیکھ کر انسان اپنے دل میں اس کو اتارتا چلا جائے اور ایک ایک حدیث جب پڑھے، تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہوئی ہو، یہ محسوس کرے اپنے دل میں کہ ہاں۔۔۔ کبھی تنہائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کی کتابیں، الگ اس کو رکھ کر صرف رونے کی نیت سے اس کو پڑھیں، پھر دیکھئے آپ کے دل کی دنیا کیسے بدلتی ہے!

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک سے بڑھ کر کوئی لذیذ کتاب نہیں، اس سے بہتر اور مفید اور لذیذ اور کوئی چیز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام سیرت کی کتابیں اور حدیث کی کتابیں اللہ تعالیٰ نے باقی اسی لئے رکھی کہ جس طرح میں نے آپ سے عرض کیا کہ جہاں عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کو عام کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی ہمیں نماز پڑھنی ہے، آپ کی طرح سے ہمیں زکوۃ دینا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح روزہ رکھنا ہے، حج کرنا ہے، تجارت کرنی ہے، جہاد کرنا ہے، کھیتی کرنی ہے، باغ لگانے ہیں، یہ تمام کام اس طرح کریں تو یہ عملی ہوگا، اور اس عملی زندگی سے بڑھ کر جو زندگی ہے، وہ یہ کہ اپنے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بسانا ہے۔ اپنے دل میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی محبت نہ رہے۔

جس طرح یہ صوفیاء ذکر تلقین کرتے ہیں کہ لا اِلٰہ تم لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کا ذکر جب شروع کرو، تو

اس میں یہ تصور کرو کہ **لا الٰہ** تمام محبتوں کو نکال کر میں نے پیچھے پھینک دیا، **الا اللّٰہ** صرف اللہ کی محبت کے لئے میرے دل میں جگہ ہے۔ تو اس طرح انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک پڑھ کر کے تمام محبوبوں کو اپنے دل سے نکال دے۔

اگر کسی کی صورت اچھی لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، کسی کا لباس اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کسی کا طرزِ معاشرت اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اگر کھانے کے لئے بیٹھنے کا طریقہ آپ کو اچھا لگے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے ، جاگنے، کھانے، پینے، ایک ایک چیز کو انسان کرے یہ مزہ لے کر کہ اوہ، میرے محبوب نے اس طرح کیا ہے۔

کبھی نوجوانوں کو دیکھتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے پوچھا کہ میں ادھر بلیکبرن میں جہاں رہتا ہوں تو وہاں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ سب نوجوان جتنے نظر آرہے ہیں، پارٹیاں دس بیس کی ساتھ ساتھ جگہ جگہ چلتی ہیں، تو میں نے پوچھا کہ اس طرح کے بال سب نے کیوں کٹوائے ہیں؟ اس پر کہا گیا کہ ان کی کوشش ہے کہ میں فلاں جیسا لگوں۔ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ زندہ سیرت اس کی دعوت دیتی ہے کہ تمام محبوبوں کو چھوڑ کر اللہ تبارک وتعالی، رب العالمین کے محبوب کو اپناؤ، ان کے جیسا بننے کی کوشش کرو، ان کے جیسا بولنے کی کوشش کرو۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی جامعیت

جس طرح میں نے بتایا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ ہمارے تمام اکابرین کی بہت خصوصیات ہیں۔ ہر ایک کی الگ الگ اپنی، مگر کچھ بزرگوں کو اللہ تعالی نے بالکل جامع رکھا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کو اللہ تعالی نے زبردست جامعیت عطا فرمائی تھی۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب بیان فرماتے تھے، تو بہت ٹھہر ٹھہر کر، جس طرح کسی کو سمجھانے کے لئے، بولنے میں اس طرح ہمیشہ ہر تقریر، ہر درس۔ ہم یہ پڑھاتے ہوئے کبھی تیز ہوجاتے

ہیں، کبھی بولنے میں تیز ہو جاتے ہیں، حضرت کے یہاں بالکل نہیں۔ حضرت آہستہ آہستہ ہر ایک جملہ الگ الگ کر کے بولتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے سالہا سال تک اس طرح بولنے کے لئے مشق کی ہے، تب جا کر میں اس طرح بولنے کا عادی ہوا۔

حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے تا کہ ہر ایک شخص پوری پوری بات کو سمجھ لے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا گیا کہ اللہ تعالی نے جو پیغام دیا وہ انسانوں کو پہنچانا ہے، وہ پیغام صحیح طور پر وہ سن لیں، پورا پورا سمجھ لیں، اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے۔ صحابۂ کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے کہ آپ کے کلمات کو ایک، دو، تین، چار، گننا چاہیں تو لَـنَـعُدُّهَا عَدًّا، تو ہم اس کو گن سکتے تھے۔ تو اس نیت سے پڑھا جائے کہ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے تعلق ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے اور اس کو ٹٹولتے رہے۔

محی السنۃ امام بغوی

اب اخیر میں میں بطورِ دلیل کے اب دو باتیں اسی کے متعلق کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ یہ دیکھئے، آپ کی یہ کتاب مشکوۃ المصابیح۔ مصابیح، یہ علامہ بغوی محی السنۃ کی کتاب ہے۔ اب ان کو صدیاں گزر گئیں، تو ان کا نام اور ان کی تعریف اور تعارف تو آپ لوگ جانتے ہوں گے، لیکن پہلے نام دیکھئے ان کا، محی السنۃ کہ سنت کو زندہ کرنے والے، کیسے؟

میں نے بتایا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے انسان اتنا تعلق پیدا کرلے اتنی محبت پیدا کرلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں آپ کا ایک مقام پیدا ہو جائے۔ حضرت علامہ بغوی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب پر ان کو دعا دی، اور فرمایا کہ اَحْیَاکَ اللّٰہُ کَمَا اَحْیَیْتَ سُنَّتِیْ، اللہ تمہیں زندہ

رکھے کہ جس طرح تو نے میری سنت کو زندہ کیا اور کتاب لکھی۔ تو اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ان کو دعادے رہے ہیں اور اِدھر حق تعالی شانہ ساری مخلوق کی زبان پر **محی السنة** ان کا نام جاری کر دیا۔ کتنا زبردست اللہ تعالی کا انتظام!

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بزرگوں میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مدنی بزرگ فرماتے ہیں۔ وہ عرب کے رہنے والے، خالص عرب اور مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ کوئی ہندوستان سے بزرگ آئے ہیں، پھر لوگوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہاں وہ ہندوستان میں، سہارنپور میں حدیث پڑھاتے ہیں اور ابھی یہاں تشریف لائے ہیں۔ مدرسہ علوم ِشرعیہ میں ان کا قیام ہے اور ابھی آکر انہوں نے حج کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صرف اتنا تعارف تھا کہ ان کا کام یہ ہے اور ان کا نام یہ ہے اور وہاں سے آئے ہیں اور یہاں بھی حج کے بعد معلوم نہیں ٹھہریں گے یا رہیں گے۔ تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کی۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں پتہ نہیں کہ حج کے بعد چلے جائیں گے یا پھر قیام کریں گے۔

ایک دن وہ بزرگ اپنے خدام کو فرمانے لگے کہ مجھے ایک زمانہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تمنا تھی اور یہ جو ہندوستان سے بزرگ تشریف لائے ہیں ان کی برکت سے مجھے بھی آج سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ نے زیارت کرائی۔

میں نے آج سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت کی کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں جس طرح روز روضہ شریفہ پر صلوۃ وسلام کے لئے حاضری دیتا ہوں، تو معمول کے مطابق خواب میں دیکھا کہ معمول کے مطابق میں صلوۃ وسلام پیش کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے قریب میں جب پہنچا، تو وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی

محافظ وہاں کھڑے ہیں اوران سے میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا ہے، میں اس لئے آیا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی یہاں نہیں ہے۔ پوچھا کہاں تشریف لے گئے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت ملأ اعلیٰ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

شہداءِ دارالعلوم

ہمارے شہداء کا جب ایکسیدنٹ ہوا تھا، تو اس کے بعد ایک دوست نے خواب دیکھا، تو وہ فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب، مولانا علی صاحب اور مولانا عمر جی صاحب ان کو دیکھا کہ وہ تینوں کہیں جارہے ہیں۔ پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو پارہ سنانے جارہے ہیں۔ تو پھر بعد میں ان کو بتایا گیا کہ صرف یہی ان میں حافظ تھے، ان کو پتہ بھی نہیں تھا کہ کون حافظ کون غیر حافظ۔

خیر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محافظ نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ملِا اعلیٰ کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں وہاں منتظر رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان تخت پر۔۔ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو حق تعالیٰ شانہ نے دنیا میں تخت عطا فرمایا تو ایک عظیم الشان تخت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ دائیں بائیں حضراتِ شیخین ؛ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں تشریف رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ مولانا خلیل احمد صاحب جو آئے ہوئے ہیں ان کے جنازہ میں گیا۔ تو فرماتے ہیں پھر میری آنکھ کھل گئی۔

وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ وہ جو کل ہم بحث کررہے تھے کہ یہ جو

بزرگ آئے ہیں ہندوستان سے،تو یہ حج کر کے چلے جائیں گے یا یہاں رہیں گے،تو کہا کہ مجھے اس خواب سے اس کا جواب مل گیا۔ یہ بزرگ یہاں ضرور رہیں گے۔رہے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواس وقت فرمایا کہ میں ان کے جنازہ میں گیا تھا،تو وہیں پرحضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سفر کے بعد مقیم رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالی نے مدینہ منورہ میں موت نصیب فرمائی اور وہیں بقیع میں دفن ہوئے۔

مراقبہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ اللہ تعالی کی طرف سے بہت پہلے سے انتظام ہوتا ہے اور یہ انتظام کیوں ہوتا ہے؟ میں نے بتایا کہ بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انسان اپنا کوئی مقام پیدا کرے اور اس کے لئے جس طرح ہم رات دن لگے رہتے ہیں اپنے کام کے پیچھے،فیکٹری کے پیچھے، دنیا کمانے کے پیچھے اور صبح سے لے کر شام تک تھک جاتے ہیں، پھر پین کلر لینی پڑتی ہے، پھر یہاں درد ہوتا ہے، وہاں درد ہوتا ہے، پھر ذہنی پریشانی، پھر نیند نہیں آتی۔

اس لائن میں آپ کو کچھ کرنا نہیں ہے، نہ لا اِلٰہ اِلا اللہُ کا مسلسل ورد کرنا ہے، نہ پوری رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنی ہے، نہ پوری رات تہجد میں کھڑے رہ کر کے تھکنا ہے، نہ رات دن مسلسل روزے رکھنے ہیں،آپ صرف یہ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کی کتاب آپ رکھ لیں۔

سب کاموں سے ہٹ کر، فارغ ہو کر کے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نیت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رونے کی نیت سے وہ کتاب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات پڑھتے رہیں۔ اپنے دل میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جیسے جیسے آپ کی بڑھتی چلے جائے گی، ادھر سے آپ کا آپ صلی اللہ علیہ کی بارگاہِ اقدس میں آپ کا ایک مقام بنتا چلا جائے گا۔جس طرح میں نے بتایا کہ ابھی مولانا خلیل احمد صاحب تو ابھی وہاں گئے ہیں، ابھی پورا

رہنے کے لئے کوئی انتظام بھی نہیں ہوا ہوگا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آخری وقت تک کا اپنی بارگاہ میں فیصلہ فرما دیا، کہ بس ابھی یہاں رہیں گے۔

اور ہر بیان، ہر تقریر میں، میں اس کی کوشش کرتا ہوں، اور کبھی میں صاف الفاظ میں یہ کہتا بھی ہوں کہ ہماری جو جماعت ہے، اس کی خصوصیات میں سے تھی یہ چیز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق اور تعلق پیدا کرنے کی کوشش اور اس کے لئے مختلف راستے اختیار کرنا اور کوششیں کرنا۔

خاکِ شفا

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الخلیل میں فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سفرِ حج پر تھا۔ مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضری ہوتی رہی، روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپ کے قافلہ کے ساتھ بھی رہتا۔

ایک دن ہمارے چچا بہت بیمار ہوگئے اور بیماری ان کی بڑھتی چلی گئی، علاج کیا ہر طرح سے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ وہ ہمارے قافلہ کے لئے جتنے دن مقرر تھے رہنا، بدو سے روم کرایہ پر لیتے تھے اور ان سے معاملہ طے ہوتا تھا کہ اتنے دن مدینہ منورہ میں قیام رہے گا، پھر واپس ہمارے ملکوں کو جائیں گے۔ تو ان کے ساتھ جو ہمارا جتنے دن کا معاملہ تھا ختم ہونے آیا۔ ہمارے چچا بہت شدید بیمار تھے، ہم نے کوشش کی کہ کچھ مدت بڑھائی جائے، مگر اس کے لئے بدو تیار نہیں ہوئے۔ ہم نے چچا سے کہا کہ ٹھہر جاتے ہیں، کہا کہ ٹھہر جائیں گے، تو بعد میں یہاں سے کب اور کیسے جانا ہو سکے گا؟ تو وہاں تک کے اخراجات کا بھی مسئلہ ہے۔ تو کہتے ہیں کہ وہ تیار نہیں ہوئے، اور واپسی پر ان کا اصرار تھا۔

حکیم نے دیکھ کر کہا کہ تم کسی حال میں سفر نہیں کر سکتے، ان کو باہر کی ہوا لگنا نہایت مضر ہے،

ان کو ہر وقت ہوا سے بچانا ضروری ہے۔ بعض بیماریوں میں ایسا ہوتا ہے۔ انہوں نے جب سفر پر اصرار کیا تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ بھائی اب یہ جانے پر مصر ہیں، تم بھی مجبور ہو، ٹھیک ہے، چلے جاؤ، اب وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مدینہ منورہ کے باہر، جہاں جا کر وہ قافلہ پھر پڑاؤ ڈالتا ہے تاکہ لوگ اگلے دن تک رک جائیں۔

اسی لئے وہاں تک پہنچا کر کے پھر یہ حضرت کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا کہ حضرت! ہمارے چچا کی حالت تو بہت خراب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا تم ایسا کرو کہ روضہ شریف پر سلام کے لئے جب تم پہنچو، تو وہاں جو قالینیں بچھی ہوئی ہیں، تو ان قالینوں پر ذرا ہاتھ مار کر کے جتنا غبار تمہیں مل سکے وہ غبار اکھٹا کر لو، اور وہ خاکِ شفا، وہ غبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس کا، وہ لے جا کر تمہارے چچا کے چہرہ پر، پیشانی پر، جسم پر اچھی طرح ملو، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ان کو اس سے شفاء عطا فرمائیں گے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں لے گیا اور میں نے عصر کی نماز کے بعد وہ لے جا کر مل دیا۔ پھر میں واپس ادھر نماز کے لئے آیا اور پھر مغرب اور عشاء پڑھ کر کے میں واپس پہنچا اور ہمارے چچا جیسے میں پہنچا، تو پہلے تو بے جان نیم مردہ جنازہ میں سلایا ہوا، اس طرح وہ پڑے ہوئے ہوتے تھے۔ میں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ تو اٹھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ آپ ٹھیک ہیں؟ ارے میری تو آدھی بیماری چلی گئی، تم ایک مرتبہ پھر جاؤ اور جو حضرت نے تمہیں فرمایا وہ غبار پھر لا کر مجھے ملو۔

کہتے ہیں میں جلدی بھاگا ہوا آیا، مسجدِ نبوی میں سے جتنا زیادہ لے سکتا تھا وہ لے کر گیا اور ان کے سینہ پر اور چہرہ پر اور تمام جسم پر میں نے وہ غبار اور مٹی ملی، تو فجر کی نماز کے لئے وہ خود اٹھے اور انہوں نے وضو کر کے پھر نماز پڑھی۔ میں نے آ کر حضرت کو اطلاع دی کہ حضرت یہ مٹی کا؟ اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درِ اقدس کی برکت کہ آپ نے جو یہ وہاں کا غبار لگایا۔

سرمۂ چشم و دل

کچھ لوگ سلفی انداز میں کہتے ہیں کہ ان چیزوں میں کیا ہے؟ حالانکہ میں نے خود ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھا کہ حضرت مسجدِ نبوی میں جب حاضری دیتے تھے، تو حضرت کو جالی مبارک سے بالکل متصل ساتھ وہاں بٹھا دیا جاتا۔ تو اس وقت تو یہ تمام پہرہ دینے والے اور محافظ اتنے نہیں ہوتے تھے، صرف سامنے کی طرف مواجہہ شریف میں پولیس کھڑی ہوتی تھی، چاروں طرف نہیں ہوتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ نہیں، پچاسوں مرتبہ حضرت اس طرح ٹیک لگا کر، ہاتھ ٹیک کر بیٹھتے، پھر حضرت کا آہستہ سے ہاتھ وہاں جالی مبارک کے پاس پہنچتا اور جالی مبارک سے اس طرح انگلیوں سے حضرت غبار لیتے اور اپنے چہرہ پر ملتے، زبان پر ملتے، آنکھوں پر ملتے۔

دوستو! یہ ہمارا یہ جو تھوڑا سا راستہ اس طرف سے ان چیزوں سے ہٹا ہوا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ سلفیت کا فتنہ وہ پھیلتے، پھیلتے، پھیلتے ہمارے خام گھروں تک بھی پہنچ گیا اور ہمارے خاص طریق پر بھی اس کا اثر پڑا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے۔ اب میں دونوں حدیثیں پڑھ کر کے دعا کر لیتا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عَنۡ بهز بُنِ حَکِیۡمٍ عَنۡ اَبِیۡهِ عَنۡ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ فی قوله تَعَالَی : کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ قَالَ انتم تتمون سبعین امة انتم خیرها و اکرمها عَلَی اللّٰهِ تَعَالَی ، رَوَاهُ التِّرۡمِذِیُّ ، وَابۡنُ مَاجّة و الدَّارِمِیُّ وَ

قَال التِّرُمِذِیُّ هٰذَا حَدِیُثٌ حَسَن،

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدۡءُ الۡوَحۡیِ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوۡلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ کَمَا اَوۡحَیۡنَا اِلٰی نُوۡحٍ وَ النَّبِیِّیۡنَ مِنۡ بَعۡدِهِ حَدَّثَنَا الحُمَیۡدِیُّ قَالَ حَدَّثَنا سُفۡیَان قَال حَدَّثَنَا یَحۡیٰ بۡنُ سَعِیۡدِ الۡاَنۡصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بۡنُ اِبۡرَاهِیۡم التَّیۡمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلۡقَمَةَ بۡنَ وَقَّاص اللَّیۡثِی یَقُوۡلُ سَمِعۡتُ عُمَرَ بۡنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ تعَالَی عَنۡهُمَا عَلَی الۡمِنبَرِ یَقُوۡلُ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامۡرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنۡ کَانَتۡ هِجۡرَتُهُ اِلَی دُنۡیَا یُصِیۡبُهَا أَوۡ اِلَی امۡرَأَةٍ یَنۡکِحُهَا فَهِجۡرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیۡهِ

درود شریف پڑھ لیں،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیۡعِنَا وَ حَبِیۡبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکۡ وَ سَلِّمۡ ، رَبَّنَااٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذابَ النَّارِ رَبَّنَا لا تُؤَاخِذۡنَا اِنۡ نَسِیۡنَا اَوۡ اَخۡطَأۡنَا، رَبَّنَا وَ لا تَحۡمِلۡ عَلَیۡنَا اِصۡرًا کَمَا حَمَلۡتَهُ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعۡفُ عَنَّا و اغۡفِرۡ لَنَا وَ ارۡحَمۡنَا اَنۡتَ مَوۡلَانَا فَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکَافِرِیۡنَ، رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا، رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وَ لِاِخۡوانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَان وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنا غِلًّا لِلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا رَبَّنَا اِنَّکَ رءُوۡفٌ رَحِیۡمٌ، رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنا ذُنُوۡبَنَا وَ کَفِّرۡ عَنَّا سَیِّئَاتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الۡأَبۡرَارَ، رَبَّنَا آتِنا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلَی رُسُلِکَ وَ لَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادِ ،رَبَّنَا لا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنا وَ هَبۡ لَنَا مِنۡ لَدُنۡکَ رَحمَةً اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ،اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسۡئَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ

رَسُوْلِکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنَا اِلٰی حُبِّکَ. اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاھَةً مُخْبِتَةً مُنِیْبَةً اِلَیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَھْلًا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ سَھْلًا اِذَا شِئْتَ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِکَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِکَ وَ الْغَنِیْمَةَ مِنْ کُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ کُلِّ اِثْمٍ وَ الْعِصْمَةَ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ لَا تَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَ لَا ھَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَ لَا کَرْبًا اِلَّا نَفَّسْتَهٗ وَ لَا ضُرًّا اِلَّا کَشَفْتَهٗ وَ لَا دَیْنًا اِلَّا قَضَیْتَهٗ وَ لَا مَرَضًا اِلَّا شَفَیْتَهٗ وَ لَا حَاجَةً ھِیَ لَکَ رِضًا اِلَّا قَضَیْتَھَا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِلَیْکَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا وَ فِیْ اَنْفُسِنَا لَکَ رَبِّ فَذَلِّلْنَا وَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا

یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا، ہمارے سیئات سے درگزر فرما، یا اللہ! ہمارے چھوٹے گناہوں کو بھی معاف فرما، ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما! یا اللہ! ہمارے جن گناہوں کو ہم نے گناہ سمجھا اس بھی معاف فرما، جسے گناہ نہ سمجھا اسے بھی معاف فرما! یا اللہ! ہماری تمام لغزشوں کو معاف کر دے! یا اللہ! ہمارے بڑوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہمارے بوڑھوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہمارے جوانوں کی اصلاح فرما! یا اللہ! ہماری بیٹیوں کو نیک ہدایت دے، ان کو نیک راستہ پر چلنے کی توفیق دے! یا اللہ! ہماری اس ملک کی نسل کو محفوظ فرما، غلط روی سے ان کی حفاظت فرما، شیطانی راستوں سے ان کی حفاظت فرما! یا اللہ! ماں باپ کو اولاد کے ساتھ شفقت نصیب فرما، ان کے دلوں میں اولاد کی شفقت ڈال دے،! یا اللہ! بچوں کے دلوں میں والدین کی اطاعت اور ان کی فرماں نبرداری کا جذبہ ڈال دے! یا اللہ! خاندانوں میں آپس میں محبت دے دے، یا اللہ! تمام گھروں سے جھگڑوں کو ختم فرما دے، آپس میں ایک بنا، نیک بنا! یا اللہ! آپس میں مل جل کر رہنے کی توفیق عطا فرما! یا اللہ! دشمنوں کی ہر طرف مسلمانوں پر نظریں ہیں اور ہم آپس میں جھگڑ رہے ہیں یا اللہ! بس ان جھگڑوں کو ختم فرما دے! یا اللہ! اسلامی ملکوں کی حفاظت

فرما، یا اللہ! حرمین شریفین کی حفاظت فرما، یا اللہ! مساجد، مراکز، دینی درس گاہوں کی حفاظت فرما! یا اللہ! تمام دینی مدارس کی حفاظت فرما، ہندوستان، پاکستان کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما، تمام دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرما! یا اللہ! جہاں جہاں دین کا کام ہو رہا ہے اس کو قبول فرما، تبلیغی جماعت کو قبول فرما، تبلیغی کام کرنے والوں کو قبول فرما، تمام دینی جد و جہد کرنے والوں کو قبول فرما!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ.صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

امـاً بـعـد!حَـدَّثَـنا ابْنُ اَبِیُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَاسُفُیَانُ عَنُ مُحَمَّدِابْنِ الْمُنُکَدِرِ عَنُ عُـــرُوَۃَ عَنُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنُھُمُ: قَالَتُ اِسُتَاُذَنَ رَجُلٌ عَلیٰ رَسُوُلِ اللّٰہِ صَـلَّـی الـلّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ وَ اَنا عِنُدَہٗ، فَقَالَ بِئُسَ ابُنُ الُعَشِیُرَۃ اَوُ قَالَ اَخُو الُعَشِیُرَۃ ثُمّ اَذِنَ لَہٗ فَاَلانَ لَہٗ الُقَوُلَ، فَلَمَّا خَرَجَ قُلُتُ یَا رَسُوُلَ اللّٰہِ قُلُتَ مَا قُلُتَ ثُمَّ اَلَنُتَ لَہٗ الُقَوُلَ فَقَالَ یَا عَائِشَۃ ! اِنَّ مِنُ شَرِّالنَّاسِ مَنُ تَرَکَہُ النَّاسُ اَوُ قَالَ وَدَعَہُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحُشِہٖ

طَیُّ الُاَرُضِ

معاف کیجئے، میں نے یہ سوچ کر کے فون کیا تھا کہ پندرہ بیس منٹ میں پہنچ جائیں گے،مگر

اندازہ نہیں تھا کہ ابھی یہ اسکول کے بچوں کے چھوٹنے کا وقت ہے، اس لئے تھوڑی دیر ہوگئی، آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔

جیسے بزرگوں کے یہاں اور کرامات ہوتی ہیں، ایک ہوتا ہے طیّ الارض۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں عصر کی نماز کے بعد ٹہلنے کے لئے چلے۔ کسی نے کوئی سوال کیا، تو آپ نے اس کا عملی جواب دیا اور فرمایا کہ اگر کسی سے کہو نہیں، تو آج ابھی مغرب کی نماز حرمِ نبوی میں جا کر پڑھ لیتے ہیں۔ تو ان کے ایک سوال کا یہ عملی جواب تھا۔

چند قدم چل کر ایک جگہ فرمایا کہ اچھا آنکھیں بند کرو۔ تھوڑی دیر چل کر فرمایا کہ آنکھیں کھول لو۔ تو سائل نے دیکھا کہ سامنے حرمِ نبوی ہے، مسجدِ نبوی ہے۔ وہاں مغرب کی نماز پڑھی اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر سنت، نوافل، معمولات سے فارغ ہوکر وہاں سے واپس نکلے۔ تھوڑی دیر کے بعد چل کر حاجی صاحب نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرلو۔ چند قدم کے بعد فرمایا کہ کھولو۔ دیکھا تو وہیں مکہ مکرمہ میں جہاں سے چلے تھے، وہیں پر واپس پہنچ گئے۔

طی الارض کے ذیل میں ان کرامات کو ذکر کیا جاتا ہے، کہ ان کے لئے، جس طرح ہم کپڑے کو تہہ کر کے لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے لئے زمین کو اس طرح لپیٹ دیتے ہیں۔ جس طرح اُن کا ارادہ ہوتا ہے، جدھر قدم جاتے ہیں، جتنا وہ چاہتے ہیں اُس قدر زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔

وسعت زمانی

اسی طرح اوقات کے باب میں بسط الزمان۔ اس کے برعکس کہ وہی تھوڑا سا وقت جو ہمارے لئے بہت معمولی سا وقت ہے، تھوڑا سا، اور وہی وقت اُن بزرگوں کے لئے گھنٹوں، دنوں اور

مہینوں کے اعتبار سے کھول دیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسجدِ نبوی سے افطاری اور مغرب کی نماز سے، سنت، نوافل سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے۔ راستہ پر چل رہے ہیں، کوئی بزرگ ملے انہوں نے دعوت دی کہ آج کھانا ہمارے ساتھ کھالیں۔ تو انہوں نے دعوت قبول کرلی۔

اُن کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، مگر مدینہ منورہ کی آبادی ختم ہونے کو آئی، اُن کا مکان نہیں آرہا ہے۔ پریشان ہوئے کہ کتنے دور، اور اس کے بعد تو پھر آبادی بھی ختم ہوگئی، مکانات ختم ہوگئے، جنگل میں چل رہے ہیں۔ پریشان ہوئے کہ روزہ افطاری کا سہم ابھی ختم نہیں ہوا کہ پھر فکر ہوگیا تراویح کا کہ کیسے، کب واپس پہنچے گے؟ اتنا لمبا راستہ ہے، اور ابھی میزبان کا دولت کدہ بھی نہیں مل رہا ہے، جنگل میں بھی چلتے رہے ہیں۔

اب یہ عذر بھی نہیں کر سکتے تھے، دعوت قبول کر چکے تھے۔ تو جنگل میں تھوڑے دور چلنے کے بعد انہوں نے اپنے کسی خادم کو پکارا، آواز دی کہ اے فلان! تو کوئی خادم اُن کا بھاگا ہوا آیا۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ مہمان ہیں، ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے، اُن کے لئے چارپائی بچھادو۔ عرض کیا بہت اچھا۔ اور چارپائی بچھا کر کے جاؤ لکڑیاں اکھٹی کرو، اور کوئی شکار اچھا سا مار کرلاؤ۔ ذبح کرو، صاف کر کے جلدی جلدی پکاؤ۔

اب یہ سارے احکامات سن کر کے دہلوی بزرگ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی کہ الٰہی! کب لکڑیاں اکھٹی ہوں گی، رات کے اندھیرے میں کب شکار ملے گا؟ کب ذبح ہوگا؟ کب یہ چولہا جلے گا اور کب یہ کھانا پکے گا؟ مگر میزبان کے تصرف میں ہیں، چُپ چاپ چارپائی پر پڑ گئے۔ جتنا وقت ان چیزوں میں لگ سکتا ہے، لکڑیاں جنگل سے چننے میں، شکار کے تلاش کرنے میں، پکڑنے میں، ذبح کرنے میں، صاف کرنے میں، اُس حساب سے وقت جا رہا ہے۔

یہ اپنے آپ کو مشغول رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر سوچا کہ اب تو حرم شریف میں عشاء کی اذان ہو رہی ہوگی، اب عشاء کی نماز ہو رہی ہوگی، اب تراویح ہو رہی ہوگی، اب تراویح ختم ہونے کو ہوگی، اب تراویح ختم ہوگئی ہوگی، لوگ گھر چلے گئے ہوں گے۔ آدھی رات ہوگئی، اب تو لوگ سحر کے لئے اُٹھنے کی تیاری میں ہوں گے۔

یہ سوچتے ہیں کہ میں نے کتنی بڑی غلطی کر لی کہ اِن کی دعوت قبول کر لی، پتہ نہیں کون ہیں، کیا ہے، کیوں اتنے دور یہاں لے آئے؟

غرض گھنٹوں گذرنے کے بعد وہ کھانا تیار ہوا، لایا گیا۔ ان سے کھانا تو کیا کھایا جاتا؟ بیچارے نے چند لقمے جلدی جلدی ڈرتے ڈرتے کھائے۔ اور کہہ دیا کہ اچھا اجازت دیجئے میں جاتا ہوں۔ بزرگ نے فلاں خادم سے فرمایا کہ اچھا، ان کو مسجدِ نبوی تک چھوڑ کر آؤ۔ تو خادم ساتھ ساتھ، یہ پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔

کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر؟

مسجدِ نبوی میں پہنچے، دیکھا تو سنّاٹا، کوئی اِکّا دُکّا اِدھر اُدھر کہیں نظر آ رہا ہے۔ جب باب جبرئیل سے داخل ہوئے تو یہاں روضہ شریف پر جو مراقب محافظ کھڑے ہوتے ہیں، وہ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ تو انہوں نے جب دیکھا کہ کھانا کھا رہے ہیں، تو انہیں یقین ہے کہ یہ سحری کھا رہے ہیں، تو انہوں نے پوچھا کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر؟ کہ سحری میں کتنا وقت باقی رہ گیا؟

انہوں نے پوچھا 'کیا؟' انہوں نے پھر سوال دہرایا کہ کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر؟ سحر کا وقت ختم ہونے اور روزہ شروع کرنے میں کتنا وقت باقی ہے؟ تو دونوں ہنس پڑے۔ کہنے لگے کہ آپ ٹھیک تو ہیں؟ ابھی تو ہم نے مغرب کی نماز پڑھی ہے۔ ابھی مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے، آپ سحری کو پوچھتے ہیں۔

هَلُمَّ اِلیٰ الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ

اس کوسحری بولا جاتا ہے، بیچاری، گالی بنادیتے ہیں۔کتنا مبارک کھانا، **هَلُمَّ اِلیٰ الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ** اس کو کہا گیا،سحر کے کھانے کو۔تو یہ **سَحَر**،سین پرزبر، ح پر زبر، کیوں کہ سحر کے وقت میں یہ کھانا کھایا جاتا ہے۔

سحر کے ترانے خبر دے رہے ہیں — سحر جلوہ گاہ ہے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے دل مرچکے ہوں اِنہیں کیا — جہاں عید ہوگی وہاں عید ہوگی

ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے مدینہ طیبہ میں، عید کے دن اپنے خواص میں سے کسی کو خط لکھوایا، تو اس میں یہ شعر لکھوایا۔تو یہ انہوں نے پوچھا کہ **کَمْ بَقِیَ مِنَ السَّحَر**؟تو یہ سَحری ہے۔ سِحری نہیں، سحری تو جادو والے کھانے سے اللہ محفوظ رکھے۔

ایک مدنی بزرگ

اب یہ دہلوی بزرگ سوچنے لگے کہ اللہ! میں تو ابھی نکلا تھا اور کئی گھنٹے میں گذار کر آیا، اور دیکھا کہ جب مسجد میں داخل ہوئے، اندر پہنچے، تو جہاں سے یہ اُٹھے تھے، اور اس جگہ پر جو ہیئت تھی، کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے، کوئی قرآن پڑھ رہا ہے، وہ لوگ ابھی اپنی نماز میں اسی طرح مصروف ہیں۔ان کی وہ مغرب کے بعد کی نفلیں ختم نہیں ہوئیں اور ان کا افطاری کا کھانا ابھی ختم نہیں ہوا اور میں اتنا سارا وقت وہاں گذر کر آیا کہ انہوں نے لکڑیاں اکھٹی کیں، شکار کیا، ذبح کیا، پکایا اور وہ بھی اُس زمانہ کے چولہوں پر جس میں گھنٹوں صرف لکڑیاں جلانے میں لگتے ہیں۔

میں سوچ رہا تھا اور دل میں کہا کہ میں نے تو ان سے کہا کہ پندرہ بیس منٹ میں ہم پہنچیں گے مگر دیر ہوگئی۔تو ہمارے پاس تو وہ مدنی بزرگ والا تصرف نہیں تھا۔آپ لوگوں نے انتظار کیا، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سخاوت

یہ خُلقِ کریم کا ذکر ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کیا تھے اُس کا بیان ہے۔ تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھتیجے حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کو قصہ بیان کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بہت زبردست آپ کی سخاوت ہے، مشہور ہے اور ہونی بھی چاہئے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں بھی جو چیز انصار کے یہاں سے پڑوسیوں کے یہاں سے آتی تھی، تو وہ دوسرے گھر پہنچ جاتی تھی۔ آگے اس کو چلتا کر دیتے تھے۔ ہماری طرح سے جمع کرنے اور رکھنے کا دستور نہیں تھا۔

جواد کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو اس کے بعد تو دنیا جس طرح کڑوی اُن کی نگاہ میں ہونی چاہئے تھی، اور دنیا سے نفرت ہونی چاہئے تھی، وہ پہلے کے مقابلہ میں ہزار گُنا زیادہ ہو گئی ہوگی۔

اس لئے جب فتوحات کا دور شروع ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے قیصر اور کسریٰ کی دولتیں عطا فرمائیں، تو خلفاء خاص طور پر ازواجِ مطہرات کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں وہ بھیجتے وہ آگے فوراً اسی وقت خرچ کر دیتیں۔

ایک دفعہ ہزاروں کی تعداد میں دراہم آئے۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا یہ فلاں کو دے دو، یہ فلاں کو دے دو، فلاں کو دے دو۔ کئی ہزار تھے، وہ سب تقسیم ہو گئے۔ شام کو جب افطاری کا وقت ہوا، تو سوال ہوا کہ افطاری کے لئے کوئی چیز ہے؟ شام کے کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں، سب تقسیم کر دیا۔ تو خادمہ نے عرض کیا کہ آج وہ اتنے سارے آئے تھے، تھوڑا سا ہم رکھ لیتے، تو اس

وقت کام آتا، کھا سکتے تھے۔تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ اس وقت اگر تو یاد دلاتی تو کچھ رکھ لیتے۔تو یہ عادتِ شریفہ تھی، کہ جو آیا سارا تقسیم۔

ایک دفعہ حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے ایک کلمہ نکل گیا۔انہوں نے کہہ دیا کہ حضرت عائشہ جو کچھ بھی آتا ہے سارا خرچ کر دیتی ہیں، اور گھر میں فاقے ہوتے ہیں، کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا، استعمال کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی گھر میں، نہ کھانا، نہ پینا، نہ کوئی فرنچر (furniture) نہ کوئی کپڑے، کسی چیز کے لئے بھی نہیں رکھتی ہیں۔تو اب ان پر حجر کر دینا چاہئے، پابندی حکومت کی طرف سے کہ اُن کا تصرف باطل؛ یہ جو تصرف کریں، کسی سے لین دین کریں، ہدیہ دیں، یا کسی سے کوئی چیز بیچیں، خریدیں تو مجبور، تا کہ ٹھیک سے رہ تو سکیں، کھانا، پینا، اتنی تنگی، تکلیف تو نہ ہو۔

انہوں نے کس قدر سخاوت دیکھی ہوگی اور کس قدر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کو تکلیف میں دیکھا ہوگا، فاقوں کی زندگی، اور کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں وقت پر، تب جا کر اُن کی زبان سے یہ کلمات نکلے ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کسی طرح یہ کلمات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں پہنچ گئے، تو انہوں نے قسم کھالی کہ میں اُن سے عمر بھر بولوں گی نہیں۔کہ میرے متعلق یہ سوچتے ہیں، یہ کلمات انہوں نے کہے، جن کو میں نے بیٹے کی طرح پالا۔خیر لمبا قصہ ہے۔

بہر صورت، اُن کے ساتھیوں نے پروگرام بنایا۔اُنہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو آپ سے بہت ناراض ہیں اور خالہ جان کا اپنے بھانجے سے اس طرح ناراض ہونا، یہ اچھا نہیں ہے۔تو اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ جا کر اجازت لیں گے، اور آپ اگر اجازت لو گے تو وہ دروازہ نہیں کھولیں گی، لیکن ہم آواز دیں گے۔

صحابہ کرام اور تابعین خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، احادیث پوچھا کرتے تھے، دینی سوالات کیا کرتے تھے۔ تو اُن کے ساتھیوں نے جا کر دروازے پر دستک دی، پوچھا کون؟ تو عرض کیا عبدالرحمٰن۔ پوچھا کیوں؟ کہا کہ میں اور میرے ساتھی ہیں، ہم خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ تو دروازہ کھول دیا، پوچھا کہ ہم داخل ہوجائیں؟ فرمایا ہاں، ہوسکتے ہیں۔ عرض کیا ہم سب داخل ہوجائیں؟ صراحت سے پوچھا۔ فرمایا اس کی بھی اجازت ہے، سب کے سب داخل ہوجائیں۔

جب یہ اندر پہنچ گئے، تو کپڑے کا پردہ بیچ میں پڑا ہوا تھا۔ ساتھیوں نے حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جا کر خالہ جان سے لپٹ جاؤ، پیر پکڑ لو، معافی مانگو۔ یہ اندر داخل ہوگئے اور خالہ جان کے پیر پکڑ لئے ہیں اور رو رہے ہیں اور معافی مانگ رہے ہیں۔ ادھر سے یہ ساتھی سفارش کررہے ہیں کہ انہیں معاف کردیں، ان سے غلطی ہوگئی، تب جا کر بہت مشکل سے انہوں نے معاف کردیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تو معاف کردیا لیکن میں نے تو قسم کھائی تھی، اور وہ بھی اللہ کا نام لے کر، اللہ کے مبارک نام کی حرمت کو میں نے توڑا۔ لکھا ہے کہ جب اس قصہ کو یاد کرتیں اپنی قسم کو اور اس کے ٹوٹنے کو یاد کرتیں، تو رویا کرتی تھیں۔ اور اس کے کفارہ میں پچاسوں غلام انہوں نے آزاد کئے، حالانکہ قسم ٹوٹنے کے کفارہ کے لئے ایک غلام آزاد کرنا کافی تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ

یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کے ذیل میں ایک قصہ نقل کیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے کسی نے دستک دی، اجازت چاہی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس شخص کی آواز سنی، تو ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے قبیلہ کا کتنا برا انسان اور کتنا برا آدمی ہے، اپنے سارے قبیلہ میں سب سے برا آدمی جو

اس وقت آنے کے لئے اجازت مانگ رہا ہے۔

یہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اور اُدھر اس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر داخل ہونے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اندر آجاؤ۔ جب اندر آ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بڑا آؤ بھگت کیا، اُن کا اکرام کیا، بہت نرمی سے گفتگو فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بڑا تعجب ہوا کہ جب یہ آرہا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی برتاؤ بالکل جدا تھا، تو اس کے نکلنے کے بعد پوچھا کہ یارسول اللہ، قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْل۔ کہ آپ نے جو پہلے فرمایا تھا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا سب سے برا انسان ہے، برا آدمی ہے، مگر جب آیا تو آپ نے ان کے ساتھ کتنی نرمی سے گفتگو فرمائی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا عائشہ! سب سے بدترین شخص وہ ہے کہ لوگ کسی شخص کی بدزبانی سے بچنے کے لئے جو بات اس شخص کے متعلق دل میں ہے وہ نہ کہہ سکے، اور دوسرا برتاؤ انہیں اس کے ساتھ کرنا پڑے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کونین کی سیادت عطا فرمائی تھی، دونوں جہان کے بادشاہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص سے ڈرنے کی کیا ضرورت؟ مگر یہ امت کے لئے ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے تھا کہ اگر امت میں سے کسی کو ایسا موقع پیش آئے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

اس لئے کہ جتنی چیزیں انسانیت کو درپیش تھیں، اُن تمام چیزوں کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے عملی نمونہ پیش فرمایا۔ کیسے وضو کیا جاتا ہے، غسل کیا جاتا ہے، نماز پڑھی جاتی ہے، روزے، عبادات، معاملات، بیع، فسخِ بیع، تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر کر کے دکھائیں۔

بہت سے بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ عمر بھر بازار میں نہیں گئے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ زاہد کون ہوسکتا ہے؟ دنیا سے اور بازار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا لینا دینا؟

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار بھی تشریف لے جاتے تھے کیوں کہ یہ ایک انسانی ضرورت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک مرتبہ چاشت کے وقت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر آواز دی، فرمایا کہ یَا فَاطِمَۃ! اَیْنَ لُکَع؟ وہ چھوٹا کدھر ہے؟ اُس وقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے میں ذرا بازار لے جاتا ہوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ذرا اِس کو ٹھیک کر دوں، یعنی ذرا اس کا منہ صاف کر دوں، چہرہ صاف کر دوں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا منہ دھویا ہوگا، صاف کیا اور اُن کے گلے میں لونگ کا ہار ڈالا، یہ خوشبو کے لئے بھی، اور جراثیم سے تحفظ کے لئے بھی بڑا مفید ہے۔ اس کی خوشبو کی تیزابیت سے جراثیم منہ کے آس پاس ناک، آنکھ کان جہاں سے جراثیم داخل ہوتے ہیں وہاں تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اُٹھایا، تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے نانا جان سے مشابہ ہے۔ تو یہ بازار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا، یہ امت کے لئے، انسانیت کے لئے ایک عملی نمونہ کے طور پر ہے۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃ

جتنی چیزیں منصبِ نبوت کے منافی نہیں تھیں، وہ ساری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوئیں۔ ہر قسم کے معاملات، سودے، قرض لینا، قرض والوں کے کتنے سارے قصے ہیں۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، کرامات روز صحابہ کرام دیکھتے تھے، لیکن جب پانی، جہاں

سے وہم وگمان بھی نہیں، انسانی انگلیوں میں سے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک میں سے پانی نکلتا ہوا صحابہ کرام نے دیکھا، تو یہ قرض لینے کی کیا ضرورت؟ تو یہ ایک عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے تھا۔ چونکہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَة، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عملی نمونہ تھے، تو ہر چیز میں نمونہ پیش کرنا تھا، جتنی چیزیں انسانوں کو پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک پیش آسکتی تھیں۔

میں کے گلے پر چُھری

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لا رہے ہیں۔ پچھلا پہر شروع ہونے کو ہے، تمام صحابہ کرام تھکے ہوئے ہیں، سفر کی تھکاوٹ سے چور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل فرمائی، آناً فاناً سب کے سب سو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ سب اتنے تھکے ہوئے ہیں کہ کوئی آج رات بھر جاگتا رہے ایسا کوئی نظر نہیں آرہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کہ مَنْ يَكْلَؤُنَا ؟ کہ ہمیں کون جگائے گا، اگر ہم سب سو جائیں گے تو؟ حالانکہ پورا لشکر تھا، کئی سو کا لشکر تھا۔ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰه.

جب اس حدیث پر ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پہنچے ہیں، تو فرمایا کہ دیکھو! حضرت بلال نے عرض کیا کہ اَنـا. میرے پیارو! حضرت نے ہمیں، دورہ والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا، کہ میرے پیارو! کبھی 'میں' نہ کہنا، 'میں' کے گلے پر چُھری، یعنی جب بکری کو ذبح کیا جاتا ہے، تو بیچاری بولتی ہے میں میں، تو اسی پر چھری اسی وقت پھیری جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ 'میں کے گلے پر چھری'۔ یعنی اس اپنی اَنـا کو ذبح کر دینا، اُس پر چھری پھیر دینا۔ حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اَنـا تو اس طرح کا نہیں تھا، مگر حضرت نے لفظی مناسبت سے یہ ارشاد فرمایا، کہ کبھی بھی 'میں' نہ کہنا۔

اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ

یہ سب دنیا میں جتنا فساد ہورہا ہے، اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ، یہی اس کی جڑ ہے، کہ ہر شخص ہر چیز کے بارے میں یہی سمجھتا ہے کہ میں جو کہہ رہا ہوں، جو میری رائے ہے، یہ صحیح ہے، اور سامنے والے کی رائے غلط۔ اسی پر اصرار ہوتا ہے۔ آپس میں میاں بیوی کے جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں، ایک گھر میں گھر والوں کے ساتھ گھریلو جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں۔ ایک ادارے میں جھگڑے اسی سے ہوتے ہیں کہ اصرار ہوتا ہے کہ میں نے جو کہا تھا تو ایسا کیوں نہیں ہوا؟

اللہ اکبر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے علاماتِ قیامت میں سے بتایا ہے، کہ اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ کہ ہر شخص اپنی رائے پر مصر ہوگا، کہ جو جس طرح میں رائے دیتا ہوں، اسی کے مطابق ہونا چاہئے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میں کے گلے پر چھری کہ اَنَا نہ کہنا۔

فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اس کے لئے عملی نمونہ موجود

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ مَنْ یَکْلَؤُنَا ؟ کہ ہمیں کون جگائے گا؟ تو عرض کیا کہ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، میں جگاؤں گا۔ اب سب ہی تھکے ہوئے تھے، کتنا طویل راستہ طے کر کے تھکاوٹ سے چور سارے کے سارے، تو ان میں سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ وہ بھی ایک پالان سے ٹیک لگا کر صبح صادق کو دیکھنے کے لئے، آسمان کے کنارے پر جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے مشرق کی طرف منہ کر کے اس کو تک رہے تھے، اتنے میں ان کی آنکھ بھی لگ گئی۔ اب اُن کی آنکھ کھلی اس وقت کہ جب سورج ایک نیزہ اوپر چڑھ چکا تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زور سے ارشاد فرما رہے ہیں اللہ اکبر! اللہ اکبر! یہ کیا ہوگیا؟ اللہ اکبر! ہماری سب کی تو نماز قضا ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تک کا قضا ہو جانا، اب سینکڑوں بزرگوں کے حالات میں آپ

پڑھیں گے، کہ عمر بھر اُن کی تہجد قضا نہیں ہوئی چہ جائیکہ فجر کی نماز۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر بھی قضا۔ یہ بھی اُمت کے لئے عملی نمونہ قائم کرنے کے لئے، کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر قضا ہوئی۔ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے، تو اسے کیا کرنا چاہیئے، تو اس کے لئے عملی نمونہ موجود ہے۔

مشاجرات صحابہ

ایک مہمان آئے تھے، سعودی عرب سے، تو وہ مجھے کہنے لگے کہ کوئی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی علمی بات آپ مجھے سنائیں۔ تو میں نے یہ موضوع بسط کے ساتھ کافی دیر جس طرح حضرت شیخ بیان کیا کرتے تھے، اُن سے ذکر کیا۔

کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس کے بعد پھر سلسلہ آپ دیکھتے ہیں، کہ جو ایک شاندار دورِ خلافت نظر آ رہا تھا، اس میں اب کمی آنی شروع ہوئی، حضرت عثمان کے آخری دور میں، یہاں تک کہ آپ کے خلاف بغاوت ہوگئی اور باغیوں نے خلیفہ کے گھر کو گھیر لیا، اس میں داخل ہوگئے یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مصحف میں اُس وقت تلاوت فرما رہے تھے، تو شہادت کے وقت آپ کا جو خون گرا ہے قرآنِ کریم پر، تو وہ اِن الفاظ پر، ان کلمات پر صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ کہ اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے؟ تو حالات یہاں تک بگڑے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں، کہ خلیفۂ وقت کو شہید کیا گیا۔

جہاں اس وقت مسجدِ نبوی میں ہم داخل ہوتے ہیں بابِ جبرئیل سے، تو بابِ جبرئیل سے آپ داخل ہوں، تو بائیں طرف چند قدم کے بعد صفہ آتا ہے، جس صفہ پر فقراء صحابہ، اور طالبِ

علم رہا کرتے تھے۔ تو بابِ جبرئیل سے داخل ہونے اور اس صفہ کے درمیان میں دائیں طرف ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا، اب ختم کر دیا گیا ہے۔ وہاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا مکان تھا، اور وہاں آپ کو شہید کیا گیا تھا۔ تو اتنی بڑی سلطنت کا بادشاہ عثمان غنی، کہ دنیا میں اُس وقت اسلام کے علاوہ کوئی سلطنت نہیں تھی۔ سب سے بڑی حکومت مسلمانوں کی تھی، اور اُن کا بادشاہ، اور وہ بھی شہید ہوا اپنے گھر میں، دارالخلافتہ میں۔ خیر یہ بھی لمبی کہانی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شہادت یہاں ہوئی۔ پھر اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور آتا ہے۔ آپ کے دور میں پھر با قاعدہ مسلمانوں میں آپس میں جنگیں ہوتی ہیں اور دونوں طرف صحابہ کرام ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ سب سے محبوب لاڈلے داماد، ساری عمر کے رفیق، بچپن سے لے کر، اور خادم اور انتہائی محبوب خادم، چچازاد بھائی اور اُن کے ساتھ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت، اکثریت صحابہ کرام کی اُن کے ساتھ تھی۔ اور دوسری طرف کاتبِ وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور ان کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ، عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے داہیۃ العرب، عقلمند ترین صحابہ میں سے ان کے ساتھ ہیں۔

یہ جو جنگیں ہوئیں، تو میں نے یہاں پہنچ کر اُن سے کہا کہ یہ وہ نکتہ ہے جس نکتہ پر پہنچ کر بہت سے مصنفین اور اصحاب قلم جس کے مقدر میں ہدایت تھی، تو وہ محفوظ رہے، اور بہت سے یہاں پہنچ کر گمراہی کے شکار ہو گئے۔ پھر میں نے نام لیا، میں نے کہا اُن میں، ہمارے زمانہ میں مودودی صاحب تھے کہ انھوں نے خلافت اور ملوکیت کے نام سے ایک کتاب لکھ ماری۔ کہ خلافت کہاں تک تھی اور پھر ملوکیت کہاں سے شروع ہوئی۔ اور پھر اُس کتاب میں نہ معلوم کیا کیا لکھا، نعوذ باللہ!

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جن کو امت عثمانِ غنی کہتے ہیں، اُن کی شان کے خلاف کیا کیا لکھ مارا کہ اپنے اقرباء اور رشتہ داروں پر بیت المال کا خزانہ لٹایا۔ نعوذ باللہ! اللہ اکبر! جن کی

دولت سے، صحابہ کرام میں سے، سب سے زیادہ فائدہ اسلام کو پہنچا، وہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کو خورد برد کر سکتے تھے؟

جب کسی ادارہ کے مہتمم اور ذمہ دار جس کو وہاں کے لوگ انہیں معتمد سمجھتے ہوں، تو ان کے بارے میں وہ تصور نہیں کر سکتے ہیں کہ بھئی یہ خیانت کر سکتے ہیں، وہ خورد برد کر سکتے ہیں، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی محبوب داماد ذی النورین کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیسری بیٹی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان کی نذر کرتا۔ تو کب ایسا کر سکتے ہیں؟ لیکن انہوں نے لکھ مارا۔ کہ انہوں نے بیت المال کے خزانہ میں خورد برد کی، اور اقرباء پروری کے غلبہ میں اُن پر بیت المال کا خزانہ لٹایا۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جب قلم اُٹھایا، تو جب حضرت عثمان کے متعلق جو شخص یہ لکھ سکتا ہے، تو انہوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کیا کیا نہ لکھا ہوگا۔

ایک دفعہ امریکا کسی جگہ یہ موضوع چھڑ گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو واقعہ ہے۔ میں نے سوچا کہ اب یہ بیچارے، مبلغِ علم ان کا اتنا نہیں ہے کہ جس سے وہ علمی انداز میں سمجھ سکے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ اچھا! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آپ جب گھر واپس جائیں، اپنے یہاں اور دیکھے کہ والدین میں جھگڑا ہو رہا ہے، ماں اور باپ میں، تو آپ کس کی طرفداری کریں گے؟ ماں کی طرفداری کریں گے یا باپ کی؟ اب وہ چپ۔

فوراً چونکہ سمجھدار آدمی تھے، تو کہنے لگے کہ سمجھ میں آ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے جو آپس کے نزاع ہیں، جھگڑے ہیں، اُن کے متعلق لب کشائی کی ہمارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ جیسے وہاں ایک فرمانبردار اولاد کا کام یہ ہوگا کہ وہ بیٹھ کر روئے، آنسو بہائے، نہ ماں کی طرفداری کر کے باپ کو کچھ کہہ سکتا ہے۔ نہ ماں کو نہ باپ کو۔ دونوں میں سے کسی کو کچھ نہیں کہہ سکتا، وہ تو صرف روئے گا، افسوس کرے گا کہ والدین میں اس طرح یہ جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ اور جو بھی اس کے خلاف کرے گا، کسی ایک کی طرف داری کر کے دوسرے کے

خلاف زبان کھولے گا، تو دنیا بھی اسے بدخلق کہے گی اور شریعت نے بھی اس کی اجازت نہیں دی۔ تو میں نے کہا کہ یہی حال صحابہ کرام کا ہے۔

تو مشقِ ناز کردن

خون دو عالم میری گردن پر

یہ موضوع حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے علوم کی مثال دیتے ہوئے میں اُن کے سامنے بیان کر رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ جو چیزیں منصبِ نبوت کے شایان شان تھیں، وہ ساری کے ساری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود کرائی گئیں، اور جو چیزیں منصبِ نبوت کے منافی تھیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہوسکتی تھیں۔

جیسے اب تکمیلِ شریعت کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ سرقہ سرزد ہو، تاکہ نبی امت کو یہ بتائیں کہ اگر کوئی چوری کی واردات کرے یا قصہ پیش آئے، تو اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے۔ تو اس کا عملی طور پر اپنے ہاتھ سے نفاذ کرے۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو منتخب، مصطفیٰ اور مقدس جماعت کہ جس کے لئے سابقین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تمنا کی، تو اُن سے کب چوری سرزد ہوسکتی تھی، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے ہماری شریعت کی تکمیل کے لئے، ایک قصہ چوری کا بھی ہوا، اور زنا کا بھی۔ مرد کا بھی، عورت کا بھی، امرأۃ غامدیہ اور ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سنگسار کیا گیا۔

غامدیہ کے متعلق، **اُغْدُ يَا اُنَيْس ، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا**، اور ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔ ایک طرف آکر وہ عرض کرتے ہیں، اقرار کرتے ہیں، دوسری طرف سامنے آکر، چار دفعہ اقرار کے بعد آپ صلی اللہ وسلم سوال فرماتے ہیں تحقیق فرماتے ہیں، **اَلَمَسْتَ، اَمْ غَمَضْتَ** ، تم نے تو ایسا کچھ نہیں کیا ہوگا، کوئی سہواً چیز سرزد ہوئی ہوگی۔ لیکن جب انہوں نے اقرار کیا، چار دفعہ کے اقرار کے بعد پھر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے رجم کا فیصلہ فرمایا۔

جب ساری ساری عمر میں ایک رات کا تہجد ہزاروں بزرگوں سے ناغہ نہیں ہوسکتا، تو صحابی ہو کر، صحابی بن کر چوری کب کرسکتا ہے، زنا کب کرسکتا ہے، مگر یہ تکمیلِ شریعت کے لئے تھا۔ حکمت الٰہیہ اس میں کارگر تھی، اور حکمتِ الٰہیہ نے یہ سرقہ اور زنا کے واقعات سرزد کروائے۔ جب یہ مضمون حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بیان فرماتے تھے، تو اتنا روتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

تو مشق ناز کردن

خونِ دو عالم میری گردن پر

کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت ایسی مقدس ترین جماعت تھی، اوران کا ہم پر ایک عظیم احسان ہے کہ انہوں نے مکمل شریعت ہمارے سامنے پیش کی، **لَیْلُهَا کَنَهَارِهَا. لَیْلُهَا وَ نَهَارُهَا سَواء.** تو جو ہمارے سامنے مکمل شریعت ہے، آج، تو اس کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔

وہ چور بنے، وہ زانی بنے، اُن کے ہاتھ کاٹے گئے، اُن کو رجم کیا گیا، تو زبانِ حال سے وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ تو مشق ناز کردن۔۔ کہ الٰہی کوئی ویسی مستی کرنے کے لئے ادھر اُدھر بندوق چلاتا ہو، اور کسی کی موت واقعہ ہو جائے، تو یہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو کہہ رہے ہیں، کہ تو مشقِ ناز کردن۔ اور ساری دنیا بھی اگر مرجائے، قتل ہو جائے، تو اس کا خون میں میری گردن پر لینے کو تیار ہوں۔ تو صحابہ کرام نے اپنے آپ کو گویا پیش کیا اور اسی لئے ایک ایک واقعہ ان چیزوں کا سرزد ہوا۔

یہ چیز چونکہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور نبی کے منصب کے خلاف تھی کہ اُن سے زنا سرزد ہو، اُن سے سرقہ سرزد ہو۔ تو صحابہ کرام سے یہ چیزیں سرزد ہوئیں، حالانکہ یہ تصور میں نہیں آتا کہ ایک طرف وہ صحابہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادنیٰ سی تکلیف بھی نہ پہنچے،

ساری عمر کے لئے اس کا لحاظ رکھنے والے، تو اتنا بڑا گناہ کب کریں گے؟ مگر تکمیلِ شریعت کے لئے یہ اُن سے سرزد ہوا۔

اب آگے چل کر کے کچھ چیزیں ایسی تھیں، جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہو سکتی تھیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیاتِ طیبہ میں آپ کے سامنے بھی سرزد نہیں ہوسکتی تھیں۔مگر جو خلافت ہے، یہ نبوت کے جو مسائل تشنہ طلب رہ گئے تھے، اُن کی تشنگی دور کرنے اور اُن کی تکمیل کے لئے یہ مدت تھی۔

اس لئے یہ جو آپس کی جنگیں ہوئیں، وہ اس لئے ہوئیں کہ اگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی اگر باغی بنتا، اسلامی حکومت کا باغی بن کر کھڑا ہوتا، جو نبی کی مخالفت کرے تو وہ تو مرتد ہو جاتا۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی باغی بن کر صحابہ کرام میں سے کھڑا ہو ہی نہیں سکتا تھا، ورنہ اُن کا ایمان سلب۔ اس لئے اس کو مؤخر کیا گیا خلافت تک، اور خلافت کے زمانہ میں پھر یہ پیش آیا۔ کہ اگر کوئی اسلامی حکومت ہو اور اس میں اگر کوئی باغی بن جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اُن کے ساتھ قتال کیا جائے یا نہ کیا جائے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں جو صحابہ کرام کی ہزاروں کی تعداد میں، جمعیت کی موجودگی میں یہ واقعہ پیش آیا، تو اس میں فیصلہ ہوگا کہ قتال کیا جائے۔ تو قتال میں بھی، جو اُن کے مقابل اور باغی فوج کے لوگ پکڑے جائیں تو اُن کا کیا حکم؟ تو جیسے دنیا بھر کی، اب تک کے واقعات میں، جہاں جہاں صدیق اکبر کے دور میں جنگیں ہوئیں مخالفین سے، مشرکین سے، کفار سے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہوئیں، تو اُن کے جو آدمی پکڑے جاتے تھے، وہ غلام اور باندیاں بنائی جاتی تھیں، تو فرمایا کہ یہ حکم یہاں نہیں۔ تو یہ ایک طرح سے ان مسائل کی تکمیل تھی، عملی طور پر ان مسائل کو عملی شکل دینا تھا، اس لئے یہ سب واقعات پیش آئے۔

جب میں نے اُن کو یہ سب تفصیل سنائی، تو وہ رو رہے تھے، کہنے لگے کہ اوہو، میں نے تو

ہمیشہ، جس طرح آپ نے بتایا کسی ایک فریق کی طرف چلا جاتا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا تھا، کبھی حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کی طرف ذہن جاتا ہوگا، لیکن یہ آج سے میں ان تمام افکار سے توبہ کرتا ہوں، جو میں نے آج تک سوچا اللہ مجھے معاف کرے۔ یہ تو واقعی ان حضرات کی، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بھی، گویا کہ ایک بہت بڑی قربانی ہے، کہ انہوں نے ہمارے لئے شریعت کو مکمل کر کے پیش کیا۔

اور یہاں بھی پھر میں نے اُن سے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر ہیں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی باغی نہیں، مگر وہ مجتہدِ مخطی ہیں۔ وہ مجتہد تھے، انہوں نے اجتہاد کیا، حق کو معلوم کرنے کی، حق کو پانے کی کوشش کی، مگر اس میں اُن سے خطا سرزد ہوئی، اور وہ حق کو نہ پاسکیں۔ اور حق ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا باب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کا کوئی حصہ عطا فرمائے۔

اور یہ مجھے بڑا اپنے اوپر تعجب بھی ہوا اُس دن جب آپ لوگوں کی جلسہ کے دن دعوت آئی، تو میں نے ہنستے ہوئے کہا کہ میں تو ان کے جلسہ میں ختم کرانے کے لئے کبھی گیا نہیں۔ اور اِن کی بڑی آپا سب کراتی ہیں مجھے کیوں دعوت؟ تو کہنے لگے کہ نہیں آپ سال بھر گئے نہیں۔ میں نے کہا کہ میں گیا ہوں گا۔ کہنے لگے کہ آپ نہیں گئے۔

پھر میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ اِن کی رائے صحیح ہو۔ اس لئے کہ جب میں رمضان المبارک میں وہاں سے آیا تھا تو مجھے ہاتھ کی تکلیف تھی۔ اور رمضان کے بعد پھر آپریشن operation کی تیاری میں کئی مہینے گذر رے، پھر آپریشن ہوا، پھر اس آپریشن کے بعد اب تک بھی ہاتھ ذرا مکمل ٹھیک نہیں ہو پایا۔ اس لئے شاید ہوسکتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نہیں آیا تو میں نہیں گیا ہوں گا۔

معاف کیجئے، تو اس کے کفارہ کے طور پر آج تھوڑی دیر کے لئے حاضری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے دین کا کام لے، قبول فرمائے۔

سب سے بڑی دولت یہی ہے کہ انسان اپنی عاقبت کے لئے کچھ کر لے۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ دین کی خدمت لے لے، تو یہ سب سے بڑی اس کی سعادت مندی، اس کے لئے ہمیشہ حق تعالیٰ شانہ سے دعا گو رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے دین کا کام لے۔ اور دین کے کام تو لوگ کرنے والے بہت سارے ہیں، لیکن اس کی دعا ساتھ ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دین کا کام لے کر اسے قبول فرمائے۔ سب سے بڑی نعمتِ قبولیت آخرت میں، ورنہ بڑے سے بڑا عمل بھی کوئی درجہ نہیں رکھتا اگر وہاں سے مردود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔ **اللّٰھم صلِ علیٰ سیدنا ونبینا و حبیبنا و سندنا و مولانا محمد و بارک وسلم . ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار. و صلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد وعلی اٰله وصحبه وسلم.**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْد!

دوستو! مسجد کی تعمیر کے کارِ خیر پر آپ حضرات مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس کام کو قبول فرمائے، ہم سب کے لئے مبارک فرمائے، ہمارے لئے آخرت میں نجات کا ذریعہ اور دنیا میں امن، چین، سکون اور راحت کا ذریعہ بنائے۔

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

مسجد بنانا بہت بڑا کام، بہت بڑی دین کی خدمت ہے، لیکن۔۔۔آپ سوچیں گے کہ جب یہ کام اِتنا بڑا خیر ہی خیر ہے، پھر اِس میں اِستدراک اور لیکن کیوں؟

جیسے حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابرین میں سے ہیں۔ تھانہ بھون میں ایک مسجد ہوا کرتی تھی، اُس مسجد میں تین بزرگ ایک وقت میں رہا کرتے تھے، صفِ اول کے بزرگوں میں سے ہیں۔ ایک کونہ میں ایک بزرگ، دوسرے کونہ میں ایک بزرگ، اور مسجد کے دروازہ پر ایک چارپائی رہتی تھی جس پر حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہتے تھے۔

جب کوئی وہاں آتا تو حضرت اُس سے پوچھتے کہ بھئی! آپ کیوں آئے؟ دیکھو! اگر کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہو، تو ایک کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا محمد صاحب بیٹھے

ہیں وہ مسئلہ بتائیں گے،فتویٰ بتائیں گے،اُن سے جا کر پوچھو۔

اوراگر بیعت ہونے کے لئے ،مرید ہونے کے لئے آئے ہو،تو دوسرے کونہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ اِدھر یہ بزرگ بیٹھے ہیں، حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرماتے کہ اُن سے جا کر بیعت ہوجاؤ، اور اگر حُقہ پینا ہوتو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ۔

زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ؟

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگوں میں سے تھے، بہت اونچی نسبت تھی۔ کوئی صاحب اُن کی قبر پر فاتحہ کے لئے حاضر ہوئے ، وہ بھی صاحبِ دل تھے،اصحاب کشف میں سے تھے۔ جب وہ فارغ ہوکرلوٹنے لگےتو فرمایا کہ یہ تو بڑے عجیب بزرگ ہیں، مجھ سے پوچھا کیوں آئے؟ قبر میں سے پوچھ رہے ہیں۔

میں نے کہا کہ فاتحہ پڑھنے آیا۔توارشادفرمایا کہ مُردوں پر جا کر فاتحہ پڑھو۔حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ تو شہید ہوئے تھے،فرمایا کہ زندوں کے پاس فاتحہ پڑھنے آئے؟ قبر میں بھی وہی مزاح ہے،قبر میں پہونچنے کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے مراتب نصیب کرے کہ ہماری دنیا بھی اچھی رہے،آخرت بھی اچھی رہے۔

جنم روگ

حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کا لیکن مجھے یاد آگیا،اس پر ان کا یہ قصہ سنایا۔حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی بچہ لےکرآتا کہ حضرت !اِس بچہ کے لئے دعا فرمائیں، اِس نے قرآن حفظ کیا۔تو حضرت فرماتے حفظ؟ قرآن کِتنی بڑی دولت، اپنے لئے، خاندان کے لئے، کتنے ساروں کے لئے نجات کا ذریعہ،لیکن حضرت فرماتے کہ اِس کوتم نے جنم روگ کیوں لگادیا؟ حفظ کو جنم روگ فرمایا کرتے تھے۔

واقعی ہم اِس وقت ہمارے باٹلی ڈیوزبری کو دیکھیں، ہمارے بلیک برن کو دیکھیں، ایک طرف تو ہم خوشی مناتے ہیں کہ ماشاءاللہ! ہمارے یہاں درجۂ حفظ اِتنے سالوں سے ہے، بڑی خدمت ہورہی ہے، تو یہاں بھی ،ڈیوزبری اور باٹلی میں بھی چالیس سال سے زیادہ ہوگئے ہوں گے کہ درجۂ حفظ کی خدمات مسلسل اُس وقت سے جاری ہیں، اور سینکڑوں حُفّاظ ہر ٹاؤن میں ملیں گے۔

مگر اُن میں سے اللہ معاف کرے کتنوں کے متعلق آپ خوشی منا سکتے ہیں کہ اِنہوں نے قرآن حفظ کیا اور یاد رکھا۔ وہ اپنے متعلق یہ کہنے سے خود بھی شرمائیں گے کہ میں حافظ ہوں، اور آپ بھی تعارف کرانے سے شرمائیں گے کہ یہ حافظ قرآن ہے۔

اِسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تم نے اِس کو جنم روگ کیوں لگادیا؟ کہ اب ساری عمر کے لئے اِس کی حفاظت مشکل ، جیسے میں نے بتایا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کی حفاظت بیچارے نہیں کر پائے۔ حفظ تو کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اُنہیں دوبارہ اپنی زندگی کا یُوٹرن کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس راہ کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے ہیں واپس اُسی راستہ پرآئیں، قرآن کو دوبارہ حفظ کریں، اور جس طرح ہم مدارس قائم کررہے ہیں، اور اُس میں الگ الگ شعبہ جات ہوتے ہیں، تو یہ شعبہ بھی پُرانے حفاظ کے لئے ضرور ہونا چاہیئے کہ اُن کے سننے سنانے کا انتظام ہو۔

اِسی طرح آپ کی یہ مسجد بھی آپ نے بنائی، مگر اِس مسجد کے بڑے حقوق ہیں۔ مساجد تعمیر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کی حفاظت کا انتظام فرمائے۔

ابھی گذشتہ ہفتہ، لندن میں ایک رات میں کئی مساجد نشانہ بنائی گئیں۔ پتہ چلا چار مسجدیں نشانہ بنائی گئیں، ایک رات میں چار مسجد، اِس میں ہماری اپنی ایک مسجد بھی تھی۔ شاید چوری کے نام سے ہو، ڈاکہ کے نام سے ہو، کسی نام سے ہو لیکن نشانہ مسجد تھی۔ بلیک برن میں ایک مسجد کے ماتحت جو اسکول یا مدرسہ چل رہا ہے، اُسی رات یا ایک رات، دو رات آگے پیچھے تھی، ایک رات

میں چوبیس شیشے اُس کے توڑ دیئے گئے۔

یہ توڑنے والے جتنے مجرم ہیں، اِن مسجدوں میں جانے والے، چوری کرنے والے، نقصان پہنچانے والے جتنے مجرم ہیں، اُتنے ہی مجرم وہ ہیں جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک اسلام اور مسلمانوں کو اور مساجد کو، مدارس کو نشانہ بنا کر اُس کو برا بتایا اور غلط پروپیگنڈہ کیا۔

ہماری مساجد نشانہ پر، مکاتب نشانہ پر، مدارس، دارالعلوم وہ سب سے پہلے تھے۔ ابھی اُس دن ساتھی آئے کہ آپ مسجد کی افتتاح کے لئے دعا کے لئے آئیں، بتایا کہ اُس کا نام ہم نے **مسجدالہِدایۃ** رکھا ہے۔

اسلامی نظر میں، اسلامی نقطۂ نظر سے جو شہر مقدّس ہیں، تو برکت کی خاطر ان مقدس جگہوں کی طرف مسجدوں کو منسوب کیا جاتا ہے مثلاً مکی مسجد، مدینہ مسجد۔ کبھی افراد کی طرف، کہ مسجدِ سیدنا عمر، مسجدِ سیدنا ابوبکر صدیق، جامع صدیق اکبر، مسجدِ سیدنا عثمان، مسجدِ سیدنا علی۔ کبھی صفات کی طرف، کبھی ان صفات کے حاملین کی طرف۔ ہمارے یہاں بلیک برن میں ساجدین، صالحین نامی مساجد ہیں۔

الھدایۃ

آپ نے مسجد الھدایہ تجویز فرمایا۔ الھدایہ: ہمارے یہاں حنفی فقہ میں مہتم بالشان، عظیم الشان کتابوں میں سے جو حنفی فقہ میں ہیں، جس پر دنیائے اسلام کو ناز ہے وہ علامہ مرغینانی کی الھدایہ ہے۔ اِنہوں نے پہلے ایک چھوٹی کتاب لکھی بِدایہ، مختصر سی، پھر جب کسی نے کہا اُس کی شرح لکھو، تو اسّی (۸۰) جلدوں میں شرح لکھی، کفایۃ المنتھی۔ کہا یہ تو بہت بڑی ہوگئی اسّی جلدیں، تو اُنہوں نے پھر ایک درمیانی لکھی، الھدایہ، کل بِدایہ، ہدایہ، کفایہ تین شروح لکھیں۔

چار عظیم کتابیں

حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد حضرات نے، حضرت بنّوری رحمۃ اللہ

علیہ نے بھی نقل کیا، مولانا شبلی نے بھی نقل کیا، وہ فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جتنی کتابیں ہیں، اُن تمام کتابوں کو اُس کتاب کے لکھنے والے کے طرز پر میں لکھ سکتا ہوں، ہر کتاب کے متعلق گویا اُن کا دعویٰ ہے۔

دنیا میں ہزاروں لاکھوں کتابیں ہیں، خود اُن کی نظر سے ہزاروں کتابیں گذریں، وہ فرماتے ہیں کہ ہر کتاب کو دیکھ کر اُس لکھنے والے کے طرز پر میں اس جیسی کتاب لکھ سکتا ہوں سوائے چار کتابوں کے۔

قرآن کریم کا تو یہ دعویٰ ہے کہ اُس جیسی چھوٹی سی کوئی ایک آیت نہیں بنا سکتا، عربوں کو چیلنج کیا گیا۔ دوسری صحیح بخاری اور تیسری مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی۔ با قاعدہ مولانا روم کی مثنوی کا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں درس ہوتا تھا۔ فرمایا کہ چوتھی کتاب الہدایہ۔ ان تین کتابوں کو مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعجازی تصانیف گردانتے ہیں۔ یہ تینوں الہامی تصانیف ہیں۔

صاحب ہدایہ

اس لئے فرمایا کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ اِس کے جیسی کتاب نہیں لکھی جا سکتی، اور کون لکھ سکے گا؟ اُن کی طرح سے مجاہدہ کون کر سکے گا؟

اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ صاحب ہدایہ ہمیشہ روزہ سے رہتے، لیکن اُس عبادت میں بھی اِتنا اخفاء کہ اِس کے ساتھ اِس کا خیال ہوتا کہ اِس کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں روزہ سے ہوں۔ تو جس طرح ساری مخلوق دن میں ایک دو مرتبہ کھانا کھاتی ہے، اپنا کھانا اِسی طرح آنے دیتے، اور چپکے سے غرباء میں تقسیم کر دیتے، برتن خالی پھر دھو کر رکھ دیتے تھے، جس سے دیکھنے والا سمجھے کہ آپ نے کھانا کھالیا ہے۔ سالہا سال تک اپنے روزہ کو اِس طرح چھپایا۔

تفسیر جلالین

میں نے ایک دفعہ جب شروع میں، دارالعلوم ابھی شروع نہیں ہوا تھا، تو اُس وقت میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو عریضہ لکھا کہ حضرت! نو یا دس سال کا نصاب ہمارے یہاں جاری کرنا مشکل ہے، تو ہم چاہتے ہیں کہ اُسے مختصر کیا جائے۔

کچھ کتابیں حذف کر کے، میں نے وہی نصاب مختصر کر کے بھیجا جو ہمارے یہاں سینکڑوں سالوں سے رائج ہے، درسِ نظامی کے نام سے، یہ ملاّ نظام الدین فرنگی محلی کی طرف منسوب کتابیں جو اِس نصاب میں ہیں، وہ صدیوں سے اِسی طرح پڑھائی جاتی ہیں، تفاسیر کی بھی، فقہ کی بھی، حدیث کی بھی، تو کتابیں وہی تھیں، صرف اُس میں کچھ کتابیں حذف کی گئیں۔

میں نے سوچا کہ یہ جلالین، یہ تو صرف عربی میں قرآن پاک کا ایک ترجمہ ہے، تفسیر اِس میں بہت کم ہے، ترجمہ کے انداز پر ہے، اس لئے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا اور آپ کو تعجب ہوگا کہ کتنا اہتمام کیا گیا اِس کے ترجمہ میں بھی، یا اِس کی تفسیر میں کہ گننے والوں نے گنا، تو وہ بتاتے ہیں کہ الحمد سے لے کر سورۂ مزّمّل تک جتنے قرآن کریم کے کلمات ہیں اور حروف ہیں، اُتنے ہی اِس تفسیر کے ہیں۔ کتنی دقتِ نظر اور کتنا زبردست علم اور کس طرح گن گن کر حروف اُنہوں نے رکھے ہوں گے، کہتے ہیں سورۂ مزّمّل کے بعد قرآن کی تفسیر زیادہ ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے جو جواب تحریر فرمایا، اُس میں تحریر فرمایا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تو نے اپنے یہاں سے جلالین کے نکالنے کو کیوں سوچا؟ اِتنی مقدّس کتاب؟ اور یہ اگرچہ عام تفاسیر کی طرح لمبی تفسیر نہیں، مگر بطورِ ترجمہ کے اور تفسیر کے اُس میں جو کلمات بڑھائے گئے ہیں اس کی خوبیاں، اِس میں اس قدر خوبیاں ہیں کہ اُس کو سمجھنے والا اور بیان کرنے والا چاہئے، اور پھر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اِن ہاتھوں نے اس کو لکھا ہے جن کا مقام کیا ہے؟ جانتے ہو؟

ایک دفعہ حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مصر میں اپنے خدّام کے ساتھ عصر کی نماز کے بعد

ٹہل رہے ہیں۔ خدّام سے فرما رہے ہیں کہ اگر ایک چیز کا وعدہ کرو کہ عمر بھر جب تک میں زندہ ہوں وہاں تک کسی سے اِس کا تذکرہ نہیں کروگے، تو ایک بات میں تم سے کہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا ہم اِس کا وعدہ کرتے ہیں کہ اِس کو راز بنا کر رکھیں گے۔

حضرت نے فرمایا کہ چلو! پھر ہم مکہ شریف جا کر مغرب کی نماز پڑھتے ہیں، اور خدّام سے فرمایا کہ اچھا! اپنی آنکھیں بند کرلو۔ چند قدم آگے چلے، فرمایا آنکھیں کھول لو، تو اُنہوں نے دیکھا کہ ہم تو مکہ مکرمہ پہنچ گئے، وہاں حرم شریف میں حج کا موسم تھا، تو حضرت نے فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے یہاں کے فلاں فلاں مصری حاجی بھی یہاں نظر آرہے ہیں جو حج کے لئے آئے ہیں، تو ساتھیوں نے کہا ہاں! دیکھ رہے تھے، کہ یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے۔

فرمایا کہ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ تم تو اِن کو دیکھ سکتے ہو، اور تم دیکھ کر پہچان سکتے ہو کہ یہ فلاں ہے، یہ فلاں ہے، یہ آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر آپ کو نہیں پہچان رہے ہیں کہ آپ کون ہیں، مجھے دیکھ رہے ہیں لیکن پہچان نہیں رہے ہیں کہ میں کون ہوں۔ فرماتے ہیں کہ وہاں مغرب کی نماز حضرت نے پڑھی، ہم نے حرم شریف میں مغرب کی نماز ادا کی اور اُس کے بعد پھر واپس نکلے، حضرت نے فرمایا کہ آنکھیں بند کرو، چند قدم چلے، دیکھا کہ پھر مصر پہنچ گئے۔

جلالین کا نصفِ اوّل اُن کا لکھا ہوا ہے، نصفِ ثانی محلّی کا لکھا ہوا ہے، تو ایسی مقدّس ہستیوں کی یہ کتاب۔

ابھی جس طرح میں نے کہا کہ ان بچوں کے لئے کوئی نصاب بنایا گیا، ہم سے کہا جارہا ہے کہ ہم ایک نصاب لکھواتے ہیں، کتاب لکھواتے ہیں، اِس کا تم اپنے یہاں، اپنے نصاب میں اِضافہ کرو۔

اور کہنے والے تو کہتے رہے، لیکن جو لکھنے والے ہیں، اِس کام میں مددگار ہیں اُن کو بھی تو سوچنا چاہیئے، اور دس دفعہ سوچنا چاہیئے کہ یہ وہ مقدّس کتابیں ہیں، مقدّس ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہیں اور صدیوں سے جو پڑھائی جارہی ہیں اور جن کتابوں کے متعلق دعویٰ ہے کہ آج اب دنیا

ایک ہزار سال تک کے لئے بھی چلے، تو بھی اُس جیسی کتابیں لکھنے والا پیدا نہیں ہوسکتا، پھر بھی اپنی روزی روٹی کے لئے اُسی طرح چلتے رہنا اور کتابیں لکھ کر دینا، اپنے اوپر بھی، اِن مدارس پر بھی، اِس نصاب پر بھی کتنا بڑا ظلم ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول تصنیف

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنی کوئی بھی تصنیف چاہے اردو کی ہو، چاہے وہ عربی کی ہو کسی کو بتائے بغیر حضرت اُس کو طباعت کے لئے آگے دیتے نہیں تھے۔

حضرت نے ایک جگہ لکھا ہے کہ جب تک مفتی سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے، وہ اور مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری جو ترمذی کے استاذ تھے، بعد میں پاکستان چلے گئے، اِن دو کا نام لے کر فرمایا کہ جب تک یہ حضرات تھے تو میں اپنی جو کتاب لکھتا اُن کو دے دیتا کہ اِس میں جو چاہیں آپ حذف و اِضافہ کر سکتے ہیں۔

ایک اردو کا رِسالہ ہے، رسالہ اسٹرائیک جو حضرت کی تصنیف ہے، تو اپنے شاگرد، اپنے مرید حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ رِسالہ دیا کہ آپ اِس کو دیکھیں۔ تو ایک جگہ مفتی صاحب نے اشکال کیا تو حضرت نے اُس کو حذف کر دیا، حالانکہ مضمون صحیح تھا، بہت آسان ہے سمجھنا آپ کے لئے کہ کیا اشکال تھا۔

وہ مضمون یہ تھا کہ حضرت نے تحریر فرمایا کہ گناہ دو قسم کے ہیں۔ ایک گناہ کی قسم وہ ہے جو نفس کے غلبہ کی وجہ سے انسان کر لیتا ہے، جیسے چوری کرنا، چوری، زِنا، غصہ، غصہ میں جو کام ہو جائے، یہ سب اِسی زمرہ میں آتے ہیں۔

فرمایا کہ دوسرے گناہ وہ ہیں جو شیطانی اثر سے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ شیطانی اثر سے جو گناہ ہوتے ہیں حسد، تکبر، غیبت، یہ سب قلبی امراض ہیں جو شیطانی اثر سے ہوتے ہیں۔ یہ گناہ ایسے ہیں کہ انسان کرتے وقت بھی اُن کو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ جو شخص کسی سے حسد رکھتا ہے اُس کو مدتوں

خیال بھی نہیں آتا کہ یہ گناہ ہے۔ جو دوسروں کو حقیر، اپنے آپ کو بڑا اور اچھا سمجھتا ہے، تو وہ تو یہ سمجھے گا کہ یہ تو واقعہ ہے، اِس کو واقعہ اور حقیقت پر محمول کرے گا، اس کو کبھی خیال نہیں آئے گا کہ میں کسی گناہ میں مبتلا ہوں، اور تکبر اِتنا بڑا شیطانی گناہ ہے۔ اِسی طرح غیبت، کسی کی برائی کرنا۔

لیکن حضرت نے فرمایا کہ جو گناہ نفسانی اثر سے ہوتے ہیں، کرتے وقت بھی انسان اُسے گناہ سمجھتا ہے۔ کوئی مسلمان شراب خانہ سے نکلے گا تو اِدھر دیکھے گا اُدھر دیکھے گا کہ مجھے کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے؟ تو شرم محسوس کرے گا۔

لیکن یہ دوسری قسم کے گناہ جو شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں، اللہ ہماری مسجدوں کو محفوظ رکھے، ہمیں مسجد میں غیبت سے، تکبر سے، حسد سے اِن چیزوں سے بچائے، اللہ کے مقدس گھر میں بھی یہی گناہ، وہاں بھی اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ جب یہ گناہ انسان کرتا ہے اُس وقت بھی اِس کو گناہ نہیں سمجھتا ہے، تو جب گناہ ہی نہیں سمجھتا تو اُس کو اس سے توبہ کی توفیق کب ملے گی؟

حضرت مفتی صاحب نے اِس پر اشکال کیا کہ عوام اِس کو سمجھ نہیں پائیں گے اور وہ اِن چیزوں کو دوسرے قسم کے جو نفسانی گناہ ہیں اِن کو ہلکا سمجھیں گے پہلی قسم کے مقابلہ میں، حالانکہ کبیرہ گناہ یہ بھی ہیں، کبیرہ وہ بھی ہیں۔ تو حضرت نے فوراً اُس کو حذف کروا دیا، کتابوں کے بارے میں اِس قدر احتیاط، اور اپنے بارے میں ہرگز اِس کا دعویٰ نہیں کہ ہم کوئی چیز، کوئی کتاب لکھ سکتے ہیں اور اپنی تقصیر ہر وقت مدِّ نظر رہا کرتی تھی۔

مشائخ احمد آباد

میں نے مشائخ احمد آباد لکھی، کتنی مدت تک پڑی رہی۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم تشریف لائے، تو اُن کے ساتھ نظامی صاحب تھے، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی کے شعبۂ تاریخ کے ڈائریکٹر، تو اُنہوں نے کہا کہ وہ آپ کے مضامین میں نے

معارف میں پڑھے، آپ اُن کو طبع کیوں نہیں کرواتے؟

میں نے مسوّدہ بتایا، میں نے کہا کہ تیار ہے لیکن ہمت نہیں ہوتی، تو وہ کہنے لگے کہ تم مجھے دے سکتے ہو؟ تو میں نے وہ کتاب اُن کو دی۔

دو ہفتہ کے بعد اُن کا فون آیا، ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب کے گھر سے اُن کے والد صاحب نے فون کیا کہ وہ کتاب میں نے ساری پڑھ لی، یہ تو طباعت کے لئے بالکل تیار ہے، آپ پریس میں دے دیں، بس اُس میں ایک کمی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟

کہنے لگے کہ اِس پر ایک مقدمہ آپ لکھیں، میں نے کہا کہ ایک دو صفحہ کا مقدمہ لکھنا آسان ہے۔ کہنے لگے نہیں! اِس طرح نہیں، بہت مبسوط مقدمہ جس طرح آپ نے بزرگوں کے، صرف احمد آباد کے پانچ سو بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، تو اِس طرح شہر پر ایک مقدمہ ہونا چاہئے، جس میں شہر کے حالات ہوں، تب میں نے کچھ اسّی نوّے صفحات کا مقدمہ احمد آباد شہر کے متعلق بڑھایا اور کتاب کو طباعت کے لئے بھیجا۔

اپنی جو کاوشیں ہوں، اُس کو انسان اِس قابل سمجھے کہ میری یہ تحریر اِن مدارس میں پڑھائے جانے کے قابل ہے، اِن بچوں کو جو صدیوں پرانی کتابیں پڑھ رہے ہیں، اُن سے اُن کو ہٹا دیا جائے اور ہماری یہ کتاب پڑھائی جائے، اِناللہ وانا الیہ راجعون۔

غرض یہ ہماری مساجد نشانہ پر ہیں، مدارس نشانہ پر ہیں اور ایسے حالات میں آپ نے مسجد تعمیر کی، اللہ تعالیٰ اِس مسجد کو محفوظ رکھے، مسجد والوں کو محفوظ رکھے، اِس مسجد کو دینی تعلیم کا ذریعہ بنائے، اِس میں پڑھنے پڑھانے والوں کو قبول فرمائے، اِس مسجد کا تعاون کرنے والوں، سب کو قبول فرمائے۔

جس طرح میں نے بتایا کہ جس طرح ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ حافظ کے متعلق کہا کرتے تھے کہ تم نے اِس کو ساری زندگی کے لئے مرض کیوں دے دیا؟ تو اِس طرح یہ بھی، مسجد تو بنالی، لیکن جو مسجد کے حقوق ہیں، ان کا بھی ہر وقت اِس کا خیال لگا رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کا حق ادا

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تمام عبادات کا مجموعہ

مسجد کو مسجد کہا ہی جاتا ہے اس لئے کہ وہ سجدہ کی جگہ ہے، اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو نماز کے نام سے ایک عبادت دی ہے، ابنِ عربی صوفیہ کے بہت بڑے امام ہیں، اُن کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر مخلوق ﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ﴾ ہر وقت اللہ کی عبادت اور تسبیح میں، اللہ کی ہر مخلوق ہر وقت اُس کی عبادت میں لگی رہتی ہے، ایک آن کے لئے اُنہیں غفلت نہیں ہوتی، مگر انسان ہے کہ جو اپنے مالک سے غافل ہو جاتا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ درخت ہر وقت قیام میں ہیں، تو قیام یہ درختوں کی عبادت، اور چوپائے، جانور یہ ہر وقت رکوع میں ہیں، اور زمین پر رینگنے والے حشرات، سانپ بچھو وغیرہ ہر وقت سجدہ میں ہیں۔ تو یہ تمام مخلوق میں سے ہر مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایک الگ الگ عبادت کا حکم دیا ہے، پھر اس کے مجموعہ کا حکم مسلمانوں کو دیا ہے کہ یہ تمام مخلوق کی تمام عبادات کا مجموعہ تمہارے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ یہ جو نماز ہے، جس میں قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے سجدہ بھی ہے۔

نماز کی اہمیت

یہ نماز کسی حال میں معاف نہیں، جو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے رکوع سجود کے ساتھ، تو اُس کو مکمل طور پر ادا کرنا چاہیئے، اُس میں بھی اگر مکمل طور پر رکوع کر سکتا ہے اور رکوع میں نہیں گیا ذرا سا جھکا اور اُٹھ گیا، تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔

یہ نماز ہر حال میں فرض، جو قیام رکوع سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہو اُس کے ساتھ ادا کرنا فرض، جو قیام نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے، لیٹ کر بھی پڑھنے کی طاقت نہیں ہے تو اِشارہ سے پڑھے، اور جو اِشارہ سے بھی نہیں پڑھ سکتا اگر وہ نماز کو سمجھ سکتا ہے

کہ نماز کا وقت ہوگیا اور مجھے نماز پڑھنی چاہیئے، تو یہ مریض جب نہیں پڑھ سکتا تو اِسے فِدیہ دینا چاہیئے۔ ہمارے یہاں فِدیہ مقرر ہے کہ فِدیہ دے دے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس حال میں بھی نماز معاف نہیں ہے، اگر آپ اُس سے کہلوائیں، صرف اللہ اکبر کہہ سکتا ہے، تو جس طرح ہمارے یہاں ایک نماز کے بدلہ میں فِدیہ ہے، اِس طرح اُن کے یہاں اگر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اُس کے بدلہ میں سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر صرف کہہ دے اللہ اکبر! تو اُس کی نماز ہوگئی، اور اُن کے یہاں پھر بعد میں اگر وہ صحیح بھی ہوگیا تو اُس کی قضا بھی نہیں، تو یہ نماز کی اہمیت ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ کسی حال میں نماز معاف نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نمازی بنائے، ہمارے بچوں کو، خاندان کو، گھر والوں کو سب کو نمازی بنائے، ہمیں مسجد کو آباد کرنے کی توفیق دے، ہمارے گھروں کو بھی مسجد بنانے کی توفیق دے، درود شریف پڑھ لیں۔

اور یہ جو موجودہ حالات ہیں اُس کے لئے ضرور دعا کیا کریں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس طرف یہ حالات گامزن ہیں، جارہے ہیں، اِن کو لے جایا جارہا ہے، اِس سے ہماری حفاظت فرمائے، عمدًا، جان بوجھ کر ایک پلان کے تحت، ایک طرف لے جایا جارہا ہے کہ یہ لباس، یہ اسلامی لباس، اِس کو خطرناک قرار دیا گیا، یہ مسجدیں، اِس کو بتایا گیا کہ خطرناک جگہیں ہیں، یہاں جانے والے لوگ برے ہیں، مدرسہ برا، مدرسہ میں پڑھنے والے برے، یہ کتابیں بری، اِنا للہ واِنا الیہ راجعون۔

آپ مشائخ احمد آباد میں دیکھیں گے کہ صدیوں سے یہی کتابیں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، کوئی اُس میں کسی ایک قسم کی نہ دہشت گردی سکھائی جاتی ہے، نہ کسی کو جوشیلا بنایا جاتا ہے، نہ بڑھا کر جوش بڑھایا جاتا ہے، حالانکہ انسانوں کو فرشتہ بنانے کی صفات اُس میں مذکور ہیں، کہ انسانوں سے کہا جاتا ہے کہ ملکوتی صفات اختیار کرو، شیطانی اور نفسانی صفات اپنے اندر سے ختم کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن حکّام کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَسَنَدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

الحمدُ لِلّٰہِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

أمَّا بَعْد!

اِس وقت آپ کے سامنے جس طالب علم نے نعت پڑھی یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب جامعہ حسینیہ راندیر رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نواسے کو بھی اپنے نانا کی طرح بنائے، اور غالبًا یہ نعت بھی خود حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب کی ہے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کل رات ہی کسی کا فون آیا تو اُنہوں نے کہا کہ ایسا نام بتائیں کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی آجائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام یا اُس کی کوئی صفت آئے، تو میں نے کہا اُس کے لئے سب سے اچھا نام احمد اللہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں محمد بھی ہوں، احمد بھی ہوں۔ وہ بیچارے بالکل ناواقف معلوم ہوتے تھے، میں نے اُن کو حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا تھوڑا سا تعارف بتلا دیا۔ میں نے کہا بہت بڑے شیخ الحدیث تھے، پینتیس سال تک جامعہ حسینیہ راندیر میں اُنہوں نے بخاری شریف پڑھائی، اور بخاری شریف جیسی کتاب کے متعلق اُن کا حال یہ تھا، آج کل ہمارے یہاں جو فتنہ چل رہا ہے جگہ جگہ سلفی (یعنی غیر مقلدین) ہمارے نوجوانوں کو کہتے ہیں کہ تم نماز غلط پڑھتے ہو، نماز میں یوں کرتے ہو، اُس کی کیا اصل؟ تو اُن بیچاروں کو کیا پتہ کہ ہمارے اکابر صرف حدیث پڑھاتے نہیں تھے، بخاری شریف پڑھاتے نہیں تھے، بلکہ اُس کو پیئے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ایک مرتبہ گنگوہ میں غیر مقلدوں نے ہمارے اکابر کو چیلنج کیا، تو اکابر سے پہلے دارالعلوم دیوبند سے چند طلبہ پہنچے۔ اُس وقت اُن طلبہ میں جو منتہی طلبہ تھے، یا فارغ ہو چکے تھے اور فارغ ہو کر تخصص کر رہے تھے، اُن میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، تو وہاں عشاء کے بعد قبل اِس کے کہ اور اکابر اور بزرگ پہنچیں، یہ نوجوان پہنچ گئے، اور اُنہوں نے بات چیت شروع کر دی۔

کسی بات پر مخالف فریق کہنے لگا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ یہ بخاری شریف میں ہے؟ تو یہ نوجوان تھے اور وہ جو غیر مقلد عالم تھے وہ معمر تھے، کہنے لگے بیٹا بخاری شریف تم نے پڑھی ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ میں سناؤں؟ یہ فرما کر حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھنا شروع کیا، ایک صفحہ، دو صفحے، تین صفحے، جب کئی ایک صفحے پڑھتے چلے گئے تو آخر وہ بھی عالم تھا، بیچارا اسٹیج پر سے اترا اور گھر کی راہ لی۔ اُس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اِس طرح بخاری شریف کے بھی حافظ ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا احمداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کا بھی حال یہ تھا کہ حضرت کو دور دور سے لوگ تقریر کے لئے بلاتے اور حضرت ساری رات، ادھر کہیں رات کو ایک ڈیڑھ بجے تک کوئی جلسہ رہتا، وہاں سے حضرت فارغ ہوتے اور صبح تک کہیں راندیر پہنچتے، ایک آدھ گھنٹہ بھی اُن کو مشکل سے نیند ملتی ہوگی، اِسی حال میں مدرسہ تشریف لاتے اور پڑھانا شروع کرتے۔ تو ہمیشہ، ایک دفعہ نہیں، ہمیشہ ایسا ہوتا تھا کہ جب کبھی حضرت سفر سے واپس تشریف لائے اور پڑھا رہے ہیں، تو پڑھاتے پڑھاتے فرماتے کہ اِس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔اور سو گئے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔۔۔کر کے سو گئے۔

اب طلبہ بیٹھے ہوئے ہیں، ایک منٹ، دو منٹ، تین منٹ، خراٹے کی آواز آرہی ہے، اور ایک دم اچانک دو تین منٹ کے بعد وہی جملہ پورا کریں گے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس سے نماز ٹوٹ جائے گی، اور مالکیہ یہ کہتے ہیں، سب کے دلائل، دلائل کا، مسائل کا اور بخاری شریف کا اِتنا استحضار تھا ۔

اب یہ طالب علم جس نے یہ نعت پڑھی، جب یہاں ریونین سے یہ آنے والا تھا تو اُسی رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت مولانا احمداللہ صاحب تشریف لائے، تو میں نے خواب بیان کیا کہ میں نے آج حضرت کو دیکھا، کیا بات ہے؟ کیوں دیکھا ہوگا؟ تو ابھی شام نہیں ہوئی کہ یہ اور اِن کے والد ملنے کے لئے آئے، میں نے کہا دیکھو! اِس کی تعبیر پوری ہوگئی۔

مشایخ راندیر

میں تو اپنے متعلق کہا کرتا ہوں کہ میرے ایمان کی مضبوطی کے لئے صرف یہ خواب ہی کافی ہیں، کہ حضرت مولانا احمداللہ صاحب، حضرت مولانا سعید صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ اور ایک حضرت مولانا صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ایک مرتبہ میں نے اِن سب کو خواب میں دیکھا کہ مخصوص ٹوپیاں یہ حضرات پہنتے تھے، اونچی سی، گول سی تو وہ ٹوپی ہوتی تھی، تو وہ ٹوپی سب نے

ایک جیسی پہن رکھی ہے، اور میرے یہاں تشریف لائے، اور بیٹھک میں آکر سب کے سب بغیر بات چیت کئے چپ چاپ بیٹھ گئے، جیسے کسی کے یہاں تعزیت کے لئے لوگ جاتے ہیں اور چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں، تو بالکل خاموشی کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ گئے، بہت دیر تک بیٹھے رہے۔

میں بہت متفکر ہوا کہ یہ کیا بات ہوگی؟ کہ اِس طرح یہ سب حضرات تشریف لائے مرحومین، دوسرے دن اطلاع آئی کہ حضرت مولانا بورسدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا، تو وہ بھی ایسی ہی ٹوپی پہنتے تھے، تو ایمان کا خواب سے اِس طرح تعلق کہ آخر کوئی بات تو ہے کہ اِن سب کو پتہ چل جاتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اُدھر وہ لسٹ دیکھ لیتے ہیں۔

یہ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے ہمارے اکابر میں حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سال تک ہمارے یہاں بخاری شریف پڑھائی، اِنہیں کے متعلق گذشتہ کل ہی اُن کے صاحب زادہ نے مجھے بتایا کہ اُن کے گھر ولادت ہونے والی تھی، تو حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے گھر والوں نے خواب میں دیکھا، اور بیٹے کا نام بھی دے رہے ہیں اور صاف بتارہے ہیں کہ صور الحق آنے والا ہے۔ دو ہفتہ کے بعد بیٹے کی ولادت ہوگئی، پھر وہی نام رکھا گیا جو حضرت نے خواب میں دیا تھا۔

ایک عجیب اندر اندر سلسلہ ہے، یہاں سے ہم کو کچھ نظر نہیں آتا، جن کی آنکھیں ہوتی ہوں گی، وہ تو کچھ دیکھ لیتے ہوں گے، مگر ہمیں اِن ظاہری آنکھوں سے کوئی چیز نظر نہیں آتی، مگر حق تعالیٰ شانہ کا ایک پورا انظام ہے، پورا سلسلہ ہے، حق تعالیٰ شانہ ہماری دل کی آنکھیں کھول دے تو ہم بھی بہت کچھ دیکھ سکتے ہیں۔

آج آپ کی صحیح مسلم کے درس کی حدیث جو چل رہی تھی وہ اِسی سے متعلق تھی، مجھے اِنہوں نے بتایا کہ حدیثِ جبریل چل رہی تھی، اور اُس میں آگے آج کا سبق تھا مَا الْاِحْسَانُ، جبریل امین آکر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کرتے ہیں اس میں ایک سوال ہے

کہ مَاالْاِحْسَانُ ،احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ '' یہ اِس سے پہلے آپ کو سبق یاد ہوگا کہ دو سوال تھے مَاالایمان، مَاالاسلام ،اور یہ سوال ہے مَاالْاِحْسَانُ،تو آج الحمداللہ! ایمان بھی موجود ہے، اسلام بھی موجود ہے، کتنی بڑی تعداد میں دنیا میں مسلمان ہیں، اور عملی طور پر اسلام کو دیکھنے کے لئے آپ دیکھیں کہ دنیا کے کسی کونہ میں چلے جائیں وہاں مساجد آباد ہیں۔

زکریا مسجد کا ابتدائی حال

ماشاءاللہ، آپ کی یہ مسجد کس قدر آباد ہے۔مگر جب اِس مسجد میں، میں نے سب سے پہلا جمعہ ۶۸ھ میں پڑھایا تھا، اُس کے بعد ہفتہ کا دن گذرا تو ماشاءاللہ پانچوں نمازیں ہوئیں۔ اتوار کا دن گذرا، پھر مجھے شام کو دوست کہنے لگے کہ دیکھئے! یہ ہفتہ اتوار کو تو چونکہ چھٹی تھی اِس لئے مصلی تھے نمازوں میں، عشاء میں بھی اور فجر میں بھی ،مگر اب سارا ہفتہ سب کے سب کام پر جائیں گے،تو عشاء میں اور فجر میں، یہاں ایک ہمارے دوست تھے حاجی صاحب سولیسٹر، وہ اور اُن کے ساتھی مجھے کہنے لگے کہ آپ عشاء میں بھی نہ آئیں اور فجر میں بھی نہ آئیں۔اِس لئے کہ اِن نمازوں میں کوئی نہیں آئے گا، خدانخواستہ رات کو آپ اکیلے عشاء کی نماز میں آئیں گے، اکیلے واپس جائیں گے، کہیں راستہ میں آپ کو کوئی گورے مل جائیں گے ،شرابی مل جائیں گے،اور آپ کو کوئی تکلیف پہنچائیں، اِس سے بہتر یہ ہے کہ آپ نہ آئیں۔

میں نے اُن سے عرض کیا کہ نہیں! میرا کام تو یہ ہے کہ میں آکر مسجد کھولوں گا، اور کوئی نہیں ہوا تو اذان دے دوں گا، انتظار کروں گا، تو واقعی جیسا اُنہوں نے کہا تھا، کبھی کبھار تو کوئی آجاتا تھا ورنہ عشاء میں اور فجر میں کوئی ہوتا ہی نہیں تھا، اِس لئے کہ سب کام پر ہوتے تھے۔

سب سے پہلے عشاء کی نماز میں نندیوار والے یونس بھائی وہ پابندی سے عشاء کی نماز میں آنا شروع ہوئے ،تو مجھے اِتنی خوشی ہوئی کہ الحمدللہ! چلو نماز کے لئے ساتھی مل گیا، وحشت بھی ہوتی

تھی، گھر سے یہاں تک آنے جانے میں کافی ڈر بھی محسوس ہوتا تھا، اور فجر کی نماز میں ایوب چوہان، وہ کہیں ہسپتال میں کام کرتے تھے وہ شروع ہوئے، تو یہ اِس مسجد کی ابتداء ہے، اور اب حال دیکھئے، الحمدللہ! پانچوں نمازوں میں ساری مسجد بھری ہوئی ہوتی ہے۔

یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ میں نے اِن حالات کے پیشِ نظر حضرت کو اُس زمانہ میں لکھا تھا کہ حضرت میں یہاں آ تو گیا ہوں، مگر یہاں کا تو یہ حال ہے، مسجد کا یہ حال، نمازیوں کا یہ حال ہے، اور یہ کام تو صرف قرآنِ پاک حفظ کر کے بھی ہوسکتا تھا، اتنے سال تک جو کچھ پڑھا ہے، چندسال اگر یہاں رہیں گے تو سب ضائع ہو جائے گا۔ تو میں تو رو رہا ہوں کہ یہاں مسجد بھی نہیں، مکتب بھی نہیں، تھوڑے سے بچے ہوتے تھے، تقریباً ایک سو بیس پچیس تک مدرسہ میں بچے ہوں گے۔ یہ اوپر کا سب حصہ ویران تھا۔

قیام دارالعلوم

میں نے عرض کیا کہ یہاں کا ماحول ایسا ہے کہ یہاں رہنا مشکل ہے، میں واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یہاں واپسی کا ارادہ نہ کرو، تم وہیں رہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں وہاں ایسا دارالعلوم شروع کرادے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس ہو۔

اب میں تو رو رہا ہوں کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے اور حضرت فرماتے ہیں کہ نہیں! وہاں سب کچھ ہوگا کہ دارالعلوم بھی بنے گا اور حدیث اور تفسیر کا درس بھی ہوگا۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ مرحومین بھی اوپر سے دیکھ لیتے ہیں، تو اسی طرح بزرگانِ دین بھی، حق تعالیٰ شانہ جن کو بصیرت کی نگاہ عطا فرماتے ہیں وہ بھی دیکھ لیتے ہیں، تو حضرت دیکھ کر فرما رہے ہوں گے کہ تم واپس آنے کا ارادہ نہ کرو، وہیں رہو، اللہ تعالیٰ کی ذات سے بعید نہیں ہے کہ تمہارے ہاتھوں اللہ تعالیٰ وہاں ایسا دارالعلوم شروع کرادے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس

ہو۔ پھر الحمدللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کی اِن دعاؤں کے صدقہ یہ کیا کہ دارالعلوم بھی شروع ہوا، اورسب سے پہلا بخاری شریف کا ختم حضرت ہی نے کرایا اور حضرت اِس مسجد میں بھی تشریف لائے، یہاں اِس جگہ حضرت تشریف فرما ہوئے تھے۔

اِس جگہ سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں، یہاں ہم اعتکاف کیا کرتے تھے، اِس کونہ میں، جہاں ہمارے مرحوم پاشا صاحب تھے، وہ کوشش یہ کرتے تھے کہ روز ایک قرآن شریف پڑھیں، روز ایک قرآن شریف پڑھنے کی پابندی کرتے تھے، یہیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، مسلسل پڑھتے رہتے تھے۔

زکریا مسجد میں پہلا اعتکاف

یہاں اعتکاف میں ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا، تو چونکہ کھڑکی اوپر کو ہے، اس لئے میں نے گھڑی پہلے تو نیچے رکھی تھی، پہلی رات تو سرہانے کے پاس رکھی، صبح اٹھنے کے لئے جو وقت میں نے سیٹ کیا تھا، تو دیکھا کہ اُس وقت میری آنکھ جو کھلی، وہ کسی کے نوک کرنے پر کھلی، لکڑی کے ساتھ وہاں اس طرح کسی نے نوک کیا، میری آنکھ کھلی، میں نے دیکھا کہ الارم تو اُس کا بٹن آف تھا، بند تھا، تو میں نے سوچا کہ مجھے یہ وہم ہوگا کسی کے نوک کا، اور میری الارم میں نے خود ہی نیند میں بند کر دیا ہوگا، جب الارم بجا ہوگا تو بند کر کے میں سو گیا ہوں گا۔

میں نے دوسری رات کو گھڑی اوپر رکھ دی، یہاں اوپر کھڑکی کے پاس تا کہ میں نیند میں سے اُٹھ کر اُس کو بند کروں، تو میں جاگ جاؤں، تو دوسری رات پھر ایسا ہی ہوا کہ کوئی نوک کر رہا ہے، میری آنکھ کھلی، تو میں نے اُٹھ کر گھڑی دیکھی تو پھر اُس کا بٹن دبا ہوا۔ تیسری رات پھر میں نے گھڑی وہاں اوپر رکھی اور اُٹھانے والے نے اِس طرح اٹھایا۔

میں نے جب گھڑی دیکھی، تو اُس کو مروڑ کر توڑ دیا تھا، اُس کی کمان ہی توڑ دی، اُس نے کہا کہ جب میں روز جگاتا ہوں تو تمہیں اِس کو رکھنے کی ضرورت کیا ہے؟

صفتِ احسان

آپ حضرات نے ماشاء اللہ اِس مسجد کو بہت زیادہ آباد کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید آباد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تمام مساجد کو اِسی طرح آباد فرمائے، (آمین) تو یہ ایمان بھی ہے، اسلام بھی ہے، اسلام کے اعمال بھی ہیں، مساجد بھی آباد ہیں، مگر سب سے بڑی کمی امت میں جس چیز کی ہے یہ آج کا آپ کا سبق، **ما الاحسان**، تو فرشتہ نے پوچھا کہ احسان کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ کہ "**اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ یَرَاکَ**" اور اب اس چیز کی جو کمی ہے امت میں اس کے ذمہ دار دو طبقے ہیں۔ ایک پہلے علماء کا طبقہ اور دوسرے نمبر پر حکام کا طبقہ، یہ صفت احسان کی علماء نے اپنے اندر سے کھو دی، جس کے نتیجہ میں تمام دنیا کے اندر فساد پھیلنا شروع ہوا، ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جتنے بڑے بڑے سلاطین ہوتے تھے، اُن کی تاریخ اُٹھا کر آپ دیکھیں تو اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ فلاں بزرگ سے بیعت تھے، فلاں بزرگ کی خدمت میں رہتے تھے۔

احمد آباد کے بانی سلطان احمد

یہ گجرات کا شہر احمد آباد، سلطان مظفر شاہ یہاں کا سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے، تو اِس کا بانی سلطان احمد ہے جس نے یہ شہر بنایا۔ اُس کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ شیخ احمد کھٹوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔

اُس نے اپنے شیخ سے درخواست کی، عرض کیا کہ حضرت! میں حضرت خضر کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ بہت اچھا، تم ایک چلہ اعتکاف کرلو، تو کتنی بڑی سلطنت کا وہ بادشاہ، مگر اُس کا کام یہ الاحسان والا، کہ نہ صرف یہ کہ نام کا وہ بیعت، بلکہ کام کے لئے بھی تیار۔

چالیس دن کا اعتکاف

ہمارے یہاں دارالعلوم میں طلبہ جو بخاری شریف میں ہوتے ہیں، تو بخاری شریف کے طلبہ سال کے ختم سے پہلے چالیس دن کا اعتکاف کرتے ہیں۔ جس طرح رمضان میں معتکفین روزے رکھتے ہیں، اپنا وقت مشغول گذارتے ہیں تو اِسی طرح دارالعلوم میں وہ طلبہ جو اعتکاف میں ہوتے ہیں، چالیس دن تک وہ روزے رکھتے ہیں، قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے ہیں، تقریباً سات گھنٹے کے قریب اُن کے اسباق کی تعلیم ہوتی ہے۔ جو سبق ہوتا ہے اپنی جگہ، سات گھنٹے پابندی سے مسلسل اسباق ہوتے ہیں، اور اُس کے علاوہ اوقات میں اُن میں سے بہت سے طلبہ ایسے ہوتے ہیں کہ جو پندرہ پارے، بیس پارے روز پڑھ لیتے ہیں، تو اِس طرح اپنا مشغول وقت اعتکاف میں گذارتے ہیں، چالیس دن تک روزہ اعتکاف کے ساتھ مسجد میں ہوتے ہیں۔

اُس زمانہ میں سلاطین اور بادشاہ ایسے ہوا کرتے تھے کہ جب سلطان احمد شاہ نے یہ درخواست کی کہ مجھے حضرت خضر کی زیارت کرنی ہے، اُن کے شیخ احمد نے اُن کو بتایا کہ اچھا! تم ایک چلہ کا اعتکاف کرو، پہلا چلہ پورا ہونے سے پہلے فرما دیا کہ نہیں! آپ کو دوسرے چلہ کا اعتکاف بھی کرنا پڑے گا، دوسرا چلہ شروع کر دیا، پھر دوسرے کے ختم سے پہلے اُنہوں نے کہا کہ نہیں! تیسرا چلہ بھی کرنا پڑے گا، تو اُنہوں نے تیسرے چلہ کا اعتکاف بھی شروع کر دیا۔

اُس کے ختم سے پہلے ایک مرتبہ وہ اپنی خلوت میں، تنہائی میں، کمرہ میں تشریف فرما ہیں دروازہ بند ہے، مگر اُنہوں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ تشریف لائے، پوچھا کہ آپ کون؟ تو فرمایا کہ جن کے لئے آپ تین چلوں سے منتظر ہیں، پوچھا کہ کیا آپ حضرت خضر ہیں؟ فرمایا کہ ہاں!

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور ملک الموت

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سہارنپور میں اپنے کتب خانہ میں کتاب تصنیف فرما رہے تھے،

رمضان کا زمانہ تھا، تو تین دروازے مقفل کر کے حضرت اپنی تصنیف کے کمرہ میں تشریف فرماتھے، سیڑھی کا نیچے کا دروازہ بند، جہاں سیڑھی ختم ہوتی ہے دوسرا دروازہ بند، کتب خانہ کا دروازہ بند۔ وہاں حضرت نے اپنی دارالتصنیف میں دیکھا، اچانک کتاب لکھتے لکھتے حضرت نے محسوس کیا کہ کوئی آیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو خوبصورت ایک نوجوان کھڑے ہوئے ہیں۔
یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ملک الموت کی پہلی زیارت تھی، ملک الموت کو انسانی شکل میں حضرت نے پہلی مرتبہ دیکھا، اُس کے بعد پھر تین مرتبہ اور بھی ملک الموت کی حضرت کو زیارت ہوئی ہے۔

احمد آباد

اِس طرح خواجہ خضر سلطان احمد کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے، اور بادشاہ نے اُن سے کہا کہ میری ایک تمنا ہے، وہ یہ کہ مجھے آپ کوئی ایسی بات بتائیں کہ جو بہت عجیب ہو، جو کسی نے مجھ سے پہلے سنی نہ ہو۔
وہ کہنے لگے کہ یہ جس جگہ آپ کا یہ کمرہ ہے اُس کے سامنے یہ جو ریگستان نظر آتا ہے، اِس ریگستان میں ایک مرتبہ میرا گذر ہوا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک میٹھائی والے کی دکان ہے، تو میں اُس کی دکان پر گیا، میٹھائی خریدی، تو اُس نے پیسے لینے سے انکار کیا، اور کہا کہ آپ بزرگ آدمی معلوم ہوتے ہیں مجھے آپ سے پیسے لیتے ہوئے حیا آتی ہے، تو میں نے اُن سے پوچھا کہ ماشاءاللہ! یہ آپ کا شہر بڑا عظیم الشان شہر ہے، دنیا میں اُس کی نظیر نہیں، تو یہ کتنے سالوں سے ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو صدیوں سے چلا آرہا ہے، تو وہ شہر پانچ سو سال سے اُس جگہ آباد تھا، اُس کے بعد پانچ سو سال، کب سے یہ شہر بنا ہوگا، کب تک رہا ہوگا۔
کہتے ہیں اس کے بعد میرا اُس علاقہ میں ایک طویل عرصہ کے بعد پھر وہاں گذر ہوا، تو میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑا دریا بہہ رہا ہے، عین اُسی جگہ جہاں وہ شہر تھا، تو وہاں ایک مچھلی

پکڑنے والا تھا، اُس سے میں نے پوچھا کہ بھئی! یہ جس جگہ یہ دریا ہے یہاں تو کسی زمانہ میں بہت بڑا ایک شہر تھا، تو کہنے لگا کہ تم پاگل آدمی ہو، یہاں شہر کیسا؟ یہ تو صدیوں سے اسی طرح یہاں دریا بہہ رہا ہے۔ حضرت خضر فرماتے ہیں کہ تقریباً پانچ سو سال تک اس جگہ دریا بہتا رہا۔

کہتے ہیں پھر میرا ایک بڑی مدت کے بعد اسی جگہ سے گزر ہوا تو وہاں پانسو سال تک مسلسل جنگل ہی جنگل رہا، تو اب یہ تھوڑی سی آبادی اس جگہ شروع ہوئی ہے یہ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ سلطان احمد نے دیکھا تو کہا کہ اچھا یہ تو بڑی تاریخی جگہ ہے کہ جہاں آپ کے بیان کے متعلق پانسو سال تک اتنا بڑا عظیم الشان شہر بھی رہا ہے، پانسو سال تک یہاں پانی بہتا رہا، پانسو سال تک جنگل رہا، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں ایک شہر آباد کروں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا، خیر اس کی لمبی تفسیر ہے، اس کے سنگِ بنیاد کے لئے چار احمد تجویز ہوئے، ان کے بڑے شرائط تھے۔

یہ سلاطین کا اس زمانہ میں حال تھا کہ وہ اس لائن میں، احسان کی لائن میں جس طرح ایک عالم لگا ہوا ہوتا ہے اور اسے نسبت کے حصول کا اشتیاق ہوتا ہے کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ کا قرب کیسے حاصل ہو، حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے ساتھ میرا تعلق کیسا ہو، تو اس طرح کے حکام اور سلاطین گذرے ہیں۔

آپ کسی جگہ کی بھی تاریخ اٹھا کر دیکھیں ان میں یہ چیزیں تھیں، اور علماء کا طبقہ ان کی قیادت کرتا تھا۔ جب سے ان دونوں طبقوں نے اس چیز کو چھوڑا، اس وقت سے عالم میں آہستہ آہستہ آہستہ شر وفساد شروع ہوا۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارا جو حکام کا طبقہ ہے وہ تو بالکل مغرب کے طور وطرز پر اور علماء اور مدارس اور مدرسین، ان کا حال تو آپ جانتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایمان اور اسلام کے ساتھ احسان کی صفت بھی عطا فرمائے۔

تصوف کی تعریف

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک بزرگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن

صاحب رحمۃ اللہ علیہ جومجلس احرار کے بانیوں میں سے تھے، وہ حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے حضرت سے ایک سوال کیا کہ حضرت! میں آپ کوایک سوال دے کر جاتا ہوں اور میں رائے پور تین دن قیام کروں گا، جب وہاں سے واپس آؤں گا تب آپ مجھے اس کا جواب دیں، اور وہ سوال یہ ہے کہ جسے احسان اور تصوف کہتے ہیں یہ کیا چیز ہے؟ میں وہاں سے آکر اس کا جواب آپ سے لوں گا۔

یہ اس لئے کہ وہ خود فرماتے تھے کہ میں تصوف کو سمجھنا چاہتا تھا، میں نے اپنے دل میں یہ سوچا تھا کہ حضرت یہ اس کی تعریف کریں گے تو میں اُس پر یہ اعتراض کروں گا۔ وہ یہ جواب دیں گے تو یہ اعتراض کروں گا، اِس لئے میں نے کہا کہ میں وہاں رائے پور جاتا ہوں، تین دن کے بعد میری واپسی ہوگی، آپ اِس کا جواب سوچ کر مجھے بتائیں، کہ احسان اور تصوف کسے کہتے ہیں؟

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ نہیں! اِس کی ضرورت نہیں، اِس کا جواب اپنے ساتھ ابھی لے کر جائیں، احسان اور تصوف صرف اور صرف نام ہے ''اخلاص نیت'' کا، کہ ہر چیز میں کوئی دنیا کا کام کررہا ہو، کوئی کارخرید رہا ہو، کارخانہ بنارہا ہو، دکان بیٹھا ہوا ہو، تجارت میں لگا ہوا ہو، شادی کررہا ہو، بیوی بچوں کے ساتھ ہو، ہر کام میں اس کی نیت للہ، فی اللہ ہو، تو اخلاص نیت یہ احسان اور تصوف کا دوسرا نام ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس پر میں تو پوری تیاری کر کے آیا تھا، حضرت نے تو ایسی جامع اور مانع تعریف فرمائی کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا اور جو منصوص ہو، اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احسان کی یہی تفسیر مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ احسان نام ہی ہے اخلاص کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ** کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو کہ **کَاَنَّکَ تَرَاہُ** گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

رؤیت باری تعالیٰ

شراح فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتمی طور، پر یقینی طور پر انسان ان آنکھوں سے حق تعالیٰ شانہ کو دنیا میں نہیں دیکھ سکتا۔

اِسی لئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے جب درخواست کی ﴿ رَبِّ اَرِنِـــیْ اَنْـظُـرْ اِلَیْکَ ﴾ تو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ اچھا! میرے نور کی ایک تجلی اِس پہاڑ کے اوپر ہوگی، اگر وہ اِس کی تاب لاسکتا ہے اور برداشت کرسکتا ہے تو آپ مجھے دیکھ سکتے ہیں، تو اُس نور کی تجلی کے ساتھ دیکھا کہ ﴿ جَعَلَـهٗ دَکًّا ﴾ اِتنا بڑا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا، اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی صرف ایک تجلی کے دیکھنے کی تاب نہ لاسکے اور بیہوش ہوکر گر گئے۔

یہیں سے آگے حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر قیاس کر کے علماء کہتے ہیں کہ جتنے جواہر لطیفہ ہیں، جیسے جنات کا میں نے آپ کو قصہ بتایا، تو جناتوں کو بھی انسان دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ ملائکہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ غرض میں نے آپ سے عرض کیا کہ یہ جو علماء کا طبقہ ہے، یہ اور سلاطین کا طبقہ ہے، یہ ان سب کا ذمہ دار ہے، دنیا میں جو کچھ شر وفساد ہے۔

ایک لطیفہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اِس پر ایک لطیفہ سناتے تھے کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے، بہت بڑے عالم تھے۔ جب اُن کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے کو بلایا، بہت دیر تک روتے رہے، اور اخیر میں بیٹے سے کہنے لگے کہ بیٹا! مجھے اِس پر رونا آتا ہے کہ اب میں مرجاؤں گا، تو لوگ مجھے بہت بڑا عالم سمجھتے تھے، میرے پاس آتے تھے، سوالات کرتے تھے، میں نے عمر بھر بہت کوشش کی مگر تو نے کچھ پڑھ کے نہیں دیا، اب لوگ یہ سمجھ کر کہ اتنے بڑے عالم کا بیٹا ہے تیرے پاس آئیں گے، تجھ سے پوچھیں گے، تو تو کیا جواب دے گا؟

پھر خود ہی یہ بہت بڑے عالم تھے، تو کہنے لگے بیٹا! کوئی فکر کی بات نہیں، جب تجھ سے کوئی

مسئلہ پوچھے اور یقینی طور پر تو نے تو پڑھا نہیں، تجھے تو معلوم نہیں، تو بلا کھٹکے صاف یہ کہہ دینا، جب کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اُس کے جواب میں کہہ دینا کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات سے لے کر کوئی مسئلہ دنیا میں ایسا مولویوں نے باقی نہیں چھوڑا کہ جس میں اختلاف نہ کیا ہو۔

یہ غیر مقلد حضرات، جن کے بہت بڑے امام، اِن کے بزرگوں میں سے ہیں، جن کا نام ہے داؤد ظاہری، تو اِن کے متعلق ابن عربی شارِح ترمذی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ ایسا لیا جائے کہ جس میں کسی کا اختلاف نہ ہو اور قرآن اور حدیث سب ایک طرف ہو، اور سب سے پوچھا جائے کہ بھئی! یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ اِس میں تو کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہئے، تو سب کہیں گے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اور تمام ائمہ کہیں گے کہ ہاں! ہمارا کوئی اختلاف نہیں، ہم سب کا اِس پر اِتفاق ہے، مگر کہتے ہیں کہ ایک انگلی ضرور آپ اُٹھی ہوئی دیکھیں گے وہ ہے داؤد ظاہری کی، کہتے ہیں ہمارا اختلاف ہے۔

وہ بزرگ اُن کو نصیحت کر کے کہتے ہیں کہ بیٹے! جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھے اور تمہیں اُس کا جواب معلوم نہیں ہوگا، تو اُس کے جواب میں کہہ دینا کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے لے کر کوئی مسئلہ دنیا کا ایسا نہیں کہ جس میں اختلاف نہ ہو۔

یہ سارا کا سارا جو نقصان ہوا اِسی طبقہ کی وجہ سے ہیں، اور سب سے زیادہ جو نقصان ہوا اِسی وجہ سے کہ انہوں نے صفتِ احسان کو چھوڑا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ '' کہ تم حق تعالیٰ شانہ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

رمضان المبارک میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم نے سہارنپور میں دیکھا کہ اِدھر اشراق کا

وقت شروع ہوا اور حضرت نفلوں کی نیت باندھتے تھے، اور اُس میں حضرت دس پارے پڑھتے تھے، اور سردیاں تھیں تو حضرت دفتر کی مسجد کے صحن میں باہر دھوپ میں مصلیٰ بچھوا کر وہاں نماز پڑھتے تھے۔ دار جدید کے شروع کے رمضانوں میں صحن کی پہلی صف میں دائیں کونے پر دھوپ میں اس وقت نماز کا معمول تھا جس میں آٹھ دس پارے دو ڈھائی گھنٹہ میں حضرت پڑھ لیتے تھے۔

اُس وقت ہم حضرت کے پیچھے وہاں تھوڑی دیر نماز میں رہتے تھے، قرآن شریف پڑھتے، حضرت کی ڈاک وغیرہ دیکھتے، کوئی اور کام کرتے، تو اُس وقت دیکھتے تھے کہ حضرت کا یہ حصہ گردن والا سارا کا سارا، جس طرح شہد مکھیوں کا چھتہ ہوتا ہے، تو اس طرح مکھیاں پورے حصہ پر بیٹھی ہوئی ہوتی تھیں، ہمیں تو ایک مکھی بھی آئی تو چاہے نماز میں ہوں، تو بھی ہاتھ ہمارا اِس طرح چلتا رہے گا، پریشان ہو جاتے ہیں، مگر حضرت کا استغراق اِس قدر ہوتا تھا کہ حضرت کو پتہ ہی نہیں ہوتا تھا، اور اِس طرح پورے ڈھائی تین گھنٹے خشوع سے نماز جاری رہتی۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں۔ حضرت کے ایک خادم کا بیان ہے کہ حضرت کا معمول ہم نے دیکھا کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ سب کے سب چلے جاتے مگر حضرت اُس وقت بھی مسجد میں نماز میں مشغول ہوتے۔ تو کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنی نماز لمبی کی، تسبیح دیر تک پڑھتا رہا، مگر دیکھا کہ حضرت ابھی نماز میں مشغول ہیں۔

ایک مرتبہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حضرت آخر مسجد میں کب تک رہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ یہ معلوم کرنے کے لئے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کیا کہ جہاں پر مسجد کی صفیں کھڑی کی جاتی ہیں، ہندوستان پاکستان میں مسجد کی صفوں کو لپیٹ کر ایک جگہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں

میں اُس کے پیچھے، اُس کی اوٹ میں بیٹھ گیا۔

عشاء کی نماز سے فراغت کے بعد تقریبًا ایک آدھ گھنٹے کے بعد دیکھا کہ حضرت اپنی نماز سے، نفلوں سے فارغ ہوئے، اور حضرت نے اچھی طرح مڑ کر دیکھا کہ مسجد میں پیچھے کوئی ہے تو نہیں؟ دیکھ لیا کہ کوئی نہیں ہے، تو حضرت اُٹھے اور مسجد کا دروازہ اندر سے بند کیا اور اپنی جگہ مصلیٰ پر واپس تشریف لائے اور حضرت نے نماز کی نیت باندھ کر الٓمّ سے پڑھنا شروع کیا، ایک پارہ، دو پارے، تین پارے۔

اُن کا بیان ہے کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رکعت میں سولہ پارے پڑھے، اور دوسری رکعت میں باقی چودہ پارے، تو دو رکعت میں پورا قرآن شریف حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ختم کیا کرتے تھے، یہ اِن حضرات کی عبادت کا حال تھا، اور آج کل ہم اِس سے اپنے حالات کا موازنہ کریں۔

خیر، حق تعالیٰ شانہ نے جو احسان کی نعمت اِن حضرات کو عطا فرما رکھی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے، اور ابھی بھی اِس زمانہ میں بھی کوشش کریں گے تو حق تعالیٰ شانہ کسی کی کوشش کو رائگاں اور ضائع نہیں کرتے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا معمولِ تلاوت

ہمارے طلبہ جن کے متعلق میں نے عرض کیا کہ وہ اعتکاف کرتے ہیں، تو میں اُن کو ترغیب دیا کرتا ہوں کہ دیکھئے! ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ حضرت کا معمول رمضان شریف میں روزانہ ایک قرآن شریف سے زیادہ پڑھنے کا معمول تھا، کہ پینتیس پارے، چھتیس پارے رمضان میں، دن اور رات میں حضرت پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک رمضان حضرت نے ایسا بھی گذارا کہ جس میں حضرت شیخ، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک تیسرے بزرگ تھے، تینوں نے یہ طے کیا کہ ایک رمضان ہمیں ایسا

بھی گذارنا چاہئے کہ جس میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کہ اُن کا معمول یہ تھا کہ وہ دن میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے، تو ہم یہ رمضان ایسا گذارتے ہیں کہ اس میں ایک قرآن شریف رات میں ختم کریں اور ایک دن میں ختم کریں، تو اُس رمضان میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے چھپّن قرآن شریف پڑھے تھے۔

میں نے کہا کہ یہ تو رمضان کا حال تھا، رمضان کے علاوہ اور عام دنوں میں حضرت کا معمول ساری عمر دس پارے قرآن شریف کا تھا، اور وہ کیسے؟ کہ حضرت پابندی سے ہر نماز کی اذان پر مسجد میں تشریف لے جاتے، نماز سے پہلے ایک پارہ اور نماز کے بعد کی سنتوں میں ایک پارہ، اور جن نمازوں سے پہلے جس طرح کہ مغرب اور جن کے بعد جس طرح کہ فجر اور عصر سنتیں نہیں ہیں، نفلیں نہیں ہیں، تو اُن کے پارے حضرت تہجد میں پڑھتے تھے، ساڑھے تین پارے، اور کچھ پارے عشاء کی نماز کے بعد کی سنتوں میں پڑھ لیتے تھے، تو کم سے کم حضرت کا روزانہ کا معمول دس پارے، اور ہر ڈھائی دن کے بعد تیسرے دن کے غروب سے پہلے تک حضرت کا قرآن شریف ختم ہوتا تھا۔

میں طلبہ کو کہا کرتا ہوں کہ آپ لوگ بھی اگر ہر نماز سے پہلے ایک پارہ پڑھ لیں اور اُس کے بعد ایک پارہ تو آپ کا بھی تیسرے دن قرآن شریف ختم ہوسکتا ہے، تو اکثر طلبہ الحمدللہ! اِس کا اہتمام کرتے ہیں، اور کئی ایک طلبہ نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے جس سال اعتکاف کیا تھا تو اُس سال دس پارے پڑھنے کا معمول بنایا تھا اور فراغت کے بعد مجھے اتنا عرصہ ہوگیا گھر پر آئے ہوئے، مگر اب تک الحمدللہ! میں روز دس پارے آسانی سے پڑھ لیتا ہوں، تو یہ بہت بڑی دولت ہے۔

حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر واشغال سے نسبت

کی جو دیوار تعمیر ہوتی ہے وہ ایسی جیسے ریت کی دیوار اور تلاوت قرآن سے جو نسبت تعمیر ہوتی ہے وہ مضبوط اور پختہ ہوتی ہے۔ آپ حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلفاء میں ہیں اور اونچے خلفاء میں سے ہیں، آپ عمرہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، تو سفر سے پہلے حضرت ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

یہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمرہ پر تشریف لے جا رہے ہیں، اُس سے پہلے یہ شعر آپ نے پڑھا بھی، مگر کوئی اِس کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔ جب دس بارہ دن کے بعد راستہ سے اطلاع آئی کہ حضرت کا جہاز ہی میں، اسٹیمر میں وصال ہو گیا، اور بہت زیادہ کوششوں کے باوجود بھی حضرت کی میت کو جدّہ کے ساحل تک وہ نہیں لے جا سکے اور حضرت کو سمندر ہی میں دفن کرنا پڑا، تو وہ شعر صادق آیا کہ

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

تلاوت کی نسبت

غرض حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر، تسبیح، اور دوسرے معمولات کے ذریعہ بھی نسبت اور احسان کی دیوار تیار ہوتی ہے، اُس کی عمارت تیار

ہوتی ہے، مگر قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ جو نسبت حاصل ہوتی ہے وہ بہت زیادہ پائیدار اور مضبوط۔

فرماتے ہیں کہ اُس کی مثال یوں سمجھئے! جس طرح کہ بچہ ریت سے کوئی دیوار تیار کرتا ہے، تو ذکر او راذکار اور معمولات کے ذریعہ جو تیار ہوتی ہے وہ ریت والی دیوار اور ریت والی تعمیر، اور جو قرآن پاک کی تلاوت کے ذریعہ نسبت حاصل ہوتی ہے وہ اِس قدر پختہ ہوتی ہے جس طرح کہ پکی عمارت۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " **اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ** "کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرو، اِس طرح گویا کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار تو آخرت میں ہوگا، جنت میں ہوگا، اور وہاں عام جنتیوں کو جمعہ کے دن، جمعہ کا دن اُس کے لئے مخصوص ہوگا، خاص طور پر جمعہ کے دن تمام اہل جنت کو حق تعالیٰ شانہ کا دیدار ہوگا۔ یہاں علماء نے ایک اور بحث چھیڑی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جیسے حق تعالیٰ شانہ کا دیدار اہل ایمان کو اور جنتیوں کو ہوگا، تو آیا ملائکہ کو بھی ہوگا کہ نہیں ہوگا؟

ملائکہ اور رؤیت باری تعالیٰ

ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا قطب عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اُن کے ایک صاحب زادے میاں مخدوم، وہ اپنے استاذ حضرت صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔

حضرت مولانا صدر جہاں معقولات، منقولات کے بہت بڑے عالم، اِن کو یہ تصوف اور مشائخ سے زیادہ تعلق اور اُنسیت نہیں تھی، بلکہ اعتراض تھا، تو حضرت قطب عالم کے صاحب زادے جب اُن کی خدمت میں جاتے، تو اُن کے ابّا کے متعلق کوئی نہ کوئی وہ کلمات کہتے، جس سے اِن کو بڑا دُکھ ہوتا تھا، مگر والد صاحب اُن کو بھیجتے اُنہیں کے پاس پڑھنے کے لئے، تو جانا پڑتا

تھا۔

ایک مرتبہ اُنہوں نے حضرت قطب عالم کے متعلق کچھ کلمات کہے جس کی وجہ سے اِن کو رونا آ گیا، بہت زیادہ روئے۔ تو صدر جہاں کہنے لگے میں تمہیں روز کچھ نہ کچھ سناتا تو ہوں، مگر تم آج روئے کیوں؟ کہنے لگے آپ میرے استاذ ہیں، اتنے بڑے عالم ہیں اور مجھے آپ پر حیرت ہے کہ آپ کتنے بڑے شیخ کے فیض سے محروم ہیں، کہ جس سے ساری دنیا فیض یاب ہو رہی ہے اور آپ اُس سے محروم، بلکہ معترض اور منکر، تو مجھے آپ کے حال پر رونا آتا ہے، کہ آپ میرے استاذ بھی ہو۔

اِن کا رونا دیکھ کر اُن کا دل پسیج گیا، وہ کہنے لگے اچھا! میں تمہارے ابّا کی خدمت میں آ سکتا ہوں مگر میری چند شرطیں ہیں۔ ایک شرط یہ کہ میں نے سنا ہے کہ وہ ریشمی لباس پہنتے ہیں، دوسرے یہ کہ ریشمی بستر اُن کا ہوتا ہے، تو کم از کم میں جاؤں اُس دن میں اِس حال میں اُن کو نہ دیکھوں، مجھ سے نہیں رہا جائے گا اور میں اُن کو سب کے سامنے ٹوک دوں گا۔ وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ وہ تو فقیر آدمی ہیں اُن کو ریشم سے کیا تعلق؟ آپ کو جس طرح کسی نے بیان کر دیا بلا تحقیق آپ نے اُس کو مان لیا۔

تیسری بات یہ کہ جب میں اُن کے پاس پہنچوں تو وہ کوئی ایسا علمی مسئلہ بیان کریں کہ جو علماء تک بھی نہ جانتے ہوں، اور علماء میں وہ مسئلہ متداول نہ ہو، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ میں جب اُن کی خدمت میں جاؤں تو جو کوئی ان کے پاس جاتا ہے ان کو پیسے دیتے ہیں، ہدایا دیتے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اُن کی آمدنی کوئی نہیں، اور یہ ہدایا وغیرہ اِتنا خزانہ اُن کے پاس کہاں سے آتا ہے؟ کہ کسی کو ہیرے کی انگوٹھی دے دی، سونے کی انگوٹھی دے دی، کسی کو پیسے دے دئے، تو ضرور اُنہوں نے جن تابع کر رکھا ہے کہ جو دوسروں کے پیسے چرا کر اِن کو لا کر دیتے ہیں اور وہ آگے اپنے ماننے والوں کو دیتے ہیں۔

دستِ غیب

ایک مرتبہ ہمارے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ جب یہاں تشریف لائے تھے تو مجھے کہنے لگے کہ مولوی یوسف تمہیں دستِ غیب چاہئے؟ میں نے کہا نہیں حضرت۔ کہا کیوں؟ فلاں فلاں تو مجھ سے مانگ رہے تھے، میں نے کہا نہیں! حضرت مجھے نہیں چاہئے، کہا کیوں؟ کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے اِس پر بھی میں دنیا کا بڑا حریص اور کتّا بنا ہوا ہوں اور کچھ آجائے گا تو آخرت سے اور زیادہ غفلت ہوجائے گی۔ بس جس حال میں ہوں وہی مجھے پسند ہے۔

پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ اچھا! یہ بتایئے! کہ یہ دستِ غیب جو کسی کو حاصل ہوتا ہے تو اُس میں امداد کہاں سے آتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ ایک صورت تو اُس کی یہ ہے کہ جنات لاکر رکھتے ہیں۔ دوسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ خود اپنے کسی بندہ کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے، پینے کے جو معجزات ظاہر ہوئے، اُسی طریق پر حق تعالیٰ شانہ اُن کے لئے ذریعہ برکت فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ

اِس پر حضرت مفتی صاحب نے قصہ سنایا کہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا لکھنؤ کا سفر ہوا۔ جن دنوں حضرت لکھنؤ تشریف لے گئے تو اُن دنوں وہاں لکھنؤ میں حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تمام شہر والوں کی، کیا مسلمان، کیا ہندو، کیا ہریجن، کیا غریب، فقیر، سب کی دعوت ہوتی تھی، اور سب کی باقاعدہ الگ الگ دعوت، جو گوشت نہیں کھاتے اُن کے لئے سبزیاں، اور اُس کے لئے مَنوں مشک اور عنبر اور زعفران لایا جاتا تھا، اور اُس کو کوٹا جاتا تھا اور تیار کیا جاتا تھا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ اُن دنوں لکھنؤ پہنچے اور دعوت ہورہی تھی، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ

علیہ نے یہی جملہ فرمایا جو مولانا صدر جہاں نے فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اُن کی آمدنی کا حال معلوم نہیں اور وہ ہر سال اتنی بڑی دعوت کرتے ہیں تین دن تک، لاکھوں انسانوں کی۔ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے کسی پرچہ میں اُس دعوت کی تفصیل لکھی ہے، اس سے بہت زیادہ کہ جو کوئی بادشاہ بھی نہیں کرسکتا، تو اُنہیں بھی دستِ غیب حاصل تھا جیسا کہ شاہ یعقوب صاحب مجددی کا دست غیب مشہور تھا۔

شاہ یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ اُن کے دستِ غیب پر کسی کو اشکال ہوا۔ معترض نے دل میں سوچا کہ خود ہی اِن کے ماننے والے پیسے اُس جگہ رکھ دیتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دستِ غیب حاصل ہوگیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک الماری تھی، تو اُس کی چابی ہر وقت حضرت کے جیب میں رہتی تھی، جب کبھی کہیں کسی رقم کی ضرورت پیش آئی تو حضرت نے وہ چابی دی، الماری کھولی اور اُس میں سے اتنے پیسے جتنے حضرت نے فرمائے مل گئے۔

جب یہ صاحب جن کو اشکال ہوا تھا، وہ حضرت کے یہاں تشریف لے گئے، تو حضرت نے وہ چابی اُن کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ اچھا بھئی! فلاں کو اِتنے پیسے اِس میں سے نکال کر دے دو۔ اُنہوں نے وہ رقم اُس میں سے نکال کر اُن کے حوالہ کردی۔ نماز کا وقت ہوگیا، حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُٹھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے، تو یہ اِس دوران میں چابی اِن صاحب کے پاس ہی رہی۔ نماز سے جب واپس تشریف لا رہے تھے تو حضرت نے پھر اِن سے فرمایا کہ اچھا بھئی! یہ جو فلاں صاحب ابھی آئیں گے تو اُن کو اتنے ہزار روپئے اُس میں سے نکال کر دے دینا۔

اُن کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں کہ آج پتہ چلے گا کہ یہ سچ مچ دستِ غیب حاصل ہے یا کوئی یہاں

رکھ دیتا ہے؟ اِس لئے کہ چابی میرے پاس ہے، میں نے الماری بند کی تو اُس وقت اُس میں ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ لیکن جیسے ہی حضرت کے فرمانے کے مطابق انہوں نے الماری کھولی تو جتنی دس ہزار رقم حضرت نے بتائی اِتنے پیسے وہاں رکھے ہوئے تھے، تب اُن کو اطمینان ہوا کہ نہیں! یہ کوئی پیسے اِس میں رکھتا نہیں ہے۔

یہاں بھی حضرت صدر جہاں نے شرط کی کہ مجھے اِن کی آمدنی کا حال معلوم ہے مگر یہ ہر جانے والے کو سونا اور چاندی اپنی طرف سے عطا فرماتے ہیں، یہ میرے نزدیک قابلِ اشکال ہے، تو میری شرط یہ کہ جب میں اُن کے پاس جاؤں تو یہ مجھے کوئی چیز نہ دیں، کوئی ہدیہ میں اُن سے لوں گا نہیں۔

پھر چلے، دونوں استاذ شاگرد۔ قطب عالم کے یہاں جب پہنچے تو میاں مخدوم کہنے لگے کہ دیکھئے! اگر میں پہلے اندر گیا تو آپ یہ سوچو گے کہ میں نے حضرت سے کچھ کہہ دیا ہوگا۔ یہ جتنی باتیں آپ نے میرے ساتھ کی ہیں، سوائے آپ کے اور میرے اور کوئی اِس کو جانتا نہیں، اِس لئے میں یہیں ٹھہر جاتا ہوں اور اندر کسی خادم کو آواز دے کر بلاتے ہیں اور وہ حضرت کو آپ کے آنے کی اطلاع دیں گے، تاکہ آپ کو میرے متعلق یہ اشکال نہ ہو کہ میں نے حضرت سے کوئی بات کی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب یہاں دارالعلوم تشریف لائے تو ہمارے گلاسگو والے شاہین صاحب حضرت کے کمرہ سے باہر نکلے روتے ہوئے، کہنے لگے کہ عجیب بات ہے، میں حضرت کی خدمت میں پہنچا، دو چیزوں کی درخواست کرنی تھی، ایک تو یہ کہ حضرت کو وہاں گلاسگو لے جانا ہے، تو جس طرح حضرت فرمائیں گے ہیلی کوپٹر یہاں دارالعلوم اترے گا، دارالعلوم ہی سے سیدھا وہاں مسجد، اور جتنی دیر حضرت منظور فرمائیں گے اُتنی دیر کے لئے حضرت کو وہاں لے

جائیں گے، اور دوسری درخواست یہ تھی کہ ہمارے یہاں جو مسجد تعمیر ہونے والی ہے، اُس مسجد کے لئے حضرت سے برکت کے طور پر کچھ چندہ کی درخواست کرنی ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے جیسے ہی مصافحہ کیا، تو مصافحہ کے ساتھ ہی حضرت نے فرمایا کہ ارے چودھری صاحب! میں نے تو آپ کی مسجد کے لئے کچھ دینے کی نیت کر رکھی ہے، لاؤ بھئی! ابوالحسن، اور پیسے اُن کو نکال کر دے دئے، یہ تو آپ کی مسجد کے لئے اور دوسرا یہ کہ میں نے یوسف سے یہ وعدہ لیا ہوا ہے کہ میں کہیں جاؤں گا نہیں، لوگ دعوت دیں گے کہ ہمارے شہر بھی حضرت کو لے آؤ، تو اِنکار کر دینا، میں نے کہا ہے یوسف سے کہ اِنکار تجھے کرنا ہوگا اور میں کہیں جاؤں گا نہیں، تو حضرت کو، جیسے ہی داخل ہوئے تو اِس پر اطلاع ہوگئی، بار ہا حضرت کے یہاں ایسا ہوتا تھا۔

اسی طرح یہاں میاں مخدوم نے قطب عالم کی خدمت میں کسی خادم کو بھیجا کہ حضرت صدر جہاں آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے ہیں، اِن کو بٹھایا۔ اِتنے میں تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے، تو دیکھا کہ بالکل فقیرانہ لباس، اور جس مسند پر حضرت بیٹھتے ہیں وہ چمڑے کی، اس کے اندر بھوسہ بھرا ہوا ہے، تو اپنے شاگرد کو کہنے لگے کہ دو شرطیں تو پوری ہوگئیں، کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ایسا ریشمی اور شاہانہ لباس پہنتے ہیں اور شاہانہ بستر گدّے استعمال کرتے ہیں، یہ تو دونوں چیزیں غلط نکلیں۔

اِتنے میں حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! مولانا صدر جہاں! آپ یہ تو بتائیے کہ ملائکہ کو بھی آخرت میں حق تعالیٰ شانہ کی رؤیت اور زیارت اور دیدار ہوگا یا نہیں؟ تو اِنہوں نے عرض کیا کہ نہیں، نہیں ہوگا، اُن کو حق تعالیٰ شانہ کی زیارت نہیں ہو سکے گی، وہ حق تعالیٰ شانہ کی زیارت کی تاب نہیں لا سکتے، کیوں کہ اُن کی ارواحِ لطیفہ اور جواہر لطیفہ سے حق تعالیٰ شانہ نے تخلیق فرمائی ہے۔

اِس پر پھر حضرت مولانا قطب عالم نے دلائل قائم کرنے شروع کئے اور ایک رسالہ کا ذکر کیا،

کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا اِس پر مستقل ایک رسالہ ہے کہ ملائکہ کو حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور اُس میں جتنے ادِلہ مذکور تھے تمام کے تمام حضرت نے دہرائے، اور ہر دلیل کو ذکر کرکے اُس کا جواب، ہر ایک کو ذکر کرتے اور اُس پر اعتراض وارد کرتے، اور اخیر میں حضرت نے اپنی طرف سے ایک جواب دیا، تو وہ جواب سن کر صدر جہاں کہنے لگے کہ ماشاء اللہ! یہ تو آپ کا علم علمِ لدُنّی، علمِ وہبی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! آپ علم وہبی کہہ کر میری سالہا سال کی محنتوں کو رد کرنا چاہتے ہیں؟ یہ دیکھئے! سارے نشانات پڑ گئے، وہ اِس طرح کہنیاں ٹیک لگا کر مطالعہ کیا کرتے تھے، تو یہ دونوں ٹخنوں پر جس طرح ہمارے پیر پر نشان پڑ جاتے ہیں، کالے ہو جاتے ہیں سائڈ سے، تو اِس طرح اُن کی دونوں کہنیاں بتائیں کہ دیکھو! مطالعہ کرتے کرتے میری کہنیوں کا یہ حال ہے، اور آپ علم وہبی کہہ کر سالہا سال کی میری محنت کو ٹھکرانا چاہتے ہو؟ یہ علم وہبی نہیں، میں نے اِس کو الحمد للہ! محنت کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔

وہ اپنے خادم کو فرمانے لگے کہ تینوں شرطیں تو پوری ہوگئیں، ایک شرط یہ تھی کہ ایسا مسئلہ کہ جو علماء میں متداول نہ ہو، وہ بحث کے لئے چھیڑ دیں، تو یہ ملائکہ کو رویت ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اور جتنا اِس کے متعلق مجھے بھی معلوم نہیں تھا اُتنے دلائل اور جواب اِنہوں نے سنا دئے۔

اب مصافحہ کرکے واپس جانے لگے تو صدر جہاں اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے، تو صدر جہاں نے دیکھا کہ چادر کے کونہ میں کوئی چیز باندھی ہوئی ہے، لٹک رہی ہے، تو اُنہوں نے ٹٹولا دیکھا تو سونے کی ڈلی، تو وہ اپنے شاگرد کو، میاں مخدوم کو کہنے لگے کہ دیکھئے! تین شرطیں تو پوری ہوگئیں، مگر یہ ایک چوتھی شرط میں نے جو آپ سے کہی تھی کہ میں ہدیہ نہیں لوں گا، اِس لئے کہ اِن کی آمدنی کا حال مجھے معلوم نہیں، اِس لئے میں نہیں لے سکتا، اِس لئے آپ اِن سے میری طرف سے درخواست کریں کہ میری یہ شرط تھی کہ میں ہدیہ نہیں لوں گا۔

اُنہوں نے جا کر جب عرض کیا تو حضرت قطب عالم فرمانے لگے کہ اچھا! مولانا آپ تو اِتنے

بڑے عالم ہیں میں نے آپ کو یہ سونا کب پیش کیا کہ آپ میرے ذمہ یہ تہمت لگا رہے ہیں کہ میں نے آپ کو دیا ہے؟ یا میرا خادم آپ کے پاس کوئی آیا نہیں کہ جس نے آپ کی چادر کے ساتھ اِس کو باندھ دیا ہو، آپ اپنی جگہ پر جب سے آئے ہیں تشریف فرما ہیں، اور! جو حق تعالیٰ شانہ سونے کو اپنی معدن میں کان میں پیدا کر سکتا ہے وہ کسی فقیر کی دعا کے ذریعہ آپ کی چادر کے کونہ میں بھی اس کو پیدا کر سکتا ہے۔

یہ رؤیت کے اوپر میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کی رویت ملائکہ کو ہوگی یا نہیں؟ اسی حدیث پر کہ ''اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ '' آگے سارا مضمون آپ کے مولانا عبدالرحیم صاحب آئندہ ہفتہ پورا کریں گے۔

دعا کر لیجئے حق تعالیٰ شانہ ہمیں نسبت اور احسان سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے، جس طرح اکابر نور اللہ مراقدہم نے مجاہدات کئے، ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے۔

یہ جو حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو دستِ غیب حاصل تھا، لکھنؤ کے بہت بڑے پیر تھے، وہاں کسی زمانہ میں لکھنؤ میں قرأت کا مدرسہ بڑا مشہور تھا، مدرسہ فرقانیہ، اُس کے بانی تھے۔ ان کے پیر حضرت مولانا موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ یہ ترکیسر میں رہتے تھے، تو حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدات اِس قدر کرتے تھے کہ جب حضرت کا معمول سردیوں کی راتوں میں پورا نہیں ہوتا تھا اور حضرت کو خطرہ ہوتا تھا کہ مجھے نیند آجائے گی اور میرا معمول ادھورا رہ جائے گا، تو حضرت حوض میں اپنے پیر لٹکا کر مسجد میں بیٹھ کر معمول پورا کیا کرتے تھے تاکہ نیند نہ آئے۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

یہ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ میں رہتے تھے، کبھی ترکیسر کا اور موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی سنا نہیں تھا۔ اُن کے استاذ تھے حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی

رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے بزرگ تھے، بہت بڑے عالم، جن کی تصانیف عرب میں آج کل بہت مشہور ہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدّہ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی کتابیں وہاں عرب میں بہت شائع کیں۔

ایک دن صبح اپنے استاذ سے عرض کرنے لگے کہ حضرت! آج میں نے عجیب خواب دیکھا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ تم یہاں لکھنؤ سے بمبئی جاؤ، اور بمبئی سے ریل میں سفر کر کے کیم پہنچو، اور کیم ریل سے اُتر کر آٹھ دس میل پر ایک ترکیسر نامی قصبہ ہے وہاں پیدل جاؤ، جب وہاں پہنچو گے تو وہاں اِس طرح بستی ہے اور اُس میں یہ جامع مسجد ہے، اور اُس محلّہ میں حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ ہیں، اُن کی صورت دکھائی۔

استاذ نے، مولانا عبدالحی صاحب نے جب خواب سنا تو بہت مبارک باد دی اور ارشاد فرمایا کہ اس میں تعبیر کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، تمہیں ضرور جانا چاہئے، تو فوراً سفر کیا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اُسی طرح بمبئی، وہاں سے کیم، اور کیم اُتر کر پیدل اُس زمانہ میں بسیں نہیں تھیں، تو پیدل ترکیسر پہنچے، اور معلوم کیا کہ جامع مسجد کس طرف، اس جامع مسجد کے محلّہ میں جب پہنچے تو جامع مسجد کے پیچھے والے محلّہ میں حضرت کا مکان تھا، تو حضرت مولانا موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کے قریب جب پہنچے، تو خود حضرت بیلوں کو چارہ ڈال رہے تھے، تو اُنہوں نے دور سے کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم، تو حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وعلیکم السلام، اچھا! خواب دیکھ کر تشریف لے آئے؟

میں نے عرض کیا کہ یہ پورا ایک نظام ہے کہ حضرت موسیٰ جی رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہے کہ کیا خواب دیکھ کر آئے ہیں اور حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھر والوں کو ایک ہفتہ پہلے ہی اطلاع دے رہے ہیں کہ بیٹا آنے والا ہے، مولانا احمداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سارے جامعہ حسینیہ والے تعزیت کے لئے ہمارے یہاں پہلے ہی آ گئے کہ مولانا بورسدی

صاحب کا کل انتقال ہونے والا ہے، تو یہ غیبی نظام ہے، حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں وہ دل عطا فرمائے، وہ آنکھیں عطا فرمائے، جس سے ہم اِس کو دیکھ پائیں، اور حق تعالیٰ شانہٗ اِس احسان اور نسبت کی صفت سے ہمیں متصف فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین.

أَلْحَمْدُ لِلّٰه! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلِ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَ عَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَ بَارَكَ و سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّـا بَـعْـد! فاعوذ باللّٰه من الشيطان الرجيم. بسم اللّٰه الرحمن الرحيم﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت یہ دعا فرمائی تھی، ہم بھی آج یہ دعا کرتے ہیں﴿ رَبَّـنَـا تَـقَبَّـلْ مِـنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ . وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْـــتَ التَّـوَّابُ الـرَّحِيْـمُ ﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس کارِ عظیم کو قبول فرمائے، جن جن دوستوں نے جس طرح اِس کارِ خیر میں حصہ لیا، اللہ اُن کو جزائے خیر دے، اُن کی جان، مال، عزت میں، دنیا اور آخرت میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ واقعی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ایسی عظیم الشان مسجد مختصر وقت میں تعمیر ہوگئی اور اب یہ بھی اِس وقت ناکافی ہے۔

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مصلیوں نے، بچوں نے تیئیس سال تک پرانی مسجد میں گذارہ کیا ہوگا، اُس سے پہلے بینک کے دفتر والی جو مسجد تھی اُس میں کئی سال گذارہ کرتے رہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک کمرہ کی وہ چھوٹی سی ایک مسجد تھی۔

ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ اُس میں چھوٹا سا مجمع تھا، دس پندرہ آدمی سامنے ہوں گے اور ایک بہت بڑا عظیم انسان، علم کے اعتبار سے، جثہ کے اعتبار سے، قد وقامت کے اعتبار سے، حضرت مولانا احمد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ منبر پر تشریف فرما تھے اور بیان فرما رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اپنے علم کے اعتبار سے بھی، روحانیت میں بھی وہ بڑے عظیم تھے۔ اس کے کئی واقعات ہیں۔

اللھم نور قلبی

آپ کی یہ مسجد مسجد نور ہے، اور قرآن پاک میں ہے ﴿ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ﴾ نور کے تام ہونے کی، پورا ہونے کی، اِتمام کی دعا کی جاتی ہے، اور وہ حاصل ہوتا ہے ”بَشِّرِ الْمَشَّائِیْنَ فِی الظُّلَمْ“ کہ تاریکیوں میں، رات کے وقت، مغرب، عشاء، فجر میں خاص طور پر جماعت میں حاضری کے لئے جو قدم مسجد میں چلتے ہوں گے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اُن کو خوش خبری سنا دیجئے ” بِالنُّوْرِ التَّامِّ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ “ وہ نور بھی کونسا؟ جو اِس آیت میں مانگا گیا ہے ﴿ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا ﴾

یہ آپ کی مسجدِ نور بڑی مبارک مسجد ہے، اِس کا نام بڑا مبارک، کہ کہاں مدینہ منورہ سے حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے یہ چلا۔ پوری دنیا میں جہاں کہیں جاؤ، مرکز جہاں بھی ہوتا ہے، جہاں تبلیغی کام ہوتا ہے اُس کا نام مسجد نور ہے۔

نور، قرآن پاک میں اُس کا ذکر، احادیث میں اُس کا ذکر، ﴿اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ شانہ کے متعلق سوال کیا گیا، ارشاد فرمایا ”نُوْرٌ اَنّیٰ اَرَاہُ“ دوسری روایت ہے ”نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ“ تیسری روایت ہے ”نُوْرَانِیٌّ اُرَاہُ“ تو یہ نور واقعی ایک حقیقت ہے اور ہر مسلمان اگر اُس نے اِس دنیا میں اُس کا مشاہدہ نہ کیا، تو جب آنکھ بند ہونے لگے گی تب وہ ضرور دیکھے گا۔

کعبۃ اللہ تک نور ہی نور

حدیث پاک میں نور کا ذکر آتا ہے کہ جو جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کرتے ہیں، تو جہاں اُس نے سورۂ کہف کی تلاوت کی، اُس جگہ سے لے کر کعبۃ اللہ تک اُس کے لئے نور بنا دیا جاتا ہے، نور کر دیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس تو وہ آنکھیں، وہ دل نہیں کہ جس سے ہم اِس نور کو دیکھ پائیں، مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی مبارک جماعت کتنی بابرکت، کتنی مبارک، وہ حضرات فرماتے ہیں، آپ نے قصہ سنا ہوگا، اُحد کے ذکر میں بارہا سنا ہے۔

جب کوئی ساتھی استنبول جا کر وہاں جو تبرکات ہیں اُس کی زیارت کر کے آتے ہیں، اُس فہرست میں جب سناتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک، دانت مبارک بھی وہاں ہیں، تو تعجب ہوتا ہے کہ گھڑنے والوں نے کیا کیا چیزیں گھڑ لی ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔

حالانکہ احد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی دانت مبارک مکمل شہید نہیں ہوا تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو سامنے والے دانت مبارک رُباعی دانت تھے، تو اُس کا تھوڑا سا حصہ، ذرا سا ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ نے بھی دیکھا ہوگا بچوں میں، بڑوں میں کہ جس کے دانت کا کوئی ذرا سا حصہ صحیح جگہ سے ٹوٹا ہوا ہو، تو وہ بہت پیارا لگتا ہے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے مگر دو دانت کے بیچ

کا یہ ٹوٹا ہوا حصہ نظر آتا تھا تو آپ کا حسن دوبالا ہو جاتا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو اس ٹوٹے ہوئے دانت کے حصہ سے ہم نور نکلتا ہوا دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میں نے جو مولانا احمد اللہ صاحب کا یہاں ذکر کیا ہے وہ اِس لئے کہ ہمارا دارالعلوم جب خریدا گیا ،تو آپ کے یہاں اِس مجمع میں تو سینکڑوں ہوں گے کہ جنہوں نے ہمارے اُس ٹوٹے پھوٹے دارالعلوم کو اُس وقت دیکھا تھا، کہ اُس میں کئی سو شیشوں میں ایک شیشہ اُس کا سلامت نہیں تھا۔ اُس کی چھت کہیں سے محفوظ نہیں تھی، اندر تالاب بنا رہتا تھا، چھت سے پانی اندر آتا تھا۔

ایسی عمارت میں ایک جگہ چھوٹی سی صاف کر کے ہم نے جلسہ کیا۔ سب سے پہلا جلسہ جس میں حضرت مولانا احمد اللہ صاحب تشریف لائے اور اُنہوں نے بیان فرمایا تھا۔ اور کوئی ہزاروں کا مجمع سامنے نہیں تھا کہ مقرّر جوش میں کچھ کہہ دے، ساتھی دو سو، تین سو کے درمیان رہے ہوں گے۔

حضرت ایسی ٹوٹی پھوٹی جگہ میں بیان فرما رہے ہیں، اُس ٹوٹی پھوٹی عمارت کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ ''میں یہاں سے ایک نور اُٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پورے عالم میں پھیلے گا'' اور صرف وہ اُن کے اِس دعوے کی ، اِس پیشین گوئی کی تصدیق اور اُس کی دلیل کے طور پر میں صرف ایک چیز کا ذکر کرتا ہوں کہ جولائی میں ہماری جو دارالعلوم کی ویب سائٹ ہے تو اُس کے جو نوجوان سیٹ کرنے والے ہیں اُن سے میں نے پوچھا، اور میں انہیں پوچھتا رہتا ہوں کہ اِس مہینہ کتنے دنیا بھر کے انسانوں نے اِس کو دیکھا۔

اُنہوں نے کہا کہ چار لاکھ اور ستر ہزار انسانوں نے دنیا بھر سے ہماری وَیب سائٹ کا مشاہدہ کیا اور اُس سے فائدہ اُٹھایا، ہاف ملین کے قریب لوگ اُس وَیب سائٹ پر آئے ہیں، تو اللہ

تبارک وتعالیٰ جب دل کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں، تو نہ صرف دیوار کے پیچھے کی چیز، بلکہ سالوں بعد کے واقعات منکشف ہوتے ہیں۔

دارالعلوم کا یہ قصہ تو یہ ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء کا ہے، اور اُنہوں نے کیسے وہ نور وہاں سے اُٹھتا ہوا دیکھا ہوگا؟ کہ میں دارالعلوم سے ایک نور اُٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں، جو پورے عالم کو منوّر کرے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دل کی آنکھوں کو کھول دے۔

حضرت رائے پوری قدس سرہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ رمضان شریف کا روزہ بہت بابرکت، اُس کی راتیں بھی روشن، اُس کا دن بھی روشن، دن بھی نورانی، رات بھی نورانی، اس میں اور عبادات کے ساتھ تلاوت سب سے زیادہ ہونی چاہئے، کہ خاص تلاوت کا مہینہ ہے، تو اُن عبادتوں کا نور تو یقیناً ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت بیمار تھے، اور بیماری کی وجہ سے حضرت روزہ نہیں رکھ سکتے تھے، تو اپنے زمانہ کا قطب اور رمضان کا مہینہ ہو اور مجبوری کی وجہ سے بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، تو عام انسان کو تکلیف ہوتی ہے رمضان میں، اگر ڈاکٹر مشورہ دے کہ روزہ نہ رکھو، تو کتنی انسان کلفت محسوس کرتا ہے، تو حضرت رائے پوری قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے قطب، اُن کو ظاہر ہے کہ کس قدر طبیعت پر بوجھ ہوتا ہوگا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے حضرت روزہ نہیں رکھ سکتے تھے، تو جس کمرہ میں حضرت کا قیام تھا، ایک کونہ میں حضرت کے لئے چارپائی رکھی گئی تھی اور دوسرے کونہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے انتظام کیا گیا تھا، تو حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ دوا کا

وقت ہوا، خادم پانی اور دوا لے کر حاضر ہوئے، جیسے ہی حضرت نے پانی کا گھونٹ اپنے منھ میں لیا، تو حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سارا کمرہ نور سے روشن ہو گیا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جن کے روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں تو اُن حضرات کی عبادات کے نور کی حقیقت کیا ہوگی؟

دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کے لئے کچھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ حضرات، جو ہمارے اکابر ہمارے لئے راستہ بنا کر گئے اِس پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اِسی نور کے سلسلہ میں میں نے پہلے بھی آپ حضرات کو سنایا ہوگا کہ وہاں ہمارے گاؤں میں نانی نرولی میں جلسہ ہو رہا تھا، تو حافظ سورتی، حافظ محمد سورتی مرحوم۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نہ اُن کا شاگرد، میں نہ اُن کا مرید، مگر اِس وقت روئے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب سے بڑے مقبول بندے حضرت شیخ الاسلام ہیں۔

ایک شخص جا رہے تھے دیوبند، تو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے روتے ہوئے اُن سے فرمایا کہ بھئی! ایک بات راز کی ہے، تم سے کہنی ہے اور ایک درخواست ہے، اور وہ تمہیں ضرور پوری کرنی ہے، وہ یہ کہ میں جب کنگھی کرتا تھا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی مبارک ناف تک تھی، یہی حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا، اُن کی داڑھی مبارک بھی اتنی ہی لمبی تھی، اُن ہی کے خلیفہ تھے۔

حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ میں کنگھی کرتا تھا تو میری داڑھی کے بال میں نے رکھ رکھے ہیں، جب تم دیوبند پہنچو تو حضرت کو دیکھتے رہنا، حضرت جوتے جہاں نکالتے ہوں تو کنگھی کے

میرے داڑھی کے بال حضرت کی جوتی کے اندر کہیں رکھ دینا۔تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نہ اُن کا شاگرد، نہ اُن کا مرید،مگرحق تعالیٰ شانہ نے روئے زمین پر اِس وقت انسانوں میں سب سے بڑا مقبول انسان حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا ہے۔

مدنی خانوادہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس خاندان سے آج کتنا عظیم کام لیا، کہ ابھی ایک دو ہفتہ ہوئے پریسٹن کی جامع مسجد کے انتظامیہ نے احمد آباد میں جو مسلمان جلائے گئے،شہید کئے گئے، بے گھر کئے گئے، اُن کے لئے کچھ رقم اِکھٹی کی تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُنہیں یاد کرنے کی توفیق دے۔

ابھی پچھلے ہفتہ ڈاکٹر عبدالرحیم اُندرے بمبئ سے آئے تھے، وہ بتاتے تھے کہ اُن مظلوموں میں سے ایک سوساٹھ بچے ہمارے پاس کوکن میں ہیں، ایک بچہ وہ ہے کہ جس کے سامنے اُس کے خاندان کے آٹھ افراد کو زندہ آگ میں ڈالا گیااور اُس بچہ کو بھی، خود اُسے بھی اُن کے ساتھ آگ میں ڈالا گیا، اور وہ لڑھکتا ہوا آگ سے تھوڑا دور پہنچ گیا۔

فسادیوں نے سمجھا کہ مرگیا، وہ بے ہوش ہو چکا تھا، جب سب نعشیں اُٹھانے والے پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا کہ اِس میں کچھ زندگی باقی ہےاور ہسپتال اُسے لے گئے،تو آج وہاں کوکن میں بورلی کے مدرسہ میں وہ بچہ پڑھ رہا ہے۔اُس کا ایک ہاتھ اور اُس کے جسم کا ایک حصہ اس کا جلا ہوا ہے،تو اُن بچوں کے لئے میں نے پچھلے ہفتہ بمبئ کسی کو فون کیا، کہ تم وہاں جاؤ اور جو ہو سکے اُن بچوں کا خیال کرو، اُن کی مدد کرو۔

یہ پریسٹن کی انتظامیہ نے اَسّی ہزار پاؤنڈ اپنے یہاں سے اکھٹے کئے اور حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب کو بھیجے کہ جو بے گھر ہو چکے ہیں، کوئی کالونی اُن کے لئے بنادی جائے ،تو جب اُن کی یہ کالونی تیار ہوئی تو اُنہوں نے جمعیت کی طرف سے پریسٹن والی انتظامیہ سے کہا کہ تم اپنے

یہاں سے اپنے کسی نمائندہ کو بھیجو کہ وہ خود اِس کا اِفتتاح کرے۔

اُن کا بیان ہے کہ ہم نے پریسٹن کی طرف سے تو ایک کالونی بنائی تھی اور جمعیت والوں نے اُس کے جیسی کل سینتالیس (۴۷) کالونیاں تعمیر کر لی تھیں، اُس کے علاوہ سینتالیس (۴۷) بنائیں، جس میں ہزاروں بے گھر مسلمانوں کو رکھا جارہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ جو بُرے دن ہیں، اور قیامت مسلمانوں پر سے گذر رہی ہے ان سیاہ ایام کا خاتمہ فرمائے، مسلمانوں کا مستقبل تابناک اور روشن بنائے، اِس مسجد کی تعمیر کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العلمین.

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا.

أَمَّابَعْدُ!

دوستو! آج جس بچہ نے قرآن کریم حفظ ختم کیا اللہ تعالیٰ اُس کے لئے اِس ختم کو قبول فرمائے۔ اِس بچہ کو، اِس کے خاندان کو دین کے لئے قبول فرمائے، اِس مسجد کی انتظامیہ اور مدرسہ کی انتظامیہ کو قبول فرمائے۔

حفظ قرآن ایک معجزہ

دوستو! یہ قرآن پاک حفظ کرنا، یہ صرف اور صرف ایک معجزہ ہے۔

آپ علماء اور محدثین کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں گے، تو آپ کو اُس میں بڑے بڑے محدثین، بڑے بڑے مفسرین اور علماء ایسے ملیں گے کہ جنھوں نے اپنی ساری زندگیاں قرآن اور حدیث

کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھیں، کوئی لمحہ اِس خدمت کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر صرف نہیں ہوتا تھا، سو فیصد ہر لمحہ ایک ہی کام، کتابیں دیکھنا، کتابیں لکھنا، کتابیں پڑھنا پڑھانا، اِن کے سوا اُن کا اور کوئی کام نہیں تھا، اور اُنہوں نے اپنی ساری زندگی میں حدیث اور تفسیر کی بڑی بڑی خدمات انجام دیں۔ پچاسوں، سینکڑوں کتابیں ان کی آپ کو ملیں گی، اور اُن کے دروس، اُن کے بیانات کے متعلق اُن کے طلبہ اُن کے حافظہ اور اتقان کی گواہی دینے والے ملیں گے، لیکن اِن سب کے باوجود، ہر چیز اُن کی زندگی میں آپ کو ملے گی، ایک نہیں ملے گا تو حفظِ قرآن۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بچہ، یہاں کی انگلش اسکول میں جانے والا، یہ تو قرآن کو حفظ کرلے لیکن اِتنا بڑا عالم، اِتنا بڑا محدث، اِتنا بڑا مفسر، اِتنا عظیم فقیہ کہ جس کو لاکھوں مسائل از بر تھے اور مستحضر تھے، جو مسئلہ پوچھو اُس کی عبارتوں کے ساتھ حاضر کہ فلاں کتاب میں یہ مسئلہ لکھا ہے، فلاں کتاب میں فلاں جگہ یہ عبارت لکھی ہے، وہ عبارتیں حفظ، اُن سب کو نقل کر کے اُس میں جو کہیں کمی ہے، کہیں زیادتی ہے اور کسی نے کوئی نکتہ بیان کیا ہے، کوئی لطیفہ بیان کیا ہے، ہر چیز وہ آپ کے سامنے بیان کریں گے۔ کتنا عظیم حافظہ، لیکن میں نے عرض کیا کہ اِن سب کے باوجود آپ اُن کے حالات میں پڑھیں گے، کوئی پوچھے گا کہ وہ قرآن کے حافظ تھے؟ تو کہیں گے نہیں، وہ حافظ نہیں تھے۔

کیا بات کہ ایک بچہ، یہ انتہائی مشغول بچہ، اُس کے پاس اپنے کھیلنے کے لئے وقت نہیں، اور کسی کام کے لئے وقت نہیں۔ صبح سے، نیند میں سے مشکل سے ماں اُٹھاتی ہوگی اور اُس نے تیاری کی اور اسکول بھاگا بھاگا گیا، اور شام تک اسکول میں رہا، وہاں سے تھکا ہارا آیا، اور پورے دن کی تھکاوٹ، اور اُس نے کھانا کھایا پیا، پورا دن جب اسکول میں جائے گا کہاں فرصت ملے گی؟

یہ، تو اِس کے لئے قرآن کریم کتنا آسان، اور ابھی اِس نے ماشاء اللہ! کتنا تجوید کے ساتھ بالکل صحیح پڑھا، تو کیا بات ہے کہ یہ قرآن حفظ کرنا اِس کے لئے تو اِتنا آسان ہوگیا، اور یہ علماء، یہ

فقہاء، یہ مفسرین جو غیر حافظ ہیں، جنہوں نے ساری زندگیاں وقف کر دی تھیں دین کے لئے، خدمت کے لئے، قرآن کے لئے، حدیث کے لئے، تو وہ حافظ نہیں۔

قدرت باری تعالیٰ

یہ قرآن کریم، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن فقہاء، مفسرین، محدثین، ان کی خدمات کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کو محرومین کی فہرست میں نہیں رکھنا چاہتے اور یہ بتانے کے لئے نہیں کہ ہم اِن کو یہ دولت دینا نہیں چاہتے، اور اُن کی ایک الگ فہرست ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بتانا چاہتے ہیں، تاکہ دنیا والے اِس کو دیکھیں، سمجھیں کہ یہ قرآن کریم حفظ کرنا یہ انسانی طاقت سے باہر کی چیز ہے۔

اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے، تو اللہ تعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر اپنے دماغ اور قوت حافظہ پر اِس کا مدار ہوتا، تو یہ سارے کے سارے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اِسلامی علوم کے لئے وقف کر رکھی ہیں، وہ ضرور حافظ ہوتے۔

اِس بچہ کو تو بیچارہ کو تو فضائل بھی معلوم نہیں۔ جس نے حفظ کیا، اِس کو نہیں معلوم۔ اِس کو آپ پوچھیں کہ بھئی! تم نے کیوں حفظ کیا؟ حفظ کیا، شوق ہوا، یہ سارے فضائل کی اربعینات جو بیان کی جاتی ہیں، پچاسوں حدیثیں، کہ حفظ قرآن پر یہ دولت ملے گی، یہ دولت ملے گی، والدین کو تاج ملے گا، اُن کا اعزاز ہوگا، اُن کا جلسہ ہوگا میدانِ محشر میں، تو یہ سارے فضائل اِس نے نہیں پڑھے اور ہمارے یہاں کسی مدرسہ میں کوئی نظام نہیں ہے کہ بچہ کو شوق دلانے کے لئے اُس کو پہلے فضائل سنائے جاتے ہوں، پڑھائے جاتے ہوں، ایسا کوئی نظام نہیں، مگر اس نے حفظ شروع کیا اور دماغ میں ریکارڈ ہوتا چلا گیا اور یاد ہو گیا۔

بقاء حفظ قرآن بھی معجزہ

اور میں کہا کرتا ہوں کہ یہ کیسا یاد ہوتا ہے کہ میں جب اِس ملک میں آیا ہوں ۶۸ء میں، تو ایک

استاذ، وہاں اِنڈیا میں بڑے مدرسہ میں وہ استاذ تھے، یہاں آکر جب مسجد میں اُن سے ملاقات ہوئی، میرے متعلق سنا ہوگا تو وہ آئے۔

دیکھا کہ اُنہوں نے پتلون ٹی شرٹ پہنا ہوا ہے، اور یہ (ڈاڑھی) سب صاف، تو دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور خود اُنہیں بھی افسوس تھا، ندامت تھی، تو مصافحہ کیا، گلے ملے، رونے لگے۔ کہنے لگے، دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سب قلوب، اللہ تعالیٰ اِیسے اُلٹ پُلٹ کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت نصیب فرمائے، ایمان پر رکھے، ایمان پر موت دے، نیکی پر رکھے اور نیکی کے راستہ پر ہمیں موت دے، اِسی پر رکھے۔ دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ کب، کس وقت دل کو پلٹ دے اِس کی کوئی گیرنٹی نہیں۔

غرض وہ ملے اور روتے رہے، اِس کے بعد چند مہینے کے بعد رمضان آیا تو مجھے ملے۔ باقاعدہ اُنہوں نے آنا شروع کیا، اور اُن کو بہت افسوس تھا، ندامت تھی اپنی اِس حالت پر، تو وہ کہنے لگے کہ دعا فرمائیں کہ آج سے میں نے فلاں کو اپنا قرآن سنانا شروع کیا ہے۔

اُنہوں نے چودہ پندرہ برس اُن کے بیان کے مطابق گذر گئے، اُنہوں نے نہ ایک قرآن ختم کیا تھا، نہ حفظ پڑھا تھا، نہ دیکھ کر پڑھا تھا، نہ قرآن کو چھویا اور ہاتھ لگایا تھا۔ اب چودہ پندرہ برس کے بعد وہ دوبارہ یوٹرن کرتے ہیں اور پھر اپنی اُس پرانی زندگی پر آنا چاہتے ہیں، تو اُنہوں نے کسی کو قرآن سنانا شروع کیا یکم رمضان سے، تو ابھی رمضان کے دو ڈھائی عشرے گذرے ہوں گے، ایک دن بڑے خوش میرے پاس آئے، اور کہنے لگے الحمدللہ! آج میرا قرآن، جو میں پارہ میں سنا رہا تھا آج میرا قرآن ختم ہوگیا، اور اُنہوں نے یہ بھی بتایا کہ کتنی غلطیاں گئیں، اللہ اکبر!

یہ اُنہوں نے حفظ کیا اور چودہ پندرہ برس تک پڑھا بھی نہیں۔ اب دیکھئے کہ کیسے محفوظ ہوگیا ٹیپ کی طرح سے اندر موجود ہے، اُس کو پڑھنا شروع کیا، پھر اسی طرح تازہ ہوگیا۔ اِس بچہ کو بھی

اللہ تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی کہ تھوڑی بہت اِس نے کوشش کی اور وہ حفظ ہو گیا، اور ہمیشہ کے لئے حفظ ہو گیا۔

ابھی ہمارے یہاں دارالعلوم میں گذشتہ کل، جمعہ کے دن طلبہ نے حفظ ختم کیا۔ طلبہ جن کا حفظ ختم ہوتا ہے تو آخری سورتیں اِس بچہ کی طرح سے ہمارے یہاں جمعہ کی نماز کے بعد سب طلبہ اساتذہ کے سامنے بچہ پڑھتا ہے پھر دعا ہوتی ہے۔ تو تین طلبہ نے گذشتہ کل، گذشتہ جمعہ کو دارالعلوم میں قرآن ختم کیا۔ اکثر جمعہ کو ایسا ہوتا رہتا ہے، کبھی ایک طالب علم، کبھی دو، کبھی تین، پورا سال یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

اِس سے دو جمعہ پہلے دو بچوں نے حفظ ختم کیا، آخری سورتیں اُنہوں نے جمعہ کے دن پڑھی تھی۔ جب اِس کے بعد اسکول کے ریزلٹ آئے تو دو ہفتہ پہلے، تین ہفتہ پہلے، جن بچوں نے حفظ ختم کیا تھا، تو انہیں دو بچوں کے نام بورڈ پر آئے کہ اِنہوں نے پانچ چھ اے سٹار لئے، اور یہ بچے جو اِتنا اچھا اُن کا نتیجہ آیا اور حفظ بھی کر رہے تھے، اور حفظ بھی بہت عمدہ کیا اور اسکول کی تعلیم کا معیار بھی بلند رہا۔

ایک سے میں نے پوچھا کہ کتنی مدت میں تو نے حفظ ختم کیا؟ تو وہ کہنے لگا دو سال میں، اور ایک بچہ سے پوچھا، تو کہنے لگا ڈیڑھ سال میں۔ اللہ اکبر! آپ اندازہ لگائیں، حساب لگانے کی کوشش کریں کہ اب ڈیڑھ برس میں، اور دو برس میں بچہ جو اسکول جا رہا ہے، اور اسکول پڑھ رہا ہے، سارا وقت اُس میں صرف کرتا ہے اور اُس کے لئے اسکول میں اُس کا گھنٹوں کے حساب سے جو وقت صرف ہوتا ہے، اُس کے علاوہ اُس کے لئے تیاری کرنا، امتحانات دینا، امتحانات میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی ہوئی۔

ہم نے کل جمعہ کی نماز کے بعد اُن بچوں کو خصوصی اعزازی طور پر سند دی، سرٹیفکٹ دیا اور کچھ دارالعلوم کی طرف سے انعام دیا۔ میں نے مزاحًا اُن سے کہا کہ بھئی! آپ لوگوں نے تو دو تین ہفتے پہلے اپنا حفظ یہاں ختم کیا تھا۔ کہا ہاں! ہم نے کہا کیا دعا کی تھی؟ میں نے کہا کہ تو نے کوئی

نتیجہ تو نہیں بدل دیا، اُس میں کوئی چینج تو نہیں کر دیا، دعا کے زور سے نتیجہ بدل دیا۔

الحمدللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِن بچوں کو اِس کے لئے منتخب کیا اور یہ جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ تو معجزہ ہے۔

نابینا حفاظ

ابھی چند ہفتہ پہلے لندن کے سفر میں اِس طرح کا ایک جلسہ تھا، تو وہاں مسجد والوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک بچہ، اس نے سوا سال میں قرآن حفظ کر لیا، گیارہ سال کا بچہ۔ کوئی کوٹھڑی میں اُس بچہ کو سوا سال کے لئے بند نہیں کر دیا، وہ تو اِن کی طرح سے اسکول، آنا جانا، اور تھوڑا سا وقت حفظ کے لئے، سارا دن تو اسکول کا رہا اور آپ کو تعجب ہوگا کہ وہ بچہ کون؟ گیارہ سال کا نابینا، اور کوئی اُس کی مدد کرتا رہا کہ ایک آیت اُس کو سنا دیتا۔

نابینا کو اسی طرح حفظ کراتے تھے، کہ کوئی ایک آیت، آدھی آدھی آیت اُن کو پڑھ دیتا ہے، دو چار دفعہ اُس نے پڑھا، اللہ تبارک وتعالیٰ ایک طرف اُن کی یہ بینائی سلب کر لیتے ہیں تو دوسری طرف دوسری نعمت دے دیتے ہیں۔

یہ جتنے نابینا حفاظ ہوتے ہیں، یہ بڑے جید حافظ ہوتے ہیں، اُن کی طرف سے چیلنج ہوتا ہے کہ وہ پورا قرآن سنا دیں گے اِس میں کہیں ایک غلطی نہیں ہوگی۔ نابینا حفاظ اکثر ہندوستان میں رمضان میں آتے تھے تو جس مسجد میں پہنچ جائیں، تو تراویح پڑھانے والے کے لئے مشکل، ذرہ برابر اِدھر اُدھر نہ ہونے دیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بینائی کی ایک نعمت سلب کی اِس کے بدلہ میں دوسری نعمت دے دی۔ آپ یہ فضائل نماز میں پڑھتے رہتے ہیں کہ بے نمازیوں کا حشر کیسے ہوگا، اور اُس میں احادیث حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمائی ہیں کہ فرعون اور ہامان اور قارون کے ساتھ بے نمازیوں کا حشر ہوگا۔

یہ دولت کی وجہ سے جس نے اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی ہوگی تو وہ قارون کے جھنڈے کے ساتھ جو جماعت چل رہی ہوگی اُن میں شامل ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے)

جو اپنی حکمرانی میں، چھوٹی حکومت ہو کسی ملک کی یا بڑے ملک کی یا کسی تنظیم کی حکومت اُس کو دی گئی ہو، تو اُس میں جو ظلم و جبر کے مرتکب ہوں گے فرعون کی طرح سے فرعون بنے ہوئے ہوں گے، تو وہ فرعون جھنڈا لے کر چل رہا ہوگا اُس کے پیچھے پیچھے وہ چل رہے ہوں گے۔

قادیانیت سے توبہ

حضرت مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، یہ ہماری مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین میں سے ایک بہت پرانے مبلغ تھے، اللہ کو پیارے ہوگئے، اُنہوں نے وہاں فیجی میں بہت بڑا کام کیا۔ اِس کے بعد پھر شروع میں جو اِس ملک میں یہ کام شروع ہوا تو یہاں اُس کی داغ بیل ڈالنے والوں میں وہ تھے۔

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ وہ بلیک برن تشریف لائے ہوئے تھے، حضرت مولانا علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ بھی اُس وقت یہاں تشریف رکھتے تھے۔ تو ہم حضرت کو لے کر وہاں جہاں جلسہ تھا وہاں پہنچے، تو مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا علی میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کہ میں نے آپ کے قادیانیت سے توبہ کرنے اور اسلام لانے کا قصہ پڑھا تو ہے، مگر میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

اُنہوں نے اپنا واقعہ سنایا۔ اُنہوں نے کہا کہ قادیانی جماعت نے بچپن سے میری پرورش کی تھی، اور اُنہوں نے مجھے اسکول بھیجا، اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے جو پاکستان میں اسکول ہوتے تھے اُن اسکولوں میں بھیجا۔ پھر اخیر میں انہوں نے مجھے بورڈنگ میں رکھا، جہاں بہترین اعلیٰ تعلیم اسکول کی دی جاتی تھی۔ اور اُس کے بعد جب میں جوان ہوگیا تو مجھے اپنا مبلغ بنایا، اُن کی طرف سے میں مناظرے کیا کرتا تھا، جہاں کہیں مسلمانوں کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج ہوتا تھا، تو

بطورِ مناظر کے وہ اسٹیج پر سامنے ہوتے تھے، تو جیسا میں نے شروع میں بتایا کہ یہ قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہیں، اُلٹ پُلٹ ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

وہ فرماتے ہیں کہ میرے مسلمانوں سے مناظرے ہوتے رہتے تھے، تو ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی طرح کے ایک مناظرہ کی نشست میں ملاقات ہوئی، تو حضرت نے مجھے ایک مناظرانہ انداز میں نہیں، اور ایک مخالف سے جس طرح گفتگو کی جاتی ہے اُس طرح نہیں، بڑے نصیحت کے انداز میں، خیرخواہانہ انداز میں حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میری ایک آپ سے درخواست ہے۔

پوچھا کیا؟ حالانکہ دونوں فریق آپس میں یہ اِن کے دشمن، وہ اُن کے دشمن، لیکن حضرت نے مجھے اِتنے پیارے انداز میں، نصیحت کے انداز میں فرمایا کہ میری آپ سے درخواست ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ فرمایا کہ جو ہماری کتابیں ہیں، قادیانیت کے خلاف جو جو کتابیں لکھی گئیں، کچھ نام بھی حضرت نے گنوائے، فرمایا کہ یہ کتابیں پہلے بھی تم نے ضرور پڑھی ہوں گی اور ہمیں پتہ ہے کہ تم نے پڑھی ہیں، کیوں کہ تم مناظرہ میں اِن کے حوالے دیتے ہو، لیکن میری ایک درخواست ہے کہ اب تک تو آپ مناظرہ کرنے کے لئے اور اُس کا رد کرنے کے لئے اور اُس میں کہیں کجی، ٹیڑھا پن، غلطی تلاش کرنے کے لئے پڑھتے رہے۔

ابھی میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ اُن کتابوں کو پھر پڑھنا شروع کریں، اور حق اور سچائی اور صداقت اور صدق کی تلاش کے لئے پڑھیں، یہ مقابلہ جو آپ کا ہے اِس کو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف رخصت کر کے صرف حق کی تلاش کے لئے کہ حق کیا ہے؟ آیا اِدھر جو اسلام کہہ رہا ہے اِدھر حق ہے یا قادیانیت کہہ رہی ہے اس طرف حق ہے؟ تو حق کی تلاش کی نیت سے، اِسی نیت سے آپ اِس کا مطالعہ شروع کریں، تو میں نے ان سے وعدہ کرلیا۔

پہلے شروع میں کچھ دن تو مجھے ذرا یہ تشویش ہوئی کہ میں خواہ مخواہ کے لئے کیوں اِس اُلجھن میں پڑوں؟ اور میرا اپنا کام بھی جاری رہا، لیکن پھر کہتے ہیں حضرت کی نہ معلوم کیا توجہات تھیں، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی، کہ بار بار میرے دل میں خیال آتا کہ میں نے اُن سے وعدہ کیا تھا، اور اُس وعدہ کے مطابق مجھے اِن کتابوں کا اِس نیت سے مطالعہ کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں، پھر میں بار بار اِس خیال کے آنے پر مجبور ہوگیا اور میں نے اِسی نیت سے اِن کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ اُس کے بعد فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ساتھ عجیب معاملہ ہوا کہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میدانِ محشر قائم ہے، اور ساری دنیا بھاگی جارہی ہے۔

پہلے بھی میں نے کہیں کسی مجلس میں سنایا ہوگا کہ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں سہارنپور میں تراویح کے بعد مجلس ہوتی تھی، اور اُس میں فضائل درود شریف ہی میں سے چند حدیثیں پڑھی جاتی تھیں، چند صفحات پڑھے جاتے تھے، اور اُس کی تعلیم سے پہلے چہل درود پڑھا جاتا تھا، چالیس درود پہلے مولانا معین الدین صاحب پڑھتے تھے اور پھر کتاب میں سے پڑھتے تھے، لیکن جب جمعہ کی شب ہوتی تھی، تو شبِ جمعہ میں، فضائل درود شریف میں تین قصیدے ہیں، ایک چھوٹا سا عربی قصیدہ ہے اور دوسرا مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی کا قصیدہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، اور قصیدہ بہاریہ اردو میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، تو یہ قصیدے جمعہ کی شب میں پڑھے جاتے تھے، یہ رمضان میں معمول تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس

ایک دن جمعہ کی شب میں وہ قصیدے پڑھے گئے پھر جو کتاب میں سے جو مضمون پڑھا جارہا تھا، اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا باب بھی ہے، تو وہ پڑھا گیا۔ کچھ دیر تعلیم ہوتی تھی۔ اُس سے جب فراغت ہوئی، تو فارغ ہوکر سب اپنے اپنے بستروں پر جارہے تھے تو ہمارے سورت کے بھائی خالد صاحب، اُن کا حضرت مولانا طلحہ صاحب کے ساتھ شروع

ہی سے خصوصی تعلق تھا۔ وہ مجلس کے بعد حضرت مولانا طلحہ صاحب کے بستر پر پہنچے اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے صاحب زادہ حضرت مولانا طلحہ صاحب سے اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جو آج تعلیم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واقعات پڑھے گئے، تو ہم نے تو ساری عمر بہت تمنا کی، اور جو کسی نے بتایا، کہیں پڑھا، اُس پر عمل کرنے کی کوشش کی، مگر اِس نعمت سے اب تک محرومی رہی۔

یہ اُنہوں نے حضرت مولانا طلحہ صاحب سے کہا۔ قبل اِس کے کہ حضرت مولانا طلحہ صاحب کوئی جواب دیں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنے معتکف میں ہیں، حضرت تو یہ گفتگو نہیں سن رہے ہیں، کافی فاصلہ پر اُن کا بستر تھا اور حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے معتکف کا پردہ پڑا ہوا تھا، تو حضرت نے اندر سے آواز دی ''طلحہ!''، تو حضرت مولانا طلحہ صاحب جواب دینے سے پہلے اُٹھ کر حضرت شیخ کے پاس پہنچ گئے۔

بھائی خالد صاحب جو بہت بڑے تاجر، پڑھے لکھے، نہایت منتظم آدمی ہیں، اُن کا بیان ہے کہ مولانا طلحہ صاحب اُٹھ کر حضرت کے پاس چلے گئے اور میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس طرح یہ مجمع ہے اِس سے پچاسوں گنا بہت بڑا ہزاروں کا مجمع چاروں طرف، لیکن پھر بھی میں کیا دیکھتا ہوں کہ میدانِ محشر قائم ہے، اور سب اپنی قبروں سے اُٹھ کر بھاگے چلے جارہے ہیں، تو بھائی خالد صاحب کہتے ہیں کہ میں بھی اُن بھاگنے والوں میں شامل ہوں جس طرح سب لوگ، مجمع بھاگ رہا ہے ملینوں کا، اُن کے ساتھ میں بھی بھاگ رہا ہوں۔

اِتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک طرف عرش الٰہی ہے اور اُس عرش الٰہی کے سایہ میں کچھ لوگ کھڑے ہوئے ہیں، تو جو لوگ عرش الٰہی کے سایہ میں کھڑے ہوئے تھے اُن میں سے میں نے ایک کو پہچانا کہ ہماری رشتہ دار خواتین میں سے ایک مرحومہ جن کا چند سال پہلے انتقال ہوگیا تھا، وہ بھی وہاں کھڑی ہوئی ہے۔

جب اُنہوں نے مجھے بھاگتے ہوئے دیکھا تو اُنہوں نے مجھے ایک طرف اشارہ کیا کہ اِس

طرف بھاگو، اِس طرف۔ تو جس طرف اُنہوں نے اشارہ کیا تو اُس طرف میں دیکھتا ہوں کہ ایک روشنی ہے۔ اُنہوں نے جب مجھے یہ فرمایا تو پھر اُس طرف بھاگنے لگا، میں جیسے جیسے بھاگتا گیا تو وہ روشنی بڑھتی چلی گئی، جب میں بالکل عین اُس روشنی کے منبع کے پاس پہنچا تو دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں، تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں گر پڑا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری شفاعت فرمایئے۔

کتنا عظیم فیض حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخرت میں زیارت نصیب فرمائے، شفاعت نصیب فرمائے۔

اسی طرح مولانا لال حسین اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ میدان محشر قائم ہے اور لوگ بھاگے چلے جا رہے ہیں، اور اُن بھاگنے والوں میں مرزا غلام احمد قادیانی بھاگ رہا ہے اور لوگ اُس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہے ہیں، تو کہتے ہیں، اُن کا بیان ہے کہ میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا، بھاگتے بھاگتے دیکھا کہ سامنے بہت بڑی آگ جل رہی ہے اور وہ مرزا اُس آگ میں گرتا ہے، اُس کے پیچھے جو لوگ بھاگ رہے ہیں وہ اُس میں گر رہے ہیں، تو اُن کو آگ میں گرتا ہوا دیکھ کر میں وہاں سے لوٹ آتا ہوں، اور میں وہاں سے پلٹتا ہوں اور میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

کہتے ہیں یہ خواب میں نے ایک دفعہ دیکھا، دو دفعہ دیکھا، تین دفعہ دیکھا، کہتے ہیں بار بار دیکھتا رہا۔ پہلے تو شروع میں میں نے سوچا کہ یہ کتابیں میں پڑھتا ہوں اُس کے تأثر سے میرے دماغ میں غلط خیال قائم ہو گیا، یہ اُس کی وجہ سے ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ پھر تو جب دسیوں دفعہ میں نے یہ خواب دیکھا، تو پھر میں چھپ چھپا کر کے چپکے سے ایک مرتبہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گیا اور میں نے جا کر حضرت سے یہ عرض کیا کہ حضرت! آپ نے جو مجھے نصیحت فرمائی تھی اُس پر میں نے عمل کیا اور میں نے یہ کتابیں دیکھیں، صرف دیکھی نہیں بلکہ اُس

کا مطالعہ کیا، غور سے مطالعہ کیا اور اُس کے نتیجہ میں اب یہ میرا حال ہو گیا کہ میں یہ خواب بار بار اور مسلسل دیکھتا ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ آپ تو ذی علم آدمی ہو، اِس میں نہ کسی تعبیر کی ضرورت، نہ آپ کو سمجھانے کی ضرورت، تو اُس کے بعد وہ مشرف باسلام ہوئے، اُنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر مسلمانوں کی طرف سے وہ مناظر بنے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اِس بچہ کو قبول فرمائے، اِس مسجد کو بھی قبول فرمائے، اِس مدرسہ کو قبول فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَاوَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَاوَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ
یُضْلِلْ فَلا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ
سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
وبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

کِتَابُ الْفِتَن

بَابُ مَا جَاءَ فِی قَوْلِ اللّٰہِ وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّۃً

یہ آپ لوگوں کی تعلیمی زندگی کے آخری ایام ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی اب تک جو کچھ پڑھا، اس کی حفاظت کی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت میں نجات کا اس کو ذریعہ بنائے اور آئندہ اسی طرح علومِ دینیہ میں لگے رہنے کی اللہ تعالی توفیق دے۔ اور آپ سب کے لئے دعا ہے اللہ تعالی آپ سب کو بھی اپنے وقت پر ماں بنائے جیسی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ماں ملی، ایسی نیک ماں بنائے، اور ایسی، امام بخاری جیسی اولاد نصیب فرمائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ماں

دیکھئے، کتنی بڑی ان کی نیکی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آپ نے پڑھا کہ بچپن میں ان کی بینائی چلی جاتی ہے اور نابینا ہوجاتے ہیں۔ حالات میں لکھا ہے کہ ان کی ماں نے اللہ تبارک وتعالی کے سامنے اس قدر آہ وزاری اور فریاد کی کہ رحمتِ باری نہ صرف اس دعا کو اجابت کا درجہ دیتی ہے اور قبول کرتی ہے، بلکہ وہ رات کو سوئی ہیں، خواب دیکھتی ہیں۔

ایک رات میں دو خواب

ابھی میں یہاں آیا تو اس سے پہلے بولٹن سے قاری اسلم آئے، ان کے یہاں ختمِ بخاری کے جلسہ کے دعوت کے سلسلہ میں، تو میں نے ان کی، ان کے والد صاحب کے سلسلہ میں عیادت کی کہ اللہ تعالی آپ کے والد صاحب کو شفا دے۔

وہ اپنے والد صاحب کی وجہ سے اچانک ہندوستان سفر کر کے گئے، وہاں سے پھر فون کیا کہ میں اچانک والد صاحب کی بیماری کی وجہ سے یہاں آیا فون نہیں کر سکا۔ والد صاحب کی کیفیت انہوں نے فون پر بتائی، مجھے پیغام ملا، میں نہیں تھا۔ اسی رات ان کا فون آنے سے پہلے ایک رات پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ بلیکبرن (Blackburn) مولانا اسماعیل واڈی والا صاحب ہمارے یہاں مجمع کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، مردوں کا مجمع ہے، مجلس ہے اور وہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر اسی رات میں دوسرے خواب میں راندیر کے مفتی اسماعل واڈی والا کو دیکھا، صرف اتنا ہے کہ وہ چل رہے ہیں، کہیں جا رہے ہیں، ان کو چلتے ہوئے دیکھا۔

ایک سنت

صبح میں نے گھر میں، دفتر میں، اور میری عادت ہے کہ جو کچھ دیکھتا ہوں، اچھا برا جیسا بھی، اس کا تذکرہ کر دیتا ہوں کہ یہ بھی سنت ہے۔ لوگوں کے یہاں تو یہ بڑی راز کی چیز ہے، نہیں کہنا

چاہتے۔یا یہ کہ تنہائی میں مجھے ایک بات کہنی ہے اور سب کو اٹھا دینا۔کیا راز کی بات ہے؟ کہا کہ آج میں نے خواب دیکھا۔

ہمارے یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ غصہ ہوتے کہ تمہارے تخلیہ کی وجہ سے میں نے اپنی اوّابین مختصر کی تھی، میرا پارہ چھوڑ دیا، میرا سارا وقت ضائع کیا تم نے ایک خواب کی وجہ سے، بتا کیا دیکھا؟

حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام

سچا خواب، یہ تو کوئی بزرگی کی چیز نہیں ہے۔حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا جو قرآن نے تذکرہ کیا کہ ان کے ساتھ جیل خانے میں **یَا صاحِبَیِ السِّجن**، جیل خانے کے ان کے دو جو ساتھی تھے، خواب جس کو قرآن نے نقل کیا ہے، وہ مسلمان بھی نہیں تھے، ان کو بھی سچے خواب آئے، تعبیر سچی ہوئی۔

اس کا نہ کوئی بزرگی سے تعلق، جس طرح سے کوئی واقعہ ہو رہا ہے، تو ابھی باہر کوئی واقعہ پیش آتا ہے، ساری دنیا دیکھتی ہے، آپ بھی دیکھتے ہیں۔مسلم، غیر مسلم سب دیکھتے ہیں، تو اسی طرح بعینہ یہ خواب بھی ایسا ہی ہے، کہ آئندہ مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے یا دوسری جگہ اس وقت میں جو پیش آ رہا ہے، اس کو دیکھتے ہیں۔یہ بزرگی سے تعلق نہیں رکھتا، یہ ایک عام سی چیز ہے جس طرح میں نے اس کو بہت زیادہ عام کر کے بتایا کہ بھئی آپ بھی دیکھیں، یہاں کوئی واقعہ پیش آ رہا ہے سب دیکھیں۔اسی طرح یہ دوسرے ملک میں اس وقت جو حالات ہو رہے ہیں، مغیبات کو دیکھ لینا بیداری میں، خواب میں، تو بہت سے غیر مسلم کو بھی یہ چیز پیش آتی ہے۔

میں نے کہا مفتی قاری اسلم کو، کہ میں نے اس دن گھر والوں اور دفتر والوں کو بھی سنایا تھا کہ میں نے ایک رات میں ایک ہی نام کے دو آدمیوں کو کیوں دیکھا ہوگا آج؟ مولانا اسماعیل واڈی والا بلیکبرن میں، مفتی اسماعیل واڈی والا راندیر میں۔پھر میں نے کہا کہ تمہارا فون آیا تب پتہ چلا

کہ اوہو! ان کے ساتھ یہ حادثہ ہونے والا تھا، اس لئے اللہ تعالی نے ایک دن پہلے دکھا دیا کہ بخاری شریف کو مولانا اسماعیل واڈی والا راندیر میں پڑھا رہے تھے، سبق پڑھاتے پڑھاتے لڑھک گئے، وہ بیان کررہے تھے بولتے بولتے رک گئے، زبان بند ہوگئی، کومے میں چلے گئے، ہسپتال لے گئے، بتایا کہ بلڈ کلوٹ (blood clot) جمع ہوگیا دماغ میں، رگوں میں، اس کا آپریشن ہوا۔

اس وقت میں نے ان سے کہا کہ یہ خواب یا اس طرح پہلے سے کسی چیز کو دیکھ لینا، یہ ایک بہت بڑا اسبق دیتا ہے۔ آج کی یہ آپ کی کتاب الفِتَن، کہ یہ جو فتنے جتنے واقع ہورہے ہیں، تو اس سے نہ مذہبِ اسلام پر کوئی فرق اور حرف آتا ہے، نہ اسلام اس سے کوئی کمزور ہوگا ان شاء اللہ اور نہ مسلمانوں کو ایسے حالات سے متأثر ہونا چاہئے، کیوں کہ یہ جس طرح ایک خواب ہے، یہ تو میں نے ادھر وہ بیمار ہونے والے تھے اور اس سے ایک شب پہلے فرشتے نے ان کو دکھایا، بعد میں شام کو فون آیا کہ وہ بیمار ہو گئے، تو یہ اَلْقَدَرُ خَیرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی ہم تو اقرار کرتے ہیں اعتقادیات میں کہ ہمارا تقدیر پر ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ پیش آتا ہے اچھا، برا، کلیات، جزئیات مکمل ہر چیز کی تفصیل اللہ تعالی نے اپنے یہاں لوحِ محفوظ میں اس کی لکھ دی ہے، اسی کے مطابق واقع ہوتا ہے۔

ملک الرؤیا خواب کے فرشتہ نے ان کا نام دیکھا کہ آج ان کے ساتھ یہ حادثہ مفتی اسماعیل واڈی والا بیمار ہونے والے ہیں، تو اس نے رات میں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ دکھائے، ان کے ہمنام کو پہلے دکھایا، میرا پہلا خواب مولانا اسماعیل واڈی والا کا دکھایا اور پھر سوچا ہوگا کہ بدھو جیسا آدمی ہے سمجھے گا نہیں، تو پھر ان کو بھی دکھایا چلتے ہوئے، مفتی اسماعیل واڈی والا کو اور پھر شام کو پتہ چلا کہ ان کا انتقال ہوگیا۔

خواب اور تقدیر

اس پر میں نے کہا قاری اسلم سے کہ کتنا بڑا سبق ہے اس خواب میں، کہ یہ ہمارا دین صحیح ہے، ہمارا دین سچا، ہمارا عقیدہ سچا، ہمارا ایمان جو تقدیر پر ہے کہ جو لکھا ہوا ہے اسی طرح دنیا چل رہی ہے یہ بھی سچا۔

پھر میں نے ان کو اور سنایا، میں نے کہا جہاں آپ بیٹھے ہیں، اسی جگہ مولوی فضلِ حق لانکاسٹر (Lancaster) والے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تذکرہ کر رہے تھے کہ مولانا ابرار احمد صاحب ہسپتال میں ہیں اور ان کا یہ حال ہے، بیمار ہیں، حالات بیان کر رہے تھے۔

میں نے ان کو خواب سنایا، میں نے کہا آج رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا، کہ وہ ہمارے بے تکلف ساتھی تھے، اور بہت بے تکلفی تھی۔ اسی طرح دیکھا بھی کہ میرا اور ان کا دوڑ میں مقابلہ ہو رہا ہے، جس میں وہ مجھ سے آگے نکل گئے۔ صاحب فراش مریض کو اس قوت سے دوڑتے خواب میں دیکھنا ان کی زندگی کے بارے میں خوف دلاتا ہے کہ شاید یہ **سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة** ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ وہاں میں زامبیا (Zambia) سے کہیں جا رہا تھا، جہاز میں بیٹھا تو دیکھا تھوڑی دیر بعد مولانا ابرار صاحب تشریف لائے، تو میں نے کہا اوہو!؟ کہنے لگے کہ ارے ظالم! میں نے تیری وجہ سے سیٹ اس میں کرائی، مجھے پتہ چلا کہ آپ کی سیٹ، اسی جہاز میں آپ جانے والے ہیں، اس لئے میں نے میرا سفر فلاں تاریخ پر تھا تو میں نے آج کی سیٹ کرائی۔ پھر وہ گپ شپ ہوتی رہی، پھر درمیان میں بیچ میں کہنے لگے کہ اچھا بتاؤ، آپ کے پاس پیسے کتنے ہیں؟ میں نے کہا کہ اتنے ہوں گے، کہا کہ مجھے اس میں سے ایک نوٹ دے دے۔ میں نے زیادہ دینے چاہے، انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہدیہ سے محبت بڑھتی ہے اس لئے میں نے مانگا، مجھے آپ سے بہت تعلق ہے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وہاں اصل میں ان کے پیرومرشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کی خدمت میں یہ رہے، ان سے بیعت ہوئے، ان سے فیض حاصل کیا، ان کی ہو بہو نقل اتارا کرتے تھے۔ جس طرح حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈانٹا کرتے تھے، ان پر حال طاری ہوتا تھا، حال میں اس طرح تیز تیز بولتے تھے۔

پہلے بھی میں نے یہاں سنایا تھا کہ ان کا انتقال بحری جہاز میں ہوا تھا، تو ہندوستان سے سفر کر کے شعبان میں اس وقت جہاز چلا کرتے تھے۔ رمضان سے پہلے جہاز پہنچ جاتا جدہ، تو اس میں اپنے قافلہ کے ساتھ حرمین میں رمضان گزارنے کی نیت سے عمرہ کی نیت سے سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں بیمار ہوئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا، بہت کوششیں ہوئیں کہ تدفین مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں ہو، مگر کسی طرح یہ اجازت وہاں کپتان تک قانونی شکل میں جس طرح ہونی چاہیے پہنچ نہ سکی اور ان کی اپنی پیشینگوئی پوری ہوئی۔ سفر سے پہلے شاہ وصی اللہ صاحب پیشینگوئی کے طور پر ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی، جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری، خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی

لوگوں نے سمجھا کہ ویسے ہی موت کو یاد کر کے پڑھ رہے ہوں گے، جب یہ واقعہ پیش آیا تب ان کو یقین آیا کہ اوہو! کتنی بڑی پیشینگوئی!

یہاں بھی ایک دفعہ اس طرح کوئی تذکرہ ہوا۔ میں نے کہا کہ بھائی دیکھو، ہمارا مذہب کتنا سچا۔ ہمارا عقیدہ کتنا سچا کہ خواب کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں کہ خواب دیکھا کسی نے، بوڑھیا نے کہ میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ (accident) ہوا تو سچ مچ دوسرے دن دیکھا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ یہ جو ایکسیدنٹ دیکھا کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بہت بڑا سبق ہے، بہت بڑی ہمارے لئے

ڈھارس ہے، اور یہ تحریض ہے دین اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی طرف، کہ یہ مذہب کتنا سچا ہے کہ تم یہ جو ایمان رکھتے ہو کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، ہر چیز لکھی ہوئی ہے اللہ کے یہاں اور تمام دنیا اسی طرح چل رہی ہے، ایک پتہ بھی خشک اور تر درخت سے جدا ہو کر گرتا نہیں، اس کا وقت گرنے کا، وہ لمحہ ساعت، وہ گھڑی پہلے سے لکھی جا چکی ہے۔ میں نے کہا کہ اسی لئے تو بڑھیا نے دیکھا اور اسی طرح واقع ہوا۔ تو یہ ہماری عقیدہ کی سچائی کہ تقدیر پر ہمارا ایمان سچا ہے، اسلام کو اگر ہم مذہب مانتے ہیں وہ سچا ہے۔

ایسے منامات اور کشوف سے نہ کوئی بزرگ بنتا ہے، نہ بڑا اور نہ بہت بڑا ۔۔۔

کنوئیں کا مینڈک

میں نے پچھلے سال شاید یہ واقعہ بھی سنایا تھا کہ بخاری شریف میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بہت بڑے کے لئے۔۔ یہ کھینچ کر کے کہ بہت بڑے۔۔۔ تو فرماتے تھے کہ بچوں نے کہیں سے اٹھا کر کے ایک مچھلی کو کنویں میں پھینک دیا۔

یہاں والیوں نے کنواں بھی نہیں دیکھا ہوگا کہ کنواں کیسا ہوتا ہے، تو وہاں انڈیا جو گئی ہیں، وہ کنویں سے پانی بھرتے ہیں، گول کنواں ہوتا ہے، تو اوپر سے کہیں وہ بچے مچھلی کو پکڑ کر تالاب میں سے لے آئے اور وہاں پھینک دیا مچھلی کو۔ اب مچھلی وہاں کنویں میں چلی گئی، بیچاری پریشان، اپنے وطن کو، اپنی جگہ کو یاد کر کے پریشان ہے۔

اب مینڈک اس کو بار بار تسلی دے کہ دیکھو وہاں بھی پانی تھا تمہارے پاس یہاں بھی پانی ہے، یہاں بھی تم زندہ ہو، یہاں بھی کھانے کی چیزیں اِدھر ہیں، اُدھر ہیں، سب دکھا کر اس کو تسلی دینے کی مینڈک کوشش کرتا ہے مگر اس کی پریشانی اور بڑھتی ہے، تو پوچھتا ہے کہ آخر تم کیوں پریشان ہو؟ کہنے لگی کہ یہ تمہارا گھر تو بہت چھوٹا اور ہمارا سمندر تو بہت بڑا، جو میرا وطن تھا میرا گھر وہ تو بہت بڑا تھا، یہ تو بہت چھوٹا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مینڈک نے ایک بالشت کے برابر ایک چھلانگ لگائی، یہاں سے وہاں تک کود کر کہا کہ اتنا بڑا؟ کہا کہ نہیں نہیں اس سے تو بہت بڑا۔ پھر اس نے دو بالشت کی چھلانگ لگائی، کہ اتنا بڑا؟ کہا کہ نا وہ تو بہت بڑا۔ پھر ایک ہاتھ کی لگائی چھلانگ، پھر پوچھتا ہے کہ اتنا بڑا؟ کہا نہیں نہیں اس سے تو بہت بڑا۔ پھر اس دیوار سے اس دیوار تک چھلانگ لگائی، کہ اتنا بڑا؟ کہنے لگے وہ تو بہت بڑا سمندر۔ وہیں سے مثل مشہور ہوئی، کہاوت لوگوں نے بنائی کہ بیچارا کنوئیں کا مینڈک سمندر کی وسعت کیا جانے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ یہ سمجھانے کے لئے، کیا کہہ رہا تھا؟ سننے والے ہی بھول گئے کہ کہاں سے میں نے یہ مثال حضرت کی سنائی، آپ لوگوں کی آواز تو ادھر آتی نہیں، تو یہ جتنے فتنے ہیں۔

واقعی یہ اس طرح کے جتنے سچے خواب ہیں، یہ ہمیں سبق دیتے ہیں کہ ہم سچے مذہب پر ہیں، ایک صاف شفاف **لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترکتکم یہ کتنا روشن دین، روشن مذہب ہمیں دے کر گئے۔

یہ مولانا قاری اسلم صاحب سے میں نے کہا، اسی کے ذیل میں میں نے آپ کو مولانا ابرار صاحب کا قصہ سنایا کہ شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے، تو ان کو کیسے پتہ چلا اتنے دن پہلے کہ میں جہاں مرنے کے بعد دفن کیا جاؤں گا، تو وہاں میری قبر کا بھی کوئی نشان نہیں ہوگا، ایک پھول بھی نہیں ڈال سکیں گے، پھول تو کیا، مٹی بھی خاک بھی نہیں ڈال سکیں گے۔ وہیں سے لوحِ محفوظ پر جو واقعات لکھے ہوئے ہیں، تو اسی میں سے فرشتہ نے ان کو بتایا ہوگا، انہیں الہام ہوا ہوگا، انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہوگا جس سے انہیں پتہ چلا، اس لئے وہ شعر پڑھتے تھے:

؎ آنے والی کس سے ٹالی جائے گی، جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالو گے تم تربت پر میری، خاک بھی نہ تم سے ڈالی جائے گی

حضرت مولانا ابرار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پھر میں نے مولانا ابرار صاحب کا ان کو خواب سنایا کہ مولانا فضلِ حق صاحب جب ان کا حال بیان کر رہے تھے کہ وہ ہسپتال میں بیمار ہیں، تو میں نے کہا کہ گذشتہ رات مولانا ابرار صاحب کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے ساتھ جس طرح بچے دوڑ لگاتے ہیں، ہم دونوں دوڑنے میں ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ بھی سنت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے تھے، مسابقت فرماتے تھے، تو مولانا ابرار صاحب میرے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ دوڑ لگاتے ہوئے، ہنستے ہوئے مجھ سے آگے نکل گئے۔ تو اس وقت میں نے یہ تعبیر دی۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں انشاء اللہ اس کے معنی کہ اب اچھے ہو جائیں گے، ابھی تو بستر پر ہیں چل نہیں سکتے، اٹھ نہیں سکتے تو وہ ٹھیک ہو جائیں گے، تندرست ہو جائیں گے، دوڑ لگا سکیں گے۔

مگر دوسرے دن فون آیا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اوہو! یہ تو جس طرح میں نے وہاں کہا تھا کہ دو واڑی والا کو انہوں نے دکھایا کہ فرشتہ سوچتا ہو گا کہ بدھو ہے، سمجھ نہیں پایا۔ یہاں بھی میں نے کہا کہ دوڑ لگانا سچ مچ سمجھا، مگر یہ تو قرآن کی آیت کا لفظ اس نے بتایا دوڑ سے مسابقہ، سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ کہ وہ تو دوڑ لگاتے ہوئے جنت اور مغفرت کی طرف مجھ سے پہلے چلے گئے اور اس میں وہ سابق تھے تو میں مسبوق۔ ان کے پیچھے ان شاء اللہ ہم بھی ادھر ہی جائیں گے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

یہ سارے خواب، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے کتنی دعائیں کی ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ اللہ نے تمہارے بیٹے کو بینائی واپس لوٹا دی، آنکھ کھلتے ہی دیکھتے ہیں بچے کو، کہ واقعی وہ خواب تو حقیقت بن گیا۔

یہ کتاب الفِتن ہے، آج کل یہ جو فتنے واقع ہورہے ہیں، اس میں ہمارے لئے بہت بڑا اسبق ہے۔ ہر کوئی دیکھتا ہوگا، جس طرح میں دیکھتا ہوں اور سب لوگ آکر بتاتے ہیں اس طرح واقع ہوتا ہے یا اس کی تعبیر واقع ہوتی ہے۔ تو اس سے ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیئے کہ ہمیں نہ گھبرانے کی ضرورت، نہ ڈرنے کی ضرورت، چاہے کتنی قیامتیں گزر جائیں لیکن یہ دین، یہ مذہب، یہ اسلام اسی طرح رہے گا۔ اور یہ کتاب الفتن آپ اٹھا کر دیکھیں، تو کوئی ذرہ برابر بھی ایسا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا اس سے ذرا سا بھی ادھر ادھر ہوا ہو، اللہ اکبر! ترتیب جس طرح بیان فرمائی کہ یہ فتنہ اس طرح واقع ہوگا، یہ فتنہ اس طرح واقع ہوگا، اسی ترتیب سے واقع ہورہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ان فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ساری دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، ساری دنیا کے انسانوں کی حفاظت فرمائے، جن کے مقدر میں ہدایت ہے انہیں ہدایت دے، جن کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے جو شقی قسم کے ہیں، اللہ تبارک وتعالی ان سے اس جہان کو پاک فرمائے۔

كَفَانِی عِلْمُهُ بِحَالِی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مستجاب الدعوات؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بار بار ہر گھڑی کہا جاتا تھا کہ آپ جس طرح فرمائیں، فرشتے ہر وقت ساتھ ساتھ۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خدام کو، صحابۂ کرام کو اشارہ ہوتا تھا وہ کرنے کے لئے تیار اور اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے فرشتے تیار۔

اب طائف کے سفر میں جبرئیل امین خوشامد کررہے ہیں، پہاڑوں کا فرشتہ آکر درخواست کرتا ہے کہ آپ کی اجازت ہو تو ہم مکہ والوں کو اور طائف والوں کو دو پہاڑوں کے بیچ میں ان ظالموں کو چکی کی طرح سے پیس کر رکھ دیں۔ ہوا کا فرشتہ آتا ہے کہ ایک آن میں ابھی ایک سائکلون

(cyclone) چلے اور یہاں سے اٹھا کر پٹخ کر کے ان کو نیست و نابود کیا جائے، مگر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی ذریت میں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، کہ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے بھی اسی طرح، فرشتوں نے یہی درخواست پیش کی جو سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے موقع پر اور مختلف مواقع پر فرشتوں نے کی کہ جیسا آپ کا حکم۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو فرشتے آ کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کا حکم ہو، تو ہم اسی آگ کو ان تک پہنچا دیتے ہیں ان کے گھروں تک، ان کو اس آگ میں لے آتے ہیں۔ پانی کا فرشتہ، ہوا کا فرشتہ سب نے آ کر خوشامد کی۔ جب آپ نے انکار فرمایا ان سے خدمت لینے سے، تو جبرئیل امین خود حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں۔ جب ان کی درخواست بھی قبول نہیں کی جاتی، تو وہ کہتے ہیں کہ اچھا پھر ایک اور عرض ہے ہماری، پوچھا کہ وہ کیا؟ کہا میری عرض یہ ہے کہ آپ خود تو اللہ سے فریاد کریں، اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا جواب ہوتا ہے؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں کیوں فریاد کروں؟ وہ جانتا نہیں ہے وہ دیکھتا نہیں؟ وہ سنتا نہیں، بہرا ہے؟ انہوں نے یہی ان سے فرمایا کہ کَفَا نی عِلْمُہُ بِحَالِی، کہ میرا حال، میں جس حال میں ہوں کہ مجھے وہ آگ میں ڈالنے کو جا رہے ہیں، تو وہ اس کو جانتا ہے۔ بس اتنا میرے لئے کافی کہ اس کو معلوم ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

فِتْنَۃُ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ

اس وقت اسلام کے ساتھ، مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کو نہیں معلوم؟ سب جانتا ہے۔ اسی لئے تو تمام چیزوں کی اس کتاب الفتن کے ذریعہ اس جاننے والے نے خبر دی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ اپنی امت کو بتا دیں کہ ایسے ایسے حالات، ایسے ایسے فتنے پیش

آئیں گے۔ ابھی تو ہم تو بہت مزے سے ہیں، جتنے فتنوں کی اس میں خبر دی گئی ہے، ان فتنوں سے حفاظت ہی کے خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے۔ فتنوں سے تعوذ کیا کرتے تھے، اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے، **نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ.**

ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ اپنے ایک ساتھی کو سنتے ہیں کہ وہ مشرق کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگ رہے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **فتنة المشرق** سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف فتنے ادھر سے بتائے کہ دجال ادھر سے آئے گا، یاجوج ماجوج ادھر سے آئیں گے، کتنے فتنے ادھر مشرق کی طرف سے آئیں گے، تو وہ صحابی جب پوچھتے ہیں اپنے ساتھی سے کہ تم نے یہ سنا ہے؟ کہا ہاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرق کی طرف سے فتنے آئیں گے اور ان سے پناہ مانگتے تھے۔

وہ کہنے لگے کہ **وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَشْرِقِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَغْرِبِ وَ هِیَ اَشَدُّ وَ اَتَمُّ** کہ یہ جو مشرق کا فتنہ ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے ہمیں معلوم ہے، مجھے معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے فتنہ سے بھی پناہ مانگتے تھے اور وہ اس مشرق والے فتنہ سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ بھیانک ہے۔

یہ تمام فتنوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب الفتن میں تفصیلاً ہمیں خبر دے دی ہے۔ اس کے بعد تو لوگوں کے لئے کوئی نئی خبر نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے کہ یہاں یہ ہوگیا اور وہ ہوگیا، یہاں یہ مصیبت آئی وہ مصیبت آئی۔ بس ہمارا کام اپنے کام میں لگے رہنا، دینی علوم کی خدمت کرتے رہنا، اللہ تبارک وتعالی کے اوامر کی پابندی، اس کے نواہی سے اجتناب اور بچنے کی کوشش کرتے رہنا اور جہاں کہیں کوئی بلا آفت مصیبت پہنچ آئے، اس کے لئے صبر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا اختیار دیا گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا بڑا انسانیت کو سبق دیا۔ اتنا بڑا پاور (power)، اتنی طاقت ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی، کس حال میں

ہجرت فرمائی، آپ کتابوں میں پڑھیں گے۔

اللہ تعالی ہمارے تمام مدارسِ دینیہ، مراکزِ دینیہ کی سب کی حفاظت فرمائے، آپ نے اتنے سالوں تک بڑی محنت سے پڑھا، اللہ تعالی اس پڑھنے کو قبول فرمائے، ہاتھ اٹھا کر دعا کرلیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ .

اچھا کہتے ہیں کہ دو بچیاں بیعت ہوں گی،

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا .

کہئے **لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ**، نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں، ایمان لائیں ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے، اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت کرنے سے اور ہر گناہ سے، چھوٹا ہو یا بڑا، اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ، کوئی گناہ نہیں کریں گی، اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گی، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما، ہمیں اپنی سچی بندیوں میں شامل فرما، ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضا مندی کی، اپنے پاک رسول کی تابعداری کی اور بیعت کی ہم نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے یوسف کے ہاتھ پر۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی، آپ کو بھی توفیق دے۔ یہاں دفتر میں سے معمولات کا پرچہ لے کر اس پر عمل شروع کریں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ السلام علیکم۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِىَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

(ریکارڈنگ ناقص)

شریعت تو یہ کہتی ہے کہ وہ تو اس موضوع سے اتنی دور بھاگتی ہیں کہ خود شریعت نے اس کو محسوس کر کے اس کا لحاظ کیا، کہ جب نکاح کے وقت پوچھا جائے کہ ہم تمہارا فلاں سے نکاح کر رہے ہیں، آپ کی طرف سے اجازت ہے؟ شریعت نے اسے بھی ضروری نہیں سمجھا کہ ان سے یہ کہلوایا جائے کہ ہاں، میری طرف سے اجازت ہے، بلکہ اگر اپنی خوشی اور اجازت کا اظہار وہ صرف ایک تبسم مسکراہٹ کے ذریعہ کر دے، تو اس کو اجازت سمجھا گیا اور اسے کافی قرار دیا گیا۔ اب تم نے ان ننھی بچیوں کو صرف نکاح نہیں، بلکہ اس کے بعد کے سارے مراحل اور اس کی نزاکتیں اور اس کی تلقین ابھی سے شروع کر دی۔

وہ پھر پوچھنے لگے کہ کیا بیان کرنا چاہئے تھا؟ میں نے کہا کہ ان کو تو وہ جوان کا مقصد ہے تعلیم

کا، وہ آپ بتاتے کہ ابھی ان کا تعلیم کا وقت ہے، وقت اچھا گزارنا چاہیئے، پڑھنا چاہیئے۔ آج کل کا جو عام مرض نہیں بلکہ کینسر ہے، وہ بچوں بچیوں میں، لڑکوں لڑکیوں میں، سب میں عام ہے، والدین کو ستانا، ان کو تکلیف دینا، ان کی مرضی کے خلاف فیصلے کرنا، والدین اور خاص طور پر ماں کی اطاعت، ان کی رضامندی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں ان کے لئے دنیا اور آخرت، بلکہ جنت اور جہنم کا فیصلہ اس پر موقوف ہے، یہ انہیں بتانا چاہیئے تھا۔

والدین کی اطاعت

اس لئے ہمارے یہاں دار العلوم میں جب طلبہ چھٹیوں پر جاتے ہیں، میں ایک اعلان کیا کرتا ہوں چھوٹے بڑے سب طلبہ کے لئے، کہ دیکھئے ہم لوگوں میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر کچھ اسلامی چیزیں متروک ہوگئیں، کہ عرب میں جس طرح مصافحہ کرنا اسلام میں سنت ہے، عربوں میں اب تک مصافحہ کے ساتھ بڑوں کی، والدین کی تقبیل بھی ہے، کہ ان کے ماتھے کو چوما جائے، بوسہ دیا جائے۔

میں ان طلبہ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگ یہاں سے جائیں، آپ کے والد صاحب سے صرف سرسری مصافحہ نہیں، بلکہ ان کے ماتھے کو چومیں، ان کے ہاتھ چومیں۔

پھر میں اپنی مثال دیا کرتا ہوں کہ میں جب بھی جاتا ہوں تو ماں کے ہاتھ پیر چومنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ ہاتھ جب کھینچ لیتی ہیں تو میں پیر چومنے کی کوشش کرتا ہوں، ماتھا چومتا ہوں۔ تو یہ والدین کو، ماں کو بھی، باپ کو بھی، آپ ان کے ہاتھ بھی چومیں، پیر بھی چومیں۔

اور میں ان سے کہتا ہوں کہ دیکھئے، کہ اگر ہاتھ چومتے وقت تمہاری نظر پڑے کہ اوہو! میری تو اتنی لمبی داڑھی ہے، میرا اتنا بڑا عمامہ ہے، باپ کے چہرہ پر داڑھی بھی نہیں ہے، اس کے ہاتھ اور منہ سے سگریٹ کی بدبو آرہی ہے، تو میں نے کہا کہ اگر ایسا تم نے سوچا تو بڑا خسارہ اٹھاؤ گے۔ تمہارے لئے تو سب سے بڑا پیر اور مرشد اور ہزاروں پیر و مرشد سے بڑھ کر تمہارا ایک باپ

ہے۔

یہ جو عام لوگ کہتے ہیں کہ پیر والدین سے بھی بڑھ کر ہے، استاذ کا درجہ ماں باپ سے بھی بڑھ کر، فلاں سے بھی بڑھ کر، یہ سب غلط ہے، قرآن پاک کی آیت کے خلاف ہے۔

اسی لئے ایک نوجوان آیا وہاں مانچیسٹر سے، مجھے پوچھنے لگا کہ اسلام میں اللہ اور رسول کے بعد کس کا مرتبہ؟ تو میں نے کہا والدین کا۔ پھر میں نے وَ قَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، اس طرح کئی آیتیں، حدیثیں ان کو سنائیں۔ میں نے کہا کہ سگریٹ کی بو محسوس کر کے یہ ہرگز مت سوچنا، بلکہ وہ تو تمہارے لئے، خدا اور رسول کے بعد سب سے بڑا مرتبہ ماں اور باپ کا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رفیق

دیکھئے حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہ سے پوچھا کہ باری تعالیٰ! جنت میں میرا رفیق کون ہوگا؟ میرا ساتھی کون ہوگا؟ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

ہمارے مولانا احمد لولات مرحوم ہوگئے۔ مجھے ایک مرتبہ سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں کہنے لگے کہ مولوی یوسف! مٹھائی کھلاؤ، تو میں ایک خواب بتاؤں۔ میں نے کہا کیا؟ کہنے لگے کہ آج میں نے دیکھا ہے کہ میں جنت میں ہوں اور تم بھی وہیں تھے، تمہیں بھی وہیں دیکھا۔

ہمارے ایک اور طالب علم نے دیکھا تھا کہ مرحوم اسحاق بھائی پلمبر (plumber) وہ جنت میں آپ کو ملنے کے لئے سیڑھی چڑھ کر اوپر جہاں آپ کا قیام تھا، وہاں ملنے کے لئے آئے۔

حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے اللہ تعالی سے پوچھا کہ جنت میں ہمارا کون رفیق ہوگا؟ اللہ تعالی نے فرمایا کہ فلاں بازار میں جاؤ، وہاں ایک قصاب کی، قصائی کی دکان ہے اور وہ گوشت بیچتا ہے، وہاں اس حلیہ کا، اس شکل کا ایک آدمی گوشت فروخت کر رہا ہے، وہ تمہارا

جنت میں رفیق ہوگا۔

عشرۂ مبشرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب بھی ہوا کہ، طبعی طور پر انسان یہ سوچتا ہے کہ ان کے صحابی جو رہے ہوں گے، ان کے جو نیک لوگ رہے ہوں گے ان میں سے کسی کا نام دیا جائے گا، جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے پچاسوں کو یہ تمغہ عطا فرمایا کہ تم جنتی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ایک مجلس میں، ایک مرتبہ فرمایا **اَبُو بَکر فِی الجَنَّۃِ، عُمَر فِی الُجَنَّۃِ، عُثْمَان فِی الُجَنَّۃِ، عَلِی فِی الُجَنَّۃِ،** تو عشرہ مبشرہ، ان کی خصوصیت تو یہ ہے کہ ایک ہی مجلس میں ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی فرمایا۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ السلام کو اس پر تعجب بھی ہوا اور تقاضا ہوا کہ جلدی سے سفر کر کے اس شخص کو دیکھیں۔ اس بازار میں تشریف لے گئے، جس طرح حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بتایا گیا تھا واقعی وہ دکان وہاں ہے، وہ شخص گوشت کاٹ کر بیچ رہا ہے، اس سے اجازت مانگی، کہ تمہاری اجازت ہو تو میں تھوڑی دیر آرام کے لئے تمہاری دکان میں بیٹھ سکتا ہوں؟

اس اللہ کے نیک بندے نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پرتپاک استقبال کیا اور فرمایا کہ ویلکم (welcome)! خوشی سے آپ آسکتے ہیں، بیٹھ سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے، بیٹھے دیکھتے رہے، دیکھا کہ عام دنیا دار انسان دکان میں جس طرح اپنے دھندے میں مصروف ہوتے ہیں اس طرح وہ اپنے دھندے میں مصروف ہیں۔ کوئی نمایاں چیز جو اتنے بڑے جلیل القدر نبی کی جنت میں رفاقت کا سبب بننے کی ان کو سمجھ میں نہیں آئی کہ کیا چیز اس شخص میں ہوگی کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنت میں میرا رفیق ان کو بتایا۔

صبح سے لے کر شام ہوگئی۔ اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اب تو ہم دکان بند کریں گے، اور ہم دکان بند کر رہے ہیں۔ حضرت موسی علیہ السلام ابھی دل میں سوچ رہے تھے، اتنے میں اس اللہ کے بندے نے پیش کش کی اور کہا کہ اب تو رات ہونے والی ہے، آپ کہاں جاؤ گے؟ چلو ہمارے گھر، کھانے کا ابھی وقت ہے، ہم ساتھ کھانا کھائیں گے اور وہیں پر آپ آرام کریں۔

حضرت موسی علیہ السلام تو یہ چاہتے ہی تھے کہ اور قریب سے اسے دیکھیں کہ جس سے وہ خصوصیت معلوم ہو، اس خصوصیت کا پتہ چلے کہ جس کی وجہ سے اسے میرا جنت میں رفیق قرار دیا گیا ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام تشریف لے گئے۔

جیسے ہی وہ شخص گھر میں پہنچا، حضرت موسی علیہ السلام کو ایک جگہ بٹھایا اور جلدی جلدی اس نے اپنے ساتھ جو گوشت لایا تھا، اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے، چھوٹی چھوٹی بوٹیاں اس نے کی اور اسے چولہے پر رکھا۔ جلدی جلدی پکا کر کے وہ اپنے گھر میں جس طرح ایک بچی کے لئے کوئی چھوٹی سی جگہ بنائی جاتی ہے، جس طرح پرام میں ہوتی ہے، اس طرح کی ان کے گھر میں چھوٹی سی جگہ بنی ہوئی ہے، تو قصاب نے اوپر ہاتھ بڑھایا اور پنجرہ نما کوئی چیز نیچے اتاری اور اس کو کھولا، اب موسی علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک انسان ہے، ایک بوڑھی، انتہائی ضعیف عورت ہے۔

اس شخص نے پہلے بہت ان سے پیار کیا، ہاتھ چوما، ماتھا چوما اور ہنسی خوشی ان سے بات کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد ان کو کھلانا شروع کیا۔ قصاب کھلاتے ہوئے بھی ہر طرح کی دل جوئی کی کوشش کرتے رہے۔

جب قصاب کھلا کر فارغ ہوئے، اس کے بعد اس خاتون نے، بوڑھی عورت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اس سے فارغ ہو کر قصاب حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے گفتگو شروع کی۔

حضرت موسی علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ قصہ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ گھر میں تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے اور یہ عورت کون ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ میری ماں ہیں بہت ضعیف ہیں اور اس کا میرے سوا کوئی خدمت گزار نہیں ہے، اور یہ بالکل معذور ہیں، میں آکر سب سے پہلے ان کو کھانا کھلاتا ہوں اور اس سے فارغ ہو کر پھر اپنے دھندوں میں، اپنے کاموں میں لگتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی تھیں وہ میں نہیں سمجھ سکا، وہ کیا دعا مانگ رہی تھیں، اس نے کیا کلمات کہے؟ پھر موسی علیہ السلام اب جس چیز کو تلاش کر رہے تھے اس کے قریب پہنچ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ہاں یہ ہوسکتا ہے، اس کا ایک عمل جس طرح کا میں نے والہانہ تعلق، ایک عاشقانہ انداز دیکھا ماں سے ملنے کا اور پیار محبت کا اور اس کو کھلانے کا اور اس کی خدمت کا، تو پوچھا کہ وہ ہاتھ اٹھا کر کیا کہہ رہی تھی؟

وہ کہنے لگا کہ روز میں اس کو کھانا کھلاتا ہوں، اس وقت اس سے فارغ ہو کر وہ خوش ہو کر ہاتھ اٹھا کر میرے لئے دعا کرتی ہیں کہ یا اللہ! میرا بیٹا کتنا اطاعت شعار اور میرا کتنا خدمت گزار ہے، میں تو صرف اس کے بدلہ میں دعا ہی دے سکتی ہوں اور میں اس کے لئے یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تو مجھے بھی جنت عطا کر، اسے بھی جنت دے اور جنت میں اسے ہمارے نبی حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی رفاقت عطا فرما، ایسی اونچی نبیوں والی جنت اسے عطا فرما۔

حضرت موسی علیہ السلام کھڑے ہو گئے، اسے گلے لگا لیا اور پورا قصہ بتایا کہ میں نے اللہ عز و جل سے اس کی درخواست کی تھی کہ وہ مجھے بتائے کہ جنت میں میرا رفیق کون ہوگا؟ تو مجھے تمہارا نام پتہ بتایا گیا اور میں جب دکان پر پہنچا، تو مجھے کوئی تمہاری خصوصیت سمجھ میں نہیں آئی کہ جس کی وجہ سے اللہ کے نبی کی تمہیں جنت میں رفاقت مل سکتی ہو۔ اب مجھے پتہ چلا کہ ہاں یہ تمہاری ماں کی دعا مستجاب ہوگئی اور اللہ تعالی کے یہاں ان کی اس مقبول دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالی نے تمہارے لئے جنت میں میری رفاقت مقدر فرما دی۔

میں ان سے یہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں ایک ایسا کوئی بیان کرنا چاہئے تھا، ان کی اس عمر کے اعتبار

سے کہ یہ ماں اور باپ کی زیادہ خدمت نہ کرسکیں ،تو ان کے لئے موذی تو نہ بنیں، ان کے ستانے اور رلانے کا سبب تو نہ بنیں۔

یہ میں ذرا سخت الفاظ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آئے دن روز نئے نئے قصے سنتے رہتے ہیں، لڑکوں کے سن کر اتنا تعجب نہیں ہوتا جتنا لڑکیوں کے متعلق سن کر تعجب ہوتا ہے کہ بیچاری وہ مائیں تو نیم پاگل نہیں، بلکہ پوری پاگل ہو جاتی ہیں جب ان کا آسرا ہی ختم ہو جاتا ہے کہ جب وہ سوچتی ہیں کہ دنیا میں ضرب المثل تھی ماں اور بیٹی کی محبت، بیٹی کی خدمت، فدائیت، وہ قصے تو اب ماضی کی داستانیں ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں والدین کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سب سے بڑی دولت

خیر وہ تو مولانا صاحب نے جو بیان کیا تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ پر پہنچ گیا اور ابھی یہ اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات شروع کئے جائیں یا کتاب کے متعلق کچھ بیان کیا جا سکے۔

بس یہی درخواست ہے کہ یہ جو ہمارا سلسلہ ہے حدیث پاک کا، تو یہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ یہ چھ کتابیں صحاحِ ستہ کی اور اس کے علاوہ بھی جو اور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مؤطین وغیرہ، تو یہ سب ایک ہی محور کے ارد گرد گھومتی ہے، وہ ہے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی۔ کہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اب آخری سال ہے تو ہم جب یہاں سے فارغ ہو کر نکلیں، تو ہمارے لئے سب کچھ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی دولت ہمارے ذہن میں یہ رچی بسی ہو، ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی ہمارے دل میں ایک خیال رہے کہ اللہ عزوجل کی ذاتِ پاک ہمارے لئے سب کچھ ہے، اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی اور حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کچھ ہیں۔

اسی محبت کو پیدا کرنے کے لئے پورا پورا دن یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں کیسے تشریف لائے، تشریف لانے سے پہلے کیسے حالات تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بچپن، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی، نبوت، نبوت کے بعد جو احکام آپ کو دئے گئے، تو یہ تفصیلی ساری سیرت، یہی سیرت بھری پڑی ہے ان چھ کتابوں میں اور اس کے علاوہ کتابوں میں حالانکہ اس کے لئے تو صرف ایک کتاب کافی تھی۔

اب صحاحِ ستہ میں یہ کتنی مبارک کتاب صحیح بخاری یہ ایک کافی تھی۔ اگر اسی کو پڑھا دیا جاتا لیکن اس پر اکتفاء نہیں کیا گیا، تکرار کہ بار بار انسان ان واقعات کو دہرائے اور مختلف انداز اور مختلف الفاظ سے ایک ہی سٹوری (story)، ایک ہی قصہ نقل کیا جائے تاکہ ذہن نشین ہو ہمیشہ کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہم پہچانیں کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہم کتنے دور جا چکے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ اب ہمارے لئے سب سے بڑے پیر و مرشد ہمارے ماں اور باپ، مگر ہم کتنے دور ہیں کہ یہ الفاظ اگر کسی بزرگ کے متعلق کہا جائے تو، یہاں سے سفر کر کے کوئی پہنچیں گے لندن بھی ان کی زیارت کے لئے اور ان کی دعا لینے کے لئے اور کوئی دوسرے ملک کا سفر کریں گے، لیکن جو گھر پر اتنی بڑی نعمت ہے کہ جو ان کے الفاظ آپ کے حق میں نکلیں گے چاہے دعا کے نکلیں، تو بھی قبول اور بددعا کے نکلیں تو بھی قبول۔

رمضان کے متعلق تم نے روایتیں بھی سنی ہوں گی کہ جس نے رمضان پایا اور وہ اپنے لئے مغفرت نہ کروالی، وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ جس نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی جس مجلس میں سنا اور اس نے درود شریف نہ پڑھا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

اسی میں فرمایا کہ جس نے والدین یا دونوں میں سے ایک کو اس نے پایا اور اس نے ان کے ذریعہ اپنے لئے مغفرت کو واجب نہیں کرایا، وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

کتنے سخت ترین الفاظ؟ تو اب جو چیزیں عرف میں، ذہن میں بیٹھی ہوئی ہیں اور ذہن نشین

ہوئی ہیں کہ فلاں بزرگ ہیں اور فلاں ان کا ایک مقام ہے، تو اس کے لئے تو ساری دنیا میں چکر لگائیں گے مگر جو اللہ تبارک وتعالی نے دولت گھر میں ہمیں دی ہے اس کی طرف سے اگر اسی کی فرمائش بھی کی جائے تو بات سمجھ میں نہیں آئے گی، حالانکہ یہ تو نصوصِ قطعیہ ہیں، قرآن پاک کی آیات بھی اور احادیث بھی۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں والدین کا مرتبہ پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام اور مرتبہ ہے، جیسے ایک لمحہ کے لئے بھی اگر ہمارے دل میں یہ خیال رہے کہ اللہ عزوجل اس دنیا کے خالق اور مالک اور رب اور چلانے والے نہیں ہے اور انسان دہریوں کا عقیدہ اپنا عقیدہ بنالے، تو فوراًوہ اسلام سے نکل کر کفر اور کفار کی صف میں داخل ہوگیا۔

یہی حال حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا ہے۔ آپ سے تعلق، محبت، آپ کے لئے دل میں جگہ کا ہونا یہ سب فرض کیا گیا۔ تو یہاں رہتے ہوئے ان کتابوں کے پڑھنے سے یہ آپ جانچتے رہیں کہ یہ ہمارا پارہ بڑھ رہا ہے یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہمارا کتنا بلند ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا تعلق ہمارا بڑھا۔ جب رات کے وقت تھک کر آپ سوئیں، تو اس وقت بھی آپ کے تکیہ کے پاس شمائل ترمذی، خصائلِ نبوی، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کوئی کتاب، آپ کی ازواجِ مطہرات کے قصوں کی کوئی کتاب، کہ اس کو پڑھتے پڑھتے آپ سوئیں تاکہ سونے سے پہلے بھی ذہن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بسی ہوئی ہوتا کہ اس سال جو آپ کے لئے یہ کتابیں مقرر کی گئی ہیں ان کا یہ مقصد پورا ہو۔

باقی میں نے شروع میں کہا کہ کس پر بیان کرے، تعزیت والوں پر اس کا تو موقع ہی نہیں رہا۔ دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالی شبنم آپا کو، ان کے گھر والوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور مرحوم

کی مغفرت فرمائے۔

خیر ابھی آپ کی اس کتاب کا افتتاح ہو رہا ہے، میں پہلے حدیث المسلسل بالأولیۃ پڑھ دیتا ہوں تاکہ پہلی مرتبہ مجھ سے حدیث سن رہی ہیں، تو ان کا تسلسل بالأولیۃ قائم رہے۔

صحابی فرماتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کہ میں نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں حدیثیں سنیں اوران احادیث میں سب سے پہلے جو حدیث سنی وہ یہ حدیث جو میں آپ کے سامنے پڑھوں گا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰه بن عَمرو بْنِ العَاص رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالَی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ تبَارَکَ وَ تَعَالَی، اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْأَرْضِ یَرْحمکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ. وَفِی رِوَایَةٍ اِرْحَمُوْا تُرْحَمُوْا.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

بَابُ کَیفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ و جَلَّ: اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَ النَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِهِ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَان قَال حَدَّثَنا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ الْأَنْصَارِیُّ قَالَ اَخبَرَنِی مُحَمَّد بْنُ اِبراهیم التَّیْمِیُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاص اللَّیْثِی یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّاب رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّیّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَی دُنْیَا یُصِیْبُهَا أَوْ اِلَی امْرَأَةٍ یَنْکِحُها فَهِجْرَتُهُ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ

مغرب کا وقت ہو چکا ہے، دعا کریں اللہ تعالی عافیت کے ساتھ اس کتاب کا اختتام فرمائے، جو پڑھیں گے اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ نَبِیِّنَا وَ شَفِیْعِنَا وَ حَبِیْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا

كَـمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ و اعْفُ عَنَّا و اغْـفِـرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَـعْـدَ اِذْ هَـدَيْتَـنَا وَ هَبْ لَنَا مِن لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّاب، رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُـوْبَـنَـا وَ كَـفِّـرْ عَـنَّا سَيِّئَاتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ،وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْـتَ السَّـمِيْـعُ الْـعَـلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهِ و صَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَفٰی وَسَلَام عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. امَّا بَعد!

(ریکارڈنگ ناقص)

۔۔۔ورنہ ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی وصال سے پہلے سوچتے تھے کہ حضرت کا جب وصال ہوگا، جب دنیا میں نہیں ہوں گے،تو وہ دنیا کیسی ہوگی؟ اور میں ہر سال جایا کرتا تھا، رمضان سے کچھ پہلے شعبان کے آس پاس، تو اس وقت حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بھئی،تمہارے مدرسہ کا،اورتمہاری مسجد کا،مکتب کا حرج ہوگا،آنے میں جلدی نہ کرو۔

’’یوسف کب آئے گا؟‘‘

مگر جس سال حضرت کا وصال ہونے والا تھا،تو جمادی الاولی میں میں نے حضرت کے خادم ومعالج خاص ڈاکٹر اسماعیل صاحب کو پوچھنے کے لئے فون کیا کہ حضرت کی صحت کیسی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت آج ہی پوچھ رہے تھے کہ یوسف کب آئے گا؟

یہ سوال سن کر میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ یہ تو ساری زندگی کی حضرت کے معمول کے خلاف ہے اور ابھی تو رمضان میں تو کئی مہینے ہیں، ابھی سے حضرت یاد فرمار ہے ہیں۔اس لئے میری طرف سے عرض کردیں کہ بس ویزا اور بکنگ کی دیر ہے، میں جلدی آتا ہوں۔

چنانچہ فوراً میں نے ویزٹ ویزا منگوایا اور میں چند ہفتے میں، بلکہ چند دنوں میں پہنچ گیا۔اس کے بعد جمادی الثانیہ، رجب اور شعبان کی یکم، پہلی تاریخ کو پیر کے دن عصر کی نماز کے وقت تین بج کر چالیس منٹ پر حضرت کا وصال ہوا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت کو ہم نے ساری عمر اس طرح دیکھا کہ اگر چہ ہم نے تو حضرت کو جوانی میں تو دیکھا نہیں، جب ایک طرف لاٹھی اور ایک طرف کسی خادم کے سہارے حضرت چلتے تھے، اُس وقت سے، سن تریسٹھ سے حضرت کو ہم نے دیکھا اور حضرت کا ایٹی ٹو (82) میں وصال ہوا، تو اتنے سال حضرت سے تعلق رہا، اس میں کبھی بھی کیسی ہی بیماری رہی ہو، کہیں ہسپتال میں بھی حضرت کے ساتھ رہے، آپریشن بھی دیکھے، آنکھ کا آپریشن بھی دیکھا، لیکن کسی حالت میں حضرت کو جس طرح کوئی بیمار کراہتا ہے (آہ! آہ!) اس طرح کراہتے کبھی نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ بھی حضرت کی زبان سے نہ آہ سنی اور نہ اوہ سنی، حالانکہ معمولی کسی کو بخار ہوتا ہے تو اس میں بھی بے چینی ہوتی ہے، حضرت پر اس طرح کی بے چینی بھی کبھی نہیں ہوئی۔ساری زندگی حضرت انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ رہے، اور بیماری کی حالت ہو، کچھ بھی ہو، لیکن بس موت تو موت ہوتی ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم نے جب دیکھا کہ جن کو خواب میں بارہا ملک الموت کی زیارت، بیداری میں تین مرتبہ ملک الموت کی حضرت شیخ کو زیارت ہوئی، وہ تفصیلی قصہ میں نے حضرت کے حالات میں لکھا بھی ہے کہ بیداری کی حالت میں کس طرح حضرت کو ملک الموت کی زیارت ہوئی، تو ان تمام باتوں کے باوجود آخری وقت میں اواللہ! یا کریم! اوکریم! اوکریم!

آخری تین دن

اور کئی روز پہلے سے ایسے حالات شروع ہو گئے تھے، کم از کم آخری تین دن تو بڑے عجیب و

غریب تھے۔

ایک دفعہ میں اور مولانا نجیب اللہ حضرت کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت نے کوئی آواز دی تو ہم سمجھے کہ حضرت استنجے کے لئے پیشاب دانی یا تھوکنے کے لئے اگالدان کچھ مانگ رہے ہیں، تو ہم ایک دم کھڑے ہو کر حضرت کی خدمت میں جیسے ہی پہنچے اور وہاں کھڑے ہوئے تھے کہ باہر ایک عجیب قسم کی آواز ہوئی، اور زور سے کھڑکا ہوا، اور کوئی زور سے مولانا نجیب اللہ صاحب کا نام لے کر پکارتا ہے، وہ قصہ بھی میں نے اس میں لکھا ہے۔

''تمہارے شیخ تین دن تمہارے پاس ہیں''

ایک قصہ میں نے لکھا نہیں کہ وہ تحریر میں لانے کی چیز نہیں تھی، کہ حضرت کا وصال ہوا جس طرح میں نے بتایا پیر کے دن، عصر کے وقت، تین بج کر چالیس منٹ پر۔ اس سے پہلے اتوار کا دن، اس سے پہلے ہفتے کا دن، اس سے پہلے جمعہ کا دن۔ تو جمعہ کے دن روضۂ اقدس پر قبیل المغرب حاضری پر صلاۃ وسلام عرض کر کے درخواست کی گئی حضرت شیخ کی صحت کے لئے کہ یا رسول اللہ! حضرت شیخ بہت بیمار ہیں، دعا توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالی حضرت کو صحت عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ تمہارے شیخ تین دن تمہارے پاس ہیں، چنانچہ عصر کے وقت پیر کے دن وصال ہو گیا۔ اس طرح کے خرقِ عادت، پتہ نہیں، کتنے واقعات پیش آئے۔

''ابلیس آیا تھا''

ایک مرتبہ حضرت نے، جس طرح حضرت لیٹے ہوئے تھے، یا بیٹھے ہوئے تھے، معمول کی حالت میں تھے، نارمل (Normal) حالت میں تھے، لیکن ایک دم حضرت نے بہت پوری گردن پھیر کر، جس طرح کوئی جوان آدمی پوری طاقت کے ساتھ سے گردن پھیرتا ہے۔

ابھی پچھلے ہفتے قاری جوگواری صاحب کا انتقال ہوا۔ تو میں نے، صبح سات بجے ان کا انتقال

ہوا، تو اسی رات ان کے گھر فون کیا تھا۔

ان کے بیٹے نے بتایا کہ وہ بے ہوشی کے عالم میں ہیں، بات نہیں کرتے، مگر تین دن سے ان کا یہ حال ہے بے ہوشی کی عالم میں۔ لیکن کہتے ہیں عجیب بات یہ ہے کہ تین دفعہ ایسا قصہ ہوا کہ مسلسل بے ہوشی ہے، نہ کھانا، نہ پینا، کوئی حس نہ حرکت، کچھ بھی نہیں، نہ آنکھ کھولنا، آنکھ بھی نہیں کھول سکتے، نہ کوئی بات چیت، نہ سمجھنا، کچھ بھی نہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ ہم نے تین دفعہ یہ واقعہ دیکھا کہ اچانک انہوں نے آنکھ کھولی اور جس طرح آدمی کسی پریشانی کی حالت میں، یا غصہ کی حالت میں جس طرح پوری آنکھیں کھولتا ہے، اس طرح پوری آنکھیں کھولی اور اتنی کمزوری کہ ایک انگلی بھی نہیں اٹھا سکتے، ہاتھ اور پیر اٹھانا تو درکنار، مگر اس عالم میں کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ انہوں نے پوری قوت سے گردن کھڑکی کی طرف پھیری، اور جیسے کوئی چیز کھڑکی کے باہر دیکھ رہے ہو اور پوری آنکھیں کھول کر کے جس طرح غصہ میں کوئی دیکھتا ہے، اس طرح آنکھیں کھول کر پوری گردن اوپر اٹھائی اور اس کی طرف دیکھا اور پھر گردن رکھ دی۔ پھر اسی طرح وہی کمزوری۔ کہتے ہیں پھر چند گھنٹے کے بعد، یا ایک آدھ دن کے بعد دوسری مرتبہ ایسا ہوا، تیسری مرتبہ ایسا ہوا۔

بالکل یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا ہم نے دیکھا تھا کہ حضرت نے، جہاں حضرت کی چارپائی تھی، تو کونہ تھوڑا سا اور پیچھے ہو، تاکہ اس طرف دیکھنے کے لئے پوری گردن کیا بلکہ ایک طرف کوئی آدمی پوری کروٹ اس طرح گھومے تو دیکھ سکتا تھا، مگر حضرت نے اس کمزوری کے عالم میں کس طرح پوری گردن اس طرف پھیری پوری قوت سے اور زور سے فرمایا کہ مارو اس کو! ہم نے پوچھا حضرت! کون ہے؟ تو ہماری طرف دیکھ کر حضرت کا غصہ فرو ہو گیا۔ اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابلیس آیا تھا۔

حضرت نے دو دفعہ اس کو بیداری کی حالت میں اچھے بالکل ہوش وحواس کے ساتھ فرمایا کہ ابلیس اس کونہ میں کھڑا تھا۔

مشکل گھڑی

ہر ایک کے پاس پہنچتا ہے، انبیاء، اولیاء، یا اتقیاء۔ وہ تو اللہ تعالی کا ایک پورا نظام ہے، آخری وقت آزمائش ہوتی ہے، اسی لئے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اَكْثَرُ مَا يُنْزَعُ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ** کہ جن لوگوں کا ایمان سلب ہوتا ہے، تو کسی کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو، کسی نے کوئی گناہ کیا ہو، اس پر، اور کسی بات پر، مگر اکثر ایمان جو سلب ہوتا ہے اس کا وقت، وہ موت کا وقت ہے، اس لئے وہ بڑا اکڑا وقت ہوتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک اس میں ڈبوتے ہیں، چہرۂ انور پر پانی اس میں سے لے کر پھیرتے ہیں، پھر ڈبوتے ہیں، پھر پھیرتے ہیں، اور فرماتے جاتے ہیں **اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ**، تو یہ بہت مشکل گھڑی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہم سب کے لئے آسان فرمائے، آسانی والی موت نصیب فرمائے، سکرات الموت سے حفاظت فرمائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو رہا ہے، تو جس طرح عیادت کرنے والے جاتے ہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو پتہ چلا کہ ام المؤمنین سخت بیمار ہیں۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے دروازہ بجایا۔ خادم نے پوچھا کون؟ بتایا کہ جا کر اجازت لو کہ عبداللہ بن عباس حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جیسے ہی سنا تو رونے لگیں اور فرمایا کہ میرا دل ان کو اجازت دینے کی تو نہیں چاہتا۔ تو لوگ تعجب کرنے لگے کہ ارے! حبر الامۃ، بحر الامۃ، مفسر الامۃ، اتنے بڑے انسان، صحابۂ کرام میں ان کی علمی قابلیت مشہور تھی، چھوٹے بڑے سب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی علمی قابلیت کو مانتے تھے، اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا کے لئے تو بچہ کے مانند تھے، اور بچپن امہات المؤمنین کے حجرات میں گذرا ہے۔

اس لئے سب نے تعجب کا اظہار کیا کہ کیوں، کیا بات ہے؟ ابن عباس کو آپ ایسا فرمار ہے ہیں؟ تو فرمایا کہ نہیں بات یہ ہے کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ جب وہ آئیں گے، تو میرے سامنے میری تعریف کریں گے، اور میں مرتے وقت اپنے لئے تعریف کے کلمات سننا نہیں چاہتی۔ پھر فرمایا کہ کوئی نہ تو نہیں کہہ سکتی، اجازت دے دو۔

وہ تشریف لائے تو آتے ہی فرمانے لگے کہ آپ کو کیا فکر؟ آپ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی زوجۂ مطہرہ، اللہ تبارک وتعالی نے آپ کی براءت میں پوری کی پوری سورت، پورا کا پورا رکوع نازل فرمایا، پوری آپ کے بارے میں سورۃ النور، تو آپ کو کیا فکر؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ کلمات سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا لوگوں کو کہنے لگیں کہ دیکھئے، مجھے اسی کا خطرہ تھا۔ یہ تو یہ کہہ رہے ہیں لیکن میں اپنے متعلق یہ کہتی ہوں یَا لَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ کُنْتُ نَسْیًا مَنْسِیًّا، فرماتی ہیں کہ کاش کہ یہ کلمات سننے کے لئے میں زندہ نہ ہوتی کہ وہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ پتہ نہیں میں کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کروں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارا جو وقت گزرا، معلوم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے، حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں کیسے حاضری ہوگی؟

هاذم اللذات الموت

یہ جو موت ہے ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ دنیا کے امراء اور سلاطین سے لے کر عام انسان تک اور حکماء اور عقلاء اور اطباء اور ڈاکٹروں سے لے کر جاہلوں تک کوئی بھی نہ اس سے انکار کر سکتا ہے، نہ اس کا ان کے پاس کوئی علاج ہے، نہ اس کی کوئی گیرنٹی دے سکتا ہے کہ فلاں وقت تک کوئی زندہ رہے گا۔ یہ ڈاکٹر بعض وقت جن کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ مریض اتنے دن زندہ

رہے گا، مگر ایسے مریض کتنے سالوں تک زندہ رہتے ہیں۔

ابھی دو پہر کو مہمان آئے تھے، تو میرے پاس کوئی آٹھ نو سال پہلے آئے اور وہ کہنے لگے کہ مجھے کوئی تکلیف تھی، میں اس کے لئے ہسپتال گیا، تو انہوں نے میرا سکان کیا اور سکان کر کے انہوں نے بتایا کہ تمہیں ٹیومر ہے، جس کی وجہ سے تمہارے دماغ کا آپریشن کرنا پڑے گا، جلدی جتنا ہو سکے آپریشن کریں۔

مجھ سے مشورہ کے لئے آئے، تو میں نے کہا کہ آپ کی شکل وصورت آپ آئینہ میں دیکھیں کہ آپ بیمار لگتے ہیں کہ آپ کو ٹیومر ہو۔ جن کو کسی معمولی سا پھوڑا ہو، تو وہ بھی چہرہ بتا دیتا ہے کہ ان کو یہ پھوڑے کی تکلیف ہے، آپ ہرگز نہ جائیں۔

آج وہ آئے ہوئے تھے، ہنستے ہوئے اور کہنے لگے کہ انہوں نے لسٹ سے میرا نام خارج کر دیا۔ کہنے لگے کہ تم آپریشن کے لئے تیار نہیں ہوتے، تو ہم آپ کو اپائنٹمنٹ نہیں بھیجیں گے۔ تو آٹھ نو سال سے کہہ رہے تھے، کہ آپ اتنے دن کے مہمان ہیں، مگر کتنے سال گذر گئے اور موت درکنار، انہیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالی نے ہر ایک کے لئے جو وقت متعین کیا ہوا ہے حتمی طور پر، وہ وقت اس کے لئے طے ہے، نہ اس میں کوئی ایک گھڑی آگے کر سکتا ہے، نہ پیچھے کر سکتا ہے، نہ کسی علاج کے ذریعہ اس میں کوئی تقدیم کر سکتا ہے، نہ تاخیر کر سکتا ہے۔

کتنے لوگ مرنے کے لئے، خودکشی کے لئے سب کچھ کرتے ہیں مگر اللہ تعالی کے یہاں وہ وقت متعین نہیں ہوتا، وہ وقت تو موت نہیں آتی۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں اس تیاری کی توفیق عطا فرمائے، بری موت سے ہماری حفاظت فرمائے۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصال

ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے کوئی بارہ بجے دو پہر آدمی بھیجا۔ ہم دونوں بھائی ہماری

والدہ کے گاؤں تھے، تو وہاں آدمی کو گھوڑے پر بھیجا دونوں بھائیوں کو بلا کر لائیں۔ والد صاحب بیمار ہیں، آپ کو یاد کر رہے ہیں۔

ہم لوگ پہنچے ظہر کے بعد تو وہ اچھی حالت میں تھے، بالکل ٹھیک ٹھاک باتیں کر رہے ہیں، ہمیں جاتے ہی کہنے لگے کہ یٰس پڑھو۔ ہم پڑھنے لگے، کہا زور سے پڑھو، اونچی آواز سے پڑھنی شروع کی۔ عصر کے بعد فرمایا کہ مجھے چارپائی پر سے نیچے لٹادو۔ ہم نے نیچے بستر بچھایا، اس پر ان کو لٹایا۔ فرمانے لگے کہ بستر کو ہٹادو اور مجھے زمین پر لٹادو، تو ہم نے ایک دری رہنے دی اور بستر ہٹایا، دری پر لٹادیا۔

والد صاحب ہاتھ سے دری کو چھو کر کے ناراض ہوئے اور غصہ میں فرمانے لگے یا اللہ! کیسے لوگ ہیں، سمجھتے نہیں۔ فرمایا کہ دری کو بھی ہٹادو، مجھے صرف خالی زمین پر لٹادو۔ تو ان کو خالی زمین پر لٹایا اور اس کے بعد انہوں نے ناخن سے کرید کر دیکھا کہ واقعی کوئی چیز نیچے تو نہیں ہے۔ دیکھا کہ کچھ بھی نہیں ہے، تو اس کے بعد اپنا سر اس طرح اوندھا، لیٹے ہوئے تھے پورے طور پر سجدہ نہیں، مگر تھوڑی سی پیشانی جھکا کر ایک طرف زمین کے اوپر رکھی اور لیٹ گئے۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب سے پہلے ہم نے لٹایا اور چند منٹ کے بعد ان کا اسی حال میں وصال ہوگیا۔

حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے، مدینہ پاک کی موت، آخری عشرہ، اٹھائیسویں شب، آخری عشرہ کی بھی رات اور تہجد کا وقت، مدینہ پاک اور سجدہ کی حالت، کتنی ساری چیزیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمع فرمادیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی، جب ہمارا آخری وقت آئے، تو اچھی سے اچھی موت نصیب فرمائے، بری موت سے حفاظت فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا وَ شَفِيْعِنَا وَ حَبِيْبِنَا وَ سَنَدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ...

نوٹ